

یا حکم الحاکمین خلافت صدیق

یعنی

حصہ دوم شمس التواریخ

مشتبہ واقعات خلاصہ مهاجرین و انصار

ثانی آئین اذہما فی الغلایہ دین متین - یا ورامہ

سید المرسلین - شارح حقیق تحقیق حضرت

ابا بکر صدیق رضی اللہ عنہ

در مطبعہ الامع النور اقامہ
انطیہ

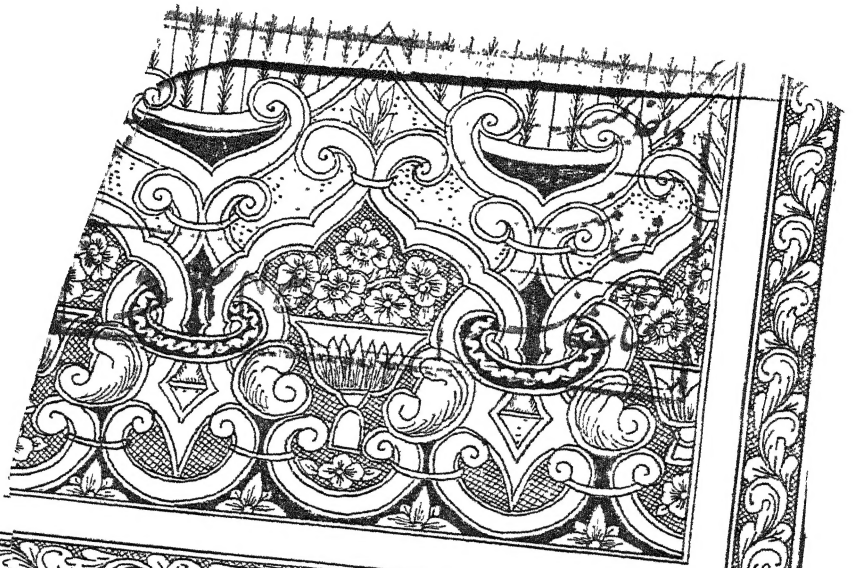
سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ
رَبِّكَ الْكَرِيمُ

بمردخان نام و رسول اکرم که کتاب ستطاب تاریخ اسلام عیسی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مؤلف تفسیر برج ادب کلام میرزا محمد تقی و ارقام بنیادی لوی محمد وارتقاعی صاحب

مَطْبَعُ اَمْرِ اَلْاَكْبَرِ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ

پیشہ حاصل و سلم علیہ
خاک ریش جان حاصل و سلم علیہ
صاف چو آئینہ حاصل و سلم علیہ
گفت شنائش خدا حاصل و سلم علیہ

شاہ افلاکیان پاکتر از خاکیان
برجمہ احسان او در ہمہ بران او
از اثرش سینہ ہامعدن گنجینہ ہا
عارض او در بار با کُلُّ او جاف نفرا ہا

منقول ہے کہ جب حضرت مقدس نبوی نے محنت سراے و بیچارے کو دیکھا تو فرمایا کہ

یہ لوگ کیا اور تفریان و تہو و صمان حضو منزل بہا لون مین مجتمع ہو کر جس

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ حضور غضب ہو گیا۔ سقیفہ (ثقیفہ) نبی
 بن اشرف و ایمان انصار نے جمع ہو کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کر دیا۔
 یعنی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خلافت کے مستحق ہم ہیں۔ پہنے دین کی مدد کی۔ رسول اللہ
 نے پہنے اپنے شہر میں رکھا۔ اسلام کے دشمنوں سے لڑے اور اپنی جان کو جان نہ بچا۔
 ہمارے ہوتے اور کون خلیفہ ہو سکتا ہے اور دین میں جان بھی پہنچے ڈالی ہے اور اسے
 کو دون میں پالا ہے۔ مہاجرین میں سے جو لوگ اس وقت وہاں موجود ہیں وہ اونکی مخالفت کر رہے
 ہیں۔ اور دونوں فریق میں بہت بڑی بحث و تکرار ہو رہی ہے۔ قریب ہے کہ تلوار چل جائے
 اور گہری سے یہ شعلہ بلند ہو کے اسلام کے دشمن کو جلا دے۔

یہ سنتے ہی حضرت عمر کے ہاتھوں کے طوطے اوڑ گئے۔ یکجہ تھامے ہوئے جناب
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور صورت حال بیان کی۔ حضرت ابو بکر بھی گہرا
 اور حضرات صدیق و فاروق اور ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم سروں کو ہتیلیوں پر رکھ کے اس تنازعہ
 فتنہ کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں جناب عاصم بن عدی اور عویم بن ساعدہ رضی اللہ
 عنہما ملے اور تینوں بزرگواروں کو روک کر کہیں معاملہ دگرگون ہے آپ ہرگز تشریف نہ لے جائیں خدا بخیر
 دشمنوں کی جان پر نہ آئے یہ نازک وقت اپنی دست اندازی کے لائق نہیں رہا اب تو قسمت میں
 جو لکھا ہے ہو جانے دیجئے۔ مگر یہ لوگ کب رکنے والے تھے جہاں تک ہو سکا جلد مجمع انصار
 میں سیدہ پہر کئے ہوئے پہنچے اور وہاں بحث ہونے لگی۔

جناب فاروق اعظم نے گفتگو کر نیکاً قصد کیا مگر حضرت صدیق اکبر نے اونکے مزاج کی
 کیفیت و جمالات کا خیال فرما کے اون میں روکا اور خود گفتگو کر نیکاً کھڑے ہو گئے۔ جناب عمر فرماتے
 ہیں کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا تھا بعینہ وہی صدیق اکبر نے نہایت فصاحت و بلاغت سے ادا کیا۔

جناب صدیق اکبرؑ سے گروہ انصار۔ جانو اور آگاہ ہو کہ ہم لوگ سابقین اولین ہیں۔ رسول مقبول صلعم کے ساتھ کہ معظمہ میں شریک رنج و مصیبت رہے۔ کفار کے ہاتھوں سے جو جال کا مصیبتیں اور ایذائیں بننے اور ٹھائیں ہیں وہ ہمارا ہی جگر تھا۔ اپنے جان و مال اسلام پر سے قربان کر کے عزیز واقارب سب کو چھوڑا اور خانان برباد ہو کے ہمارے شہر میں آن پڑے۔ تم ایسے نازک وقت میں کہ ابھی رسول اللہ کا جنازہ بھی دفن نہیں ہونے پایا ہے ایسی بحث کر کے ہمارا جگر پاش پاش کرتے ہو۔ بہلا تھنے یہ نہ سوچا کہ ایسے وقت کی میں میں تو لو کیا نتیجہ پیدا کریگی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام کی مدد کر نیک استحقاق تمہیں حاصل ہے اور تم لوگ سابق الایمان والا سلام بھی ہو۔ تمہیں وزارت اور ہمیں امارت زیبا ہے۔

جناب بن المتمدن الجوح۔ خیر اگر یہ بات ہے تو ایک ایسے تم میں سے اور ایک ہم میں مقرر ہو جائے۔ جناب نے اتنی بات تو حضرت ابو بکرؓ کے کھی اور پھر انصار کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگے کہ۔ اے گروہ انصار۔ اگر مہاجرین میری اس بات کو نہ مانیں تو تم تلوار ہاتھ میں لیکے اونہیں اپنے شہر سے نکال باہر کرو اسلام کی جڑ تو ہم میں۔ دین کی اشاعت ہم سے ہوئی۔ ہم سے زیادہ مستحق خلافت کون ہو سکتا ہے۔ مگر نزاع رفع کر ٹکے واسطے ایک بات یہ بھی کہدی گئی ہے کہ ایک ایسے وہ اپنے میں سے بھی کر لیں۔ اگر انہیں یہ بھی منظور نہ ہو تو چلتے پھرتے نظر آئیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ۔ جناب ذرا ہوش میں آؤ اور غور کر کے سمجھو کہ یہ کیا کہتے ہو۔ تمکو یاد نہیں کہ حالت نزع میں آنحضرت صلعم نے تمکو ہمارے سپرد کیا ہے اور ہمیں وصیت کی ہے کہ ہم لوگ تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں۔ اگر حضور اقدس نبوی کو تمہاری امارت منظور ہوتی تو ہمیں تمہارے سپرد کرتے۔ تم اب کیسی باتیں کرتے ہو۔

جناب فاروق اعظم اتنا ارشاد کر چکے تھے کہ جناب بن المنذر پہراوٹھہ کہڑے ہوئے اور
چین چین ہو کر حضرت عمر سے کج بخشی کرنے لگے۔ دونوں صاحبوں میں یا دوازلند گھنگو ہونے لگی
وہ قریب تھا کہ باہم چل جائے مگر حضرت ابو عیینہ نے بیچ میں پڑ کے دونوں کو الگ کر دیا اور
ربایا کہ اے گروہ انصار تم وہ لوگ ہو جنہوں نے رسول اللہ کی مدد کی اور وخت اسلام کو پڑوش
کر کے سرسبز و شاداب کیا۔ اور اب تم ہی اس کی خرابی و ویرانی کے درپے ہو۔ خدا سے ڈرو
اور ایسی فساد انگیز باتیں منہ سے نہ نکالو۔ کیا تمہاری طبیعتیں ذرا سی دیر میں بدل گئیں۔

بشیر بن سعد بن النعمان بن کعب بن الخزرج سے یہ افسوسناک حادثہ دیکھ کے نہ رہا گیا
بول اٹھے کہ اے میرے پیارے ہو وطنو اس میں کچھ شک نہیں کہ جناب رسالتما
صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قریش سے تھے اس لئے انہیں کی قوم سرداری کی مستحق ہے۔ ہمیں خلافت
کا کیا کرنا ہے۔ ہمارا مطلب تو اللہ جل شانہ کی خوشنودی اور اس کے نبی برحق کی اطاعت سے تھا
ہمارے لئے کیا یہ فیصلہ کم ہے کہ ہم دین کے انصار اور سابق الاسلام ہیں۔ ہم اسکا بدلہ دینا
یہ کچھ نہیں چاہتے پس اس لغو بات کیواسطے مہاجرین سے لڑنا بڑے شرم کی بات ہے۔

جناب بن المنذر نے اس کے جواب میں کہا کہ اے بشیر تجھے اس وقت بالکل لوٹا ڈیو دی
اور ہمت ہار گئے۔ قسم ہے خدا کی تم نے معاملہ درہم برہم کر دیا۔

بشیر یہ کیا کہتے ہو۔ سنبھلو اور ذرا ہوش میں آؤ۔ انصار اور مہاجرین سے خلافت کے باب
میں لڑنا سخت افسوس کی بات ہے۔ کیا تمہیں یا وہ نہیں رہا کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے۔
”آجھہ من قریش“، یعنی سب امام قبیلہ قریش میں سے ہونگے۔

اس بات کے سنتے ہی مہاجرین اور انصار کے کان کڑے ہو گئے اور انصار میں سے
ہر لوگوں نے اسکی تصدیق کی کہ بلاشبہ یہ قول رسول ہے۔ اس وقت جناب بن المنذر کی آنکھوں

کے سامنے سے بھی پردہ اوٹھ گیا اور ایک چشم زدن میں سارے خیالات بد لگئے۔ اور وہ شور وغل جو خلافت کے باب میں ہو رہا تھا ایک ساتھ رفوچکر ہو گیا۔ اب سب ایک سمت کے عالم میں خاموش بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

غرض کہ رسیدہ بود بلائے و بے خبر گذشت۔ اس موقع کو غنیمت جان کے بمصلحت وقت جناب صدیق اکبر نے حضرت فاروق اعظم اور جناب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اچھا جب آپ سب صاحبوں کی ہم پر عنایت ہے تو ان دونوں بزرگواروں میں سے جس سے آپ چاہیں بیعت کر لیں۔ جناب عمر بن الخطاب صان کاٹون پر ہاتھ دھر گئے اور فرمایا کہ میں ہرگز اتنا بڑا بوجہ اوٹھانے کی قابلیت نہیں رکھتا البتہ ابو بکر ہم سب میں بزرگ اور قابل تنظیم ہیں ان سے بیعت کر لینا اولیٰ اور انبہی جناب ابو عبیدہ نے حضرت عمر کی راے سے اتفاق کیا۔ بشیر بن سعد نے سمجھا کہ بھی موقع ہے آگے معلوم لوگون کی راے کیا پلٹا کماے۔ گریختن روز اول پر عمل کر کے فوراً صدیق اکبر سے بیعت کر لی اور ان کے بعد حضرت عمرو ابو عبیدہ نے کی۔ پھر اوس کے قبیلہ نے بیعت قبول کی کیونکہ وہ خزرجوں کی خلافت سے نہایت کبیدہ خاطر تھے اور انہیں میں حضرت اسید بن حفص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ پھر چاروں طرف سے لوگ جناب صدیق اکبر پر اس طرح گرنے لگے جیسے شمع کو پروانہ گہر لیتے ہیں۔ وہ اڑو حام ہوا کہ تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ اوس وقت سعد بن عبادہ ایک گوشہ میں خاموش بیٹھے سب کا منہ تلکے اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بول اوٹھا کہ دیکھنا خبردار کہیں سعد بن عبادہ اس کشمکش میں دیک نہ مر جائیں۔ یہ سنکے حضرت عمر کے منہ سے اوس جوش و خروش میں بیخاستہ کہیں یہ نکلیا کہ وہ اس ہجوم سے کچل کے کیا مرینگے اور میں تو خدا ہی نے مار ڈالا۔ وقت کی بات تھی جو حضرت فاروق کے منہ سے نکلی ورنہ خدا نخواستہ آپکو حضرت سعد کی تحقیر منظور نہ تھی۔ ایسے موقعوں پر یہ ہوا

کرتا ہے۔ خصوصاً اوس وقت جبکہ یہ لوگ خود ملک الموت کے منہ سے بچے ہوں۔ حضرت سعد یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو کر حضرت عمر سے مکالمہ کرنے لگے۔ حضرت فاروق کو بھی عقمہ آگیا۔ یہ تیسری قیامت آئی کہ تھی کہ جناب صدیق اکبر نے بیچ بچاؤ کرادیا۔ چونکہ طرفین اسلام کے تیر خواہ تھے چپکے ہو رہے۔ اور اس شورش سے بھی پیچھا چھوٹا۔ الحمد للہ والمنة۔

جب سب لوگ حضرت ابو بکر سے بیعت کر چکے تو جناب سعد بن عبادہ کی خدمت میں بھی گزارش کی گئی کہ آپ بھی بیعت کر لیں۔ انہوں نے انکار محض کیا۔ جناب بشیر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ جب ہم سب خزرجی بیعت کر چکے تو پھر ان اکیلے کی کیا ہو۔ انہیں انکے حال پر رہنے دو کچھ نہ بولو۔ اس وقت کے بعد سعد بن عبادہ نے پھر نہ بشیر سے بات کی نہ انکے ساتھ کہی ناڑ پڑھی۔ اور یہی حال ان کا حضرت صدیق کے ساتھ بھی رہا یہاں تک کہ اسی حالت میں جناب ابو بکر کا انتقال ہو گیا۔

لیکن ظہری نے لکھا ہے کہ حضرت سعد نے بھی اسی دن تھوڑی دیر کے بعد بیعت کر لی تھی۔ مگر بعض کا قول ہے کہ اسکے بعد سعد بن عبادہ ملک شام میں جا رہا اور وہیں انتقال فرمایا۔ خلاصہ حال بیعت سیفہ بنی ساعدہ کا ہم اپنے ناظرین کو سنا چکے مگر یہ بحث بڑی نازک ہے اسنے ہم لوگوں کو گھڑے اور پاچہ کر کے بڑے دھاڑے پر پہنچا دیا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اسکے متعلق اور روایات تحقیق کے ساتھ جمع کر دیں تاکہ ہمارے ناظرین کو اس بحث سے پوری واقفیت حاصل ہو جائے۔

اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بیعت مہاجرین و انصار کے اتفاق اور اجماع سے ہوئی ہے۔ اگرچہ شروع میں انصار میں سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اور مہاجرین میں سے بنی ہاشم و علی مرتضیٰ و زبیر و طلحہ رضی اللہ عنہم نے تقاضاے بشریت سے

اسکا انکار کیا۔ بیعت کے قبل و بعد کے حالات سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ روایت شاہد ہے کہ ایک دن بیعت ابو بکر کے بعد ابوسفیان رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے جناب علی مرتضیٰ کے پاس آئے۔ مدینہ کے اس غل غبارے کو اب تلوار ہی خاموش کر سکتی ہے سوائے اسکے اور کوئی علاج نہیں۔ اسی ہی عہد منات تمہارے سامنے ابو بکر خلیفہ ہو جاوے۔ بڑے حیف کی بات ہے۔ کہ ہر مہین وہ دونوں ذلیل اور حقیر و کمزور آدمی جنہیں لوگ علی و عباس کہتے ہیں تعجب ہے کہ قریش کی سرداری اوٹکی آنکھوں کے سامنے ایک چوٹے سے حقیر قبیلہ میں چلی جائے اتنا عام طور سے بیان کر کے ابوسفیان جناب علی مرتضیٰ کی طرف مخاطب ہو کے کہنے لگے البسط یدک ابا عبدک فواللہ لئن شئت لاملا منها علی خیل و لاجل یضی اپنا ہاتھ بڑھا لئے میں آپ سے بیعت کرونگا خدا کی قسم اگر آپ اجازت دیں تو میں ابو بکر پر اس میدان کو تنگ کر دوں اور چشمزدن میں اسے سوار و پیادوں سے بہر دوں۔ یہ سنکر جناب اسد اللہ الغالب نہایت متعجب ہوئے اور چہین بچہ میں ہو کر جواب دیا کہ ابوسفیان۔ تمہارے مزاج سے فتنہ و فساد کی بو ابھی تک نہیں گئی۔ تم نے اپنے ایام جہالت میں ہی جنگ و جدل میں کوئی بات اوٹھا نہیں رکھی اور اب حالات اسلام میں ابھی گلے کٹوانے چاہتے ہو۔ خبردار مجھ سے پر ایسی باتیں نہ کرنا میں تمہاری صلاح ہرگز نہ مانونگا ابوسفیان کو جب ٹکڑا سا جواب ملیگا تو منہ کی کہا کے اوٹھ گئے۔ اور جناب علی مرتضیٰ اوٹھکے سیدھے حضرت صدیق اکبر کے پاس تشریف لائے۔ جناب فاروق اعظم بھی اس وقت وہیں رونق افروز تھے۔ شیر خدا نے فرمایا کہ ابو بکر۔ مجھے تم سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے ذرا سنا لو۔ حضرت صدیق نے جناب عمر کو وہاں سے الگ کر دیا اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے۔

جناب علی مرتضیٰ۔ اے ابو بکر مجھے تم سے بڑی شکایت ہے۔ تم نے سیفہ میں چپے چپائے لوگوں سے بیعت لی اور بہن خبر ہی نہ کی نہ ہم سے مشورہ لیا گیا۔ اگر تم مجھے بلا لیتے تو

کیا ہو جاتا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ حضور میں خدا کو واحد و شاہد جاننے کے عرض کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ پر بیعت کرانے کے لئے میں سقیفہ پر گز نہیں گیا تھا۔ بلکہ میرا نشانے دلی یہ تھا کہ مہاجرین اور انصاریوں میں وہاں تنازعہ جو ہو گیا ہے اسے رفع کروں۔ ان دونوں فریق میں غضب کی رد و بدل ہو گئی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ امیر ہم میں سے ہو اور دوسرا گروہ اس پر اڑا ہو اتنا کہ ہمیں امیر ہماری جماعت میں سے کوئی ہو نا چاہئے۔ آخرش نوست یہاں تک پہنچی کہ طرفین دست بقبضہ ہو جائیں اور دھڑا دھڑا سترن سے جدا ہو کے گرنے لگیں۔ آپ یقین فرمائیں اور خوب تحقیق بھی کر لیں کہ میں نے اپنے منہ سے درخواست نہیں کی کہ سب لوگ مجھے بیعت کر لیں نہ مجھے خلیفہ بننے کا اشتیاق تھا اور نہ ہے۔ حاضرین نے اتفاق کر کے خواہ مخواہ میرے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور یہ جو ارشاد ہوا کہ میں نے آپ کو بلوایا نہیں نہ آپ سے مشورہ لیا۔ اسکی بابت آپ ہی انصاف فرمائیں کہ آپ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ آپ اسکی تجنیف و تکفین میں مصروف تھے اور دنیا آپ کی آنکھوں کے سامنے سیاہ تھی ایسے مصیبت کے وقت میں آپ کو اس اندوہناک صدمہ کی خبر دینا اور یہی قیامت بالا سے قیامت تھی۔ میں نے تو ہر طرح نشیب و فراز سمجھ کے اور مصلحت وقت جاننے لوگوں کے کہنے سے فوراً اپنے ہاتھ پر بیعت لے لی۔ اگر ذرا یہی چون و چرا کرتا تو معلوم نہیں کہ اوس طوفان کے جو تکے میں لوگوں کی راسے کہہ رہے کہ ہر پلٹا کہا جاتی اور ہر آپ مدینہ کی گلیوں میں لاشوں کے ڈھیر اور خون کی ندیاں بہتے دیکھتے اور ایسا فتنہ اڑھم کھڑا ہوتا جس کا فرو کرنا امکان بشری سے خارج تھا۔

جناب مرتضیٰ یسقطول اور مدلل گفتگو سنکے تو طوری ویر برتکر میں غوطہ زن ہوئے اور کچھ سوچتے رہے پھر ہاتھ بڑھا کر خود بھی ابوبکر سے بیعت کر لی۔ مگر طبری کے قول کے بموجب

آپنے رسول مقبول کے چالیسویں کے دن بیعت کی ہے اور بھی بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔
بیعت سقیفہ کے دوسرے دن جناب صدیق اکبر نے دوبارہ مسجد نبوی میں اگر اپنے ہاتھ
پر بیعت لی۔ اور نمبر پر پیشکے بعد حمد و نعت کے یہ خطبہ پڑھا۔

ایہا الناس فالی قد ولیت علیکم ولسن بخیرکم۔ فان احسنتم فاعینونی وان استا
فقو موئی۔ الصدق وامانة والکذب خیانة۔ والضعیف فیکم قوی غندی حتی
ایمیر علیہ حقہ انشاء اللہ۔ والقوی فیکم ضعیف غندی حتی اخذ الحق منه انشاء
اللہ۔ لا یدع منکم للجهاد فی سبیل اللہ الاخر یھما اللہ بالذل۔ ولا تتبع الفاحشة
فی قوم قط الا غمھم اللہ بالبلاء۔ اھعیونی ما اطعت اللہ ورسولہ۔ فاذا
عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعت لی علیکم۔ قوموا الی صلوٰتکم برحمتہ اللہ،

یعنی اے لوگو میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں مگر میں تم کے کسی طرح بہتر نہیں۔ میں جیسا کوئی عمدہ کام کروں
تو اوس میں مدد کرنا اور جب کوئی برا کام مجھ سے سرزد ہو تو مجھے سیدھا کر دینا۔ راستبازی امانت ہے اور جھوٹ
بولنا خیانت۔ تم میں کا ضعیف میری نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اوس کا حق نہ دو اور انشاء اللہ۔ اور تم
میں کا قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اوس سے حق نہ لیا ہوں انشاء اللہ جو لوگ
خدا کی راہ میں جہاد کرنا چھوڑ دینگے حق سبحانہ تعالیٰ انہیں ذلیل کر لگا۔ اور جس قوم میں یہ کاری
پہیلیگی خدا اون پر بلا نازل کر لگا۔ جس کام میں خدا اور رسول کی اطاعت مجھ سے ظاہر ہو تم بھی
اوس میں میری اطاعت کرنا اور اگر میں اون کی نافرمانی کروں تو پھر تم میری اطاعت واجب نہیں۔ اے
لوگو خدا تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ اوٹھو نماز پڑھو۔

روایت ہے کہ انصار کی تحریک سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ باوجود بیمار ہونیکے
بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لاے۔ حالانکہ اوس وقت آپ کو نہایت ضعف تھا اوپر ہی ایک

طولانی تقریر اپنے مستحق خلافت ہونیکے باب میں اس طرح فرمائی "اے لوگو! آنحضرت صلعم نے پورے تیرہ برس مکہ میں دعوت اسلام کی مگر ٹھہری بہر اسیوں کے سوا اور کوئی مسلمان نہوا جو حد و کچھ چند ایمان لائے بھی تھے وہ اس قابل نہ تھے کہ رسول اللہ کی حمایت کرتے اور اسلام کے مصائب کو دوڑ کر تے لیکن جیبا آنحضرت نے قدم رنجہ فرما کے مدینہ کی رونق بڑھائی تو انصار زادہ کی مدد و حمایت سے عزت کے ساتھ پیش آئے اور اسلام کے دشمنوں سے کلمہ بکلمہ ہو کے مقابلہ کیا حتیٰ کہ اسلام ملک عرب میں مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پھیل گیا۔ قبائل عرب شرک و کفر اور بت پرستی چھوڑ کر دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے۔ اپنے انیروم تک رسول اللہ انصار سے راضی و خوشنود رہے۔ لہذا اے گروہ انصار تمکو چاہئے کہ لوگوں کی مداخلت بیجا سے پہلے تم خلافت کو اپنے قابو میں کر لو۔

اس گفتگو کا بالاتفاق انصار نے یہ جواب دیا کہ تمہاری خلافت ہمکو بدل و جان منظور ہے اگر مہاجرین سابق الاسلام ہونے اور بجا آوری خدمات رسول کریم اور ترک وطن اور اپنی قرابت قریبہ کے باعث کچھ تکرار کریں گے تو پھر ایک امیر زون میں سے اور دوسرا ہم میں سے منتخب کر لیا جائیگا اور اگر وہ یہی نہ مانیں گے تو ہمیں کچھ چینیگی ہم کسی طرح راضی نہو گے۔

حضرت سعد بن عبادہ نے دو امیرون کے تقرر کی اسے جو سنی تو فرمایا ابن گل دیگر شگفت اے صاحبو۔ وہ درویش در گلیھے پنچہند و دو بادشاہ در اقلیمے ناکجند۔ اگر آپ لوگوں نے ایسا سوچا ہے تو یہ آپ کی پہلی کمزوری ہے۔

اسکی خبر کسی نے دوڑ کے حضرت عمر فاروق کو پہونچائی کہ جناب اب رہا سہا کام بھی تمام ہو چکا ہے انصار تو بڑی دیر میں مہاجرین کو بیکار کر کے نہ تفصیل بتائے دیتے ہیں اگر کچھ ہاتھ پیر مارنا ہو تو اسوقت موقع ہے ورنہ آئندہ بے سود ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ پیر

جناب تختی آب صلعم کی تدفین میں مصروف تھے۔ جناب عمر فاروق حضرت ابو بکر صدیق کو ہمراہ لیکر اس جگہ طے کا فیصلہ کرنے چلے۔ راہ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور چند مہاجر اور ملے وہ بھی ساتھ ہوئے۔ قیغہ بنی ساعدہ میں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ مکمل اوڑھے بیٹھے ہیں۔ چاروں طرف سے انصار نے اونکو گھیر رکھا ہے اور تجویز ہو چکی ہے کہ حضرت سعد خلیفہ کر دئے جائیں۔ یہ لوگ بھی وہاں جا کے بیٹھ گئے ابھی انہیں بیٹھے ہوئے دیر نہ گزری تھی کہ ایک انصاری نے کڑے ہو کر بڑے جوش و خروش سے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کئے۔ جناب عمر فاروق فرماتے ہیں کہ اونکی باتیں سن کر مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے ایک تقریر کرنی چاہی مگر صدیق اکبر نے مجھے روک دیا اور خود ایک فصیح و بلیغ گفتگو موقع کے مناسب خوش اسلوبی اور شیریں زبانی سے کی۔ میرے ذہن میں بھی سب مضامین ایسی خوبصورتی اور عمدگی سے جاگزیں نہیں ہوئے تھے جیسے کہ اونہوں نے بیان کئے۔ وہ تقریر صدیق اکبر کی یہ تھی

ان الله قد بعث فينا رسولا شهيدا على امته ليعدوّه ويوحّدوّه وهم يعبدون
من دونه الهة شتى مرجحى خشب فعظم على العرب ان يتركوا دين اباؤهم فخص الله
المهاجرين الاولين من قومه بتصديقهم والمواساة له والصبور مع مشقة اذى قومهم
وتكذبهم اياه وكل الناس لهم مخالف ذرأ عليهم فلم يستوحشوا لقلة عددهم وشفق الناس لهم ففهم
اول من عبد الله في هذه الارض امن بالله وبالرسل وهم اولياؤه وعشيرته ولحق الناس
بهذا الامر من بعده لا ينار عنهم الا ظالم۔ وانتم يا معشر الانصار من لا نيك فضلهم في الدين
ولا سابقتهم في الاسلام رضيكم الله انصار الدين وسوله وجعل اليكم هجتا فليس بعد المهاجرين عندنا
بمنزلكم فخر الاملاء وانتم الوزراء۔ لا تفاوتون بمشورة ولا تفضلونكم الامور

یعنی اللہ نے ہمارے پاس اپنا ایک رسول بھیجا جو اپنی امت کے لئے گواہ ہے کہ وہ خدا کے

واحد کی پرستش کرتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ لوگ لکڑی اور پتھر کے بتوں کی پوجا کرتے تھے عرب کے باشندوں کو اپنے اباؤ اجداد کا دین ترک کرنا شاق گذرا اس لئے خدا نے مہاجرین اولین کو اس کی قوم میں سے منتخب کر کے اپنا خاص بنایا تاکہ اوس نبی کی تصدیق اور ہمدردی کریں اور کفار کی تکلیف دہی اور اتار سانی اور جٹلانے پر صبر کریں۔ اگرچہ عرب کے زمین و آسمان اون کی مخالفت پر آمادہ تھے اور اپنا غضب اون پر توڑتے تھے مگر یہ مہاجرین اپنی قلت اور لوگوں کی روز افزون دشمنی سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ پس مہاجرین پہلے لوگ ہیں جنہوں نے سرزمین عرب میں خدا کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے وہ تمہارے پیغمبر کے مددگار اور اس کے رشتہ کے لوگ اور اس کے بعد سب سے زیادہ خلافت کے حقدار ہیں۔ کوئی شخص اون سے جھگڑا نہیں کر لیا مگر ظالم۔ اسے گروہ انصار۔ تمہیں بھی مہاجرین کی دینی بزرگی اور سبقت فی الاسلام میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے۔ خداوند کریم ہی اونہیں کے دین اور اونہیں کے رسول کے باعث تم سے راضی اور خوشنود ہے اور خدا نے اوس نبی کو مہاجر بنا کر تمہارے پاس بھیجنا پسند کیا۔ ہمارے پاس سے مہاجرین اولین کے بعد کوئی کوئی رتبہ میں تمہارے برابر نہیں۔ لہذا ہم امیر اور تم وزیر ہو۔ انشاء اللہ کوئی مشورہ بغیر تمہارے نہیں کیا جائیگا اور نہ کوئی کام تمہاری مرضی کے خلاف ہوگا۔

حضرت صدیق اکبر کی یہ بات سن کر انصار میں سے جناب بن منذر نے اون کے خلاف بیان کرنا شروع کیا۔ عمر فاروق اون کی تردید کر لیا اور طہمہ کہڑے ہوئے اور دونوں میں سخت کلامی ہونے لگی اور اتنا غل و شور ہوا کہ مکان گونج گیا۔ جناب بن منذر رضی اللہ عنہ مصر سے کہ رسول اللہ کا ایک جانشین ضرور ہم میں سے ہونا چاہئے۔ عمر فاروق دو امیرون کی تقرری کے بالکل مخالف تھے آخر طرفین میں دویدو ہوتے ہوئے جنگ و جدل کی نوبت پہنچی اور قریب تھا کہ تلوار چل جائے

اسی حالت میں وہ تناظم اور پھل چھی کہ لوگ تلے اوپر ہونے لگے اور سعد بن عبادہ پیردن کے تلے کچلتے کچلتے بچے۔ قصہ مختصر حضرت ابو عبیدہ اور بشیر بن سعد کے سچمانے پچمانے سے لوگ سنبھلے اور امن ہوا۔ پھر ابو بکر صدیق نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ عمر فاروق اور ابو عبیدہ موجود ہیں انہیں سے جسکے ہاتھ پر جاپا ہو بیعت کرو جناب فاروق اعظم نے فرمایا کہ ابو عبیدہ کو مجھے فضیلت حاصل ہے آنحضرت نے بھی انکی شان میں **مِنْ اَمْرِ هَذِهِ الْاُمَّةِ** فرمایا ہے حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ میں خلافت کے لائق ابو بکر صدیق کو پاتا ہوں۔ چنانچہ عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن الجراح نے جناب صدیق اکبر سے بیعت کر لی۔ مگر اون سے پہلے بشیر بن سعد بیعت کر چکے تھے ان تینوں صاحبوں کے بعد پیر گروہ در گروہ بیعت کرنے لگے۔

جو لوگ قبائل عرب کے اشتعال طبع اور اونکی جنگ جو غادات سے واقف ہیں اور جنہوں نے اسی قسم کے واقعات پر بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنتوں میں بڑی بڑی خونریزیان ہو جاتے ہوئے تاریخوں میں پڑ ہی ہیں اور خدا نے اونکو متوسط درجہ کی بھی عقل معاملہ فہم دی ہے وہ کہی بھول کے بھی یہ اعتراض نہ کریں گے کہ عمر فاروق اور صدیق اکبر کو خلافت غصب کر لینے کی ایسی ہوس دامنگیر تھی کہ آنحضرت صلعم کے جنازہ کو بے گور و کفن چھوڑ کے سیدہ خلیفہ بننے کو دوڑے چلے گئے۔ حق تو یہ ہے کہ یہ دونوں بزرگوار کامل درجہ کے دوراندیش تھے۔

اونہوں نے بیعت ستیفہ کے دن اسلام کے ڈوبے ہوئے جہاز کو سمندر کی تہ سے نکال لیا اور اون لوگوں سے اپنے ہاتھ پر بیعت کرائی جو مہاجرین کا خلیفہ ہونا چاہتے ہی نہ تھے۔ عربوں کی آزادی طبع کے قدرتی جوش کو کون نہیں جانتا۔ جسکے سبب سے وہ سوائے اپنے قبیلہ کے کسی دوسرے کی سرداری پسند ہی نہیں کرتے۔ اگر ایسے لوگوں میں اور اوس نازک وقت پر ابو بکر و عمر و عثمان و عثمان بن عفان یا ہم نفس و عناد اور حیثیت و شرف و فساد ہمیشہ رہتا

اور سلمان بہو کے ایسی تلوڑے ہی زمانہ سے اونہوں نے اپنی جہالت چوڑی تھی مگر اسے بالکل بہو نے نہ تے پہر از سر نو لڑنے لگتے اور اسلام کی نو تعمیر عمارت کی بنیاد سر سے پیر تک بجاتی اور پہر شاید مسلمانوں کو عمر بہر سنبھلنا نصیب نہ ہوتا۔ اوس و خراج میں سخت رقابت تھی پس ظاہر ہے کہ انصار میں سے جو خلیفہ ہوتا اوسکی خلافت خطرہ سے خالی نہ تھی۔ ادھر مدینہ میں چہری کٹاری ہونے لگتی۔ اودہ کاؤب مدعیان نبوت نے زور و شور کے ساتھ خروج اور اسلام پر حملہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ پس ایک لڑائی لگے کہ اندر کی اور دوسرے گونساہیرونی چڑا کر کے رکھ دیتا اور پہر کچھ ہی ہوتا اتنا عروج اور شہرت اور ترقی جو اسلام نے دیکھی وہ بھی نصیب نہوتی۔ اقوام عرب کو خاموش بٹھانے کے لئے ضرورت تھا کہ حکومت قبیلہ قریش میں آئے جسے اوس ملک کی سب قوانین واجب التعمیم سمجھتی تھیں اور انصار کے گھر میں بیٹھیکے ابو بکر و عمر نے جلدی سے قبیلہ قریش کی سرداری اوان سے قبول کر لی اور دوسرے دن تک کی مہلت نہ دی تاکہ وہ اپنی رائے بدل سکیں۔ پس یہ احسان ابو بکر و عمر کا مسلمانوں کے سر پر قیامت تک رہیگا جیسے۔

جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تک جیسے تیسے پہنچے تھے۔

اسوقت مہاجرین اور انصار میں جو اختلاف عظیم واقع ہوا تھا۔

ذاتی یا منفعت خاص نہ تھی بلکہ وہ عجیب متبرک اور نہ

کہ اسلام کی پوری پوری خدمتگاری میں کردار

اچھا خدمتگزار دین کو نصیب نہیں ہو سکا

پلا پلا کے پالا پوسا ہے اب

خاطر کیسی ہو۔ نہیں نہ

اور سخی اور فقیر

انکساراؤنکا اس سے ظاہر ہے کہ حضرت بشیر انصاری رضی اللہ عنہ نے محض دینی مقاصد کے لحاظ سے مکہ والوں کو مستحق خلافت قرار دیا۔ اور مکہ والوں میں سے صدیق اکبرؓ کو عمر فاروق اور ابو عبیدہ بن الجراح کو پسند کیا۔ اور حضرت عمرؓ نے جناب امین الامتہ کو اپنے اوپر ترجیح دی۔ اور حضرت ابو عبیدہ نے ابو بکر صدیقؓ کو سب سے بہتر جانا۔ آخر انہیں لوگوں کے اتفاق رائے سے جناب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہو گئے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک لمبی چوڑی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت ابو بکر کی بابت مسلمانوں سے پہلے سے مشورہ نہیں لیا گیا وہ ایک ناگہانی بیعت تھی اس لئے لوگ اس کی نسبت *ثَلَاثَةٌ* کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کے خیال اس کی نسبت ظاہر کئے جاتے تھے اور اخیر زمانہ خلافت عمر فاروقؓ تک اس دینی ہونی آگ کی چنگاریاں مونی دیکھی گئی ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ جب اتھری حج کر رہے تھے تو کسی نے یہ خبر ان کے کجاوہاب جناب عمرؓ نے مدینہ پہنچ کر لیون دیا کہ صدیق اکبرؓ کی بیعت اگرچہ ثلثہ تھی کچھ شر سے ہلکے لوگ کو بیچا لیا اور مسلمانوں کے حق میں اس کا نتیجہ اچھا ہوا۔ اگر آئندہ کوئی مسلمان ایسا کرے گا تو جان سے مار ڈالا جائیگا۔ سو گمہ اسموقع ہرچہ بقر جناب فاروقؓ نے کی وہ یہ ہے۔

انہ عمر با بیعت فلا فلا یغتن امعان

ما قد کانت کذلک ولكن الله

در بکو۔ من با یع رجلا غبا

ما نہ قد کانت

یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم مین سے کوئی یون کتاب ہے کہ اگر عمر جابین تو مین فلان شخص سے بیعت کر اون۔ کوئی اس دہو کے مین نہ ہے کہ ابوبکر صدیق کی بیعت بے مشورہ اور ناگہانی تھی۔ پھر یہی خاتمہ کو پہنچی۔ یاد رکھو کہ یہ بیعت اگرچہ ایسی ہی تھی مگر اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا۔ بسلا یہ تو خیال کرو کہ تم مین کون ایسا ہے جسکی لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صدیق اکبر کی کرتے تھے۔ جو شخص بغیر مسلمانوں کے مشورہ کے بیعت کر لگا نہ اسکی بیعت ہوگی نہ اس کے تبوع کی۔ اون دونوں کو خود قتل رہنا چاہئے۔ اور ابوبکر صدیق بلا شبہ رسول مقبول کے بعد ہم سب سے افضل تھے۔

اوپر کی روایت پڑھنے کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ گو بیعت سقیفہ بنی ساعدہ سرسری تھی مگر اس کے استحکام کے لئے دوسرے دن جناب فاروق اعظم بعد نماز کے منبر پر تشریف لے گئے اور آنحضرت صلعم کی وفات اور صدیق اکبر کی نقیصات بیان کی۔ اور لوگوں سے کہا کہ بیعت عام کرو۔ امام بخاری نے یہ روایت لکھی ہے۔

عن انس بن مالك انه سمع خطبة عمر الآخين جلس على المنبر وذلك الغد من يوم توفي النبي فتشهد عمرو أبو بكر صامة لا ينكلم قال عمر كنت ارجو ان يعي ش رسول الله صلعم حتى يدبرنا به بذلك ان يكون آخرهم فان يك محمد قدمات فان الله تعالى قد جعل بيننا وبينهم نوراً تهتدون به هدى الله محمداً وان ابا بكر صاحب رسول الله ثانی اثنين فانه اولی المسلمين باموركم فقوموا فبايعوه۔ وكان طائفة منهم قد بايعوه قبل ذلك فوسقيفة بنی ساعدة وكانت بیعت العامة على المنبر،

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی صبح کو عمر فاروق نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا اور ابوبکر صدیق خاموش بیٹھے رہے۔ عمر فاروق نے

ہیمان کیا۔ مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ابھی اور چینگے اور ہمارے سر پر بیٹھے اور ہم سب اونکے سامنے دنیا سے اوٹھ جائینگے۔ اب اگر وہ فوت ہو گئے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں ایک نور قرآن کا پیدا کر دیا ہے اوس سے تم ہدایت پاسکتے ہو اور اسی نور سے خداوند کریم فرماپنے رسول کو ہدایت دی تھی۔ صدیق اکبر غار ثور میں جناب رسول کریم کے ساتھ رہے وہ تم پر حکومت کرینگے واسطے ہم سب مسلمانوں سے زیادہ بہتر و افضل ہیں۔ پس تم سب لوگ اڈھو اور ابو بکر سے بیعت کرو۔ حالانکہ کچھ لوگ اس سے پہلے ہی سفیفہ میں اون سے بیعت کر چکے تھے۔ مگر بیعت عام نمبر پر پڑی تھی۔

چودھویں ربیع الاول سنہ گیارہ ہجری مطابق ۹ جون ۳۲ھ معلوم شدہ کہ یہ بیعت ہوئی تھی۔ صاحب اصابع کے قول کے بموجب اس وقت جناب صدیق اکبر کی عمر اکتھہ برس کی تھی مگر ابن قتیبہ کی دلیلوں سے اس سے بھی زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

دوران بیعت میں بعض لوگوں نے صدیق اکبر کے باب میں جو اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے اون کے جواب میں حضرت صدیق کی آخری گفتگو یہ تھی۔

واللہ ما کنت حرباً علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ قط ولا کنت راغباً فیہا ولا سئلتہا اللہ فی سراً ولا علانیۃ ولكنی اشقت من الفتنۃ وما لینی الامارۃ راحۃ۔ لقد قلت انی اعطیاً مالی بہ من طاقۃ ولاید الابتقویۃ اللہ،

یعنی خدا کی قسم دن رات میں مجھ پر کوئی وقت ایسا نہیں گذرا جس میں خلافت کی حرص میرے دل میں سمائی ہو یا اوسکی کسی طرح کی خواہش مینے کی ہو یا کسی وقت پوشیدہ یا ظاہر میں نے اللہ تعالیٰ سے اوسکے لئے دعا کی ہو مگر فتنہ و فساد کے خوف سے مینے مجبوری اوس سے قبول کر لیا مجھے اس خلافت میں کوئی آرام نہیں معلوم ہوتا میرے سر پر ایک بڑا بھاری بوجھ رکھ دیا گیا ہے جسکے

تحمل کی مجاہدین طاقت نہیں۔ خدا میری مدد کرے۔

آنحضرت صلعم کے انتقال پر بلال کی خبر کہ میں سب سے پہلے ابن قیس مخزومی نے پہنچائی۔ جناب صدیق اکبر کے والد بزرگوار ابو قحافہ وہین تشریف فرما تھے اونہوں نے دریافت کیا کہ خلیفہ کون ہوا۔ ابن قیس نے جواب دیا کہ ابو بکر صدیق۔ یہ سن کر جناب ابو قحافہ رضی اللہ عنہ بولے کہ بنی ہاشم بھی ابو بکر کی خلافت پر متفق ہیں یا نہیں۔ ابن قیس نے کہا کہ ہاں وہ بھی رضامند ہیں۔ ابو قحافہ بولے سچ ہے لا مانع لما أعطى الله ولا معطى لما منع الله،، جسکو خدا دے اوسکا کوئی روکنے والا اور جسے خدا روکے اوسے کوئی دینے والا نہیں ہے۔

اوپر تو رسول کریم کی وفات کے دوسرے دن مدینہ کے مہاجرین و انصار صدیق اکبر سے بیعت کرتے لگے اور اوپر بنی ہاشم کا ایک گروہ۔ زبیر بن العوام۔ عتبہ بن ابی لبب۔ خالد بن سیدہ نقہ اد بن عمرو۔ سلمان فارسی۔ ابی ذر۔ عمار بن یاسر۔ براء بن عازب۔ ابی بن کعب وغیرہ جناب علی مرتضیٰ کے حمایتی بن گئے۔ اور عتبہ نے اس مجمع کے روبرو یہ شعر پڑھے۔

عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن
واعلم الناس بالقآن والسنن
جبریل عون لہ فی الغسل والکفن
ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن

ما كنت احب ان الامر منصرف
عن اول الناس ايماناً وسابقاً
واخر الناس عهداً ابابنی ومن
من فيه ما فيهم لا يمترون به

یعنی مجھے یہ خبر نہ تھی کہ خلافت و حکومت بنی ہاشم کے ہاتھ سے جاتی رہیگی۔ خصوصاً علی مرتضیٰ اوسے محروم رہ جائیگے۔ جو ایمان اور سبقت فی الاسلام میں سب سے افضل اور قرآن و سنت کے سب سے بڑے جانتے والے ہیں۔ وہ ترغیب و تہت رسول اللہ کے پاس تھے جبریل نے غسل و کفن میں اونکی مدد کی۔ ساری قوم کی خوبیاں علی میں پائی جاتی ہیں مگر جو خویاں اونہیں ہیں وہ قوم میں نہیں

لوگ ان باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

مگر اس ساری جماعت نے سوائے علی مرتضیٰ کے رفتہ رفتہ جناب صدیق سے بیعت کر لی۔ شاہ ولی اللہ صاحب اوچند اور معتبر مورخوں نے سداور بہیقی کے قول کے بموجب لکھا ہے کہ جناب شیر خدا نے اسی دن مجمع عام میں بیعت کر لی چنانچہ ان لوگوں کی عبارت یہ ہے۔
فلما تعد ابو بکر علی المنبر نظرفی وجہ القوم فلم یز علیاً فسأل عنه فقام ہاسر من الاہسا فاتوا بہ فقال ابو بکر ابن عمر رسول اللہ وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تشرب یا خلیفۃ رسول اللہ فبايعہ۔ ثم لم یزال یزید بن العوام فسأل عنہ حتی جاؤا بہ فقال ابن عمر رسول اللہ وحواد بہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تشرب یا خلیفۃ رسول اللہ مثل قولہ فبايعہ،،

یعنی جس وقت صدیق اکبر خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کی طرف نظر کی تو انہیں علی مرتضیٰ کو نہ دیکھا اور چونکہ آپ کہاں ہیں۔ چند انصار دیان سے اڑھکے جناب شیر خدا کو اپنے ساتھ لے آئے۔ اس وقت ابو بکر نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا زاد بھائی اور داماد کیا تم جماعت مسلمانان میں تفرقہ و لفاق ڈالنا چاہتے ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ نے جواب دیا اے خلیفہ رسول اللہ مجھے ملامت نہ فرمائے میں بیعت کو حاضر ہوں اور فوراً بیعت کر لی۔ اسی طرح جب زبیر بن العوام کو موجود نہ دیکھا تو انہیں بھی پوچھا لوگ جا کے اونکو بھی لے آئے۔ صدیق اکبر نے اون سے کہا اے رسول خدا کے پہنچے زاد بھائی اور حواری کیا تم مسلمانوں میں اتفاق رکھنا نہیں پسند کرتے اونہوں نے بھی سوا بیعت کر لی اور فرمایا کہ اے جانشین رسول رب العالمین خفا نہ ہو جائیے۔ لیکن بعض علمائے اس وقت بیعت کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب روضۃ الاحیاء اور اعظم کو فی یون لکھتے ہیں۔ ”ایک جماعت اہل تاریخ کی

کہتی ہے کہ جب مہم بیعت سے فرصت حاصل ہوئی تو ابو بکر صدیق نے بڑے جری مہاجرین
 و انصار کو جمع کر کے علی مرتضیٰ کو بلایا۔ وہ آئے اور اپنے مرتبہ کے لائق ایک جگہ بیٹھے۔ اور
 ابو بکر کہ مجھے کیوں بلایا ہے۔ عمر فاروق نے جواب دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ جب طرح اور اصحاب نے
 ابو بکر سے بیعت کر لی ہے آپ بھی کر لیں۔ جناب علی مرتضیٰ بولے کہ تم لوگوں نے جو بات انصار
 سے بیان کر کے یہ منصب لیلیا ہے اسی بات کو میں تم پر حجت لاتا ہوں۔ سچ کہنا کہ آنحضرت
 صلعم کا سب سے زیادہ عزیز و قریب کون ہے۔ عمر فاروق نے کہا کہ ہم آپ سے جب تک بیعت
 نہ کر لیتے آپ کو پتہ چڑھنے کے حضرت علی نے فرمایا کہ پہلے میری بات کا جواب مجھے دید و جب مجھ سے
 بیعت طلب کرنا۔ جناب ابو عبیدہ بول ادھٹے کہ اے ابوالحسن بے شک سبقت فی الاسلام
 اور رسول اللہ کی قرابت قریبہ کے باعث آپ ہی سزاوار حکومت و خلافت ہیں۔ مگر اب تو
 صحابہ نے ابو بکر پر اجماع و اتفاق کر لیا آپ کو بھی مناسب ہے کہ دائرہ وفاق سے قدم باہر
 نہ لکالیں۔ جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ تمہیں آنحضرت نے امین اس امت کا
 فرمایا ہے تمہیں امانت اور راستی گفتار و کردار سے کام کرنا چاہئے جو مرتبہ خدا نے خاندان نبوت
 کو عطا فرمایا ہے اسے تم دوسری جگہ منتقل کئے دیتے ہو۔ مہبط قرآن و وحی۔ اور مورد امان و نہی۔
 منبع فضل و علم۔ معدن عقل و حکم تو ہم لوگ ہیں۔ خلافت و امارت ہمارے لئے بنائی گئی ہے
 اس تقریر کو سن کر بشیر بن سعد انصاری بول ادھٹے کہ اے ابوالحسن یہ دعوے جو تم آج پیش کرتے ہو
 اگر لوگوں کو پہلے سے معلوم ہوتے تو وہ کچھ چون و چرا نہ کرتے اور آپ سے بیعت کر لیتے مگر آپ تو کہہ رہے
 بیٹھ رہے اور لوگوں سے ملنا جلتا چھوڑ دیا لوگ یہ سمجھے کہ آپ خلافت سے کنارہ کرتے ہیں۔
 اس لئے گروہ مسلمانان نے متفق ہو کے دوسرے کو خلیفہ کر لیا۔ آپ اب دوسری طرح کی
 باتیں کرتے ہیں۔ جناب علی مرتضیٰ نے جواب دیا کہ اے بشیر انصاف کرو۔ مجھے کب زیارتا کہ

جسد اطہر اور قابِ معبر سید عالم کو بے گور و کفن چھوڑ کے مینِ خلافت و حکومت کی طلبگاری میں مارا مارا پھرتا۔ اور لوگوں سے منازعت و خصومت کرتا۔ ابو بکر صدیقؓ نے جب دیکھا کہ علی مرتضیٰؓ کی سب باتیں محکم و استوار ہیں تو رفق و مدارا سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالحسن مجھے آپ کی ذات سے یہ امید نہ تھی کہ آپ میرے باب میں اتنی حجت کریں گے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری بیعت قبول نہ فرمائیں گے تو میں ہرگز خلافت منظور نہ کرتا۔ اب کہ لوگوں نے مجھے مقرر کر دیا ہے امید ہے کہ اس پر آپ بھی اتفاق کر لیں۔ اور اگر اس وقت یہ بات آپ کے سمجھ میں نہ آتی ہو تو غور و فکر کر لیجئے آپ کو اختیار ہے۔ جناب علی مرتضیٰؓ اوٹھکے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

اس مقام پر صاحبِ روضۃ الصفا حضرت محمد خاوند شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہیں لوگ شیعہ بتاتے ہیں کیا عجب ہے کہ شیعہ ہی ہوں والد اعلم بالصواب۔ فرماتے ہیں کہ جب حضرت مقدس نبویؐ نے اس خاکدانِ پر محنت سے عنانِ عزیمت دارالملکِ آخرت کی طرف معطوف فرمائی اور طبیعتِ بشری کے مقتضائے اربابِ بصائر اور متقلدانِ قلاوہ شریعت کو کثرتِ مخالفان اور قلتِ انصار و اعوان کے باعث خائف و اندیشناک و تھجیر و پریشان کر دیا۔ اور مسلمانوں اور مسلمانی کا اندوہ بہر چھوٹے بڑے پر چھا گیا۔ اور اہل نفاق و شقاق کے دلوں سے نائرہ حقہ جسد کے شعلہ اوٹھنے لگے تو ہر ایک متافق و موافق طح طرح کی گفتگو اور تیجہ کرنے لگا مدینہ کے ہر گوشہ میں محفل ہونے اور ہر طرف مجلس انعقاد پانے لگی۔ مہاجرین و انصار کے ایک مجمع میں اتنی عشر کے ایک نقیب ابوالشیم ابن التیمیان نے کھڑے ہو کر چند اشعار اس مضمون کے پڑھے کہ یہ دنیا بڑے اندوہ و ملال کی جگہ ہے دیکھو حضرت رسالت پناہ کی رحلت سے ہمارے حواس میں خلل فاحش ظاہر ہو گیا ہے اور ہماری عقلیں مختل ہو گئی ہیں۔ دشمنانِ دین کی گردنیں جو پہلے نرم کر دی گئی تھیں اب اونہوں نے پھر سر اٹھالیا۔ آج وہ مصیبت ہمارے سروں پر

آگئی ہے کہ جس سے رہائی پانا میری رائے میں ممکن نہیں۔ یہ سید کذاب نے یا مدین اور
 طلحہ بن خویلد نے بنی اسد میں جو شغل مخالفت دربر اور سپہ سنا زعت بردوش کی ہے۔ اگرچہ آجکے دن
 دست اعدائے سوائے شہادت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا مگر ہمیں تو کل کی فکر کرنا چاہئے۔ اور
 کل کے دن کی شکل آج کے آئینہ میں دیکھنا مناسب ہے اس وقت ظن و تخمین کو بالاسی طاق
 رکھو اور یقین سے کام لو کہ اگر آج کے دن اسی وقت صنادید قریش میں سے کسی نے خلافت
 کی باگ کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا تو کل اسلام کا خاتمہ ہے بیشک یہ استر مہ بے شبان اور
 مزہ بے باران ہو جائیگی مجھے امید ہے کہ علی مرتضیٰ یا ابو بکر صدیق یا ارباب تحقیق میں سے
 کوئی اور اس بڑے بہاری بوجہ کے تکفیل میں مشغول ہوگا۔ اسی اثنا میں ابو بکر صدیق تشریف
 لے آئے اور کہا کہ اسے زمرہ مہاجرین و انصار اگر تم محمد کی پرستش کرتے تھے تو وہ جو احق میں
 پیوست ہو گئے اور باری سبحانہ و تعالیٰ کی جانب انتقال کر گئے۔ اگر تمہارا مبعود رب الارض والسما
 ہے تو وہ تقدس و تعالیٰ نقصان سے ہمراہ اور فنا سے منزہ ہے۔ اگر اس وقت کوئی متعبد یا ملت
 مسلمانانہ ہوگا تو قصہ ملت میں خلل عظیم واقع ہو جائیگا۔ ضرور ہے کہ اسی وقت اس قضیہ میں
 مشورہ اور جو کوئی تم کو اس عہدہ کے لایق نظر آئے اس پر اتفاق کرلو۔ اہل اسلام نے جواب دیا کہ ہم
 مشورہ کر کے عرض کریں گے۔ اسکے بعد سب لوگ سفیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ خزیمہ بن
 ثابت و دشامہ و بنی مدینہ کے لوگوں کو ترغیب و تحریص دی کہ اپنے رفق و رفیق کی زمام
 کسی انصاری کے کف کفایت میں دیدو۔ ہرگز ہرگز خلافت قریش پر راضی نہ ہونا۔ خزیمہ کا یہ کلام
 سُنکے سب لوگ بالاتفاق بول اٹھے۔ صدقت و بالحق نطق،، اچھا ہنسنے سعد بن عبادہ کی
 امارت قبول کی۔ اور اونکی امر و نہی کے آگے اپنی گردن جھکا دی۔ مگر اسید بن حضیر نے اس رائے
 سے مخالفت ظاہر کی۔ اور مہاجرین کی نفیست بیان کرنی شروع کر دی۔ عویم بن ساعدہ نے بھی

اسید کے کلام کی تائید کی۔ فی الجملہ اس مجمع کی رائے میں احتمال پڑ گیا۔ اسی حالت میں ابو بکر اور عمر اور ابو عبیدہ وہاں پہنچے دیکھا کہ سعد بن عبادہ ہماری کسے باعث کل اوڑھے بیٹھے ہیں اور انصار اونکے گرد جمع ہیں اور قریب ہے کہ بیعت کر لیں۔ جب اشراق مہاجرین نے سیفہ میں داخل ہو کے دم لیلیا التوثابت بن قیس کھڑے ہو کے فضائل انصاریان کرنے لگے اور کہا کہ بہتر یہی ہے کہ امر خلافت اور ہم حکومت کسی انصاری کو تفویض کیا جائے۔ ابو بکر نے اسکے جواب میں مستحکم اور مدلل دلیلیں پیش کیں اس لئے ایک انصاری نے یہ کہا۔ مہنا میر و منکھامیر چونکہ تجربہ کار لوگ جانتے تھے کہ ایک مقام میں دو حاکم اور ایک نیام میں دو شمشیر متنوعات سے ہیں اسلئے جناب فاروق نے کچھ کہنا چاہا مگر حضرت صدیق نے اونکو چپ کر دیا۔ اور کہا کہ اے معشر انصار ہمیں تمہاری فضیلت کا اعتراف ہے۔ تنہ جو مساعی جمیلہ قصر شریعت کے استحکام دینے اور بساط ملت کے پھیلانے میں کئے ہیں وہ ہمیں فراموش نہیں ہوئے۔ مگر سمجھ لو کہ قریش کو تمام ملک عرب پر فضیلت و شرف حاصل ہے۔ یہ بات دوسروں کو میسر نہیں۔ جب تک بادشاہ عرب کا قریش میں سے ہو گا باشندگان عرب ہرگز اوسکی تابعداری نہیں کریں گے۔ مناسب یہی ہے کہ ہم امیر ہوں اور تم ہماری وزارت کرو۔ اے گروہ انصار خدا سے عرض چل سے ڈر کے میری نصیحت کو مان جاؤ اور اسلام میں اختلافات ٹٹالو۔ ورنہ سد شرع شریعت میں رخنہ پڑ جائیگا۔ اے سوقت معنی بن عدی کھڑے ہو کر بولے کہ اے زمرہ مہاجرین۔ خدا کی قسم تم ہمارے نزدیک معزز و محترم ہو مگر تمکو اس بات کا خون ہے کہ آئندہ کوئی بات تم سے ہمارے حق میں خلاف انصاف ہو۔ حضرت عمر بولے کہ اے گروہ انصار کیا تم نے رسول اللہ سے نہیں سنا ائمة من قریش ولا نکون حذال الامرا لا فیہم یعنی سوائے قریش کے سزاوار خلافت و امارت اور کوئی نہیں بیشیر بن سعد بولے کہ خدا کی قسم ہم نے یہ بات رسول خدا سے بیشک سنی تھی اور یقین ہے کہ

اب ایسا ہی ہو گا اور کوئی قریش میں سے خلیفہ کیا جائیگا۔ ابو بکر صدیق نے جواب دیا احسنت احسنت
 ونعم الجواب انت ، میں اپنے لئے خلافت نہیں چاہتا۔ عمر فاروق اور امین الائمہ موجود ہیں۔
 ان دونوں میں سے جس سے چاہو بیعت کر لو۔ یہ سن کر وہ دونوں صاحب فرمانے لگے۔ حاشا وکلا
 ہمیں خلافت سے معاف رکھو۔ کوکب امارت آپ کی پیشانی سے تابان ہے۔ آپ رسول مقبول
 کے یار غار اور اوائل کے رازدار ہیں۔ آپ کی فقیہانہ اور سبقت فی الاسلام کے آگے ہم خلیفہ نہیں
 ہو سکتے جب طرفین سے خلافت کے باب میں رد و بدل ہونے لگی تو لوگوں کو بہت انتشار
 ہوا۔ اور اکثر لوگ خلافت ابو بکر قبول کرنا مستعد ہو گئے بشیر بن سعد نے آگے بڑھ کر کہا کہ قسم یہی
 خدا کی کوئی اس بیعت میں مجھ سے سبقت نہیں لے سکتا میں ہی پیش قدمی کرتا ہوں۔ اتنا
 کہہ کر اٹھتا ہاتھ صدیق اکبر کے ہاتھ میں زبردستی دے دیا اور کہا کہ میں آپ ہی کی خلافت
 و امارت پر راضی ہوں لیکن بعضوں کا قول ہے کہ پہلے عمر فاروق نے بیعت کی تھی اور بعضے
 عبا بن بشیر کو بتاتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جب بشیر بن سعد نے ابو بکر سے بیعت کر لی۔ تو عبا بن
 بن المنذر نے اونے کہا کہ اے بشیر افسوس تجھے غضب کیا کہ سعد بن عبادہ کی حمایت سے
 ہاتھ کہیں اور ایک حقدار کا حق ضائع کر دیا۔ تمہیں پہلے سے سعد بن عبادہ کے ساتھ دشمنی اور
 حسد تھا اوس کا یہ بدلہ نکالو اور اوس غریب کو خلافت سے محروم کر دیا۔ بشیر نے جواب دیا۔ نفوذ بالہ
 مجھے اپنے چچا زاد بھائی سے کیوں مخالفت ہونے لگی تھی۔ یہ سن کر عبا بن چاہتے تھے کہ اپنی
 تلوار کشیں مگر انصار نے لپک کر اونکا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور تسکین دی۔ عبا بن بوئے کہ اب میری
 تسکین سے کیا حاصل میرا مطلب تو فوت ہو گیا۔ تم سب مدینہ واپس اسکا نتیجہ بھگتو گے۔ تمہارے
 فرزند اور اولاد اڑیاں رگڑتے ہوئے مہاجرین کے دروازوں پر پہنچا کرینگے اور گمگیا گمگیا کے
 ایک کٹورہ پانی کا مانگینگے مگر مہاجر و انہیں نہینگے یہ بات میری گانتھ میں باندھ رکھو بیشک

تم لوگوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جڑ کھود دی ہے۔ حضرت صدیق نے جواب دیا کہ جناب خدا سے ڈرو کیسی دل پھٹنے کی باتیں کرتے ہو یہ جو تجھے کہا مجھ سے اور میرے بھائی سے جنس سے نہیں ہو سکتا۔ جناب نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کہا کہ جب تک میں اور آپ زندہ ہیں واللہ مجھے اسکا کٹکا ذرا ہی نہیں۔ میری اور تمہاری مروت و حیالیوں ہی پہ لگی مگر ہم دونوں کی آنکھیں بند ہونے کے بعد حال و گروں ہو جائیگا اور لوگوں کے اوضاع و اطوار میں تغیر آجائیگا۔ یہ کہے جناب خاموش ہو رہے اور تمام مہاجرین اور سارے قبیلہ اوس نے بڑی خوشی کے ساتھ جناب صدیق سے بیعت کر لی اور وقت خراجیوں کو بڑی خجالت ہوئی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمارے سردار سعد بن عبادہ کو خلافت ہو روایت ہے کہ اوس دن اتنا ہجوم تھا کہ سعد بن عبادہ پاؤں مال ہو گئے اور مرتے مرتے پیچے لوگ اونکو اوٹھا کے گھر لے گئے۔ اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ نے جمہور کی مخالفت کر کے ابو بکر صدیق سے بیعت نہ کی۔ اور شام چلے گئے اور ایک مدت کے بعد کسی کی تحریک سے مقتول ہوئے۔ بعض تاریخون مین یون لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد انصار اتفاق کر کے سعد بن عبادہ کو حالت مرض مین گھر سے باہر نکال لائے اور چاہا کہ اون سے بیعت کر لیں۔ سعد نے اوس مجمع مین باری سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے مشر انصار! تمکو وہ فضیلت سابقہ حاصل ہے جو عرب مین کسی دوسرے کو میسر نہیں۔ آنحضرت صلعم نے دس برس سے زیادہ اپنی قوم کو دعوت اسلام کی لیکن اون مین سے بہت تموڑے ایمان لائے۔ آخر خدا کے حکم سے آنحضرت نے اپنی التفات کا پر تو تمہارے شہر پر ڈالا۔ اور تمہارا دیار ہجرت قرار پایا۔ اور ملک مٹان کی معاونت سے نعمت ایمان تمہیں نصیب ہوئی۔ تمہنے محمد اور انکے اصحاب کی حفاظت و خدمت گزار مین اپنے جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا۔ تمہاری مدد سے کار اسلام کا انتظام ہو گیا۔ اور عرب طوعاً و کرہاً مطیع و منقاد ہو گئے۔ اب سرور عالم

استقال فرما گئے۔ وہ تمہارے مساعی جمیلہ کے باعث تمہے بہت راضی تھے پس سزا اور خلافت و امامت تمہیں ہو۔ انصار بولے کہ آپ کا بیان عین صدق و صواب ہے۔ ہم لوگوں میں بہتر و مہتر آپ ہی ہیں سوائے آپ کے کوئی لایق نظر نہیں آتا۔ اگر مہاجرین اس یا ب میں کچھ حیلہ کریں گے تو پہر ایک ایسے ہم میں سے اور ایک اون میں سے مقرر ہو جائیگا۔ سعد بولے کہ یہ پہلی سستی ہے۔ جب اسکی خبر کو ہوئی تو اونہوں نے ابو بکر کو اس سے آگاہ کیا۔ اور دونوں باہم ملکے تعجیل تمام سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں مجمع انصار ہو رہا تھا پہنچے۔ ابو عبیدہ جراح بھی ساتھ ہوئے۔ حضرت عمر کا قول ہے کہ میں نے بھی اوس مجمع میں گفتگو کرینکا ارادہ کیا تھا لیکن ابو بکر نے مجھے منع کیا اور خود کلام کرنے لگے۔ اور جو کچھ میں نے سوچا تھا بعینہ وہی کہہ دیا۔ اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا نے صدیق اکبر کی تقریر اور بیعت عام اور جناب علی مرتضیٰ کا مجمع میں بلایا جاتا اور اونکی گفتگو اور بیعت کئے ہوئے چلے جانیکا حال قریب قریب وہی لکھا ہے جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔

صاحب روضۃ الصفا فرماتے ہیں: ”بعضوں نے کہا ہے کہ چالیس دن کے بعد حضرت علی نے یہی بیعت کر لی اور ایک گروہ کا یہ قول ہے کہ چھ مہینے کے عرصہ میں جناب فاطمہ زہرا کی وفات کے بعد اونہوں نے بیعت کی۔ اور غنیہ میں مذکور ہے کہ جب وقت حضرت علی نے سنا کہ سلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کر لی تو جلدی سے بغیر کچھ پہنے اوڑھے گھر سے باہر نکل آئے۔ سوائے پیرہن کے بر میں کچھ نہ تھا اور اسی صورت سے صدیق کے پاس پہنچنے فوراً بیعت کر لی۔ پھر لوگ دوڑے گئے اور گھر سے کپڑے لاکے مجلس میں اونکو پہناے اور بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ جیب ابو سفیان نے جناب شیر خدا سے جا کے شکایت کی کہ آپ بنی تمیم کی ایک آدمی کی خلافت سے کیسے راضی ہو گئے تو اونہوں نے ابو سفیان کو جھڑکا اور فرمایا کہ تم اسلام میں فتنہ پیدا کرتے ہو میں ابو بکر ہی کو خلافت کے لایق

جائنا ہوں۔ روایت ہے کہ جب صدیق و فاروق کو اطلاع ہوئی کہ ابوسفیان بہت مخالفت کرتے ہیں تو دونوں صاحبوں نے انہیں راضی رکھنے کے لئے بھی فوشانہ کی اور اونٹ کے بیٹے زید کو امارت شام کی نوید دی۔ جب ابوسفیان کو اونٹ کی تائید ثنوب کا یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے بھی شرم سے مخالفت سے دست برداری کی۔ اور انکل مطیع و منقاد ہو گئے۔ چند روایتوں کے حوالہ سے صاحب غنیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت امیر نے بیعت میں تاخیر کی تھی حضرت صدیق نے انہیں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ۔ خلیفہ رسول خدا البکر کی طرف سے علی ابن ابی طالب کو معلوم ہو کہ تحقیق مسلمانوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے اور میری امارت سے راضی ہیں۔ آپ بھی سب کے ساتھ متفق ہو جائیں۔ امیر المومنین علی نے اس کا جواب یہ دیا کہ تمہارا خط پہنچا میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوا ہوں اور تصدیق رسول اللہ کی ہے۔ والدین تمہاری خلافت سے راضی نہیں۔ صاحب غنیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بریدہ بن الحصیب اسلمی نے اپنے قبیلہ کو جمع کر کے علم مرتب کیا اور اسے مدینہ میں لاکے جناب امیر کے در و درت پر گاڑ دیا۔ جب عمر کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے بریدہ سے کہا کہ سب مسلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کر لی ہے۔ تم کیوں مخالفت کرتے ہو۔ بریدہ نے جواب دیا کہ میں سوائے علی مرتضیٰ کے اور کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ پھر صحابہ نے مجلس مرتب کر کے بریدہ کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو۔ بریدہ بولے کہ ایک دفعہ رسول اللہ نے مجھے اور خالد بن ولید کو ایک لشکر سمیت علی کے ساتھ یمن بھیجا۔ والد اسوی زمانہ سے مجھے اونٹ کے ساتھ عشق ہو گیا ہے اور مفارقت اونٹ کی گوارا نہیں۔ جب سفر سے واپس ہوا تو پہلے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ علی کا کیا حال ہے۔ مجھے اون سے کہدورت تھی میں نے اون کی غیبت کی۔ سنتے ہی حضور کے چہرہ کارنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا یا ہرید ؑ یقطع فی الرجل الاولی الناس بک بعدی

جب میں نے یہ بات جناب رسول کریم سے سنی تو عرض کیا کہ حضور! میں نے تو بہ کی آپ میری بخشش کیلئے دعا فرمائی، ناگاہ اوسی وقت علی مرتضیٰ بھی تشریف لے آئے اور سجدین پیش کر دی تین نعلین درست کرنے لگے۔ میں نے التماس کی کہ یا رسول اللہ! جناب علی مرتضیٰ بھی اس وقت موجود ہیں۔ میرا قصور اون سے بھی معاف کر دیجئے۔ اسکے بعد آنحضرت صلعم اور علی مرتضیٰ دونوں نے میرے لئے آمرزش کی دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ بریدہ جنگ جمل و طغیان میں حضرت علی کیساتھ پہنچے یہاں تک ناظرین کی بہت سی سمع خراشی کی۔ اسکی ضرورت اس لئے سمجھی گئی کہ یہ بحث نازک ہے اسکی نسبت بہت سے مورخوں کے اقوال مجتمع ہونا لازم ہیں۔

خلاصہ اس باب کا یہ ہے کہ جناب عمر فاروق اور صدیق اکبر نے خلافت کے سوال کو خود نہیں چھیڑا۔ نہ یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ میں تشریف لے گئے چنانچہ مقتدر کتاب مسند ابو یعلیٰ سے فاروق اعظم کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے

بينا نحن في منزل رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رجل ينادي من وراء الحدار ان اخرجوا الى ابن الخطاب فقلت اليك عني فانا عندك مشاغل يعني بامر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال له قد حدث امر فان الانصار اجتمعوا في سقيفة بني ساعدة فادركوا همدا ريحنا فلو امرنا لكون فيه حرب فقلت لا بل بكم وانطلق

یعنی حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے خاتمہ مبارک میں بیٹھے تھے کہ دفعتاً دیوار کے پیچھے سے ایک آدمی پکارا کہ ابن الخطاب! ہاں نہ نکلو۔ میں نے جواب دیا یا چل دو رہو ہم اس وقت آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہیں۔ اوس نے کہا یہاں ہی ایک عاصیہ عظیم پیش ہے یعنی انصار کا مجمع سقیفہ بنی ساعدہ میں ہے وہاں جلدی ہو چکے اونکی خبر لو ایسا نہ کہ وہ لوگ کوئی ایسی بات کر بیٹھیں جس سے جنگ عظیم چڑ جائے۔ اسوقت میں ابو بکر سیدی کہا

کہ چلو۔ اوپر کے بیان سے یہ بھی آشکارا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ اور بنی ہاشم بھی فکر خلافت سے خالی نہ تھے۔ ظاہر ہے کہ اسوقت مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے تھے۔

(۱) بنی ہاشم معہ علی مرتضیٰ کے۔

(۲) مہاجرین جنکے سرگروہ صدیق و فاروق تھے۔

(۳) انصار جنکے سردار سعد بن عبادہ تھے۔

ان تینوں گروہوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو خلافت کے خیال سے خالی ہو۔ انصار تو اچھی طرح کھل کیلے جبکہ حال آپ سن چکے۔ بنی ہاشم کے خیالات کی نسبت ہم ایک روایت پہلے حصہ میں لکھ چکے اور یہ یاد دلانے ہیں کہ رسول صلعم کی وفات کے دن جناب علی گھر سے باہر تشریف لائے۔ لوگوں نے دریافت کیا حضور کا مزاج کیسا ہے۔ چونکہ آنحضرت کی ظاہری حالت اسوقت سنبھلی ہوئی تھی آپ نے جواب دیا کہ الحمد للہ اسوقت رسول خدا اچھے ہیں حضرت عباس نے فوراً علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا قسم ہے خدا کی تم تین دن کے بعد غلامی کرو گے رسول خدا بچنے کے نہیں مجھ کو تجربہ ہو چکا ہے کہ خاندان عبدالمطلب کا چہرہ موت کے قریب ایک خاص طور کا ہو جاتا ہے اور وہی حالت اونکی اب ہے آؤ چلو ابھی دریافت کر لیں کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا۔ اگر ہم مستحق ہیں تو رسول خدا ہمارے لئے وصیت کر جائینگے۔ جناب شیر خدا ابولے کہ چچا میں نہیں پوچھنے کا اگر حضور نے انکار کر دیا تو آئندہ امید ہی نہ رہیگی۔ یہ حدیث صحیح بخاری کے باب مرض النبی میں موجود ہے۔ ناظرین اس روایت سے حضرت عباس کا منشا معلوم کر لیں کہ صاف صاف ظاہر ہے۔ رہے جناب علی مرتضیٰ سو اونکو آنحضرت صلعم کی موت کا یقین ہی اسوقت تک نہ تھا نہ یہ دوسارے کہتے تھے کہ رسول اللہ میری خلافت کے لئے ضروری وصیت کر جائینگے لہذا دونوں نے کوشش کرنا ہی فضول سمجھا۔ علاوہ بریں آنحضرت صلعم

کی وفات کے بعد جناب فاطمہ کے گھر میں نبی ہاشم اور ان کے حمایتیوں کا ایک جلسہ ہوا جس کے سروراج جناب شیر خدا تھے۔ اسکی بابت عمر فاروق کا قول صحیح بخاری کے کتاب الحدود باب رجم الجہلی میں یوں مرقوم ہے۔

كان من خبرنا حين توفي الله نبيه ان الانصار خالفونا واجتمعوا باسهم في سقيفة
بنی ساعدة وخالف عنا علي والزبير ومن معهم واجتمع المهاجرون الى ابي بكر
يعني جب خدائے اپنے نبی کا سایہ ہمارے سر سے اٹھایا تو انصار بالکل ہمارے مخالف ہو گئے
اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے۔ اور علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی اور
مہاجرین نے بالاتفاق ابوبکر کو خلیفہ کر دیا۔ یہ گفتگو عمر فاروق نے ایک عام مجمع میں کی تھی اگر
نبات واقع ہوتی تو سیکڑوں صحابہ زبان پکڑنے کو موجود تھے۔ اوس تقریر کی شرح میں
سخ الباری نے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے جس سے معاملہ زیادہ صاف ہو گیا ہے۔
بين علي والزبير ومن كان معهم اختلفوا في بيت فاطمة بنت رسول الله،

یعنی علی و زبیر اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے الگ ہو کر جناب فاطمہ کے گھر میں اپنا جرگہ کھڑا
کیا۔ تاریخ طبری کہتی ہے ”وختلف علي والزبير واخترط الزبير سيفه قال لا اعمد حتى
يسابع علي“ یعنی علی و زبیر نے اختلاف کیا اور زبیر نے نیام سے تلوار نکال کے
کہا کہ جب تک علی سے لوگ بیعت نہ کریں گے میں تلوار کو غلات نہ کروں گا۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے
کہ سقیفہ میں جناب علی کا نہ جانا صرف اسلئے تھا کہ مہاجرین و انصار جو وہاں جمع ہیں میری تائید
نہ کریں گے کیونکہ مہاجرین نے ابوبکر کو اپنا سرور تسلیم ہی کر لیا اور انصار سعد بن عبادہ کی تقرری
کے متمنی تھے۔

اب اخیر پر یہ بحث رہ گئی ہے کہ اوس حالت میں اور اوس وقت پر جو کچھ عمر ابوبکر وغیرہ نے

کیا وہ بجا تھا یا بیجا اور انکو ایسا کرنا چاہئے تھا یا نہیں۔ اس سوال کے جواب میں جسے خدا نے
 فرمایا بھی عقل معاملہ فہم دی ہوگی وہ ہمارا اتنا بیان پڑھنے کو آگاہ کیا کہ سب بجا اور مناسب وقت تھا۔
 اور وقت رونما ہوتا چھوڑ کے انتظام خلافت ہی کر لینا اولیٰ اور انسب تھا۔ انصار نے خود مسئلہ خلافت
 چھڑکے اور یہی زیادہ نازک حالت کر لی تھی کیونکہ قریش انصار کو بہت ذلیل سمجھتے تھے چنانچہ جنگ
 بدر میں عقبہ نے کہا تھا کہ محمدؐ - ہم نا جنسون سے ہرگز نہ لڑینگے ہم سے لڑینگے تو ہمارے ہمسر
 بیجو۔ فتح مکہ میں بھی یہی معاملہ پیش آچکا تھا۔ پس قریش کسی طرح انصار کے آگے اپنی گردنیں
 نہ جھکاتے۔ قریش تو درکنار باقی اقوام عرب کو بھی انصار کی اطاعت منظور نہ ہوتی چنانچہ صدیق اکبرؓ
 نے جو تقریر سیفہ میں کی تھی اوس میں یہ جملہ بھی شامل تھا ادا ان العرب لا تعرف هذا الامر الا
 لهذا الحی من قریش۔ علاوہ یہیں انصار کے دونوں گروہوں اوس و خزرج میں باہم لالہ
 ڈانٹ چلی آتی تھی۔ پس انصار کے دعوے کو دبا دینا نہایت ضروری تھا۔ سیفہ میں جو مجمع نما
 اوس میں سب سے زیادہ با اثر اور بزرگ اور عمر رسیدہ صدیق اکبرؓ تھے وہاں تلواریں میانوں۔ اے
 باہر نکل پڑیں اور بحث و نزاع نے طول پکڑا۔ حالت دگرگون دیکھ کر بشیر بن سعدؓ فاروقؓ۔
 عثمان بن عفانؓ۔ ابو عبیدہ بن جراحؓ اور عبیدہ الرحمن بن عوفؓ نے صدیق اکبرؓ سے بیعت کر لی اور
 پہر ایک ٹیٹری دل ٹوٹ پڑا غصہ طوفان عظیم آتے آتے رک گیا اور امن عام قائم ہو کے لوگ
 اپنے اپنے کام میں اطمینان کیا تہہ مشغول ہو گئے۔ صرف بنی ہاشم اپنے دعوے پر مصر ہو کر جناب
 فاطمہ کے گھر میں جمع ہوئے تھے۔ جناب فاروق اعظمؓ و امن عام میں خلل پڑتا دیکھ کے اون سے
 بھی بیعت لینا چاہی۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں لکھا ہے
 کہ عمرؓ نے فاطمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یا زبند کہا کہ اے بنت رسول اللہؐ میں سب سے
 زیادہ آپ سے محبت ہے مگر آپ کے گھر میں ایسا مجمع ہوا کہ لکھنا تو میں گھر میں آگ لگا دوں گا۔

اگرچہ ہم کو اس روایت کے راویوں کا حال معلوم نہیں مگر ہم اس روایت کو معتبر جانتے ہیں لیکن حضرت فاروق کی تیز مزاجی سے دیتا یہ بات بعید ہی نہیں معلوم ہوتی شاید تنگ ہو کر ایسی بے اعتدالی کر بیٹھے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ فاروق ہی کی ذات والا صفات نے اٹھتے ہوئے شہر راغیر فتون کو کچل ڈالا اگر بنی ہاشم کی سازشیں قائم رہتیں تو اسی وقت عجات اسلام بکھر جاتی اور وہی خانہ جنگیاں پیدا ہوتیں جو حضرت شیر خدا اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہما کے عہد میں نمودار ہو گئی تھیں۔ اور یہیں اسلام کا پلودا ٹھٹھ کر رہ جاتا۔

واضح ہو کہ مسلمانوں میں جس طرح احتی بالخلافت کا مسئلہ زیر بحث ہے اسی طرح خلفا کی افضلیت پر بھی تنازع چلا آتا ہے۔ مگر چند چیزوں میں ایک افضل اسی وقت ظہیرائی جاسکتی ہے ایک سب حیثیت میں یکساں ہوں۔ ان چاروں صاحبوں کی طرف جو دیکھتے ہیں تو کوئی رسول اللہ کا سر ہے۔ کوئی داماد۔ کوئی بھائی ہے تو کوئی غیر۔ اب مختلف الحیثیت لوگوں میں مقابلہ کریں تو کیسے کریں۔ رہے اعمال اور تقرب الی اللہ ان کے تو کتنے کے لئے اگر کسی کے پاس کوئی ترازو ہو تو ہمیں مہربانی کر کے دیدے ہم ہلکا بھاری بتا دیں گے۔ احادیث جو خلفائے اربعہ کے باب میں وارد ہیں انہیں دیکھتے ہیں تو کبھی یہ صاحب آگے نظر آتے ہیں۔ کبھی وہ اس پریشانی میں چٹکا رہے ہوں ہی ہوتا ہے کہ خدا کی قدرت سے جس طرح خلافت کا سلسلہ واقع ہو گیا ہے ہم اسی طرح اولئکا نام لئے چلے جاتے ہیں۔ اگر اس پر بھی چین نہیں اور ہمارا سر ہونٹا ہی منظور ہے تو ہم گہرا کر یہ کہہ دیں گے کہ ہمارا کام تاریخ نویسی ہے نہ کہ فصل خصومات۔ آپ چاروں خلافتوں کی تاریخ پڑھیں خود فیصلہ کریں گے کہ کس خلافت نے اپنا فرض منصبی کیسے ادا کیا اور وہ کہاں تک کامیاب ہوئی اور مسلمانوں کا اس چین اور حفاظت جان و مال اور ترقیان کس درجہ پر پہنچیں اور کس عہد میں۔ خلافت کے لغوی معنی جانشین ہونیکے ہیں۔ اور خلیفہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا

جانشین ہو۔ ہمارے ہاں جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلعم کے جانشین ہوئے اور انہیں خلیفہ رسول اللہ کا خطاب بھی حاصل ہوا۔ مگر انہیں دینی اختیارات ذرہ برابر بھی نہ تھے۔ حضرت صدیق کسی دینی حکم کو منسوخ یا کوئی نیا دینی حکم جاری نہیں کر سکتے تھے اور آخرت کا اختیار تو ان کے پاس تک نہ پہنچا تھا نہ وہ کسی کے گناہ معاف کر سکتے تھے نہ کسی کو بخشوا سکتے تھے۔ نہ وہ کسی حرام چیز کو حلال کر سکتے تھے۔ ان کا کام تو صرف یہ تھا کہ جو احکام دینی رسول خدا نے اپنے زمانہ میں جاری فرمائے تھے ان کی تعمیل و اشاعت و تعلیم کی کوشش کریں اور جماعت مسلمانان کی ضروریات کو با حسن و جوہر پورا کریں۔ پس اگر پہلے مان یا ان کا کوئی خاص فرقہ خلافت کو نہ ہی اصطلاح یا خلیفہ کو نہ ہی عمدہ سمجھتے ہوں تو سمجھنا لازمی ہم تو سرے سے خلافت کی بحث ہی کو نہ ہی تصور نہیں کرتے۔

علامہ تفتازانی عقاید نسفی کی شرح میں لکھتے ہیں الاجماع علی ان نصب الامام واجب علی الخلق لا یجب علی اللہ ،۔ یعنی امام وقت (خلیفہ) کی تقرری لوگوں کے ذمہ ہے نہ کہ خدا کے اوپر۔ پس جبکہ بہت سے ذی اقتدار لوگ اور علماء و فقہاء و امراء اور اہل حل و عقد تسلیم کر لیں وہی خلیفہ ہے۔ اس وقت سلطنت جمہوری سے بہت مشابہ بھی طریقہ جاری تھا۔ اسی کے بموجب ابو بکر خلیفہ ہو گئے۔

کتب احادیث پکار پکار کے کہہ رہی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں کسی کو خلافت کے لئے نامزد نہیں کیا۔ البتہ چند روایات ایسی ہیں جن سے لوگ صدیق اکبر کی خلافت مستنبط کرتے ہیں اور انکو بخاری و مسلم سے لیکر ہم ہی یہاں لکھے دیتے ہیں۔ ان سے جو کچھ ناظرین کو معلوم ہو سکے معلوم کر لیں۔

عن ابن عمر قال حضرت ابی حنین اصیب فاشوا علیہ وقالوا جزاء اللہ خیرا۔

فقال راعبٌ وراهبٌ قالوا استخلف فقال اتحل امرکم حیاً ومیتاً لوددتُ ان یخلف
منہا الکفاح لعلّی ولالی - فان استخلف فقد استخلف من هو خیر منی یعنی
ابابکر۔ وان اتوکم فقد ترککم من هو خیر منی رسول اللہ صلعم قال عبد اللہ فعرفت
انہ حین ذکر رسول اللہ غیر مستخلف۔

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار عمر ابن خطاب جب زخمی ہوئے تو میں ان کی
خدمت میں حاضر تھا۔ لوگ والد کی تعریف کرنے لگے اور کہتے تھے کہ خدا تم کو جزائے خیر دے۔
والد ماجد نے فرمایا کہ میں خدا کی رحمت کا ایسا دارا اور اسکے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ پھر لوگوں
نے کہا کہ کسی کو اپنا جانشین کر دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ زندگی میں بھی میں تمہارا ہی کام کیا
کیا اب مرنے کے بعد بھی تمہارا ہی کام کرتا ہوں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ خلافت سے نہ میرے اوپر کوئی
وبال آئے نہ مجھے اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو۔ ہو سکتا ہے کہ میں کسی کو خلیفہ کر جاؤں جیسے ابوبکر جو
مجھے بہتر خلیفہ کر گئے۔ اگر خلیفہ نہ کروں تو بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ رسول اللہ جو مجھے بہتر تھے کوئی خلیفہ
نہیں کرے گا۔ عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ یہ بات سکریم لوگ سمجھ گئے کہ والد کسی کو خلیفہ نہیں کریں گے
صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ
نے صراحتاً کسی کو خلیفہ نہیں کیا اور یہی مذہب سنیوں کا ہے۔

عن ابی ملیکۃ سمعت عائشۃ وسئل من کان رسول اللہ صلعم مستخلفاً لہ استخلفہ۔
قالت ابوبکر فقیل لہا ثم من بعد ابی بکر۔ قالت عمر۔ ثم قیل لہا من بعد عمر۔ فقالت
ابو عبیدۃ ابن الجراح۔ ثم اندھمیت۔

یعنی ابن ابی ملیکہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ خلیفہ کرتے
تو کسے کرتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر۔ پھر پوچھا گیا کہ ابوبکر کے بعد کسے کرتے جواب دیا کہ

عمر کو پہرہ پہچایا کہ اونکے بعد کے کرتے۔ جو ابیدیا کہ ابو عبیدہ بن الجراح کو۔ پہرہ خاموش ہو گئیں۔

عن عائشة قالت قال لي رسول الله صلعم في مرضه اُدعى ابا بكر اباك واخاك
حق الكتب كتابا فاني اخاف ان يتنمتم من ويقول قائل انا اولي وباء الله و
المؤمنون اكل ابا بكر، جناب عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے حالت
مرض میں مجھے فرمایا کہ ابو بکر اور اپنے بھائی کو بلاؤ تاکہ میں ایک دستاویز لکھ دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ میں
ایسا نہ ہو کہ کوئی آرزو من غلافت کی آرزو کرے یا کوئی یہ کہے کہ میں اس کا زیادہ مقدار ہوں۔ مگر اللہ
اور مسلمان سوائے ابو بکر کے اور کسی کو نہ مانیتے۔

عن جابر بن معطمان امره سألت رسول الله شيئا - فامرهم ان ترجع اليه - فقالت
يا رسول الله صلعم اريد ان جئت ولما جد لي قال ابى كانها تمنع الموت - قال فان
لمجدني فاني ابا بكر -، جابر بن مطعم سے روایت ہے کہ ایک عورت نے
رسول اللہ سے کچھ پوچھا۔ آپ نے فرمایا پہرہ آتا۔ وہ بولی اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پادوں یعنی شاید آپ
فوت ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پادے تو ابو بکر کے پاس چلی جائیو۔

جناب ابو بکر صدیق کے حالات اور چال چلن از ابتدا تا زمانہ اسلام

قد وہ اصحاب - فتح البواب صواب - خلاصہ مہاجرین و انصار - مہبط کرمیہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار
شارب ریح تحقیق - پیغمبر رفیق - در حال سعد و ضیق - حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ
تھا جب آپ ایمان لائے اور مسلمان ہوئے تو آنحضرت صلعم نے آپ کا نام عبد اللہ رکھا۔ کنیت
ابو بکر۔ اولقب عتیق و صدیق ہے۔ صدیق کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت
کے جمال جہان آرا میں ضیاء وحدت کا پر تو اور انوار رسالت کی تجلی آپ ہی کو محسوس ہوئی
اور بغیر دیکھنے کسی جزوہ کے آپ کو بغیر خدا مانکر علی رؤس الاشہاد آپ کی رسالت پر شہادت ادا کی اسلئے

صدیق لقب پایا۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جناب ابو بکر نے ایسے نازک اور مصیبت کے وقت میں تصدیق و دعویٰ رسالت کی جبکہ تمام دنیا حضور کی تکذیب کر کے آپ کا دل و کماہری تھی بلکہ آپ کے تصدیق کرنے والے بھی دشمن دین آبا و اجداد قرار دئے جا کر گونا گوں تکلیفیں سہتے تھے۔
 دوسری وجہ یہ ہے کہ معراج کا حال سن کر لوگوں نے خوب قہقہے لگائے اور ادب و تہذیب کے خلاف کلمہ زبان پر لائے مگر جناب ابو بکر نے بلا چون و چرا سنتے ہی کہہ دیا صدق یا رسول اللہ!
 بدین سبب صدیق مشہور ہوئے۔ جناب علی رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ایک دن حضرت جبریل امین علیہ السلام سے پوچھا کہ ہجرت میں میرا رفیق کون ہو گا۔ روح الامیں نے جواب دیا کہ السبیل شانہ نے ابو بکر صدیق کو اس کام کے لئے تجویز کر کہا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ خطاب آپ کو خداوند کریم کا دیا ہوا ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کی راست بازی کے باعث ایام جاہلیت ہی میں لوگ آپ کو صدیق کہنے لگے تھے۔

جامع ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز صدیق اکبر حضرت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا انت عقیق اللہ من الناس، یعنی اے ابو بکر تمہیں خدا نے آتش و فرخ سے آزاد کر دیا ہے۔ اوس دن سے آپ کا نام عقیق ہو گیا۔ ابن اثیر کا قول ہے قبل له عقیق لوقۃ حسنه و جلاله، یعنی حسن و جمال کی خوبی سے او کو عقیق کہنے لگے تھے۔ اور ثوی معنون کی وجہ سے دونوں باتیں ٹھیک معلوم ہوتی ہیں یعنی عقیق کے معنی آزاد اور خوب رو ہیں۔

حضرت صدیق کے والد ماجد کا نام عثمان ابو قحافہ ہے۔ وہ بھی اصحاب کرام میں داخل تھے۔ شجرۂ نسب یہ ہے۔ ابو بکر بن ابو قحافہ بن عامر بن کعب بن معد بن تیم بن مرہ جو رسول اللہ صلم کے بھی اجداد میں ہیں یعنی آنحضرت صلم مرہ کے دوسرے صاحبزادہ کلاب کی

اولاد میں ہیں اور کلاب و تیم دونوں حقیقی بہائی نژد کے بیٹے تھے اور کلاب عبد مناف کے دادا تھے۔ پس رسول خدا کا شجرہ ساتویں پشت میں ابو بکر سے جاملتا ہے۔ تیم کا دوسرا نام تیم بھی ہے جناب ابو بکر کی والدہ ماجدہ اُم سلمیٰ بنت صخر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ مین جبکی کنیت ام النجیر ہے یعنی آپکی والدہ ابو قحافہ کے چچا کی بیٹی تھیں۔

اصابہ میں شیخ ابن حجر نے اور عام اہل سیر نے اس بات کو صحیح بتایا ہے کہ جناب صدیق اکبر مکہ معظمہ میں عام الفیل سے ڈہائی برس بعد پیدا ہوئے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کی ولادت عام الفیل میں بیان کی جاتی ہے لہذا اس قول کے بموجب آنحضرت صلعم ابو بکر سے ڈہائی برس بڑے تھے۔ مگر صحیح بخاری کے باب الحجۃ میں مندرج ہے اقبل نبی اللہ الی المدینۃ وهو محرف ابابکر و ابو بکر شیعہ یعرف و بنی اللہ شتاب لا یعرف یعنی رسول اللہ اُمّتی ابو بکر کے آگے بیٹھنے کے مدینہ روانہ ہوئے ابو بکر بڑے تھے اور آمد وقت تجارت کے باعث پہچانے جاتے تھے اور رسول اللہ جو ان تھے اور عدم آمد وقت کے سبب سے انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ معارف میں امام ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کی عمر رسول اللہ سے بہت زیادہ تھی۔

استیعاب میں ابن عبد البر اندلسی نے لکھا ہے کہ ابو بکر زمانہ جاہلیت میں رئیس ذمی و جاہت اور شمر فاس قریش میں گئے جاتے تھے۔ آپ کا قبیلہ بنی تیم بڑا مغز اور مشہور و معروف تھا۔ دیات یعنی خون بہا کے فیصلہ کرنیکا کام اسی قبیلہ سے متعلق تھا۔ جب کسی قبیلہ میں قتل کا حادثہ ہو جاتا اور اسکے باعث فتنہ و فساد اور جنگ برپا ہوتی۔ اس حالت میں اگر ابو بکر دیت کے ضامن ہو جاتے تو وہ گرا بڑا ٹٹ جاتی تھی اور کسی شخص کی ضمانت سے یہ بات حاصل نہو سکتی تھی۔ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا ہے کہ اس اعزاز کی وجہ سے

ابوبکر صدیق زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں میں معزز و مقتدر سمجھے جاتے تھے اور خون بہا اور توان کا کام انہیں سے متعلق تھا۔ واضح ہو کہ اوس زمانہ میں قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا۔ اسلئے ملکہ داری کے بعض فرایض ایک ایک خاندان کے رئیس کے اہتمام سے انجام پایا کرتے تھے۔ پس جو دس خاندان قریش میں بادشاہی کا کام کرتے تھے انہیں ایک خاندان ابوبکر کا بھی تھا۔

حضرت صدیق اکبر تجارت پیشہ تھے یمن و شام تک تجارت کو جایا کرتے اور بڑے مالدار ہو گئے تھے چنانچہ قبول اسلام کی وقت چالیس ہزار درہم نقد ان کے پاس موجود تھے۔ اوس زمانہ کی قابلیت کا افضل جو ہر تاریخ عرب اور قریش کی نسب دانی کا علم سمجھا جاتا تھا۔ اوس سے آپ بخوبی ماہر تھے۔ غوالیوں کی تعمیر اچھی بیان کرتے تھے۔ علم عروض و قوافی خوب جانتے تھے۔ شعر بہت اچھا کہتے تھے فصاحت و بلاغت میں مشہور و معروف تھے۔ علاوہ ان سب اوصاف حمیدہ کے آپ بڑے ذی مروت خوش اخلاق اور ملنسار تھے۔ آپ کے میل جول اور حسن خلق کے باعث قریش ہر کام کے لئے آپ کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور آپ سے بہت محبت رکھتے تھے۔

جب آپ مسلمان ہو گئے اور تعصب مذہبی کے سبب سے قریش نے دشمنی کرنا شروع کی تو آپ مکہ سے ہجرت کرنے لگے۔ اثنائے راہ سے مکہ کا ایک رئیس اعظم ابن دغنہ آپ کو پیر لایا اور ہالیان مکہ کے سامنے انکی تعریف کی جسے صحیح بخاری کے باب الحرة میں یوں نقل کیا ہے ان ابابکر لایحیج ولا یخج اخجون رجلا یکسب المعدم ویصل الی الریح ویصل الکل ویقری الضعیف ویعین علی نواب الحق یعنی ابوبکر وہ آدمی نہیں ہے جو مکہ سے خود نکلیاے یا نکال دیا جائے یہ وہ آدمی ہے جو محتاجوں کا پیٹ بھر نیکی لے لے کاتا ہے۔ ابنون

کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ عاجزون کا بوجہ بٹاتا ہے۔ مہمانوں کی خدمتگزاری کرتا ہے اور مصیبتوں کے دور کرنے میں مدد دیتا ہے پس تم ایسے شخص کو اپنے شہر سے نکالے دیتے ہو۔ ہم اور کلمہ آسے بن کہ خلیفہ ہونے سے قبل حضرت صدیق اکبر سوداگری کرتے تھے اور اوسے سے سب گم بار کا گزارہ ہوتا تھا۔ بعد خلیفہ ہوئے گئے ہی آپنے بھی قصد کیا کہ اوسے پیشہ سے بال بچوں کی معاش ہو۔ چنانچہ بیعت کی صبح کو آپ مال تجارت لئے ہوئے بازار جاتے تھے کہ راستہ میں فاروق اعظم اور امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما ملے۔ اور پوچھا کہ کدہ کا مادہ ہے۔ آپنے فرمایا کہ تحصیل معاش کے لئے بازار جاتا ہوں۔ سوداگری کروں گا۔ حضرت عمر اور ابو عبیدہ بولے کہ اب آپ مسلمانوں کے سردار ہو گئے ہیں اس پیشہ کو جاری نہیں رکھ سکتے۔ باز امین آپکا آنا جانا مناسب نہیں۔ حضرت صدیق اکبر بولے کہ پھر میرے بال بچے کیا کما بیٹھ گے۔ یہ سنکر دونوں صاحب ادو نہیں بازار سے پھر لائے۔ اور مجلس شوریٰ منعقد کی۔ اوس میں جملہ اصحاب کے مشورہ سے دو یاڑ ہائی تہہ اور درہم سالانہ گزارہ کے لائق آپکے کنبہ کے لئے بیت المال سے مقرر کر دیا گیا جسکی تعداد آخرین چہ ہزار درہم تک پہنچ گئی تھی اور علاوہ دیرین برس دن کا کپڑا اور ایک خادم بھی بیت المال ہی سے ملتا تھا۔ یہ تنخواہ ہے مسلمانوں کے پہلے بادشاہ کی جو کسی طرح زیادہ نہ تھی اس سے صرف گزارہ ہی چلتا تھا کچھ بچت نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ مرض موت میں آپنے حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ جب سے میں خلیفہ ہوا میں نے مسلمانوں کے مال سے موٹا جوٹا کپڑا پہنا ہے اور روکھی سوکھی کمالی ہے بجز اسکے ایک جہ نہیں لیا۔ چاہو تو عہد خلافت سے اب تک جو ترقی میرے مال میں ہوئی ہے اسے جانچ پڑتال لو۔ حضرت عائشہ نے دیکھ بہال کے عرض کی کہ مجھے اس وقت آپکے گھر میں سواے پانچ درہم۔ ایک اونٹ۔ ایک پرانی چادر اور ایک توشک کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ابن اثیر نے اسپر ایک حبشی غلام اور زیادہ کیا ہے۔

جناب صدیق اکبر نے فرمایا کہ بس گل کائنات یہی ہے جب میں مرجاؤں تو اسکو بھی بیت المال میں داخل کر دینا۔ مگر میں نہ رکنا۔ اسلئے اونہیں کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ اس مقام کے حساب لگانے کے لئے ہکو یہ بتا دینا ضرور ہے کہ ایک ہزار درہم کا وزن ایک سو بیاسی تولہ ساڑھے تین ماشہ ہوتا ہے جب صدیق اکبر انتقال فرما چکے تو یہ چیزیں حضرت فاروق اعظم کے پاس بھی گئیں حضرت عمر اونہیں دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا۔ اے ابو بکر خدا تمپر رحم کرے تمنے اپنے بعد والوں پر سخت مصیبت ڈال دی بھلا تمہاری سی احتیاط کون کر سکیگا۔ یہ سنکر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بول اوٹھے کہ آپ انکو ہرگز نہ لیں اونہیں کے اہل و عیال کے پاس واپس کر دیں۔ بیت المال میں انکا داخل کر لینا ایک مینوب سی بات ہے۔ جناب فاروق نے جواب دیا والد میرے عہد خلافت میں ایسا نہیں ہو سکتا کہ جسے ابو بکر نے اپنی زندگی میں نہ پسند کیا ہو اسے اونکے مرینکے بعد اونکے ذمہ باندہوں۔ غرض کہ وہ چیزیں بیت المال میں داخل ہو گئیں۔ روایت ہے کہ نزع کے وقت جناب ابو بکر نے وصیت کی کہ میں نے آج تک بیت المال سے جتنا روپیہ اپنے لئے لیا ہے وہ بھی میری زمین مملوکہ بیچ کے بیت المال میں داخل کر دینا۔ حال یہ ہے کہ ابتدا سے خلافت سے مرنے کی وقت تک ایک کوڑی نہیں لی مفت ہی میں خدا اسلام کی۔ آہ ہمارے ایسے مری کمان گئے۔

روایت ہے کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر کی بیوی نے عرض کی کہ آج مٹھائی کمانیکو بیچا ہوتا ہے۔ آپ بولے۔ میرے پاس دام نہیں ہیں کمان سے لاؤں۔ وہ بیچاری یہ جواب سنکر خاموش ہو رہیں اور روزانہ خرچ میں سے کچھ کچھ کم کرنا شروع کیا۔ جب اتنے دام اکٹھا ہو گئے کہ مٹھائی آجائے تو آپ کو خیر ہوئی۔ آپ نے اونے وہ دام لیکر فوراً بیت المال میں داخل کر دئے اور فرمایا کہ جب یہ ہمارے روز مرہ سے بچ سکتے ہیں تو بیت المال کے ہیں نہ ہمارے مٹھائی

چکنے کے لئے۔ ابوبکر تمہاری خاطر سے مسلمانوں کے حق کا بوجھ اپنے سر پر لیکر قیامت میں نہ جھاگے۔
پھر اوس دن سے اوتنا ہی اپنے روزمرہ کے لئے بیت المال سے لینا کم کر دیا۔

زمانہ جاہلیت میں شراب کا عام رواج تھا۔ سب امراء و ساء و دن رات اسی میں مشغول رہتے تھے۔ اسکا استعمال ایک خوبی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی عقل خدا داد کے باعث عمر بھر کبھی شراب نہیں پی نہ کبھی بیون کو سجدہ کیا۔ تاریخ الخلفاء میں روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ اپنے کبھی شراب بھی پی ہے۔ ارشاد ہوا۔ اعود باللہ۔ کنت اصون عرضی و لخط مروتی۔ فانت من شراب الخمر کان مضیعا و غرضہ و مروتہ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں خدا سے مجھے اپنی آبر و اود مروت کو بچانا منظور تھا۔ جو شخص شراب پیتا ہے اوسکی آبر و اود مروت جاتی رہتی ہے۔

کمانے پینے کی چیزوں میں آپ تکلف بالکل نہیں کرتے تھے۔ سب تنعمات اور مشتبہات کو اپنے ترک کر دیا تھا۔ نفس امارہ کی ناجائز خواہشوں سے نفرت مکی تھی۔ دنیاوی سرمایہ جو کچھ آپ کے پاس تھا اوسے تمام و کمال رضاے الہی کے لئے دینی فرویات کے موقعوں پر صرف کر دیا تھا۔ دنیا کی تمام نادیدنی حرکات سے انکمین اور ناشتیدنی باتوں سے کان بند کر لئے تھے۔ بلا ضرورت اور بموقع بات کبھی آپ کے منہ سے نہیں نکلی۔ نماز تہجد کی وجہ سے رات کو بہت کم سوتے تھے۔ تنہائی اور خلوت نشینی بہت پسند تھیں۔ کبھی صحبتوں اور فضول جلسوں سے متنفر محض تھا۔ فروتنی و نکسر مزاجی آپ کا حصہ تھا موقوف قبل ان۔ متوتوا کا سچا نمونہ تھے چنانچہ آنحضرت اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ جس نے اس دنیا میں مردہ کو زمین پر چلتا پھرتا نہ دیکھا ہو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔ یولوی معنوی ثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

مصطفیٰ زین گفت اے اسرار جو	مردہ را خواہی کہ یعنی زندہ تو
----------------------------	-------------------------------

<p>میرود چون زندگان برخاکدان جانش را ایندم ببالا مکنے است ز آنکہ پیش از مرگ او کرده است نقل ہر کہ خواہد گوید بدین سبب زمین مرا بویگر تفتی را گو بسین</p>	<p>مردہ و جانش شدہ بر آسمان گر بید روح اورا نقل نیست این بگردن فہم آید تے بقفل مردہ کو میرود ظاہر چنین شد از صدیقی امیر المتقین</p>
<p>جناب رسول خدا فرماتی ہیں لو وزن ایمان المکج بایمان الثقلیں لتراجم،، یعنی اگر البویگر کے ایمان کو سارے عالم کے آدمیوں اور حیوان کے ایمان کے ساتھ تولین تو بیشک البویگر کا ایمان بہاری نکلیگا۔ ایک دن حضور نے فرمایا کہ اے البویگر کیا مت کو خدا سب پر عموماً تجلی فرمائیگا اور تمہارے ساتھ ایک خاص تجلی ہوگی۔ آنحضرت کا قول ہے۔ ما صد اللہ فی صدری شئی الا حبہ فی صدی البویگر جناب شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے مضمون کو نظم کر دیا ہے۔</p>	
<p>ہر چہ آن از بار گاہ کب سر یا جملہ آن در سینہ صدیقی رنجیت</p>	<p>رنجیت در صدر شریعت مصطفیٰ لا جرم دائم از تحقیق رنجیت</p>
<p>روایت ہے کہ صدیق اکبر کی وفات کے بعد جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اونکی بیوی سے نکاح کر لیا۔ رات کو اونکے پاس جا کے زمین پر لگ قاصدہ سے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ دنکے حالات صدیق اکبر کے تمام و کمال مجھے ابھی طرح معلوم ہیں۔ لیکن رات کے حالات معلوم نہیں جسکی غرض سے یہ تدبیر مینے کی ہے اب امیدوار ہوں کہ ازراہ مہربانی میری مراد بر لائے۔ اونہوں نے جواب دیا۔ اے امیر المؤمنین۔ مرحوم و معقور کا عجیب حال تھا۔ نماز عشا پڑھے ایک جگہ سر جھکا کر مثل کوہ جم جاتے تھے اور پہلی رات تک بلا حس و حرکت بیٹھے رہتے</p>	

پہر تہجد کی نماز پڑھ کے طلوع صبح صادق تک اسی طرح بیٹھتے۔ جب صبح صادق ہو جاتی تو ایک آہ جگر سوزاؤنکے دل سے نکلتی جس سے بوے کباب آتی تھی جسوقت حضرت عمرؓ نے یہ کیفیت سنی بے اختیار رونے لگے اور فرمایا۔ الحمد للہ اس عقد سے جو میرا مطاب تھا حاصل ہو گیا میری کیا مجال جو صدیق کے بچو نے پر قدم رکھوں۔ یہ کہکے مہراؤ کا ادا کر دیا اور طلاق دیکے فوراً باہر نکل آئے۔

ایک دفعہ جناب صدیق اکبرؓ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا ما الایمان یعنی ایمان کیا چیز ہے حضور صلعم نے جواب دیا احبت فالزمر۔ یعنی جہان تک پہنچنا چاہئے وہاں تک تم پہنچ گئے یہی حد ہے اب بس کرو۔ اس سے کمال شہود اور غلبہ آتا تو حید صدیق اکبرؓ پر ظاہر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے بڑے مجمعون میں عام لوگوں کی طرح آمد و رفت رکستے تھے کوئی جاہ و چشم کا سامان نہوتا تھا۔ چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جب ملک شام کی طرف روانہ کرنے لگے تو دور تک پایا دیدہ لشکر کے ہمراہ گئے۔ اسامہ گھوڑے ہی پر سوار رہے اور زید بن ابوسفیان کی روانگی کے وقت بھی ایسا ہی کیا۔ ان دونوں اوقات پر افسران لشکر نے عرض کی کہ یا تو آپ سوار ہو جائیں یا ہم بھی سواری سے اتر پڑیں مگر آپ نے نہ مانا اور کہا کہ اسوقت جتنے قدم میں رکھ رہا ہوں وہ خدا کی راہ میں ہیں۔

غریبوں اور بیسکون کے مان۔ باپ تھے خفیہ اونکی خبر گیری اور خدا کی گزاری کیا کرتے تھے۔ بہت سی روایتیں ایسی مشہور ہیں چنانچہ ایک اندھی بڑھیا مدینہ سے باہر رہتی تھی رات کو چپکے اونکی خبر گیری کو جاتے اور کھلا پلا کے اونکی دیگر ضروریات رفع کر دیتے اور اسی طرح پوشیدہ منہ ڈھانکے چلے آتے تھے۔ کیونکہ خبر گیری نہوتی تھی بلکہ بڑھیا کو اپنا نام بھی نہیں بتایا تھا تعجب یہ ہے کہ جناب عمر فاروقؓ بھی اسی بڑھیا کی خدمت کیا کرتے تھے اور دونوں صاحبوں

مین سے کسی کو دوسرے کا حال معلوم نہ تھا۔ آخر شش کچھ مدت کے بعد حضرت عمر کو یہ حال کھلا۔
 پیاروں کو دیکھتے جاتے تو اونہیں بڑی تسلی اور تسنی دیتے ہر ایک کے گہ تضرعت کو جاتے اور
 اس کے عزیز واقارب سے کہتے کہ بھائیو صبر کا اجر بہت بڑا ہے جس مصیبت پر صبر کیا جائے وہ
 مصیبت نہیں رہتی۔ دیکھو روٹا پٹینا محض بے سود ہے۔ موت زندگی سے آسان ہے اور
 اس کے بعد کی چیز اس سے سخت ہے۔ رسول کریم کی موت کو یاد کر کے اوپر ترسٹ کیا کرو تا کہ
 تمہاری مصیبتیں آسان ہوں۔ میری دعا ہے کہ خدا تمہیں صبر کی توفیق دے تاکہ تمہیں زیادہ ثواب ملے۔
 شیخ محی الدین ابن عربی نے محاضرات الابرار میں لکھا ہے کہ سن بارہ ہجری میں حضرت
 صدیق اکبر حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے گئے۔ جب وقت اپنے دولختانہ پر پہنچے ہیں۔ صبح
 کا وقت تھا آپ کے والد ماجد جناب ابو قحافہ رضی اللہ عنہ دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے
 دوڑ کر خبر لی کہ آپ کے تحت جگر نور بصر آتے ہیں۔ ابو قحافہ فرط محبت سے ہڑا کے اوٹھنے کو تھے
 کہ صدیق اکبر نے جلدی سے اپنی اونٹنی بٹھادی اور اس کے پوری طرح بیٹھنے تک تاب نہ ہی
 کو دوڑے اور دوڑ کر والد ماجد کی ٹانگوں سے لٹک کر کہا کہ ضعف پیری سے حضور کو اوٹھنے میں
 تکلیف ہوگی للہ آپ نہ اوٹھیں یہ سن کر حضرت ابو قحافہ کی آنکھوں سے بوجہ خوشی کے آنسو جاری
 ہو گئے۔ جناب صدیق اکبر نے باپ کے آنسو پونچے اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ صحابہ میں سے
 جن لوگوں کو خبر ہوئی کئی جوق جوق صدیق اکبر کی ملاقات کو آئیلگے۔ جو آتا آتا تھا السلام علیکم
 یا خلیفہ رسول اللہ رسول اللہ کا نام سنتے ہی آپ رو نیلگے اور اس کرب سے روئے کہ حاضرین
 کا دل ہل گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ رسول عظم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج ہی رحلت فرمائی ہے۔ جناب
 ابو قحافہ نے پیٹے کو تڑپتا دیکھ کے چہاتی سے لگایا اور کیسین دیکر کہا بیٹا۔ صبر کرو یہ سب لوگ تم سے
 ملتے آئے ہیں ان سے بوجلو۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کی کہ لوگوں نے خلافت کا اتنا بڑا

بیماری بوجہ میرے سر پر کمند یا ہے کہ جبکے وزن سے دباجاتا ہوں اور اپنے کہ اسکے اوٹھانیکے
 لایق نہیں پاتا آپ دعا کریں کہ خدا میرے اوپر فضل کرے۔ البتہ فائدہ کے بڑے درد سے ہاتھ
 اوٹھا کے دعا کی اور حاضرین نے صدق دل سے آمین غرضکہ باپ بیٹے کی ملاقات عجب
 پُر اثر اور جبرت خیر تھی۔ دونوں کی حالت سے یہ نہیں پایا جاتا تھا کہ خلافت کے گہر میں آجانے سے
 پہوئے ہوئے ہیں۔ بالآخر اسی غمگین اور اوداس حالت میں لوگوں نے سمجھا بوجہا کے آپکو
 گہر میں بھیجا۔ آپ وہاں سے نہاد ہو کے باہر آئے اور خانہ کعبہ کا ارادہ کیا۔ رفقہا پیچھے پیچھے ہو
 سبکو ممانعت کر دی گئی کہ جلوس کی کچھ ضرورت نہیں ہمارے ساتھ احتشام حکومت کا کیا کام پھر
 تنہا عام لوگوں کی طرح کعبہ کی دُہن باندھی۔ راہ میں جو ملتا تھا رسول اللہ کی ماتم پر ہی آپ ہی سے
 کرتا تھا اور آپ زار و قطار روتے تھے اسی گریہ وزاری کی حالت میں ارکانِ عمرہ ادا کر کے گہر تشریف
 لائے۔ منظر کثرتِ جہا کے پھر کعبہ کا طواف کیا اور دارِ ندہ کے پاس جا بیٹھے اور کہا کہ اگر کسی کو
 میری شکایت ہو یا کوئی اپنے حق کا مطالبہ مجھ سے کیا چاہتا ہو وہ بے کشتکے آکے یہاں بیان
 کرے مگر کوئی نہیں آیا نہ کوئی اوس مجمع میں سے اوٹھا۔ بلکہ سب نے بالاتفاق حاکم مکہ کے
 برتاؤ کی تعریف کی۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابو بکر صدیق کو علم میں کمال حاصل تھا اور وہ وقایعِ ایام اور معاملات
 کے نیک و بد کو خوب سمجھتے تھے۔

جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ میں اور ابو بکر عربوں کے
 ایک مجمع میں پہونچے۔ وہاں ابو بکر اور ایک عرب سے یہ گفتگو ہوئی۔
 جناب صدیق اکبرؓ۔ تم کس قبیلہ کے لوگ ہو۔
 عرب۔ قبیلہ ربیعہ کے۔

الوبکر۔ ربیعہ کی کس شاخ میں ہو۔

عرب۔ ہڑی میں۔ زحل اکبر کی اولاد سے۔

الوبکر۔ عوف بن محلم جبکی نسبت مشہور ہے کہ وادی عوف میں کوئی اکڑا زمین رہتا جو وہاں جاتا ہے اسکا غلام ہو جاتا ہے تمہیں میں سے تھا۔

عرب۔ نہیں۔

الوبکر۔ کیا حساس بن مرہ کے خاندان میں ہو جبکی تعریف میں لوگ یوں کہتے ہیں کہ وہ اپنی عزت کا حامی اور پڑوسی کا نگہبان ہے۔

عرب۔ نہیں۔

الوبکر۔ کیا شاہی خاندان کندہ کے ماموؤن کے رشتہ دار ہو۔

عرب۔ نہیں۔

الوبکر۔ کیا شاہان خم کے سسرتم میں سے تھے۔

عرب۔ نہیں۔

الوبکر۔ تو تم زحل اکبر نہیں بلکہ اصغر ہو۔

حسان بن ثابت نے جب قریش کی ہجو میں اشعار کہنے شروع کئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حسان میں جو باتیں ہوئیں یہ ہیں۔

آنحضرت۔ حسان۔ میں بھی قریشی ہوں پر تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے۔

حسان۔ حضور۔ اپنے اشعار ہجو میں سے میں آپ کو اس طرح الگ کر دیا کروں گا۔ جیسے

آٹے میں سے بال نکال ڈالتے ہیں۔

آنحضرت۔ نہیں نہیں یہ بڑا نازک معاملہ ہے کہ میں پیچھے خفت نہ اڑھانی پڑے۔ بہتر ہے

کہ جو شعر قریش کی بھوپین کو پہلے ابو بکر کو دکھالیا کرو۔ وہ قریش کے نب کو تم سے زیادہ جانتے ہیں اس حکم کے بعد سے حضرت حسان بن ثابت ابو بکر سے جا کر انساب عرب کا علم حاصل کیا کرتے تھے۔ یہ جو شعر اولیٰ قریش کے پاس پہنچا او سے منکر وہ ہونٹ کا ٹکڑے تھے کہ اسمین ابو بکر کی اصلاح کی بولاتی ہے۔

صاحب تاریخ الخلفاء فرماتے ہیں کہ خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں آنحضرت صلعم کے بعد صدیق اکبر ہی کا نمبر تھا۔ امت محمدیہ میں ایسا کامل فن تعبیر میں کوئی نہیں ہوا۔ ایک دفعہ آنحضرت نے جناب صدیق سے بیان کیا کہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور تم ایک زمین پر چڑھے چلے جاتے ہیں جب میں تم سے ڈھانی سیڑھیاں آگے بڑھ گیا تو میری آنکھ کھل گئی۔ ابو بکر صدیق ابدیدہ ہوئے اور عرض کیا کہ خدا سے عزوجل اپنی رحمت اور بخشش کے سایہ میں حضور کو عتق فرما دے بلانہ والا ہے اور میں آپ سے ڈھانی برس بعد مرونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جناب عائشہ صدیقہ نے حضرت ابو بکر سے عرض کی کہ ابا جان شب گذشتہ کو میں نے تین چاند اپنے حجرہ کی زمین پر اترتے ہوئے دیکھے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا تیرے حجرہ میں تین بہترین آدمی دفن ہونگے۔ جب آنحضرت نے انتقال فرمایا تو کسی یہ رائے ہوئی کہ مکہ ایک مملکت ہے وہیں آپ کو دفن کرنا چاہئے۔ بعضوں نے کہا کہ مسجد نبوی میں دفن کرو۔ کوئی بولا کہ جنت البقیع میں مزار پاک ہونا چاہئے۔ کسی نے یہ رائے دی کہ انبیاء کا دفن بیت المقدس ہے جنازہ کو لیچکے وہاں زیر زمین پہنانا کرو۔ غرض کہ مہاجرین اور انصار میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنی اپنی الگ نہ کہتا ہو۔ جب حضرت صدیق اکبر کو اس بحث کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے۔ مامن بنی یقیناً الا دفن مضجعتہ یعنی نبی کا جہان انتقال ہو وہیں او سے دفن کرنا چاہئے۔ یہ سنت ہی سب نے صدیق اکبرؓ سے اتفاق کر لیا اور آپ حجرہ عائشہ صدیقہ میں دفن ہوئے پس حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ کی تعبیر ٹھیک ہوئی۔

جناب صدیق اکبر کی چار پشتوں نے اسلام کی حالت میں رسول خدا کو دیکھا ہے یعنی (۱) ابو تحافہ آپ کے والد ماجد نے (۲) خود آپ نے (۳) عبدالرحمن بن ابی بکر نے (۴) ابو عقیق بن عبدالرحمن نے۔ جناب صدیق ثار ثور میں ہجرت کی وقت عریش میں جنگ بدر کے درمیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق و ہمدم تھے اور دفن کے بعد بھی آپ کے قرب کو نہ چوڑا۔ یہ چار فضیلتیں جو آپ کے حصہ میں آئیں صحابہ کرام میں سے کسی کو حاصل نہ تھیں۔

حضرت ابو بکر صدیق مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے اور سب سے پہلے خلیفہ اپنے والد بزرگوار ابو تحافہ ہی کی زندگی میں ہو گئے۔ اور بیت المال نے اونکو وظیفہ دینا منظور کیا۔ آپ ہی نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا اور اسکا نام مصحف رکھا۔

مسلمان ہونے سے زمانہ ہجرت تک کا حال

ناظرین معلوم کر چکے ہیں کہ چالیس برس کی عمر میں جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کے ایما سے اظہار نبوت کیا۔ سب سے پہلے جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ کے آزاد غلام جناب زید بن حارث رضی اللہ عنہم ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے۔ ان تین حضرات کے بعد ہمارے صدیق اکبر نے طوق اطاعت اسلام اپنی گردن میں ڈالا۔ مسلمان کیا ہوئے کہ بالکل فنانی اللہ ہو گئے چنانچہ اس سے پہلے آپ رسول اللہ کا قول پڑھ چکے ہیں کہ جس نے مردہ کو چلتا پھرتا نہ دیکھا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔ کتے ہیں کہ اسلام لانے کی وقت آپ کی عمر سی یا ۳۵ برس کی تھی مگر اوپر کی روایتوں سے آپ کا عمر ہونا بھی پایا جاتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ آپ سابقین اولین مسلمانوں میں ہیں۔ حضرت خدیجہ کے سب سے پہلے ایمان لایا کسی مؤرخ کو انکار نہیں۔ مگر جناب علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق کے باب میں لوگ اختلاف کرتے ہیں

بعض انہیں پہلا بتاتے ہیں اور بعض اور نہیں۔ اس بحث کا تصفیہ جناب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
 نے بڑی قابلیت کے ساتھ کیا ہے جو لائق صاویر ہے۔ بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہی ہوتی ہیں
 چنانچہ آپ فرماتے ہیں ان ابابکر اول من اسلم من الرجال و علی اول من اسلم من النساء و
 خدیجہ اول من اسلمت للنسب یعنی مردوں میں سب سے پہلے ابوبکر اور عورتوں میں سب سے پہلے علی
 اور عورتوں میں سب سے پہلے خدیجہ ایمان لائیں۔ یاد رہے کہ جناب امام اعظم کے اس قول میں مرد
 سے مراد بالغ آزاد ہے تاکہ حضرت زید بن حارث جو غلام تھے اس بحث سے خارج نہ ہوں۔
 قبول اسلام سے قبل ہی جناب صدیق اکبر اور رسول اللہ میں نہایت ہی محبت اور میل
 جول تھا چنانچہ خدیجہ الکبریٰ کا نکاح ہی آنحضرت صلعم کے ساتھ بڑی سعی و کوشش سے حضرت
 صدیق ہی نے کرایا تھا اور روایتے مالی انداز ہی کی تھی۔ اور جب رسول خدا جناب ابوطالب کے
 ہمراہ ملک شام کو تشریف لے گئے تھے۔ تو حضرت ابوبکر نے اپنا ایک غلام خاص حضور کی خدمت
 کیلئے ساتھ کر دیا تھا پس ان دونوں صاحبوں کی راہ و رسم و مروت ازلی تھی اور اب تک رہی۔
 صاحب ازالۃ التفتاح تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت کے دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت صدیق اکبر سوداگری
 کے ارادہ سے شام تشریف لے گئے۔ خواب دیکھا کہ ایک نور آسمان سے بام کعبہ گرے گا۔ اور
 اسکا تھوڑا تھوڑا حصہ سب اہل مکہ کے گہروں میں منقسم ہو کے پہونچ گیا۔ اور پھر ایک جگہ اکٹھا ہو کے
 میرے گہر میں آیا میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ صبح کو آپ نے اس خواب کی تعبیر ایک یہودی عالم
 سے پوچھی۔ مگر اس سے کچھ جواب نہ بنا۔ کہنے لگا کہ یہ خواب و خیال ہیں ایسی وہیمات کا کچھ
 خیال نہ کرو۔ اس کے بعد آپ کو تجارت کی واسطے پھر شام جانا پڑا۔ اتنا راہ میں بچہ راہب کے دیر میں
 گذر ہوا۔ راہب نے خواب سن کر دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کمان سے آئے ہو۔ صدیق اکبر نے
 اپنا سارا حال کہہ سنایا۔ بچہ راہب نے جواب دیا کہ تمہارے ملک میں خدا اپنا ایک پیغمبر پیدا کرے گا۔

زندگی میں تم اوسکے وزیر اور انتقال کے بعد اوسکے جانشین ہو گے جب آنحضرت نے اظہار
 نبوت کیا تو ابو بکر سے بھی مسلمان ہونے کو کہا۔ صدیق اکبر نے نبوت نبی ہونیکا مانگا۔ آپ نے
 اذ لکنا خواب اور یہودی عالم اور بکیرا کا جواب اون سے بیان کر دیا۔ جناب صدیق نے فرمایا۔
 اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبدا ورسول ﷺ۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ
 رسول اللہ نے فرمایا مینے جسے اسلام کی طرف بلایا اوسی نے ابتدا میں پس و پیش اور تردد و توقف
 کیا مگر ابوبکر کو جب مینے دعوت اسلام دی وہ بغیر حیلہ و حجت ایمان لے آئے اور ذرا ہی دیر نہ کی
 ابوبکر صدیق جب خود مسلمان ہو گئے تو اپنے خویش و اقارب اور دوست آشناؤں کو دائرۃ
 اسلام میں لانے کی کوشش ملیج کی اور اسلام کی ترقی میں بہت سارے پیسہ خرچ کیا۔ امداد اسلام کو
 اپنی زندگی کا اصل مطلب سمجھتے رہے۔ شرفائے قریش کو ہمیشہ اسلام قبول کرنے کی ترغیب دیتے۔
 چنانچہ مخیر بنی امیہ سے حضرت عثمان بن عفان۔ ابوبنی اسد سے زبیر بن العوام اور بنی زہرہ
 سے عبد الرحمن بن حوف اور سعد بن ابی وقاص۔ ابوبنی تیم سے طلحہ بن عبیدہ آپ ہی کے مسلمان
 کئے ہوئے ہیں۔ یہ سب لوگ ملک اور قوم میں ذی وجاہت اور اپنے اپنے خاندانوں میں عزت
 والے تھے۔ انکے اسلام لانے سے کفر و شرک کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور اسلام کو تقویت حاصل ہوئی
 انکی تصدیق قلبی اور مالی امداد سے مسلمانوں کی مفلسی جاتی رہی۔ واقع میں ابوبکر کی یہ کوشش تاریخ
 کے صفحوں میں آب زر سے لکھے جائیکے لایق ہے۔

مسلمان ہونیکے وقت صدیق اکبر کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے۔ وہ سب
 مسلمانوں کے اوپر سے پنہاں کر کے رفاہ اسلام میں خرچ کر ڈالے۔ چنانچہ ترمذی میں رسول اللہ کا
 قول یون منقول ہے ما نفعو مالی احد ما نفعو مال البسکری یعنی جتنا فائدہ اسلام کو ابوبکر
 کے مال نے پہنچایا ہے اتنا کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ بخاری و مسلم نے بھی روایت کی ہے

اِنَّ النَّاسَ عَلَيَّ فِي مَالِهِمْ وَصَحْبَتِهِ اَبُو بَكْرٍ، یعنی مسلمانوں میں سے ابو بکر کے مال اور مصاحبیت کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔

کفار قریش مسلمانوں سے سخت دشمنی کرتے تھے اور بے برگ و نوا مفلس بیکس مسلمان جن میں قبیلہ میں رہتے تھے اوس قبیلہ کے لوگ ان میں حد سے زیادہ ستاتے تھے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ مکہ کے ریگستانی اور دھوپ سے جلتے ہوئے میدان میں مسلمانوں کو بہو کا پیا سا لٹا کے انواع و اقسام کی عقوبتوں میں گرفتار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اسلام سے مرتد ہو کے پہرہ مارے دین میں آجاؤ۔ چنانچہ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو جو تکلیفیں امیر بن خلف نے پہنچائی ہیں ان کا حال ہم حصہ اول میں حوالہ قائم کر چکے ہیں۔ ایسی مصیبت کے زمانہ میں جب کہ اسلام بالکل بیکس و لاچار اور بے یار و مددگار تھا ابو بکر نے اوس سے یہ سلوک کیا کہ ایسے سات مسلمان غلام جنہیں اسلام کے باعث جان لگا لکالیف دی جاتی ہیں کفار قریش سے خرید کے آزاد کر دئے اور جتنے غلام آپ نے اس ظلم سے چڑھائے وہ سب لاچار تنگدست اور ضعیف ہی تھے چنانچہ حضرت بلال اور عامر بن فہرہ بھی ان میں غلاموں میں شامل ہیں آپ کی اس بات سے ابو جہل ایک دفعہ تنگ ہو کر کہنے لگے کہ بیٹا تو کیا کرتا ہے یہ نحیف و نزار اور ضعیف و لاچار غلام کس کام آئینگے اگر یہی منظور ہے تو بنا دو تو انا اور زبیر دست غلام آزاد کیا کرو تا کہ اڑے بڑے پر کسی تمہارے کام بھی آجائیں۔ جناب صدیق نے التماس کی کہ اباجان مجھے اپنے اس فعل سے خدا کو خوش کرنا مقصود ہے دنیا کا کوئی فائدہ نہیں چاہتا۔

صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ ابہد امین آنحضرت صلعم مشرکان قریش کی ایذا دہی کے خوف سے چپکے چپکے اسلام کا وعظ فرماتے تھے۔ جب صدیق اکبر زمرہ مسلمانان میں داخل ہو گئے تو انہوں نے حضور سے اعلانیہ اشاعت اسلام کی درخواست کی چند روز تو یہ استدعا سے صدیقی درجہ اجابت کو نہ پہنچائی مگر جب اصرار آپ کا حد سے زیادہ گہرا گیا تو ایک دن جناب اقدس نبوی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حبسِ الحکمِ خدا سے ذوالجلال والاکرام ہمارا لیکر خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور قریب
 روم سے قریش کی ایک زبردست جماعت وہاں موجود تھی۔ جناب صدیق اکبرؓ نے یہ بڑا کڑا کڑا
 ایک خنبہ نہایت فصاحت و بلاغت سے پڑھا اور توحید کی تعریف اور شرک و بت پرستی کی برائیاں نکال
 خوش اسلوبی سے بیان فرمائیں۔ سنتے ہی کفار قریش جل گئے اور لاٹھیاں لے لیکر ابوبکر پر جھکے۔
 اور دل بہر کے گالیوں دین اور لالت گونے اور لکڑیاں اس قدر ماریں کہ آپؐ مردہ بچان کی طرح
 بے حس و حرکت زمین پر گر پڑے۔ چہرہ کی رنگت بالکل بدل گئی۔ آپؐ کے عزیز و اقارب آپکو گھر
 اوٹھا لیگئے اور بڑی کوششوں سے ہوش میں لائے اور شربت پلایا کھا کر ادھ کیا لیکن آپؐ اپنے پینے
 سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: "جب تک کہ میں رسولِ خدا کی صورت نہ دیکھ لوں گا ہرگز کچھ نہ کھاؤں گا
 نہ پیوں گا۔" جب بہت رات گزر گئی اور راستے کفار سے خالی ہو گئے تو لوگ چپکے آپکو خدمت نبوی
 میں لے پہنچے آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب صحیح و سالم دیکھ لیا تو انظرما رست فرمایا اور کہا کہ اب میں
 زندون میں پڑا ہوں۔ آنحضرتؐ نے صدیق اکبرؓ کی یہ قیمہ حالت دیکھ کر نہایت تاسف کیا اور تسکین دی
 "سے نبوی میں جب جناب رسول مقبولؐ نے علیؓ روم الاشہاد و دعوت اسلام شروع
 کی اور کلمہ کلمات پرستی اور کفر کی مذمت کرنے لگے تو قریش حضورؐ کے دشمن جانی ہو گئے اور جہالت
 ہو سکا کوئی درجہ انداز سانی کا باقی نہ رہا۔ اس حالت میں بارہا ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ کی حمایت
 میں سخت مصیبتیں برداشت کیں اور سینہ سپر رہے مثلاً بخاری میں عروہ بن زبیر سے روایت ہے
 کہ ایک دن جناب رسول کریمؐ نماز میں مشغول تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آکے ایک موٹی چادر
 حضورؐ کے گلے میں ڈال دی اور زور سے کہنچا۔ جناب ابوبکرؓ نے دوڑ کے آپکو چڑھایا اور فرمایا افسدون
 رجلاً ان يقول ربنا الله وقد جاءكم بالبشائر یعنی کیا تم صرف اس بات پر ایک شخص کو مارے
 ڈالتے ہو کہ وہ خدا کو اپنا پالنے والا بتاتا ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کے پاس سے تمہارے لئے

مخبر سے بھی لیکر آیا ہے۔ کہنے اور سوت ابو بکر کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ لوگوں نے تحقیر سے جواب دیا ہذا بنی قحافہ کججنوں۔، یعنی یہ ابو قحافہ کا بیٹا دیوانہ ہے۔ استیعاب میں اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ ایک دن مشرک خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے رسول اللہ کی خدمت کر رہے تھے کہ حضور بھی وہاں پہنچ گئے۔ اونہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم نے سنا ہے تم ہمارے معبودوں کی خدمت اور تحقیر کرتے ہو کیا یہ بات سچ ہے۔ آپ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہاں بھی بات ہے۔ وہ لوگ یہ سن کر آپ سے لپٹ گئے اور زرد و کوب اور انواع و اقسام کی گستاخیاں کرنے لگے۔ کسی نے دوڑ کے صدیق اکبر کو مطلع کیا۔ آپ بدحواس ہوئے افتان و خیران وہاں پہنچے دیکھا کہ لوگوں نے رسول اللہ کو گھیر رکھا ہے اور اپنی عاقبت بگاڑ نیکو بے ادبیان کر رہے ہیں۔ آپ نے لکار کے کہا ویلکھا تقتلون رجلا از یعقول رب اللہ وقد جلعکم بالبنیات من رجب یہ سن کر کفار نے آنحضرت کو چوڑ دیا اور جناب صدیق اکبر پر پل پڑے اور خوب ہی مارا اسکے بعد جب حضرت ابوبکر اپنے گھر آئے ہیں تو یہ حالت تھی کہ جہان اونکے سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالاجاتا تھا وہیں سے بالوں کی لیٹن مٹی میں آجاتی تھیں۔ مگر جناب صدیق ہی کے چلے جاتے تھے تبارک و تعالیٰ والجلال والاكرام، یعنی اسے رب ذو الجلال والاكرام تو ہی بزرگ و بابرکت ہے۔

نبوت کے پانچویں سال میں کفار مکہ کی سختیوں سے تنگ آکر حضور نے اپنے یار و صحابہ کی ہجرت حبشہ کا حکم کیا۔

اگرچہ صدیق اکبر سے بھی جانیکو کہا گیا مگر آپ نے رسول اللہ کی رفاقت کو ترک کرنا منظور نہ کیا۔ مصیبتیں بکثرت لیکن در اقدس کو بچوڑا۔

دنیا عجیب مکار اور مخزن رنج و محن ہے بغیر رد و بدل اور انقلاب گوناگون کے اسکا پورا

ہرگز نہیں پڑتا۔ حضرت حمزہ و عمرؓ نے کچھ اسلام کی ڈھارس بندھائی تھی کہ نبوت کے دسویں سال میں جناب ابو طالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات نے اس کے دل کو اوتنا ہی داغدار بنا دیا۔ اور رسول اللہ کے دو بڑے غمخوار دنیا سے سدھار گئے۔ کفار مکہ کی عداوت ان دونوں کے اوٹھ جانے سے زیادہ خطرناک ہو گئی۔ ابوبکر صدیق جو ہجرت جشہ سے اب تک پنجون بیٹھے تھے انہیں اور سب صحابہ کرام اور رسول اللہ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔

۱۲۔ نبوی مین آنحضرت صلعم کو معراج ہوئی جسے جمہور اہل اسلام جہانی مانتے ہیں۔ چنانچہ خداوند کریم قرآن مجید کے پندرہویں پارہ میں ارشاد فرماتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَجَ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْقُدُسِ ۚ لَیْلًا قُضِیَ فِیہَا مِائَتُ سَلَامٍ ۚ سُبْحَانَكَ یَا دَیُّمُ ۚ

رات میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک لیگیا۔ گو بہت تھوڑے آدمی معراج کو بطور رویا کے سیر روحانی بتاتے ہیں۔ ابن ہشام سیرۃ ہشامی میں لکھتے ہیں کہ معراج کی صبح کو آنحضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے ابو جہل آیا اور ازراہ تمسخر پوچھنے لگا کہ رات کی کوئی نئی بات سنائے حضور صلعم نے فرمایا کہ میں گذشتہ شب کو بیت المقدس گیا اور وہاں سے ساتون آسمانوں کی سیر کر آیا۔ ابو جہل بولا کیا رات ہی رات میں اپنے اتنا سفر طے کر آیا اور صبح اپنے گھر آن براجے۔ اپنے فرمایا۔ بیشک ایسا ہی ہوا۔ ابو جہل نے یہ سن کر اپنا منہ پیٹ لیا اور قریش کو بلا کے ازراہ تعجب یہ قصہ حضور صلعم ہی کے منہ سے سنوا دیا۔ کسی نے مانا اور کسی نے تکزیب کی اور کوئی تمسخر کی راہ سے تالیان پٹنے لگا اور بے انگشت حیرت درد وہاں ہو کے مہسوت سے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ اور ایمان کے ضعیف لوگ دین سے پھر گئے۔ انہیں سے چند لوگ اوٹھ کے صدیق اکبر کے پاس بھی پہنچے اور اطلاع کی کہ آپؐ کچھ سیر خدا آج بیٹھے ہوئے ایسا ایسا فرما رہے ہیں۔ اپنے جو ابیدیا کہ اگر رسول اللہ نے یوں ہی فرمایا ہے تو بالکل سچ ہے۔ جبکہ میں یہ مانتا ہوں کہ اونکے پاس صبح و شام آسمان سے

خبریں آتی ہیں تو مجھے اسکے ماتنے میں کیا کلام ہو سکتا ہے میرے لئے یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں
مسلمان ہو کے بارہ برس برابر ابو بکر صدیق مکہ ہی میں رسول خدا کے ساتھ رہے۔ اس مدت
میں قبول اسلام اور خدمت مسلمانان کے باعث وہ وہ صعوبات برواشت کیں کہ جنگا ششم ہم اور
بیان کر چکے ہیں مگر تاہیکے آدمی آدمی ہی تو ہے کوئی قولاد کا پتلا نہیں کہ اتنا تک صدمے سے۔

دل ہی تو ہر نہ سنگ و خشت در دوسرے نہ آدمی کیوں

روینکے ہم ہر بار کوئی ہمیں ستاے کیوں

غرض کہ جب کفار کی دشمنی دن و رات سوائی ہونے لگی آزادی نے جواب دیدیا اور
فرائض مذہبی کی بجا آوری میں بھی مشکل نے مقابلہ کیا تو رسول اللہ کا کرب اور اہل اسلام کی جانگاہ
مصیبتیں آپ سے دیکھی نہ گئیں سمجھے کہ دیس چوڑ پر دیس بیکہ اچھی ہوتی ہے وطن چوڑو اور
صحرا و بیابان کی راہ کو کسی گوشہ میں اپنے پرالیوں سے الگ بیٹھ کے یاد خدا کریں گے روز کا چہرہ نکلتا
کب تک دیکھیں بقولیکہ۔

بس گر سنہ خفت کس نہانت کہ کیست

بس جان باب آمد کہ برو کس نہ گریست

پس تیرہویں سال نبوی میں انہوں نے بھی وطن پر فاتحہ شیر ٹری۔ حضرت امام بخاری نے
باب الحجۃ میں روایت کی ہے کہ جناب صدیق اکبر نے بھی حبشہ کی دہن باندہی۔ برک الغصا و
پہونچکے قبیلہ قارہ کا سردار ابن دغنے ملا۔ اوسنے پوچھا۔ ”کمان کے ارادہ میں“۔ صدیق اکبر نے جواب دیا۔
”اب قریش کے ظلم سے نہیں جاتے وطن کو رخصت کر آیا۔ دنیا میں گشت لگا کے آزادی سے
اللہ اللہ کروں گا“ ابن دغنے آپ کی قیاضی اور مہمان نوازی کا عاشق تھا رنجیدہ ہو کر لولا کہ آپ اپنا ارادہ
فتح کر دیں اور میرے ساتھ گمراہ پس چلیں میں آپ کی ضمانت کروں گا۔ ہر چند اپنے پیچھا چوڑا ناچا ہا
مگر وہ نہ مانا اور مکہ میں واپس لے آیا۔ یہاں لاکھ قریش کو سخت ملامت کی چنانچہ ہم اوسکی تقریر
اور نقل کر چکے ہیں نیز قریش نے ابن دغنے کی سفارش قبول کی اور کہا کہ اچھا ابو بکر اپنے گمنے

چپکے دیہی آواز سے نماز اور قرآن پڑھا کرین تاکہ ہمارے بچے اور عورتوں میں گڑبڑ نہ پڑے ان مسلمانوں کی باتوں سے لوگ بہک جاتے ہیں۔ حضرت صدیق نے چند روز اپنے کو ضبط کیا۔ مگر جادو وہی ہے جو سر پہ چڑھے ہوئے صبر نہ ہو سکا اپنے گہرے صحن میں سجدہ ثانی نماز اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کان ابو بکر رجلاً بکاءاً لایملک عینہ اذا قرع القرآن یعنی ابو بکر رقیق القلب اور کثیر البکاء تھے قرآن شروع کرتے ہی بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی۔ یہ حالت دیکھتے قریش کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے اور قرآن سننے حیران ہوتے۔ اب قریش گہراے اور ابن دغنه کے پاس پہنچے۔ اوس نے حضرت صدیق سے جا کے کہا کہ آپ میرے عہد سے پہر گئے میں اب آپکا ذمہ دار نہیں ہوں۔ آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا انی اریۃ الیک جوارک وارضی بجزا اللہ۔ یعنی میں تیری ذمہ داری سے نکلتا ہوں مجھے خدا کی ذمہ داری پسند ہے کیونکہ میں ذکر خدا ترک نہیں کر سکتا۔

۳۔ نبوی میں مکہ کے مصائب اور مدینہ والوں کی دل داری سے آنحضرت صلعم نے مدینہ کو ہجرت کر جانیکا ارادہ کیا اور مہاجرین حبشہ ہی اس خبر کو سنکے مدینہ چلے آئے۔ غرض کہ تمام صحابہ رفتہ رفتہ دس دس پانچ پانچ کر کے چپ چاپ تہ پہلے سے مدینہ پہنچ گئے۔ صرف آنحضرت خداوند کریم کی اجازت کے انتظار میں اور اونکے ساتھ ابو بکر صدیق و علی رضی اللہ عنہما رہ گئے۔ اکثر صدیق اکبر حضور سے ہجرت کی اجازت مانگتے مگر آپ ہی فرما دیتے تھے کہ صبر کرو جلدی کیا ہے شاید الہ جل شانہ رفاقت راہ کے لئے کسی کو تمہارے ساتھ کر دے۔ پھر تو ابو بکر کو امید ہو گئی کہ آنحضرت میرے ہی ہمراہ چلیں گے۔

جب مسلمانوں سے کہہ خالی نظر آنے لگا اور سنا گیا کہ یہ لوگ مدینہ گئے ہیں تو کفار قریش کا بھی ماتھا ٹٹکا اور شبہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمان لوگ اہالیان مدینہ سے ملکے ہم سے بد کہ نہ لیں۔

اسلئے دارندہ مین جمع ہو کے آنحضرت کے قتل کی صلاح کی۔ ادھر رسول خدا کو بھی الامام ہوا کہ تمہارے مارڈالنے کے سامان ہو چکے ہیں اب مدینہ کی راہ لو۔

اس سے مطلع ہو کر آنحضرت دو پہر کو ابو بکر صدیق کے پاس پہنچے اور کہا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ملگئی ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔ ابو بکر نے رسول اللہ کی ہمراہی کی خبر سنکے بڑی خوشی کا اظہار کیا یہاں تک کہ آپکے آنسو نکل پڑے۔ دو اونٹیان اپنے خرچ سے خرید کے عبد اللہ بن ابی قحطہ کو مشرکین عرب میں سے رہنمائی کے لئے اجورہ پر مقرر کیا اور دونوں اونٹیان اسے دیکھ کر کہا کہ آج سے تیسرے دن انہیں چبپا کے غار ثور پر لے آنا خبردار کسی کو اسکی اطلاع نہونے پائے غار ثور مکہ کے جنوب میں پانچ میل تھا۔ یہ مشورہ کر کے آنحضرت جناب صدیق اکبر کے گھر سے واپس آئے۔ رات کو چند نوجوان قریش دارندہ سے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کو چاروں طرف سے گھیر کر اور موقع کے منتظر ہو بیٹھے۔ حضور نے جناب علی مرتضیٰ کو اپنے بستر پر لٹایا اور خود پوشیدہ ابو بکر کے گھر جاداخل ہوئے۔ جناب عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم نے دونوں صاحبوں کیلئے سامان سفر تیار کر رکھا تھا اور زارہ توشہ دان میں رکھ دیا۔ اسماء بنت ابوبکر نے اپنے کمبند کے ٹکڑہ کو توشہ دان کا منہ باندھا۔ آنحضرت و ابو بکر دونوں جبل ثور کے غار میں پہنچ گئے۔

امام محمد الدین رازی تفسیر کبیر کی چوتھی جلد میں فرماتے ہیں کہ جب دونوں صاحب غار ثور کے منبر پر پہنچے تو پہلے ابو بکر امتحاناً غار کے اندر داخل ہوئے۔ آنحضرت نے دریافت کیا کیوں کیا ارادہ ہے۔ صدیق اکبر بوجہ حضور پہاڑوں کے غاروں میں اکثر سانپ بچھو کھڑے مکوڑے اور درندے ہوا کرتے ہیں میں پہلے اس لئے اندر آیا ہوں کہ اس میں کوئی مومئی جانور ہو تو جھیٹک اوسکی گرد نہ رہے آپ بچ جائیں۔ صبح کو جب قاتل ناکام پہرے اور قریش کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صاف نکل گئے تو انہوں نے اشتہار دیا کہ جو کوئی آنحضرت کا سرا لائیگا ہم اوسکو خاطر خواہ

انعام دیگئے۔ اسکے سنتے ہی چاروں طرف سے سوار دوڑ پڑے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے دوایک دفعہ غار ثور پر بھی پہنچے یہاں تک کہ صدیق اکبرؑ نے بھی اپنی آنکھوں سے اونہیں دیکھ لیا اور کہا۔
 لو ان احداہم نظر تحت قدیمیہ لابیضنا فقال ما ظنک یا ابا بکر یا تنہیں۔ اللہ ثالثہما۔
 یعنی اگر انہیں سے کوئی بھی اپنے قدموں کی طرف دیکھ لے گا تو ہمیں پاجائیگا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔
 اے ابو بکر تم دون دو آدمیوں کی نسبت ناحق خون کھاتے ہو جتنے ساتھ تیسرا خدا ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اور ابو بکر صدیقؓ تین رات غار ثور میں پوشیدہ رہے۔
 عبداللہ بن ابی بکرؓ رات بھر آپؐ کے پاس رہتے اور دن نکلنے سے پہلے مکہ میں چلے آتے دن بھر جو صحابہؓ اور مشورے قریش میں ہوتے اور تدبیریں کی جاتیں وہ سب رات کو آپؐ سے جا کے کہہ دیتے۔ عامر بن فہیرہؓ ابو بکرؓ کی بکریاں دن بھر غار ثور ہی کے پاس چرایا کرتے اور رات کو شیردار بکریوں کو غار میں ہانک دیتے آنحضرتؐ اور ابو بکرؓ دو دن کا ودھہ پیا کرتے اور اخیر رات کو عامرؓ کے پھر بکریاں لیلیتے غرض کہ تین رات یہی ہوتا رہا۔

اتنے عرصہ میں قریش کی تلاش کچھ ٹھنڈی پڑی تو تیسرے روز عبداللہ بن ارقط نے اونٹنیوں لاکر در غار پر حاضر کیں۔ ایک پر آنحضرتؐ اور صدیق اکبرؓ اور دوسری پر عبداللہ اور عامر سوار ہوئے اور بسم اللہ لکھ کر مدینہ کا رخ کیا۔ اثنائے راہ میں جو ملتا ابو بکرؓ سے پوچھتا کہ تمہارے آگے کون صاحب سوار ہیں۔ صدیق اکبرؓ فرماتے کہ یہ میرا رہنما ہے۔ لوگ اس سے سفر کا راستہ بتاتے تو الاسحہ جاتے تھے مگر حضرت صدیقؓ کی یہ مراد ہوتی تھی کہ یہ میرے دین و ایمان کے ہادی و رہنما ہیں۔ غرض کہ مدینہ پہنچ گئے۔ چنانچہ خدا کے ذوالجلال والا کرام سورہ توبہ پارہ دس میں فرماتا
 الا تفرحون فقد نصر الله اذ اخرجہ الذین کفرنا منہم انتہیں۔ اذ ہما فی الغار اذ
 یقول لصاحبه لا تحزن ان الله معنا۔ یعنی اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو کیا پرواہ ہے۔

خدا اونکی مدد و وسعت کر چکا ہے جبکہ کافروں نے اونہیں مکہ سے نکال دیا تھا تو پیچیدہ اور ایک اور آدمی اونکے ساتھ غار میں تھے وہاں پیچیدہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ فکر کیوں کرتے ہو یا شک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ گو اس آیت میں صدیق اکبر کا نام نہیں ہے مگر اس میں بھی کسی کو جیسے کلام نہیں کہ یہ رفیق فی الغار البو بکر ہی تھے۔ جناب امام موصوف فرماتے ہیں کہ یہ ہجرت خدا سے تعالے کے حکم سے ہوئی تھی اور قبل اس کے بہت سے غلامین حضور نبوی میں حاضر تھے اور سلسلہ نسب میں بھی وہ یہ نسبت البو بکر کے آنحضرت صلعم سے زیادہ قربت رکھتے تھے اگر ہجرت میں خدا نہ فرمادیتا کہ ابو بکر کو اپنے ساتھ لیجاؤ تو ایسے خطرناک وقت میں آپ اونہیں ہرگز اپنے ہمراہ نہ لیجاتے اور عزیز و قریب آپکے تھے اونہیں سے کسی کو شریک راہ کرتے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا و رسول اونکو سچا اور لکا ایمان دار یقین کرتے تھے۔ اور اسی لئے اللہ تعالے نے اپنے کلام پاک میں صدیق اکبر کو رسول مکرم کا مصاحب اور رفیق بیان کیا ہے اور ان اللہ معنا سے جو معیت اور حفاظت اور نصرت اور نگہبانی اور اعانت سمجھی جاتی ہے اونہیں رسول مقبول نے اپنے ساتھ ابو بکر کو بھی شامل کر لیا ہے۔ فرقان حمید سورہ شعراء پارہ ۱۹ میں حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے فلما نزلنا السماء الجمع قال اصحبوا انما لکم کون۔ تال کلان معہ ربی سیحید۔ یعنی جیب موسیٰ اور نبی اسرائیل کا پیچا فرعون بادشاہ مصر نے کیا اور جب دونوں جماعتیں باہم ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ دشمنوں نے ہمیں آن لیا۔ حضرت موسیٰ بولے۔ ہرگز نہیں میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ ابھی ابھی مجھے غلصی دلیگا۔ دیکھو یہاں جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ”کلا“ کے لفظ سے مخاطب کیا ہے جو زیر و بیخ کا کلمہ ہے۔ اور آنحضرت نے اپنے رفیق ابو بکر صدیق کو ”لا تحزن“ کے لفظ سے مخاطب کیا جو پیرا و تسلی کا کلمہ ہے جناب موسیٰ نے ان معی سبے میں معیت

خدا کو صحت اپنی ہی ساتھ مخصوص رکھا اور ان اللہ معنایں معیت الہی آنحضرت اور ابوبکر صدیق دونوں کیلئے ہے۔ لہذا ان دونوں آیتوں سے جس طرح آنحضرت کی تفصیلات جناب موسیٰ پر پائی جاتی ہے۔ اسی طرح ابوبکر صدیق کا مرتبہ اصحاب موسیٰ سے بڑا ہوا معلوم ہوتا ہے

مدینہ پہونچنے سے استقبال رسول معظم تک کا ذکر

پہلی یاد دوسری یا بارہویں یا تیرہویں ربیع الاول ۱۱ھ ہجری روزِ روزِ شنبہ کو جناب صدیق اکبر اور حضرت فحتمی باب صلعم مدینہ منورہ پہونچے۔ بہت سے لوگ مدینہ کے استقبال کر کے دونوں صاحبزوں کو بڑی عزت کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ آنحضرت نے محلہ قبا میں اور صدیق اکبر نے محلہ نخع میں قیام فرمایا خنصب بن یساف یا خارجه بن زید ابوبکر کے مہماندار بنے۔

جناب امام بخاری باب الحجۃ میں فرماتے ہیں کہ مدینہ پہونچکے جناب رسول صلعم خاموش ایک درخت کے تلے بیٹھ گئے اور صدیق اکبر لوگوں سے گفتگو کر نیکے لئے کھڑے رہے جس نے رسول اللہ کو پہلے نہیں دیکھا تھا وہ جناب صدیق کے پاس آکے ٹھہر جاتا اور آپ ہی کو رسول اللہ سمجھتا۔ اتنے میں حضور صلعم پر دہوپ آگئی ابوبکر صدیق نے اپنی چادر آپ کے اوپر تان دی اور وقت لوگ سمجھے کہ رسول اللہ یہ ہیں۔

ابن خلدون نے لکھا ہے کہ جب عبد اللہ بن الریقہ مکہ میں واپس آگئے تو عبد اللہ بن ابوبکر اور حضرت عائشہ صدیقہ اور اونکی والدہ ماجدہ ام رومان مدینہ چل دیں جب یہ تینوں وہاں پہونچ گئے تو ابوبکر صدیق نے محلہ نخع میں بالمستقل سکونت اختیار کر لی۔

ابن جریر عسقلانی نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ مدینہ اگر صدیق اکبر کے پاس ۴۰ ہزار درہم میں سے ۵۰ ہزار باقی رہ گئے تھے اور انہیں آپ مسکین مسلمانوں کی امداد میں خرچ کرینگے۔ اصحاب صفہ کے کھانا پلانا انہیں انہوں نے بڑی کوشش کی چنانچہ بخاری نے باب علامات النبوة میں اور مسلم نے

باب الطعام میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہیں کہ اسی زمانہ میں رسول صلعم نے مسجد نبوی میں ٹھیکے

۵۴ یا ۵۵ مہاجرین اور ۵۴ یا ۵۵۔ انصاریں بہائی چارہ کرادیا۔ اسمین ابو بکر صدیق اور خاریجہ بن زید
انصاری بہائی بہائی قرار دئے گئے۔ علاوہ برین ایک اور بہائی چارہ صرف مہاجرین میں قائم کیا گیا تھا
جسمین انصار شامل نہ تھے۔ اس اخوت میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق بہائی بنائے گئے تھے۔
ترندی میں روایت ہے کہ اس بہائی چارہ کی وقت آنحضرت نے علی رضی سے فرمایا تھا انت
انحی فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی دنیا اور آخرت میں تم میرے بہائی ہو۔

حضرت اسمعیل ابو الفدا نے تاریخ المتحصر فی اخبار البشر میں روایت کی ہے کہ زمانہ ہجرت
سے تاریخ وفات تک جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ۱۹ یا ۲۰ یا ۲۱ لڑائیوں کا کفار سے لڑنی
پڑیں مگر ان میں سے صرف بدر۔ احد بنہدق۔ مصطلق۔ قریظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ طائف میں
سخت جدال و قتال کی نوبت پہنچی تھی۔ جنگ تبوک سب میں پھیلی ہے۔ جنگ بدر نے تو
اسلام کو کفار پر غالب کر دیا اور فتح مکہ نے مسلمانوں کا عرب و داب سارے ملک عرب پر چھادیا
ان لڑائیوں کی وجہ ملک گیر کی ہو سکتی تھی نہ تشہیر کے زور سے مذہب کی اشاعت منظور تھی
بلکہ اپنی حفاظت اور امن قائم رکھنا مقصود تھا۔

۲۔ ہجری میں مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی صفر کے قریب مسلمانوں اور قریش مکہ
سے چشمہ بدر پر لڑائی ہوئی۔ مقام جنگ سے سمندر کے کنارہ تک رات بے کا راستہ تھا۔ اس
خطرناک جنگ میں ابو بکر صدیق کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے سے
لکڑی کا ایک عریض یعنی ساہبان رسول خدا کی نشست کے لئے جو بنایا گیا تھا اوسمیں سوا
ابو بکر صدیق کے اور کوئی صحابی نہیں آجاسکتا تھا۔ اس لڑائی میں ۷۰ کافر قتل اور اتنے ہی قیدی

گزارہا ہو کے آئے۔ قیدیوں کے باب میں آنحضرت نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہی سے مشورہ کیا۔ ابوبکر نے فدیہ لیکر چھوڑ دینے اور حضرت عمر نے مار ڈالنے کی رائے دی۔ رسول خدا نے دونوں کی رائے قابل وقعت سمجھیں اور فرمایا کہ ابوبکر شل ابراہیم اور عیسیٰ علیہما السلام کے ہیں اور عمر نوح اور موسیٰ علیہما السلام کے مانند ہیں۔ چونکہ قیدیوں کے باب میں اکثر مسلمان ابوبکر صدیق کی رائے سے متفق تھے اسلئے مشورہ صدیقی ہی پر عمل کیا گیا۔

ہجرت کے تیسرے سال مدینہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر جنگ احد ہوئی۔ ابتدا میں جناب حیدر کرار شیر پروردگار کی شجاعت نے فتح کی صورت صاف نمایاں کر دی قریب تھا کہ کفار دم دبا کے بہا لیں مگر تیر اندازوں کی بے اعتدالی نے پہاڑ کی گمائی کو کفار کی دست درازی کے لئے بے حفاظت جو چوڑیا تو لشکر اسلام کو بہت مسرت پہنچی اور لڑائی کی ہوا کا رخ بد لگیا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ اس پہل چل میں رسول اللہ صلیم کے پاس صرف سات انصار اور دو پیش رہ گئے تھے اور باقی سب صحابہ ادھر ادھر ہو گئے اور رسول منظم زخمی ہو کے ایک غار میں گر پڑے جب اسکی خبر صحابہ کو ملی تو شل پروانہ کے حضور صلعم کی طرف دوڑ پڑے خصوصاً ابوبکر صدیق بیتابانہ لب غار پر گر پڑے تھے اور حضور کے نکالنے کی کوشش میں مصروف تھے چنانچہ ابن ہشام لکھتے ہیں، فلما عرفوا المسلمون رسول الله نهضوا به ونهض معهم نحو الشعب جعده

ابوبکر الصديق وعمر ابن الخطاب و علي ابن ابي طالب و طلحة بن عبيد الله والزبير بن العوام والحاذب الصمى و هطم المسلمين يعني جب مسلمانوں نے رسول اللہ کو پہچانا تو حضور کو اٹھایا اور آپ اوتارے ساتھ درہ کوہ کی طرف روانہ ہوئے اور وقت ابوبکر صدیق عمر فاروق علی بن ابی طالب طلحہ بن عبید اللہ زبیر بن العوام حارث بن الصمہ اور ایک گروہ مسلمانوں کا آپ کے ساتھ تھا۔ لڑائی ہو چکی اور لشکر اسلام مدینہ چلا آیا مگر کفار نے پھر واپس ہونیکا اور مسلمانوں پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا اسلئے

آنحضرتؐ نے اونکے تعاقب کرنیکا حکم دیا۔ امام بخاری باب المغازی میں تحریر فرماتے ہیں کہ
۱۔ مسلمان جنہیں صدیق اکبرؓ ہی شامل تھے اولئکاتعاقب کرنیکو گئے۔

غزوہ خندق یعنی جنگ احزاب شہہ ہجری میں ہوئی۔ اس لڑائی میں فوج کا ایک دستہ
ابوبکر صدیقؓ کے ماتحت تھا جس سے اونہوں نے خندق کے ایک سمت کی حفاظت بہت اچھی
کی چنانچہ اونکی یادگار میں ایک مسجد وہاں اب تک بنی ہوئی ہے۔

اوسی شہہ ہجری میں ایک لڑائی بنی مصطلق سے اور دوسری بنی قریظہ سے ہوئی۔ اکثر
مؤرخ کہتے ہیں کہ غزوہ بنی مصطلق جنگ خندق سے قبل ہوا تھا۔

صلح حدیبیہ ۲ شہہ ہجری میں ہوئی۔ حدیبیہ ایک گائون مکہ سے ایک پڑاؤ کے فاصلہ پر ہے

آنحضرتؐ نے ۱۴ سو صحابی کے ساتھ حج کا ارادہ کیا تھا جب حدیبیہ میں پہنچے تو قریش مزاحم ہو
اور عروہ بن مسعود کو تفتیش حالات کے لئے بھیجا اوس نے آ کے رسول خداؐ سے سخت کلامی کی
اور کہا کہ تم نے ادبائشان عرب کو اپنے ساتھ لیلیا ہے۔ اور اونہیں اپنے کنبہ کی بربادی کیلئے

یمان لائے ہو مگر وہ بھی قریش میں اپنے بال بچپن سمیت چیتوں کی کمالین پہنکے اس ارادہ سے
نکلے ہیں کہ چاہے جانیں جاتی رہیں مگر تم لوگوں کو مکہ میں قدم نہ رکھنے دینگے۔ اور خدا کی قسم کہا کے
کتا ہوں کہ یہ بد معاش کل ہی تمہارا ساتھ چوڑے چنپٹ بیٹینگے وہ کی یہ تقریر گستاخانہ سنکے
ابوبکر صدیقؓ سے نہ رہا گیا اور غصہ سے بولے اَمْعَصُ بَطْنُ اللَّاتِ اِغْنِیْکُمْ شِفْعُ جُہْرَہٗ۔

لات کا بطن چوس ہم ایسے لوگ نہیں جو رسول اللہؐ کا ساتھ چوڑوین۔ اگرچہ صدیق اکبرؓ کا یہ جواب
خیالات والوں کو خلالت تہذیب معلوم ہو مگر یہ ایک بہت بڑے تجربہ کار اور بنفش شناس کے
الفاظ ہیں جنہوں نے ایک طرف تو عروہ اور کفار قریش کو کپکپا دیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے
جوش کو بڑھایا اور باہم صلح کرا دی۔ اس صلح سے پہلے ایک صورت ایسی ہو گئی تھی کہ جس سے

اڑائی اٹل معلوم ہوتی تھی اسلئے اپنے کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھ کے استقلال اور ثابت قدمی اور عہد پر مضبوط رہنے کیلئے بیعت لی جسے بیعت الرضوان کہتے ہیں۔ ابوبکر صدیق بھی اس بیعت میں شامل تھے۔ سورہ فتح پارہ ۲۶ میں اللہ تعالیٰ نے اس بیعت میں شامل ہونے والوں کی تعریف یوں کی ہے لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَايَعُوا لَاحْتِ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا مِمَّا رَأَوْا وَعَدْتُمْ اے پیغمبر جب مسلمان کیکر کے درخت کے تلے تمہارے ساتھ اڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے: راہ دیکھ کے مسلمانوں سے بہت خوش ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ ان مسلمانوں کو دلی عقیدت ہے انکو اطمینان قلب دیا اور اویس کے بدلے میں ہر دست انکو فتح دی غزوہ خیبر ۳۰ ہجری میں ہوا۔ خیبر مدینہ سے آٹھ منزل شام کی جانب ہے۔ اسمین ابوبکر صدیق بھی ایک دن فوج لیکر لڑنیکو گئے تھے اور بہت کوشش سے لڑے مگر فتح نہ ہوئی۔ علی رضی عنہ نے فتح حاصل کی۔

۳۰ ہجری میں مکہ فتح ہوا۔ دس ہزار آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے اور دیکھا کہ عورتیں اپنے دوپٹوں سے گھوڑوں کے منہ کا گرد وغبار پاک کر رہی ہیں۔ آپ نے ابوبکر صدیق کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ حسان بن ثابت نے اس موقع پر جو اشعار کہے ہیں پڑھ لے سناؤ۔ چنانچہ ابوبکر نے یہ شعر سنا۔

تَتَبَّعْنَا نَنْفَعُ غَايَتَهَا كَدَاءُ	شَكَلْتُ بَيْتِي أَنْ لَمْ تَسْوَوْهَا
عَلَى الْكَافِهَا الْأَسْلُ الْإِظْمَاءُ	يُبَارِيَنِ الْأَعْنَةُ مُصْعِدَاتِ
تَلَطَّطُهَا بِالْخَيْرِ الْإِنْسَاءُ	تَطْلُ جِيَادُنَا مَتَمَطِّراتِ

یسری سواریاں ہلاک ہوں اگر تم انکو وادی کد، کی انتہا پر غبار اڑاتے نہ دیکھو اور ساندنیان یا گین اوڑھنا سے ہوئے اور زور کرتی ہوئی اوپر چڑھیں گی اونکے کندہ ہوں پر خون کے پیا سے برچھے

دھرے ہونگے۔ ہمدے گھوڑے باہم سبقت کرتے ہوئے آگے بڑھینگے اور عورتیں اپنے دوپٹوں سے اونکے منہ پونچھ رہی ہونگی۔ یہ اشعار سنکر آنحضرت نے حکم دیا کہ ہم وہیں سے مکہ میں داخل ہونگے جہاں سے حسان نے بیان کیا ہے۔

ابن ہشام فرماتے ہیں ”و جب جناب رسالتا صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لائے تو صدیق اکبر اپنے والد بزرگوار رضی اللہ عنہ کی لکڑی پکڑے ہوئے خدمت اقدس نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہیں انہیں اس پیری وضعف میں اتنی دور آئیگی کیونکہ تکلیف دی مجھے اس کے پاس کیونکہ طلب نہیں کر لیا۔ ابو بکر نے التماس کی کہ حضور انہیں کا یہاں آنا اولیٰ تر تھا۔ یہ سنکے حضور نہایت مخطوط ہوئے اور محبت سے البتہ کہ وہ اپنے روبرو بٹھا کے اونکے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ پیرا اور وہ صدق دل سے مسلمان ہوئے۔

مکہ فتح ہونیکے بعد غزوہ حنین ہوا۔ وادی حنین کہ اور طائف کے درمیان ہے۔ اس طائفی میں ۱۲ ہزار مسلمانوں کے مقابل صرف ۳ ہزار کفار تھے مگر قدرت خدا کہ پہلے ہی حملہ میں مسلمان بہا گئے اور بڑی نازک حالت ہو گئی۔ ابو بکر صدیق اوچند صحابہ آنحضرت کے ساتھ ثبات قدم رہ گئے تھے باقی سب بہا گئے۔

جنگ مذکورہ بالا کے بعد غزوہ طائف وقوع میں آیا اگرچہ ابو بکر صدیق اس میں شامل تھے مگر کوئی خاص بات ہمارے ہمارے ہاں کی بابت نہیں کہنا ہے۔

شام اور وادی القراء کے درمیان قصبہ تبوک ہے۔ یہ قصبہ آنحضرت کے زمانہ میں ہر قل شاہ روم کے زیر حکومت تھا۔ ابو بکر صدیق غزوہ تبوک میں حضور نبوی کے علم بردار تھے تہذیبی نے روایت کی ہے کہ اس غزوہ میں صدیق اکبر نے اپنا کل مال شکر اسلام میں صرف کر دیا۔ رسول اللہ کی نذر کر دیا۔ عمر فاروق نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں نیکی میں ہرگز صدیق پر

غالب نہیں آسکتا۔

۹۔ ہجری میں آنحضرت صلعم نے حج کا قصد کیا مگر زمانہ جاہلیت کی رسم کے موافق کفار عرب ننگے مادر زاد ہو کے طواف کعبہ کیا کرتے تھے۔ لہذا آپ نے ان کے ساتھ حج کرنا کو معیوب سمجھا اور ابو بکر کو امیر الحاج مقرر فرما کے اپنی طرف سے بیس اونٹ قربانی کے ان کے ساتھ کر دئے۔ صدیق اکبر تین سو آدمی اور پانچ اونٹ قربانی کے لئے اپنے لیکر روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے ہیں تو علی مرتضیٰ اون سے آئے۔ انہیں سورہ توبہ کی چند آیات کا اعلان کر نیکی لئے آنحضرت نے مکہ بھیجا تھا۔ ابو بکر حضور نبوی میں واپس آئے اور دریافت کیا یا رسول اللہ کیا میری نسبت کوئی نیا حکم خدا کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ نہیں یہ دیہوت کا تمہین کیون ہوا تم بدستور امیر الحاج ہو۔ علی کو میں نے صرف اس لئے بھیجا ہے کہ احکام تازہ یا تو میں پہنچا سکتا ہوں یا میرا کوئی اور بہت قریبی رشتہ دار۔ تم غار ثور میں میرے رفیق تھے اور حوض کوثر پر میرے ساتھ ہو گے یہ فضیلت تمہین سب سے بڑھ کے حاصل ہے تم کسی بات کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ پس صدیق اکبر خوشی بخوشی حج کو روانہ ہوئے اور مکہ میں امیر الحاج بنے سب کو حج کرایا کفار نے اپنی اسی رسم جاہلیت کے موافق حج کیا۔ یہاں پر علی مرتضیٰ کی روانگی سے صدیق اکبر کی مغزولی سمجھ لینا بڑی غلطی کی بات ہے کیونکہ امارت حج اور احکام تازہ الہی کا لوگوں کو پہنچانا دو صریح الگ الگ کام ہیں ایک کا انصرام ابو بکر نے کیا اور دوسرے علی مرتضیٰ بجالاے۔ رسول خدا کا حکم اسمین کسی کو کیا دخل ہے۔

بے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید | کہ سالک پیغمبر نبود ذراہ در رسم مترلسا

دسویں سال ہجرت میں حضرت سرور کائنات علیہ التیمۃ والصلوٰۃ نے آخری حج کیا اسی لئے اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس سفر میں حضرت صدیق اکبر سایہ کی طرح ہر وقت

اور ہر موقع اور سب مقامات پر رسول اللہ کے ساتھ رہے اور جو نصیحتیں اور وعظ وہ ان لوگوں کو اپنے فرماے انہیں توجہ کے ساتھ اپنے سنا۔ کہ کریمہ الکلمت لکھ دینا کہ واقعت علیکم نعمتی سنکے اور کما اصل مطلب یعنی رحلت نبوی آپ ہی سمجھ کے خوب روئے۔ حجۃ الوداع میں رسول مقبول صلعم اور صدیق اکبر کی سواری اور زاد راہ اور سامان سفر ایک ہی جگہ ملا جلا تھا۔

گیارہویں سال ہجری میں رسول صلعم بیمار ہوئے۔ زمانہ مرض میں امامت نماز کا حکم ابوبکر کو ہوا جبکی روایتیں بخاری۔ مؤطا۔ نسائی ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ نے بہت صاف صاف لکھی ہیں چنانچہ بخاری باب الامامت کی ایک حدیث ابوموسیٰ سے یوں ہے مرض النبی فاستدبرہ فقال مُرَّ ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشة انه رجل رقیق "اذا قام مقامک لم یستطع ان یصل بالناس قال مُرّی ابا بکر فلیصل بالناس فعادت فقال مُرّی ابا بکر فلیصل فان کن صواحب یوسف فاناه الرسول فصلی بالناس فی حیات النبی" یعنی جب رسول اللہ علیل ہوئے اور مرض نے شدت پکڑی تو حکم دیا کہ ابوبکر سے کہد وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ نے یہ سنکے عرض کی کہ حضور میرے والد ماجد رقیق القلب ہیں آپکی جگہ کبھی ہووے کہ نماز پڑھا سکیں گے ارشاد ہوا کہ نہیں ابوبکر سے نماز پڑھائیگو کہد و جناب صدیقہ نے پھر وہی بات کہی رسول اللہ نے سہ کر رہی حکم دیا اور فرمایا کہ تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بیٹھتے والیاں ہو۔ پھر ابوبکر کو بلایا اور انہوں نے آپکی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اب آفتاب عالم تاب رسالت غروب ہو گیا اور جناب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے چنانچہ یہ سب حال بالتفصیل حصہ اول میں لکھا جا چکا ہے۔ یہاں مجملہ موقع کے مناسب سمجھ کر لکھ دیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر کے بعض دیگر فضائل

بخاری نے ابی الدرداء سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ میں حضور نبوی میں

حاضر تھا۔ اتفاقاً ابو بکر صدیق اپنے کرتے کا دامن زانو تک اوٹھاے ہوئے آئے۔ آنحضرت نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا کہ آج کیا کسی سے لڑ کر آتے ہو۔ جناب صدیق نے عرض کی کہ آج مجھ میں اور فاروق میں لڑائی ہو گئی ہے مگر حق یہ ہے کہ زیادتی میری ہی تھی۔ میں اپنی خطا پر نادم ہو کے قصود معاف کرانے اور گھر بھی گیا مگر عمر نے مجھے معاف نہ کیا بلکہ اچھی طرح میری بات بھی نہ سنی۔ بہنو میرا کلام ناتمام تھا کہ اونہون نے اپنے گھر کے کوڑا بند کر لئے اور اوٹے پائون گھر میں چلے گئے لاچار ہو کر حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ اللہ میرا قصور عمر سے معاف کرادیجئے۔ حضرت نے یہ سن کر تین بار فرمایا یا فضل اللہ لك یا ابا بکر اتنے میں جناب فاروق اعظم بھی نادم و خجل ہو کے دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور جناب صدیق کو پہلے سے وہاں بیٹھا دیکھ کر ان کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا جسے دیکھ کے حضرت صدیق ڈر گئے۔

عمر فاروق نے دو دفعہ عرض کی یا رسول اللہ واللہ انا اظلم یعنی اے رسول اللہ خدا کی قسم میں نے ہی ان پر ظلم کیا ہے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت عمر رسول اللہ کے سامنے جا کے بیٹھ گئے تو حضور نے اونکی جانب سے اپنا منہ پھیر لیا۔ جناب فاروق اوٹکے پہر آپکے روبرو جا بیٹھے اپنے پر منہ موڑ لیا۔ اس وقت جناب فاروق نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضور مجھ سے آزدہ ہیں اب میری زندگی کا ٹھکانا نہیں میں ایسے جینے پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔ آنحضرت بولے کہ عمر آج تجھ سے ایک بڑی خطا سرزد ہوئی یعنی ابو بکر تیرے دروازہ پر غدر خواہ بنکے گیا لیکن تو نے اوسکی ایک نہ سنی اور گھر کے کوڑا بند کر لئے۔ میں اپنے اوس پر در دگار عز و جل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس نے مجھے تمہارا پیغمبر بنا کے بھیجا ہے کہ تم سب پہلے میری تکذیب کرتے تھے اور بعد میں ایمان لاے ہو مگر ابو بکر نے میری صورت دیکھتے ہی تصدیق کی۔ علاوہ تصدیق کے جان و مال سے بھی میری خدمت میں حاضر ہے اور ہمیشہ

خیخواد اور میرا شیر رہا مگر تم لوگوں سے میری اتنی خاطر نہیں ہو سکتی کہ میرے نگہدار کی ایذا رسانی کا خیال اپنے دل میں نہ لاؤ۔ ابی الدرداء کہتے ہیں کہ اوس دن سے کسی کی کیا مجال تھی جو صدیق اکبر کو کسی طرح کی تکلیف پہنچا سکے۔

منجملہ اہل حدیثوں کے جو جامع ترمذی میں حضرت صدیق اکبر کی فضیلت کے باب میں وارد ہیں ایک یہ ہے کہ جناب عمر فرماتے ہیں ”رسول اللہ کی نظر انور میں ابوبکر سب صحابہ سے زیادہ مہرور تر و دوست تر تھے“ مسند ابی دروین ابن عمر سے روایت ہے ”سب صحابہ زمانہ حیات رسول اللہ میں ابوبکر کو افضل ترین صحابہ کہا کرتے تھے بعد ان کے عمرؓ پر عثمانؓ پر علیؓ کو“۔ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ صحابہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ صحیح مسلم میں محمد حنیفہ ابن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت علیؓ سے پوچھا کہ پیغمبر کے بعد سب آدمیوں میں کس کو شرف و فضیلت حاصل ہے جوابدہ ابوبکر کو۔ میں نے پوچھا او نگے بعد کون ہے فرمایا عمر۔ محمد حنیفہ کہتے ہیں یہ جواب سکر میں ڈرا کہ کہیں والد زنگوار اب عثمان کا نام نہ لیں اسلئے یہ سوال کیا کہ عمر کے بعد تو آپ ہیں۔ جناب مرتضیٰ نے جواب دیا۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ ایک اور مسلمان ہے۔

کتاب فضل الخطاب اور روضۃ الاجاب میں ہے کہ لوگوں نے جناب علی مرتضیٰ سے پوچھا کہ بعد رسول اللہ کے فاضل ترین کون ہے۔ فرمایا۔ ابوبکر۔ پھر پوچھا کیا کہ او نگے بعد۔ جواب دیا کہ عمر۔ پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ عمر کے بعد کون ہے تو کہا اللہ اعلم بالثالث یعنی تیسرے کا علم خدا کو ہے۔ مزید برآں ایک اور دلیل قوی اس بات کی موجود ہے کہ جناب امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر و عمر کو اپنے سے افضل و اشرف سمجھتے تھے۔ شرح اسکی یہ ہے کہ لوگوں نے جناب امیر سے کہا آپ آنحضرت سے فاطمہ کی

خواستگاری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جب رسول اللہ نے ابوبکر و عمر کی درخواست رد کر دی تو میں کس شمار و قطار میں ہوں۔

مفسرین قرآن مجید نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ آیت وسیع بنیہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی وما للاحد عنده من نعمۃ تجزى الابتغاء وجہ ربہ الا علیؑ۔ یعنی اور قریب ہے کہ ایسے پر نبی کا خدا ترس کو جو اتقائین سب سے بڑا ہوا ہے اور تو جو غیر خدا اور آلائش تعلقات دنیا سے پاک ہو نیچے لئے اپنا مال دیتا ہے اور اوسکی یہ سخاوت اور عطا محض خوشنودی اور رضا سے خدا کی واسطے ہے ہم آتش دوزخ سے بچا لینے کے اور قریب ہے کہ وہ اپنے مالک کو راضی اور خوش کرے۔ سخاوت صدیقی کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔

باوجود ان اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے جناب صدیق اکبر شجاعت میں بھی اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ جناب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ شہر خدا نہایت شجاع اور بہادر مشہور ہیں وہ خود ایک کلا جمع اصحاب میں نمبر پر جا کھڑے ہوئے اور باواز بلند فرمایا۔ لوگو بتاؤ کہ اصحاب رسول میں سے زیادہ بہادر کون ہے۔ سب بالاتفاق بول اٹھے کہ یا امیر آپ۔ فرمایا۔ نہیں نہیں ابوبکر ہم سے زیادہ بہادر ہیں۔ بدر کے دن مسلمان نہایت ضعیف تھے اور کفار قوی۔ آنحضرت نے یہ دعا کی کہ یا اکتی مجھے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو پاس بیٹھکے میری حفاظت کرے اور اگر کفار مجھ پر حملہ آور ہوں تو او میں دفعہ کر سکے۔ جناب صدیق نے گذارش کی یا رسول برحق میں خوشی سے اس خدمت کو بجا لاؤں گا۔ یہ کہنے شمشیر ابدار اپنے نیام سے باہر نکال لی اور خیمہ نبوی کے گرد پھرنے لگے کفار ناہنجار نے چند حملے بھی کئے تاکہ رسول معظم کو مہرقت پہنچائیں مگر صدیق اکبر کے سامنے نہ آ سکے اور بے تحاشا لو کہم بہا گے۔

روایت ہے کہ جناب صدیق اکبر کو ایک دن کہیں ایک چڑیا نظر آگئی جو کسی درخت پر بیٹھی ہوئی تھی

فرمایا۔ اے چڑیا تجھے خوشخبری ہو تو اوڑتی ہے اور جس پٹیر پر جاہتی ہے بیٹھ جاتی ہے اور جہان سے چاہتی ہے پہل کھا لیتی ہے اور دانہ چگتی ہے نہ تیرے لئے حساب ہی نہ عذاب کا شکے میں بھی تیرے مثل ہوتا۔ والدین یہ نسبت اپنی اس حالت کے درخت ہوتا پسند کرتا ہوں کہ میں کسی رہگذر پر لگا ہوتا اور کوئی اونٹ اُکے مجھے چبا جاتا مگر آدمی نہوتا تو اچھا تھا غرض کہ خوف خدا آپ پر ایسا غالب تھا کہ منہ سے بھنے ہوئے جلگہ کی بو آتی تھی۔ کہانا کھانے کے بعد اگر کوئی شبہ پیدا ہوتا تو تھے کر کے اوس کھانے کو نکال دیتے اور استغفار کرتے تھے۔ حکم چلانے اور سوال کرنے سے یہاں تک نفرت تھی کہ چاہے کتنے ہی آدمی ہمراہ ہوتے اور اونٹ کی مہار سواری کی حالت میں آپ کے ہاتھ سے گر جاتی تو اوڑ کر کے خود اوڑھتا تھے تھے تاکہ کسی سے سوال یا کسی پر حکومت نہ کرنی پڑے۔

جناب امام محمد باقر بن زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا کہ میں نے خطبہ میں آپ کو یہ دعا کرتے سنا ہے اللہم اصلحنا بما اصلحت بہ الخلفاء الراشدين فمن ہم یعنی یا اللہ ہم کو ویسا ہی درست کر دے جیسا کہ تو نے خلفائے راشدین کو درست کر دیا تھا پس یا حضرت یہ خلفائے راشدین کون کون سے لوگ ہیں آپ کی آنکھیں یہ سن کر ڈبڈبائیں اور رونیکہ ضبط کر کے فرمایا ہما جیبای ابو بکر و عمر اما ما الہدیٰ و شیخ الاسلام و رجلا قریش و المقدیٰ ہما بعد رسول اللہ من اقتدی بہما عنہ ومن اتبع آثارہما ہدیٰ الی صراط المستقیم و من ساء بہما فمؤخر بن اللہ و جز اللہ ہمہ المفحون یعنی وہ دونوں میرے محبوب البوکر و عمر ہیں۔ دونوں امام ہدیٰ۔ دونوں شیخ الاسلام۔ دونوں قریش تھے۔ وہ ایسے ہیں کہ بعد رسول خدا ان کی اقتداء کی جائے جو ان کے نقش قدم پر چلاؤں سنے راہ راست پائی اور جنے ان کا سہارا یا کراڑا وہ اللہ والوں میں سے ہے اور اللہ والے بیشک نجات پائیں گے۔

روایت ہے کہ جناب شیر خدا سے کہا گیا کہ لوگ ابو بکر اور عمر کو برا کہتے ہیں اگر آپ وہ امور نہ چھپاتے جنہیں وہ بیان کرتے ہیں تو لوگوں کو ایسا کہنے کی جرات نہوتی۔ جناب علی مرتضیٰ نے فوراً اوس کہنے والے کا ہاتھ پکڑ لیا اور اوسے مسجد میں گسیٹ لائے۔ پہر حکم دیا کہ لوگ جمع ہوں اور خود منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی سفید نورانی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ اوسوقت اشکون کی جھری ریش مبارک پر لگ رہی تھی اور آپ منتظر تھے کہ لوگ فراہم ہوں جب آدمی جمع ہو گئے تو آپ نے ایک خطبہ طیفہ پڑھا جسکا مضمون یہ تھا کہ افسوس ہے اوس قوم پر جو رسول خدا کے دو بھائیوں کو برائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ اور ایک روایت میں یوں فرمایا تھا کہ افسوس ہے اوس قوم کے حال پر جو رسول اللہ کے دو مصاحب اور قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے ماباپ کو برا کہتے ہیں۔ میں ایسی باتوں سے بالکل ناراض ہوں۔ ایسے شخص پر عذاب ہوگا۔ اون دونوں حضرات نے رسول اللہ کی صحبت اختیار کی تھی۔ کوشش اور وفاداری سے امر نئی کرتے اور فیصلے دیتے اور ستر کرتے تھے۔ رسول اللہ انکی رائے کے برابر کیسی رائے کو نہیں سمجھتے تھے اور جتنی محبت اونے کرتے تھے دوسرے سے نہ تھی اور وجہ اسکی یہ تھی کہ اونکی ہمت اور آمادگی خدا کے کاموں میں کامل اور وفا کے ساتھ تھی رسول اللہ نے دنیا سے جب انتقال فرمایا اون سے راضی تھے اور سب مسلمان اون سے راضی رہے حکم و اخلاق میں طریق رسول اللہ سے اونہوں نے کبھی تجاوز نہیں کیا اور اسی پر دونوں مرے اللہ اون پر رحمت کرے۔ قسم ہے اوسکی جو دانہ سے دھت لگاتا ہے اور روح پیدا کرتا ہے ایمان والا ضرور ابو بکر و عمر کو دوست رکھیں گا اور صاحب علم و فضل اور ایماندار اون سے کبھی بغض نہ کریگا نہ اون سے مخالفت رکھیں گا۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے وہ بد بخت اور بے دین ہے۔ اون دونوں کی محبت عبادت ہے اور بغض اونکا دین سے ٹکلی تار ہے۔ رسول اللہ نے ابو بکر کو امامت نماز پر مامور کیا حالانکہ میں

جیتا جاگتا موجود تھا۔ مجھے یہ خبر نہیں کہ کون اونسے بغض رکھتا ہے ورنہ میں اوپر خدا فراق جاری کرتا
روایت ہے کہ جناب علی مرتضیٰ کو تیرہوی گئی کہ فلان شخص ابو بکر و عمر کو برا کہتا ہے آپ نے اسی
بلا کے پوچھا وہ انکار کر گیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے سامنے اقرار کر لیتا تو میں تجھے سخت سزا دیتا
ایسے ہی آپ کو ایک اور شخص کا حال معلوم ہوا کہ وہ شیخین کو برا کہتا ہے وہ بھی آپ کے سامنے آگے
مگر گیا۔ آپ نے اسے مدین کی طرف حلا وطن کروا۔

ادھر ابو بکر صدیق نے آنحضرت سے یہ حدیث نقل کی ہے النظار علی عبادۃ،
یعنی علی کی طرف دیکھ لینا ہی عبادت ہے۔ حضرت صدیق اکبر جناب علی مرتضیٰ و عمر و عثمان کو اپنی
آنکھوں سے الگ نمونے دیتے تھے اور بڑی محبت و مکرم سے اپنے پاس رکھتے تھے تمام کاروبار
خلافت اور نظم و نسق مملکت انہیں تینوں صاحبوں کے مشورے سے ہوتا تھا۔ بخاری نے
ابو بکر صدیق سے روایت کی ہے اِنَّكَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ
اَنْ أَصْلِحَ رِبِّي فَرَأَيْتُ ۚ، یعنی قسم ہے اس خدا کی جسکے اختیار میں میری جان
ہے البتہ قرابت رسول اللہ کی مجھے محبوب تر ہے اس سے کہ میں اپنے اقربا کی خبر گیری کروں
اکثر یہ فرمایا کرتے تھے اِيْهَا النَّاسُ فَضْلٌ وَ شَرَفٌ مَّا لِيْغْنِيْ عَنْ مَّرْتَبَةٍ اَوْ رُوْلَايَةٍ اَوْ زُرِّيَّةٍ رَّسُولَ اللَّهِ
کیلئے یہ میرا نفع معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ اونکے مداح تھے تو وہ انکے وَصَّانِ غَرْضُکَ۔ عہ
دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی

آنجادل او این جادل من

از فرط الفت وارد طپیدن

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روانگی شام کی طرف

علماء سیر فرماتے ہیں کہ جب آفتاب رسالت غروب ہو گیا اور سہون نے بالاتفاق جناب صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر لی۔ اوسکے چہہ دن کے بعد ہی ممالک عرب میں عجیب ہڑلوں تک
پھیلیا جسکے مختلف باعث تھے۔

اول یہ کہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں مسیلہ کذاب نے سراوٹھایا تھا حضور نے
اوسکی سرکوبی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ موت نے فرصت نہ دی اور وہ فتنہ ویسے ہی رہا آپ کی وفات
نے اوسپر تسل کا کام کرنا شروع کیا اور وہ دن بدن قوت پکڑتا گیا۔

دوسرے اوسو غسی کا عذر جسکی چنگاریاں چاروں طرف ابھی تک سلگتی ہوئی رہ گئی
تین گوا سو دارا جا چکا تھا۔

تیسرے سراج اور طلحہ کا دعویٰ نبوت اور ادتکے بہکانے کا بد اثر۔

چوتھے وہ منافق اور ضعیف الاعتقاد مکار جو مال کی طمع یا خوف جان سے خوشامد

پر جبکہ ہوئے تھے اور ظاہر میں کلمہ طیبہ کو اپنی پناہ بناے ہوئے تھے اب میدان خالی
سمجھکے کسل کیلے۔

پانچویں جن لوگوں کے باپ دادا اور رشتہ دار اڑاڑیوں میں مسلمانوں کے ہاتھ
سے مارے گئے اور مال و عیال لٹ لٹا کے خود بہر اندر ابی بچ رہے تھے اور مجبوری سے
دین اسلام اختیار کر کے انتقام و کینہ کشی کی تجویز میں لگے ہوئے تھے جب انہوں نے چاروں
طرف کی یہ بغاوت دیکھی تو عمدہ موقع سمجھکے باغیوں میں شامل ہو گئے۔

چھٹے آپ جانتے ہیں کہ حیوان خصائل بیوقوف لوگ ہر جگہ ہوا کرتے ہیں انہوں نے
جدہ ہرغل غبار اڑیکھا اودہر ہی شامل ہو گئے مثل مشہور ہے کہ دیوانہ را ہوے بس است۔ ایسے
لوگوں نے اور بھی دشمنان اسلام کی تعداد بڑھا دی۔

ساتویں ایک تھوڑی سی مدت یعنی صرف دس برس میں مذہب اسلام نے

آنحضرت مسلم کی زندگی میں مدینہ سے طلوع ہو کر عرب کے چاروں طرف اپنی چکاچوند پھیلا دی تھی۔ بحیرہ قلزم سے لگا کے یمن کے کنارہ تک۔ اور کنارہ یمن سے لیکے خلیج فارس کے دُہر تک اور قرأت سے شروع ہو کر ملک شام کے کنارہ کنارہ ہوتا ہوا بحیرہ قلزم تک تمام ملک اسلام سے معمور ہو گیا تھا۔ غور کا مقام ہے کہ تھوڑی مدت میں اتنا پیلیجانا کس قدر موجب حیرت ہے اسپر وفات نبوی کی بجلی نے لیکایا کر کے بکوچ نکال دیا اور چاروں طرف گردِ بڑی گئی ادھر مدعیانِ نبوت شورشِ مچا رہے تھے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچتے ہی حوالی مدینہ میں ارتداد کا جوش عام ہو گیا۔ مکہ مدینہ اور یمن کے شہر چوٹی کے سوا اکثر قبائل عرب مرتد ہو گئے۔ اگرچہ وقت بڑا نازک تھا کہ سارے عرب میں فتنہ و فساد کے شعلے بڑھتے دکھائی دیتے تھے۔ بادمخالفت کے جو تھے اور ارتداد کی کالی گٹھائیں چاروں طرف سے اُٹھتی چلی آتی تھیں۔ غریب مسلمانوں کی تعداد قلیل ہی ایسے ہولناک وقت میں حیران و پریشان اور مضطرب ہو گئی تھی۔ مگر شاباش ہے حضرت صدیق اکبر کی ہمت مروانہ اور استقلال کو کہ اسلام کے ڈوگلا تے ہوئے جہاز میں اپنی جان پر کہیں کے کندھا لگا دیا اور مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوتے ہی حکم دیا کہ اسامہ بن زید کا لشکر اسی وقت ملک شام کی طرف روانہ ہو۔ عائد مہاجرین و انصار خلیفۃ المسلمین کی جناب میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المومنین چاروں طرف فتنہ و فساد کی آگ روشن ہو چکی ہے ایسے نازک موقع پر اتنے بڑے لشکر سے دارالسلطنت مدینہ کو خالی کر دینا مصلحت نہیں۔ ابوبکر صدیق نے جواب دیا کہ تم لوگ مدینہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا خوف کرتے ہو اگر اس لشکر کے جانے سے مدینہ اتنا خالی ہو جائے کہ درندے آکے مجھے پہاڑ ڈالیں تو بھی میں اس حکم کو منسوخ نہ کروں گا جو رسول اللہ دے چکے ہیں۔ خبردار۔ اون لوگوں میں سے ایک بھی مدینہ کے اندر نہ رہے جو حضور صلعم کے

سامنے اسامہ کے ساتھ جانیکو متعین ہوئے تھے۔ یہ استقلال دیکھکے لوگ چپ چاپ چلے گئے۔ دو لہجے صبحی پاشا فرماتے ہیں کہ اکثر صنایع انصاف اسامہ کی سپہ سالاری سے راضی نہ تھے انہوں نے جناب فاروق اعظم سے کہا کہ اسامہ کم سن ہیں انہیں ایسا جلیل القدر عمر زبیب نہیں دیتا آپ خلیفہ رسول اللہ سے جا کر کہیں اور کسی سن آدمی کو اس جگہ مقرر کرانیں جناب عمر ابن الخطاب ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور لوگوں کی درخواست پیش کی حضرت صدیق اکبر اکبر کی چونک کر اپنی جگہ سے اوٹھ کھڑے ہوئے اور جب طرح موسیٰ علیہ السلام نے طور سے واپس آکے بنی اسرائیل کی بے اعتدالیوں کے باعث اپنے بہائی ہارون علیہ السلام کی ڈاڑھی پکڑ کے عتاب فرمایا تا اوسے طرح حضرت عمر کی ریش مبارک پکڑ لی اور فرمایا۔ اے عمر۔ تو نے کس طرح ٹھنڈ ہے دل سے اون لوگوں کی بات سنی جو رسول خدا کے انتظام پر اعتراض کرتے ہیں۔ اسامہ کو آنحضرت امیر عیش کر چکے اب وہ اپنی جگہ سے ڈگ نہیں سکتے خبردار پھر ایسی بات میرے سامنے منہ سے نہ نکالنا۔ جناب فاروق یہ معقول جواب سنکے خاموش ہو رہے اور صدیق اکبر اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ اسکے بعد صدیق اکبر اور فاروق اعظم دونوں ساتھ ساتھ مقام حریفین تشریف لائے جہاں روانگی کا حکم پاکر لشکر اسلام نے آکے قیام کیا تھا اور اسامہ سے ملاقات کی اور لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے شیران اسلام۔ جہاں پہنچنا وہاں کے غور و سال بچیں۔ عورتوں۔ بڈھے آدمیوں اور اون لوگوں کو ہرگز نہ ستانا جو عبادت و حقانیت میں عبادت کر رہے ہیں ایسے لوگوں کی خاطر اور دلجوئی تمہیں واجب و لازم ہے۔ یاد رکھو کہ کسی حلال جانور کی مادہ کو فروج نہ کرنا جب تک کہ بہوک سے تمہاری جان لبون پر نہ آجائے۔ ہر دختون کو نہ کاٹنا نہ جلانا۔ میرے احکام کی بجا آوری ہر وقت اور ہر حال میں کرنا۔ پھر اسامہ کی طرف مخاطب ہو کے ارشاد کیا کہ اے اسامہ۔ جو احکام رسول کریم نے تمہیں

دئے ہیں اونکی بچاوری میں سرسبز تھوڑا ذرہ کرنا۔ اسکے بعد اسامہ کو سوار کرایا اور لشکر اسلام کو روانگی کا حکم دیا۔ خود پیادہ یا لشکر کے ہمراہ ہوئے۔ خلیفہ کو پیادہ دیکھکے اسامہ شرمندہ ہوئے اور عرض کی کہ حضور ہی سوار ہوں، ورنہ میں اوترا پڑتا ہوں آپ حکم عدولی کا لازم مجھے نہ ٹھہرائیں مجھے یہ گستاخی دیکھی نہیں جاتی کہ آپ پیادہ میری رکاب تھامے چلیں اور میں سوار رہوں صدیقؐ نے جواب دیا کہ اے اسامہ۔ ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ باعث میرے ملال کا ہوگا کیا تم نہیں چاہتے کہ میں راہ خدا میں چار قدم بھی تمہارے ساتھ چلکے ثواب میں داخل ہوں۔ غرض دوڑنا کہ پیادہ لشکر کے ساتھ رہے اور پھر اسامہ سے اجازت لیکر واپسی کا ارادہ کیا اور رخصت ہوتے وقت سب لشکر سے یہ فرمایا کہ اسے برادران اسلام مجھے اپنے سے دور نہ بھجنا۔ ابوبکرؓ کی جان ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ اچھا سد ہار و تمہیں خدا کو سونپا۔ اتنا کہکے آبدیدہ ہوئے اور مدینہ کی طرف معاودت فرمائی۔ اسامہ لشکر اسلام کو ساتھ لئے قطع مراحل و طے منازل کرتے ہوئے صدیق اکبرؓ کی ہدایت کے بموجب پہلے قبائل قضا عین پہنچے۔ اون لوگوں نے جی کہو لکے مسلمانوں کا مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ بہت سال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور ملک قضا ع تا تخت و تاراج ہوا۔ روایت ہے کہ حضرت اسامہ اس سفر میں اوس موضع تک پہنچ گئے تھے جہاں اونکے پدربزرگوار شہید ہوئے تھے وہاں اپنے اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لیا۔ اور ایک روایت یوں بھی ہے کہ اس سفر میں ہر برادران اسلام کے خوف کوئی اونکے سامنے نہ پڑا جہاں لشکر جاتا تھا لوگ اطاعت قبول کر لیتے تھے یا اپنے اپنے گھر چھوڑ کے بھاگ جاتے تھے لہذا لشکر اسلام صحیح و سلامت مدینہ میں آگیا۔

مدینہ پر مرتدون کا حملہ

لشکر اسامہ کی روانگی سے جیسا کہ سوچا گیا تھا مدینہ کے قرب وجوار کے مرتدین کا جوش

اور بھی زیادہ ہو گیا اور انکو میان تک جرات ہوئی کہ میدان خالی پا کے مدینہ کو آگیا اور کئی دن تک محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے۔ تھوڑے سے لوگ جو لشکر اسامہ سے بچ رہے تھے اونہیں کو جناب صدیق اکبر نے مسلح ہونیکا حکم دیا اور فرمایا۔ دن رات برابر تیار رہو جو وقت منادی کی آواز کان میں پہونچے فوراً اپنے اپنے گہروں سے نکل کے ایک جگہ جمع ہو جانا چنانچہ ایک دن موقع پاکر صدیق اکبر نے علی الصبح دشمنوں پر حملہ کر کے اونہیں منتشر کر دیا۔ اونہیں سے بہتیرے مقتول اور کچھ قید اور باقی چلتے پھرتے نظر آئے۔ ادھر سے فراریوں کا پیچھا بھی پڑے استقلال اور شہد مد سے کیا گیا۔ صحرائین لوگ مسلمانوں کے اس زور و شور سے بہت ڈر گئے اور اسلام کا خوف نئے سرے سے پہراونکے دلونہیں جاگزین ہو گیا۔

حضرت اسامہ مظفر و منصور رہو کے شتر یا چالیس دن کے بعد واپس آگئے۔ یہاں مرتدوں نے مدینہ پر جو حملہ کیا تھا وہ بھی بسہولت رفع و رفع کر دیا گیا۔ اب جناب صدیق اکبر کی یہ رائے ہوئی کہ مدعیان نبوت اور مرتدین اسلام اور منکرین زکوٰۃ کا قلع و قمع کیا جائے صحابہ میں بحث ہونے لگی۔ ابو بکر صدیق منکرین زکوٰۃ کو کافروں کی طرح قتل کرنا چاہتے تھے اور دیگر صحابہ کو اونکی رائے سے اتفاق نہ تھا وہ کہتے تھے کہ اہل قبیلہ سے جہاد جائز ہی نہیں ہے خصوصاً عمر فاروق فرماتے تھے کہ رسول خدا کا ارشاد یہ ہے۔ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے جہاد کرنا درست نہیں اور ہر ایک کے اندرونی حالات خدا ہی جانتا ہے پہر آپ مانعین زکوٰۃ کو کیسے قتل کر سکتے ہیں۔ اسکے جواب میں صدیق اکبر نے فرمایا کہ واللہ جب تک میرے دم میں دم ہے میں اون لوگوں سے لڑنے میں کوتاہی نہ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فراسی ہی کوتاہی کریں گے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور حق تلفی کے عوض میں قتل کا حکم ہے جو لوگ رسول اللہ کے عہد میں ایک بکری کا بچہ بطور زکوٰۃ دیتے تھے اگر اب نہینگے تو میں اونکے

تدینے پر ہی اون سے جہاد کرو لگا۔ یہ سنکر جناب عمرؓ نے ابو بکر صدیقؓ سے التجا کی کہ ایسے لوگوں سے آپ نہ فرمیں پیش آئیں اور اسلام کے ساتھ لوگوں کو مالوف کریں۔ یہ لوگ وحشی جانوروں کے مانند ہیں ان پر ایک ساتھ سختی روانہ رکھئے۔ یہ سنکر ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اسے عمرؓ جھکے تم سے مدد کی امید تھی اور تم مجھے ذلیل کرتے ہو۔ تم اب مسلمان ہو کر کابل دست ہو گئے حالانکہ زمانہ جاہلیت میں بڑے چست و چالاک اور بہادر تھے۔ بتاؤ تو سہی کہ میں لوگوں کو شعر طبع زاد سے اسلام کی طرف راغب کروں یا سحر مفتی سیکیوں۔ افسوس رسول کریمؐ کا سایہ ہمارے سروں پر سے اڑ گیا اور وحی کی آمد منقطع ہو گئی مگر خدا کی قسم جب تک یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے میں منکرین زکوٰۃ کیساتھ ایک عقاب کی کمی کیواسطے ہی جہاد کرو لگا۔ اور قوت جناب فاروق اعظمؓ کی آنکھیں بھی کھل گئیں۔ صدیق اکبرؓ کی رائے کی مدد کی معلوم ہو گئی اور دل و جان سے ان کے ساتھ اتفاق کیا۔ باقی صحابہؓ نے بھی ان دونوں صاحبوں سے اتفاق رائے کیا۔ اسلئے جو لوٹ مدینہ پر حملہ کرنے والے مرتدین سے ہاتھ آئی تھی اور جو مال اسامہ بن زیدؓ روم سے لائے تھے دونوں کو ملا کے مرتدوں پر حملہ کر نیکا ساز و سامان درست کیا گیا۔ اسوقت فوج کی تعداد صرف آٹھ ہزار کے قریب رہ گئی تھی اسلئے گیارہ حصہ کر کے ہر حصہ پر ایک ایمر مقرر کر دیا اور اس طرح روانہ فرمایا۔

۱۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو پہلے طلیمہ اسدی پر اور اسلئے بعد مالک بن نویرہؓ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔

۲۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہلؓ کو مسیلمہ کذابؓ کی گوشمالی کے لئے۔

۳۔ عکرمہ بن ابی جہلؓ کی مدد کو جناب شمر جہیل بن حنہؓ کو روانہ کیا۔

۴۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہؓ کو اسود عتسیؓ کے لشکر اور کندہ و حضرت موتؓ پر۔

- ۵- خالد بن سیدہ کو شام روانہ کیا۔
- ۶- حضرت عمر بن حاص کو قبیلہ قضا عہ پر۔
- ۷- حذیفہ بن محسن کو عمان پر۔
- ۸- عذیبہ بن ہرثمہ کو مہرہ پر۔
- ان دونوں اصحاب مذکورہ بالا کو باہم ملکر روانہ کر دیا گیا تھا۔
- ۹- معن بن حابر کو بنی سلیم اور ہوازن پر۔
- ۱۰- سوید بن مقرن کو تہامین پر۔
- ۱۱- علاء بن مسفری کو بکین پر۔

ہر ایک کو اسکی تقرری کا فرمان لکھ دیا گیا جس میں اس کے فرائض اور کارروائی متعلقہ کا بھی ذکر تھا۔ سب مرتدین کے نام ہی ایک ہی مضمون کے فرمان الگ الگ سفیروں کے ہاتھ پہنچ گئے جناب صدیق اکبر کے عہد خلافت میں عمر فاروق و زبیر اعظم اور قاضی القضاۃ تھے اور علی مرتضیٰ عثمان بن عفان - زبیر بن ثابت - اور عبدالمدین ارقم صاحب قلمدان اور وزیر سلطنت تھے۔ اور ضرورت کے وقت جو سامنے آجاتا تھا اوسی سے لکھنے کا کام لے لیا جاتا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح بیت المال کے داروغہ تھے۔

عہد صدیقی میں اثا ث یا (عتاب) بن اسید حاکم مکہ تھے جبکہ انتقال اوسی دن ہوا جس دن صدیق اکبر نے وفات پائی۔

عثمان بن ابی العاص حاکم طائف - ابو موسیٰ حاکم زبید ورمح - مہاجر بن ابی امیہ حاکم صنعاء - زبیر بن ابی العاص حاکم حضرموت - عیاض بن غنم حاکم دومتہ الجندل - یحییٰ بن ابی امیہ حاکم خولان - معاذ بن جبل حاکم جند - جریر بن عبداللہ حاکم بصرہ - علاء بن مسفری حاکم بکین اور عبدالمدین ثور حاکم

جرش تھے حضرت صدیق اکبر کی انگوٹھی پر (نعم القادر اللہ) یا (عبد ذلیل رب جلیل) کندہ تھا۔ اپنے عہد خلافت میں ابوبکر صدیق محض کثرتِ رائے کے مطیع رہے۔ عمر فاروق کثرتِ کیوقت جلسہ مسلمانان کے سر بیچ ہوتے تھے اور جو بات مسلمانوں کی کثرتِ رائے سے قرار پاتی تھی اوس سے یا کبھی ابوبکر نے قدم نہیں رکھا البتہ ایک دفعہ اونہوں نے صرف اپنے ہی رائے سے کام کیا ہے اور ایک ہی مرتبہ خالد بن ولید کے باب میں عمر ابن الخطاب سے اختلاف کیا ہے۔

جناب عمر فاروق جب تک زندہ رہے ہمیشہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے ہجرتِ مدینہ کیوقت رسول خدا کا ساتھ دیا۔ اللہ اکبر۔ وہ بڑا نازک وقت تھا۔ اور اپنی خلافت کے ابتدا میں جس مستقل مزاجی سے کام لیا وہ دوسرے کا کام نہ تھا۔ قسم ہے خدا کی اونکے یہ دونوں کام میری زندگی بھر کے سارے اعمال سے بہتر ہیں۔

روایت ہے کہ جس زمانہ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ دارون اور بلقاء میں رو میوں سے لڑ رہے تھے۔ پے درپے عرب کے مرتد ہونے لگی خبریں مدینہ آتی تھیں۔ قبیلہ قریش وثقیف کے سوائے عرب کے کل قبائل کھڑا یا جزواً باغی ہو گئے تھے۔ یہ سیلہ کذاب نے بہت زیادہ قوت حاصل کر لی تھی۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی اوسکی نبوت کو ماننے لگے تھے۔ طلیحہ کے پاس ایک عظیم الشان مجمع قبائل طے اور اسد کا ہو گیا۔ غطفان بھی مرتد ہو گئے۔ بنی ہوازن نے اون سے ملکے زکوٰۃ دینی بند کر دی۔ بنی سلیم کے بڑے بڑے لوگ اسلام سے پھر گئے۔ اور اون کی دیکھا دیکھی ہر جگہ کے لوگ ارتداد کی بلالین گرفتار ہو گئے یمن یمامہ۔ بنی اسد اور مختلف مقامات کے امراء کے قاصد مدینہ میں آئے عام طور سے عرب کے مرتد ہونے کی خبریں ابوبکر صدیق کو دیتے تھے اور آپ کے کان پر جون بھی نہیں رنگیتی تھی۔ اللہ رے

ثابت قدمی اور استقلال۔ آپ نہایت ہی فکر پرے اُن خبروں کو سنتے تھے جو کسی دوسرے کو
 چکیا دیتیں۔ صرف ناموں اور خطوط سے باغیوں کو تنبیہ کرتے رہے اور یہ انتظار تھا کہ اسامہ
 اصل خیر سے واپس آئیں تو ان باغیوں کی خبروں۔

قبائل حبش و ذبیان ایسے جوش مردانگی میں آئے کہ عیسٰی برقی میں اور ذبیان ذی القصد
 میں اُن دہکے۔ اونکے ہمارا کچھ لوگ بنی اسد اور بنی کنانہ کے بھی تھے اور سب نے متفق
 ہو کر چند آدمیوں کو بطور وفد مدینہ میں خلیفہ رسول اللہ کی خدمت میں بھیجا اور درخواست یہ کی
 کہ مدینہ کے لوگ معزز ہیں اونکے مقابلہ میں ہمارے ہمارے کی اجازت دی جائے اور زکوٰۃ
 سے بالکل معاف کئے جائیں۔ صدیق اکبر نے اونکو یہ جواب دیا والد اگر وہ ایک عقال یعنی
 وہ رسی جس سے اونٹ کے پیر باندھے جاتے ہیں پہلے دیتے ہونگے اور اب ندینگے
 تو میں اون پر جہاد کروں گا۔ اور پانچوں وقت کی نمازوں میں سے ایک رکعت کی کمی بھی نہیں ہو سکتی
 وفد کے لوگ یہ ٹکڑا سا جواب سن کر اپنا سامنے لے واپس آئے اور اپنے لوگوں سے آکر
 کہا کہ جواب تو صاف ملا ہے مگر مدینہ میں مسلمانوں کی قلت حد سے زیادہ ہے۔ عیسٰی و ذبیان
 یہ سن کر مارے خوشی کے جامہ میں نہ سماے۔ نہ دیکھا آؤ نہ دیکھا تاؤ جھٹ مدینہ پر حملہ کر دیا۔
 مگر اونکے حملہ سے پہلے ابو بکر صدیق نے علی مرتضیٰ زبیرؓ طلحہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم
 کو مدینہ کی نگرانی کے لئے متعین کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت مدینہ کے گرد گشت میں رہتے تھے اور
 جتنے آدمی مدینہ میں باقی رہ گئے تھے اونکو مسجد نبوی کے سامنے جمع کر رکھا تھا۔ جب مرتدین
 عیسٰی و ذبیان نے نگرانی کرنے والوں یعنی علی مرتضیٰ زبیر وغیرہ پر حملہ کیا تو جناب صدیق اکبر نے
 مسلمانان مدینہ کو اونکی اعانت کے لئے بھیجا۔ مرتدین سے غازیان اسلام کا سامنا نہ ہو سکا
 یہ حواس ہو کر بھاگے۔ بہادران اسلام ذی شہد تک تعاقب کرتے ہوئے اونکے پیچھے

لگے چلے گئے۔ دشمنوں نے چودیکہا کہ ان سے بچا چھوڑا ناشکل ہے یہ تو بلاے
بے درمان کی طرح اُٹھے چلے آتے ہیں چال چلے اور دوسرے راستے سے کتر کے
کیسل تماشے کرتے اور دف و بالہ سری بجاتے لوٹے۔ پانوں زمین پر پٹکتے جاتے تھے
اور عجیب و غریب متوحش حرکتیں کرتے تھے۔ اس طوفان بے تیزی کو دیکھتے مسلمانوں کے
اونٹ بڑک کر بھاگنے لگے۔ غازیوں نے اونٹوں کو ہر چند سنبھالا مگر وہ دینہ ہی میں آ کے
ٹھہرے۔ مرتدین سمجھے کہ ہننے مسلمانوں کو شکست دی اسلئے با شندگان ذی القصدہ کو بیغیا
بیجا کہ تم بھی مدینہ پر حملہ کر دو۔ اس ماجرہ کو دیکھ کر خود صدیق اکبر مسلح ہو کے چلے۔ مہمتہ پر نعمان بن
مقرن کو اور مسہرہ پر عبد اللہ بن مقرن کو مقرر کیا۔ ساقہ پر سوید بن مقرن تعینات تھے۔ فجر کی
نماز اول وقت پڑھ کے دشمنوں پر حملہ کیا گیا۔ دوپہر سے پہلے پہلے فتح مسلمانوں کے ہاتھ تھی
مرتدین بھاگ گئے۔ بنی اسدین سے جبال مارا گیا۔ نعمان اور چند مسلمان ظہر کے قریب مال
غنیمت لئے ہوئے مدینہ آرہے تھے اور جناب صدیق اکبر مرتدین کے تعاقب میں ذی القصدہ
کی طرف بڑھ گئے تھے کہ بنو ذبیان اور عبس کو موقع مل گیا۔ یکایک نعمان پر ٹوٹ پڑے اور مال
غنیمت جو اونکے ساتھ تھا اسے لوٹ لیا اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا۔ حضرت ابوبکر
صدیق نے واپس آ کے یہ اندوہناک حادثہ سنا اور قسم کھائی کہ جتنے مسلمان مرتدین نے
مارے ہیں اتنے ہی آدمی اونکے مار ڈنگا جب مجھے چین آئیگا۔ اسی عرصہ میں ممالک اطراف
و جوانب سے مدینہ میں صدقات آ گئے اور حضرت اسامہ بھی مال غنیمت کیساتھ آ پہونچے۔
جناب صدیق اکبر نے مدینہ میں اپنی جگہ اسامہ کو مقرر کیا اور چند آدمی اپنے ساتھ لیکے
ذی قشب اور ذی القصدہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابرق میں عبس و ذبیان و بنو بکر و کنانہ و ثعلبہ
بن سعد اور انکے ساتھیوں سے ٹکڑ ہوئی۔ کشتوں کے پشے بند گئے اور مرتدین جان سے

تنگ ہو کے میدان چوڑا کر بہا گئے۔ مسلمانوں نے اونکو شمشیر و نیزوں کی نوکوں پر دھریا ایک بڑا گروہ مرتدین کا مارا لگیا۔ اسکے بعد صدیق اکبر نے ابرق میں چند روز قیام کیا اور بنو ذبیان کے مقبوضات چین کے مسلمانوں کو دیدئے اور خود مدینہ چلے آئے۔

روایت ہے کہ مرتدین جب مدینہ سے شکست کھا کے بہا گئے ہیں تو اونکا تعاقب کیا گیا۔ موقع ذوالحسین اونکی مدد کے لئے کچھ مفسد جمع تھے وہاں پر مقابلہ ہوا۔ اور ماہ جمادی الاول میں منکرین زکوٰۃ نے بالکل شکست پائی۔ قبائل اسد و غطفان و طے و بنی طیلم نے مدینہ میں ایک سفارت بھیجی۔ حضرت عباس عم رسول اللہ نے تو سفارت کو منہ نہ لگایا مگر اونہوں نے امیر المؤمنین کے حضور میں حاضر ہو کے درخواست کی کہ نماز تو ہم پڑھینگے مگر زکوٰۃ دینا نہیں چاہتے۔ ارشاد ہوا کہ تم لوگ جو کچھ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیتے تھے اوسمیں سے ایک کو بڑی کم نہیں کی جائیگی خاطر جمع رکھو کچھ چون و چرا کی جگہ نہیں اور جب تک ہمارے تن میں جان ہے ایک ایک جہہ تم سے لینگے اور جب تک تم مان نہ لو گے ہماری تلوار نیام میں نہیں رہ سکتی۔ ادھر اصحاب نے بھی اتفاق کر لیا کہ زکوٰۃ ندینے والوں کا بیچا ہر گز نہ چھوڑنا چاہئے۔ جناب ابو بکر صدیق نے مدینہ میں سنان ضمیری کو اپنی جگہ چھوڑا اور مرتدون کو شکست دی اور اونکے ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ حضرت امیر المؤمنین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اونکے مقبوضات پر تسلط کر دیا اب بنو ہون کا قبضہ یہاں ہر گز نہ ہونے پایا گا پھر آستانہ نبوی پر حاضر ہو کر اس تمکے ہوئے لشکر کو چھوڑا اور حضرت اسامہ کے ساتھیوں کو ہمراہ لیکر ذی القصدہ کا ارادہ کیا۔ اوسوقت تنگی تلوار آپکے ہاتھ میں تھی یہ جلال دیکھ کے جناب علی مرتضیٰ نے اونکے اونٹ کی مہارت مان لی اور فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہ جنگ احد کے دن جناب رسول کریم صلعم کا آپ سے

ارشاد ہوا تھا کہ ابو بکر اپنی تلوار نیا مین کر و اور مین اپنی مفاقت کا داغ ندو۔ مین وہی الفاظ آپ سے
 کہتا ہوں۔ لہذا آپ مدینہ واپس تشریف لیجلیں اور مین اپنی جدائی کا داغ ندین۔ خدا کی قسم اگر آج آپ کے
 دشمنوں کا بال بیکا ہو گیا تو آپ کے بعد اسلام کو سنبھالنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ صدیق اکبر نے
 جناب علی مرتضیٰ کے حکم سے تلوار کو غلاف کیا اور مدینہ واپس آئے اور فوج کے گیارہ حصہ
 کر کے مختلف اطراف کو روانہ کئے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ ہر لشکر کے امیر کو یہ زبان مرحمت ہوا تھا
 بسم الله الرحمن الرحيم۔ هذا عهد من ابی بکر خلیفہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم
 لفلان حین بعثتہ فیم۔ بعثتہ لقتال من یرجع عن الاسلام وعهد علیہ ان یتقی الله ما
 استطاع فی امرہ کل سرۃ وجهرۃ وامرۃ بالجد فی امر الله ومجاہدۃ من تولی عنہ و
 رجع عن الاسلام الی امانی الشیطان بعد ان یعدز الیہم فیدعوہم بدعاۃ
 الاسلام فان اجابوہ امسک عنہم وان لم یجیبوہ شن غارۃ حتی یقیروالہ ثم
 ینبئہم بالذی علیہم والذی لہم فی اخذ ما علیہم ویعطیہم الذی لہم لا ینظرم
 ولا یورد المسلمین عن قتال عدوہم فمن اجاب الی امر الله عزوجل واقبلہ قبل ذلک منہ
 واعانہ الیہ بالمعروف وانما یقاتل من کفر بالله علی الاقرار بما جاء من عند الله۔
 فاذا اجاب دعوة لم یکن علیہ سبیل وكان الله حبیہ بعد فیما استسیرہ ومن لم یجب
 الی داعیۃ الله قتل وقول حیث کان حیث یبلغ مرغیۃ لا یقبل الله من احد شیئاً ما اعطى الا
 الاسلام فمن اجابہ واقبل منہ واعانہ من الی قاتلہ فان اظهر الله علیہ عزوجل قتلہم فیہ کل قلبہ بالسلام
 والیزان ثم قسموا امانہ الله علیہ الا الخمس فانه یبلغاۃ وینزع اصحابہ العجۃ والفساد وان لا یدخل
 فیہم خشوا حتی یعرفہم ویعلموا ہم لئلا یرکبوا عیوناً ولئلا یرکبوا المسلمون من قبلہم وان یتفقوا
 بالمسلمین ویرفقو بہم فی السیر والمنزل ویتفقوا ہم ولا یجعل بعضهم فیہم شیئاً بالمسلمین فی حقہم فی القول

ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کا عمد فلان شخص سے ہے ہننے ان کو
اون لوگوں کے ساتھ لڑنیکو بھیجا ہے جو اسلام سے پھر گئے ہیں اور ہدایت کی ہے کہ جہاں تک
اون کے امکان میں ہو ظاہر و باطن میں جو کام کرین خدا سے ڈرتے رہیں تم کو حکم ہے کہ اللہ کے
کاموں میں کوشش کرو اور اذن سے لڑو جنہوں نے اللہ سے منہ پھیر لیا ہے اور اسلام کو چوڑ
کے شیطان کی امان میں چلے گئے ہیں۔ پہلے مرتدین سے قطع حجت کیجئے اور انہیں
اسلام کی طرف بلایا جائے اگر وہ قبول کر لیں تو اذن سے ہاتھ روک لیا جائے اور جو اسلام
قبول نہ کریں تو اذن پر پے در پے حملے کئے جائیں یہاں تک کہ وہ اسکا اقرار کر لیں۔ پھر مرتدین
کو اذن باتوں سے آگاہ کیا جائے جو اذن پر فرض ہیں اور جو انہیں کرنی چاہئیں۔ پھر جو کچھ اونکو
دینا فرض ہے اذن سے لیا جائے اور جو اونکو دینا ہو وہ انہیں دیا جائے۔ اس میں اونکی
رو و رعایت ہرگز نہ کیجئے اور مسلمان اپنے دشمنوں سے لڑنیکو نہ روکے جائیں۔ پس جسے
خدا سے عز و جل کے حکم کو قبول اور اسکا اقرار کر لیا اور ابھی طرح اوسکی مدد کی تو یہ بات اوسکی
قبول کر لیجئے اور بیشک اوس سے لڑا جائے جس نے باوجود اقرار بجا جاء من عند اللہ
کے اللہ سے کفر کیا۔ پس جب اوسنے دعوت قبول کر لی تو اوس پر کسی طرح کا الزام نہ ہوگا اور اللہ
اوسکا محاسب ہوگا جس کو اوسنے اسکے بعد چھپایا ہے اور جسے اللہ کی دعوت نہ قبول کی۔
قتل کیا جائے اور اوس سے لڑا جائے جہاں وہ ہو اور جہاں بہاگ کے وہ پہنچا ہو۔ اللہ
نہیں قبول کرے کسی سے کوئی چیز سوائے اسلام کے پھر چاہے وہ کچھ ہی کیوں نہ ہے
پس جس شخص نے اسلام کو قبول کیا اور اسکا اقرار کر لیا وہ قبول کیا جائیگا اور اوسکی مدد کی جائیگی
اور جو انکار کرے کسی سے لڑا جائیگا پس اگر حق تعالیٰ جل شانہ تمہیں اوس پر غلبہ دے
تو اوسے قتل کرنا اور ہر شخص آلات حرب و آگ سے مارا جائے پھر جو مال سچا نہ تعالیٰ نے

اون سے دلایا ہے وہ تقسیم کیا جائے اور بلاچون چترخمس اسکا ہمارے پاس روانہ کر دیا جائے اور ہدایت کیجائی کہ اپنے ہمراہیوں کو جلدی کرنے اور فساد مچانے سے منع کرنا۔ غیر ذہن کو اپنے میں نہ شامل ہونے دینا جب تک کہ نہ پہچان لیا اور نہ جان لو کہ وہ کون ہیں۔ یا مسلمان اسکو اپنی طرف سے لائین یا اوس کے مسلمانوں سے سلوک کیا ہو۔ غرض اس سے یہ ہر کہ کہیں وہ جاسوس نہ ہوں۔ روانگی اور قیام میں اوس سے نرمی کرنا۔ اور اوس پر رحم کرنا۔ اہم معاملات میں جلدی نہ کرنا۔ نشست و برخاست اور کلام میں مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنا۔ یہ فرمان حضرت صدیق اکبر نے روانگی کی وقت ہر لشکر کے ایمر کو دیدیا تھا مگر ان لوگوں کے کچھ فرمانے سے پہلے تمام حجت کے لئے مرتدین کے نام یہی ایک ایک فرمان ایلیہوں کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا تاکہ سرکوبی اور گوشمالی سے پہلے انہیں سوچنے سمجھنے اور نشیب و فراز دیکھ لینے کی سہلت ملجائے۔ یہ سب فرمان یہی یہ مضمون واحد تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم هذا عهد من ابو بكر خليفة الرسول الله صلى الله عليه وسلم الى من بلغه كتابي هذا من عامة او خاصة اقام على الاسلام اودرج عنه سلام علمي من اتبع الهدى ولم يرجع الى الضلالة والمعوى فاني احم اليكم الله الذي لا اله الا هو وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله وامن بما جاء به واكفر من الجاهلية ما بعد ثم قرر امر النبوة ووفاته رسول الله صلى الله عليه وسلم والطيب في الموعظة ثم قال والما قد بعث اليكم فلانا فمجدد للهاجرين والافهار والتابعين باحسان وامن الا يقتاتل احدا ولا يقتل حتى يدعوه الى داعية الله فمن استجاب له واقروكف وعمل صالحا قبل منه واعانته ومن الج امرته ان يقيا تله على ذلك ثم لا يبقى على احد منهم قدر عليهما۔

فمن اتبعه فهو خير له ومن تركه غلب بعجز الله وقد امرت رسولی ان یقرع کتابی فی کل
 جمیع لکم والداعیۃ الاذان فاذا اذن المسلمون فاذا نواکفوا عنهم وان لم یؤذنوا
 فاسالوهم بما علیهم فان ابوعجلوهم وان اقرع اقبل منهم وحملهم علی ما ینبغی لہم۔
 ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اوس شخص کو جس کے پاس یہ فرمان پہنچے عام ہو یا خاص اسلام
 پر قائم ہو یا اسلام سے پہر گیا ہو ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی یہ ہدایت ہے۔ سلام ہو اوس پر جس نے مانا
 ہدایت کو اور گمراہی اور ہواے نفسانی کی طرف نہ لوٹا۔ بیشک میں تم سے اللہ کی تعریف کرتا ہوں
 جسکے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اور کا شریک نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں
 کہ محمد اوسکے بندہ اور رسول ہیں اور جو کچھ وہ لیکر آئے ہیں اوس پر ایمان لاتا ہوں اور جس نے
 اوس کا انکار کیا اوسے مردود سمجھتا ہوں اور اوس سے لڑنے کو تیار ہوں۔ بعد اسکے نبوت
 اور رسول اللہ کی وفات کا ذکر معقول طور سے لکھا گیا تھا اور عمدہ عمدہ نصیحتیں فرمائی تھیں۔
 پہر لکھا تھا کہ بیشک میں نے تمہارے پاس فلاں شخص کو لشکر کے ساتھ بھیجا ہے مہاجرین
 اور انصار اور عمدہ عمدہ تابعین ہمراہ ہیں۔ میں نے ان لوگوں کو حکم دیدیا ہے کہ جب تک اللہ
 کی طرف سے دعوت نہ کر لی جائے کسی سے نہ لڑا جائے نہ کوئی مارا جائے۔ پس جس نے
 اوسکو منظور کر لیا اور اقرار کیا اور باز رہا اور نیک کام کئے تو اوسکی یہ بات قبول کر لی جائیگی اور
 اوسکی اعانت ہر طور سے کی جائیگی۔ اور جو شخص انکار کریگا اوس سے میں نے لڑنیکا حکم
 دیا ہے یہاں تک کہ مرتدین میں سے کسی میں اتنا دکا اثر باقی نہ رہے۔ پس جس نے اوسکی اطاعت
 کی اوسکے لئے بہتری ہے اور جس نے اوسے چھوڑ دیا اوس سے اللہ مجبور نہیں ہے اور میں نے
 اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے مجمع میں میرے اس نامہ کو باواز بلند پڑھئے سنا دے
 اور تمکو بذریعہ اذان کے بلا دے پس جب مسلمانوں کی اذان سنو تم ہی اذان دینے لگنا۔

تو مسلمان تم سے رُک جائیگے۔ اور میں نے اپنے آدمیوں کو یہ حکم بھی دیدیا ہے کہ اگر وہ لوگ اذان ندین تو اون سے اسکا سبب دریافت کرنا پس اگر وہ انکار کریں تو اونکے باب میں جلدی کرنا اور اگر اقرار تو یہ کریں تو قبول کر لینا اور وہ لوگ جس بات کے سزاوار ہیں وہی اونکے ساتھ کجا اسی مضمون کے متعدد فرمان چنانچہ سفیر لیکر لشکر اسلام کی روانگی سے قبل روانہ کر دئے گئے اون کے چلے جانیکے بعد سرداران لشکر اسلام اپنا اپنا اسلامی علم اور اپنے نام کا فرمان لیکر چل نکلے۔ سب کے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے طلیحہ دہنی اس پر حملہ کیا۔

روایت ہے کہ جب وقت ابوبکر صدیق نے جناب خالد بن ولید کو امیر لشکر مقرر فرمایا ہو تو حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر یہ فرمایا تھا انی سمعت رسول اللہ یقول نعم عبد اللہ واخو العشیر خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ سلمہ اللہ العزیز جل علی الکفار والمنافقین۔ ۵ یعنی میں نے رسول اللہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ خالد بن ولید خدا کے بہت اچھے بندہ اور مسلمانوں کے بہائی اور خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں خدا سے عز و جل اون میں کفار و منافقین کی سرکوبی کے لئے سلامت رکھے۔

یہ اچھی طرح سے ثابت ہے کہ مرتدین پر حملہ کرنے سے پہلے اور ہر فوج کشی کے وقت عام ہدایتیں جناب صدیق کی لشکر اسلام کو یہ ہوتی تھیں کہ جہاں پہنچنا وہاں پہلے لوگوں کو دعوت اسلام کر لینا۔ اور بغیر سچمانے بو جہانے کے وقت آؤں پر بار دھاڑ نہ شروع کروینا۔ اسامی بن ہیر اور خالد بن سعید اور دیگر افسران فوج کو جب شام روانہ کیا ہے تو ہر ایک کو یہ احکام دئے تھے۔ کوئی عورت یا بڑھایا لڑکا نہ مارا جائے نہ کسی کے کان ناک کاٹے جائیں۔

نصار علی کے عابد و زاہد یعنی راہب نہ قتل ہوں نہ اونکے عباد و تختا نے اوجاڑے جائیں۔ کوئی پہلدار درخت نہ کاٹا جائے نہ کیتی جلائی جائے نہ کوئی آبادی ویران کی جائے۔

چو پایون کی کوئچین نہ کاٹی جائیں اور جو عمدہ پیمان غیر مذہب والوں سے کرنا اونہیں دفنا کرنا۔
جو لوگ اطاعت قبول کر لیں اونکے جان و مال کی حفاظت ویسے ہی کیجائے جیسے مسلمانوں
کے جان و مال کی خبر گیری ہوتی ہو۔

مجوسیوں کو قتل کیا جائے میدان جنگ سے کبھی بہا گنا نہیں اور مال غنیمت میں کبھی خیانت نہ کرنا
ان ہدایات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ درجہ کا عدل و انصاف برتا جاتا تھا
اور مقابلہ کے وقت نرم اور نیک بننے کا کمال خیال رکھا گیا تھا اور جتنی ہدایتیں تھیں ان پر
عمل درآمد بھی شد و نہ سے ہوتا تھا جیسا کہ ہماری تاریخ کے پڑھنے والوں کو اتناک معلوم ہوا۔
اور آگے معلوم ہو گا غرض کہ کسی مذہب سلطنت میں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

اسود غنسی کا حال

اسود کا نام عہلہ بن کعب بن عوف الغنسی ہے۔ ابن اثیر کے قول کے بموجب پہلا
شخص جو رسول خدا کی زندگی میں اسلام سے مرتد ہوا وہ اسود غنسی ہے۔ اس نے یمن کے
قبیلہ مدحج میں نبوت کا دعوے کیا تھا اور شجدرے اور طلسمات دکھا دکھا کے
جاہلون کو اپنے پندے میں پھانس لیتا تھا۔ شیرین کلام اور سحر گفتار اتنا بڑا تھا کہ جو ادسکی باتیں
سننا اوسکی سی کہنے لگتا تھا۔ بخران کے لوگوں نے عمر بن خزام اور خالد بن سعید کو جو رسول اللہ
کی طرف سے بخران میں متبعین تھے اپنے ہاں سے نکال دیا اور اسود سے مل گئے۔ بخران
سے اسود یمن کے دار السلطنت صنعاء میں پہونچا وہاں بھی اوسکی عملداری ہو گئی حاکم
یمن شہر بن باذان کو قتل کر ڈالا اور ادسکی جو رو کو اپنے گھر میں ڈال کے سارے ملک یمن کا
حاکم بن بیٹھا۔ آنحضرت صلیم نے معاذ بن جبل اور انکے ساتھی مسلمانوں کو اسود کے قتل کا
حکم بھیج دیا۔ ابن باذان کی بیوی کا چچا فیروز دیلمی اس کام کے لئے مستعد ہوا۔ اور اپنی بہتیجی

سے اسود کی خواہگاہ کا پتا پوچھ کے نقب لگائی اور رات کو اسے قتل کر ڈالا۔ جتنا ب سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک رات اور ایک دن بعد اسود کے قلع و قمع کی خبر مدینہ
پہنچی اور وہ عہد صدیق اُمتی تھا لہذا یہ پہلی خوشی جناب صدیق اکبر کو اپنی خلافت میں حاصل ہوئی
اور یمن میں مسلمانوں کا دور دورہ ہو گیا۔

لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر اہل یمن کو ملی تو اور لوگوں کی طرح پہرہ تنہا ہو گئے
فالہ جو غسی کے لشکر میں تھا وہ اس کے مارے جانے کے بعد یمن اور صنعاء کے درمیانی ملک میں
لوگوں کو اسلام کے خلاف او بہا رہی رہا تھا۔ ادھر عمر بن عبد کرب اور قیس بن عبد یغوث
بن مکشوح وغیرہ کے باغی ہو جانے سے یمن کی ہوا بالکل بگڑ گئی۔ قیس نے چاہا کہ کسی حیلہ
سے فیروز دیلمی کے بیٹے دادویہ اور خشنش قتل کر ڈالے جائیں تو جو حیلہ صنعا پر بالکل اختیار
حاصل ہو جائے۔ مگر مصلحت خود کو کہلے خزانہ میدان میں نہ آیا فالہ سے کہلا بھیجا کہ یہ موقع
اچھا ہے اسود کا لشکر لیکر فیروز کے بیٹوں پر حملہ کر دو یمن تمہاری مدد کو تیار ہوں اس طرح صنعاء
بہ سہولت ہاتھ آجائیگا۔

فالہ کی مستعدی دیکھ کر فیروز نے قیس سے مدد طلب کی۔ مگر اس نے ظاہر و باطن
جتنائی اور باطناً وہ کادیکر قتل کرنا چاہا۔ دعوت کے پیغام سے دادویہ کو ٹھکانے لگایا مگر
فیروز خشنش اس کے جال سے چھوٹ کر ہاگ نکلے۔ قیس نے اٹھ کھڑا کیا مگر یہ دونوں
اپنے ماموں کے پاس جبل خولان میں جا چپے۔ قیس نے واپس آکر صنعا پر اپنا قبضہ کر لیا
اور فالہ اور غسی کا لشکر بھی اس سے آگیا۔ فیروز خشنش نے ابو بکر صدیق کو سارا باجر الکھم بھیجا
آپنے فیروز کو بدستور صنعاء کی حکومت پر برقرار رکھا اور اس کی مدد کے لئے طاہر بن ابی ہالہ۔
عکاشہ بن ثور۔ ذی الکلاء سمیع۔ ذی ظلم حوشب۔ اور ذی تیان شہر کو متعین کیا اور لکھ بھیجا کہ

شکر اسلام بھی تمہاری حمایت کو بیجا جائیگا۔ جب طاہر و عکاشہ وغیرہ کے پہنچ جانے سے
فیروز کو تقویت ہو گئی تو اس نے قیس سے مقابلہ کرینکا ارادہ کیا۔ ادھر قیس کو خبر دارون نے
اس تمام ماجرہ سے آگاہ کیا۔ اس نے پہلے فیروز کے عیال و اطفال کے دو گروہ بنائے۔
ایک کو پانی کی راہ سے عدن روانہ کر دیا اور دوسری جماعت کو خشکی کی راہ سے جنگل و صحرائیں
آوارہ ہو جانے کو نکال دیا۔ پھر لشکر غنسی اور مرتد قبائل کو ہمراہ لیکر فیروز سے لڑنے چلا۔ فیروز کے
لکھنے سے بنی عقیل بن ربیعہ اور عک نے فیروز کے لڑکے بالون کو قیس کے آدمیوں سے
چھین لیا اور اون آدمیوں کو قتل کر کے فیروز سے آٹن ملے۔ اور اس کے ہمراہ ہو کر قیس سے
لڑے۔ صفحا کے باہر ایک کف دست میدان میں یہ جنگ ہوئی اور ایک دن اور ایک رات
رہتی قیس بدھو اس ہو کے وہیں جا چھپا جہاں قتالہ کے ساتھ تھا۔ یہاں پر عمرو بن معدی کرب
بھی اس سے مل گیا۔ اسود غنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تھا اسی وقت عمرو بن معدی
کرب مرتد ہو گیا تھا۔ فروہ بن سیک اور قیس اور عمرو بن معدی کرب قریب قریب ایک ہی
زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس کو عمرو بن معدی کرب کے مسلمان ہونے سے
پہلے صدقات مراد پر تفرز فرمایا تھا۔ عمرو بن معدی کرب اپنی قوم سعد العشرہ سے جدا ہو کر زبید کے
ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہو کے مسلمان ہوا۔ جب اسود غنسی نے بغاوت کی اور بنی مذحج
اس کے ساتھ ہو گئے تو عمرو بن معدی کرب بھی مرتد ہو کے اون میں مل گیا۔ لیکن فروہ اپنے ہمراہین
سمیت اسلام پر قائم رہا۔ اسود غنسی نے عمرو بن معدی کرب کو اپنا وزیر بنالیا۔ اسی زمانہ میں
بنو کنذہ بھی مرتد ہو کر اسود سے آئے۔

بنی کنذہ کے ارتداد کا باعث بھی سن لیجئے کہ زیاد کنذی جو اون سے صدقات وصول

کرنے پر مقرر تھے کہ وہ کے ایک چھوٹے سے قبیلہ بنی عمرو بن معاویہ سے ایک دن صدقات تحصیل کرنے گئے۔ بنی عمرو بن معاویہ پر اگرچہ صدقات واجب تھے مگر دینے سے انکار کیا۔ اسپر زیاد کندی نے شیطان بن حجر کے بہائی عدا بن حجر کا اونٹ بار برداری کے لئے پکڑ لیا۔ تو عدا بن حجر نے غل و شور مچا کے سارے بنی کندہ کو مرتد بنالیا۔ زیاد کی مخالفت پر وہ سب مستعد ہو گئے زیاد نے اونپر حملہ کر کے سب کو شکست دی اب سب بنی عمرو بن معاویہ اڑ پکڑ گئے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دینگے اگرچہ شراحیل بن اسمط نے اپنی قوم بنی عمرو بن معاویہ کو روکا کہ مرتد نہ ہو اور صدقات دینے سے انکار نہ کرو مگر وہ نہ مانے۔ اس وقت شراحیل بن اسمط معہ اپنے اہل و عیال کے زیاد کندی سے آئے اور کہا کہ کچھ سکا سک لوگوں اور حضرموت والوں اور البضعہ و جند و مشرح و مخوس اور اونکی بہن عمرہ نے بنی عمرو بن معاویہ سے سازش کر لی ہے اگر تم نے ایک دن کی بھی دیر لگائی تو اس مہلت میں وہ زور پکڑ جائینگے اور کامیابی شکل ہوگی۔ زیاد نے جو یہ بات معلوم کی تو اسی وقت جیسے بیٹھے تھے اسی طرح اونٹنہ کے اون پر حملہ کر دیا۔ سخت خونریز لڑائی ہوئی۔ گردہ مرتدین متعز بہر ہو گیا۔ زیاد کندی مال غنیمت اور قیدیوں کو ساتھ لیکر واپس ہوئے۔ راستہ میں اشعث بن قیس اور بنی حرث بن معاویہ ملے قیدیوں کی عورتوں نے اون سے فریاد کی جس سے اشعث و بنی حرث کو ترس آیا اور غفلت میں زیاد پر حملہ کر کے قیدیوں کو چھڑا لیا۔ پھر سارے بنی معاویہ اور سکا سک اور حضرموت والے متفق ہو کر ارتداد پر قیام و مستقل ہو گئے۔

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے تو نامہ و پیام بھیج کر پیار و محبت سے مرتدون کو سمجھاتے رہے اور نہ چاہا کہ مہاجرین اور انصار اون کی گوشمالی کو جائیں مگر جب وہ نرمی اور آشتی سے نہ مانے اور سر پر چڑھتے ہی لگے تو مکہ میں عتاب بن اسید اور طائف میں عثمان بن ابی العاص کو لکھا کہ مسلمانوں کو ساتھ لیکر اون پر حملہ کرو۔

عتاب بن اسید نے مرتدین مدح و خراصہ کے گروہ کو پریشان کر دیا۔ اور عثمان بن ابی العاص نے ازد۔ اور خثعم اور بکلیہ کی جماعت کو منتشر کرنے کے لئے جو شتواۃ میں جمع تھے ایک سریہ یا تھتی عثمان بن ابی ربیعہ روانہ کیا۔ مرتدین کے گروہ کا سردار حنیفہ ابن النعمان تھا۔ خدا کے فضل سے اس سریہ کو بھی کامیابی ہوئی۔

ان مرتد قبیلوں کی دیکھا دیکھی حکم اور اشعر لون کا ایک گروہ بھی باغی ہو کے راہِ سال یعنی اعلاب میں اکٹھا ہوا۔ طاہر بن ابی ہالہ اور مسروق علی اوہلی سزا دی ہو گئے۔ اعلاب میں سخت لڑائی ہوئی اور فتح مسلمانوں کے ہاتھ رہی۔ مرتدین کے گروہ کے گروہ کیست رہے۔ طاہر بن ابی ہالہ نے اس فتح کی خبر جناب صدیق اکبر کو دی اور لکھا کہ میں معہ لشکر کے یہیں قیام پذیر ہوں اب میرے واسطے کیا حکم ہے۔

جب آنحضرت کی وفات کی خبر بخزانہ والوں کو پہونچی تو چالیس ہزار آدمیوں کی فوج لیکر اونہوں نے سروٹھایا اور تجدیدِ عہد کے لئے ایک وفد ابو بکر صدیق کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت صدیق اکبر نے نیا عہد نامہ لکھا اور انہیں دیدیا جس میں یہ بھی مندرج تھا کہ عرب میں دو ہزار ہرگز زمین رہ سکتے۔

اسود غنی کی سرکوبی کے لئے آنحضرت صلعم نے جرید بن عبداللہ۔ اور اقرب۔ اور بربخس کو روانہ کیا تھا۔ وہ عہد صدیقی میں واپس آئے تو جناب ابو بکر صدیق نے جرید کو یمن روانہ کیا اور انکے نام حکم ہوا کہ وہاں جو لوگ مسلمان رہے ہوں اور انہیں ساتھ لیکر مرتدین کی گوشمالی کرنا اور خثعم کو زیر کر کے اسلام کی حفاظت کے لئے بخزانہ میں قیام کرنا۔ جرید میں چلے گئے وہاں صرف خثعم کے چند آدمیوں نے مقابلہ کیا مگر مارے۔ جرید نے بہتوں کو قید کیا اور بہت سے قتل ہوئے۔ اسکے بعد جرید حسب الحکم امیر المومنین بخزانہ چلے آئے۔ حاکم طائف یعنی عثمان

بن ابی العاص نے اپنے بھائی کے ماتحت بیس آدمی کر کے ابو بکر صدیق کے حکم سے اونہیں اہل طائف کے مخالفین کی حفاظت کو متعین کیا۔ مخالفت جمع ہے۔ مخالفان کی مختلف اوس مقام کو کہتے ہیں جہاں اہل شہر تبدیل آب و ہوا کی واسطے جاتے ہیں۔ عتاب بن اسید نے اپنے بھائی کو پانسو آدمی دیے مکہ اور اعمال مکہ کی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ اب عثمان بن ابی العاص اور عتاب بن اسید ان انتظار امون سے فارغ ہو کر خلیفہ کے حکم کے منتظر ہو بیٹھے۔

اسوقت جب یمن کی گڑبڑ اور شدت ارتداد سے اونچی ہو گئی اور کوئی صورت وہاں کی اصلاح کی باشتی نکلتے نہ دیکھی تو جناب صدیق اکبر نے مہاجر بن ابی امیہ کو وہاں کی بغاوت کے علاج کے لئے روانہ کیا۔ حضرت مہاجر بن ابی امیہ مکہ میں عتاب بن اسید اور طائف میں عثمان بن ابی العاص سے ملاقات کرتے ہوئے خالد بن اسید اور عبد الرحمن بن ابی العاص کے ساتھ جرید بن عبد اللہ اور عکاشہ بن ثور کے پاس پہنچے اور اونکو بھی اپنے لشکر میں داخل کر کے بخران روانہ ہوئے۔ وہاں فروہ بن مسیک نے مرتدین کے تمام وکمال حالات سے اونکو خبردار کر دیا اور سب تشیب و فراز سمجھا دیا۔ ان لوگوں کے بخران میں داخل ہونے سے دوسرے دن عمرو بن معدیکرب و قیس بن مکشوح نے مرتدوں کے لشکر کے ساتھ اونکا سامنا کیا اللہ اکبر یہ لڑائی بڑی خطرناک تھی چاروں طرف سے مرتدوں کا لشکر مسلمانوں کو گیرے ہوئے جی توڑ کے حملے کر رہا تھا۔ تیغ و سنان کے شعلے آنکھیں خیرہ کئے دیتے تھے۔ ملک الموت کا بازار گرم تھا۔ باپ کو بیٹے کی۔ بھائی کو بھائی کی خیر نہ تھی۔ نفسا نفسی میں اپنا اور بیگانہ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ سہروں کے ڈھیر اور دھڑوں کے انبار نے یزدلوں اور ٹھٹھریوں کے بھاگنے کی راہ سدود کر دی تھی۔ خون کی ندیوں میں بے سوار گھوڑے تیرتے ہوئے اور بھی حواس کھوے دیتے تھے۔ تکبیروں کے نعرے دل ہلا دیتے تھے۔ ابھی تو سترن پر تھا کہ فراسی دیرین

نیچے نظر آیا۔ عجیب کیفیت تھی۔ یہ حال دیکھ کر مسلمانوں کی یکسی پر ترس کما کے المدجل شانہ نے رحم فرمایا کہ لشکر اسلام جیتا اور مردوں کے پیر اوکھڑ گئے۔ بیشمار متکرب مارے گئے۔ عمرو بن معدی کرب اور قیس بن کثوف کو گرفتار کر کے مدینہ میں صدیق اکبر کے پاس بھیج دیا۔ ان دونوں نے خلیفہ رسول کی خدمت میں پہونچکے اور تباہی و بربادی کی خبر سن کر وہ صدق دل سے مسلمان ہو گئے تو ابو بکر صدیق نے ان دونوں کو پھر عین بھیج دیا۔

بخران کے جھگڑے کو طے کر کے مہاجر بن ابی امیہ نے صنعا کا ارادہ کیا۔ وہاں پہونچکے بھی مرتدین کی سرداری کا ارادہ تھا مگر اور دالی جنگ نے سب کے ہوش کبیر دئے تھے۔ انہیں شیعروں کو اب اپنے اوپر بھروسہ نہ کیا کیونکہ کان دیا گئے اور چپ چاپ تھے اسلام قبول کر لیا اور جنوں نے ذرا ہی تن فتن کی اونکے سر اوڑھ لئے گئے۔

جب صنعا بالکل صاف ہو گیا تو حضرت صدیق نے مہاجر بن ابی امیہ کو حکم بھیجا کہ تم عکرمہ بن ابی جہل کی مدد کو کندہ کی طرف چلے جاؤ۔ حضرت عکرمہ بن ابی جہل بڑے شجاع اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ اونکے پاس عمان کی طرف سے ایک لشکر کثیر مہرہ اور ازاد و تاجیہ اور عبد القیس کا آگیا تھا اور کچھ لوگ مالک بن کنانہ اور بنی غنیمہ وغیرہ کے بھی اون کے آئے تھے۔ مہاجر بن ابی امیہ اونکے ساتھ ہو کے کندہ کی گوشمالی کو چلے۔ مار ب اور حضرموت کے درمیان مقام مفازہ میں اونکو زیاد کندی کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ کندہ پر نہایت تیزی سے حملہ کرنے میں ذرا سی دیر بھی نہ کرنا ورنہ پھتاؤ گے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اتنا بڑھتے ہی حضرت مہاجر بن ابی امیہ نے اپنے بچاے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کی سرداری دی اور کچھ حصہ لشکر اسلام کا اپنے ساتھ لیکے نہایت سرعت سے زیاد کندی کے پاس پہونچے اور دونوں نے ملکر کندہ کو موت کی طرح جالیا۔ کندہ کا افسر اس وقت اشعث بن قیس تھا۔ مجراں برقان میں جنگ ہوئی۔ جس وقت

بہادران اسلام نے اللہ اکبر کا نعرہ مار کے حملہ کیا ہے مرتدین کے پیر اور کٹر گئے اور گرتے پڑتے بہاگے۔ بہت سے اس بیچو اسی کی بہاگڑمین بیرون کے تلے کچل کے مر گئے۔ اشعث نے جو یہ ماجرہ دیکھا تو کندہ اور سکا سکا اور سکون اور حضرموت کے اون لوگوں کو جو قتل ہونے سے بچ رہے تھے ہمراہ لیکر بخیر کے قلعہ میں چلا گیا۔ اور ہر طرف سے قلعہ بندی کر لی۔ اوس قلعہ کا صرف ایک پہاڑی راستہ تھا جو نہایت دشوار گزار تھا۔ اس وقت جناب عکرمہ بن ابی جہل بھی غازیان اسلام کو ساتھ لئے ہوئے آپہنچے۔ اور اس پہاڑی راہ کو بھی بند کر دیا۔ جسے اشعث نے رسد کی آمد و رفت کے لئے کمول رکھا تھا۔ یہ محاصرہ چند روز تک قائم رہا پھر اشعث نے لاچار ہو کے قلعہ کا دروازہ کھول دیا۔ کہوٹے سے پہلے یہ شرط کر لی کہ میری قوم کے نو آدمیوں اور اونکے بال بچوں اور مال و متاع کو پناہ دی جاے۔ مہاجر و زیاد اس شرط پر راضی ہو گئے اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کے اندر جا کے مرتدین کو قتل اور قید کرنا آغاز کیا۔ ایک ہزار عورتیں قید کی گئیں مردانے زیادہ تھے۔ جب مسلمانوں نے قلعہ کے انتظام سے فرصت پائی تو اشعث کا وہ خط کھولا گیا جس میں اوس نے اون لوگوں کے نام لکھے تھے جنہیں وہ امان دلایا چاہتا تھا۔ خدا کی قدرت کہ خط لکھتے وقت اوس فہرست میں اپنا نام شامل کرنا بھول گیا تھا۔ مسلمانوں نے فوراً اسکی مشکین بھی کس لین۔ اور دیگر گرفتاروں کے ساتھ مدینہ کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جناب صدیق اکبر نے اوس سے فرمایا کہ تو مرتد ہو گیا اور مسلمانوں سے لڑا۔ اونہیں شہید کیا اسکے بدلہ میں تجھے بھی قتل کرنا لازم ہے۔ اشعث نے جواب دیا کہ میں نے خط بھیجے اپنی قوم کی جان بخشی کرالی ہے۔ جناب ابو بکر صدیق نے جواب دیا کہ بیشک صلح اور امن اوسکو ہے جب کا نام تیرے خط میں ہے اور جب کا نام تیری تحریر میں نہیں وہ لایق قتل ہے۔ اشعث یہ سنکر نہانت سے سر جھکاے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر لولا۔ اسے خلیفہ رسول اللہ۔ میں توبہ کرتا ہوں

میرا اسلام حضور میں قبول ہوا اور میری بیوی مجھے بلجائے۔ ابو بکر صدیق نے اسکی توبہ منظور فرمائی اور اسکی بیوی اسے حوالہ کی اور کہا۔ بہائی۔ اب ایسا نہ کرنا آئندہ مجھے تم سے نیکی کی امید ہے۔ خبردار پہ کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھنا جس سے تمہیں ندامت اور ڈھائی پڑے اب میرے پاس سوائے نیکی کے اور کوئی خبر تمہارے باب میں نہ آئے۔ جاؤ تمہیں معاف کیا۔ اسکے بعد مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا۔ اور قیدیوں کو بھی فدیہ لیکر رہا کر دیا۔

اسی زمانہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ شام سے واپس تشریف لے آئے جناب صدیق اکبر نے مدینہ میں انہیں اپنی جگہ بٹھایا اور خود ربذہ کی طرف گئے اور بنی عبس و ذبیان و کنانہ کو ابرق کے مقام پر شکست دیکے صحیح و سالم مدینہ آ گئے۔

حضرت خالد بن ولید نے طلحہ پر حملہ کر کے اسکے لشکر کو درہم درہم کر دیا اور اسے شکست دی اور ام رمل کو قتل کیا

حضور اقدس نبوی کی حیات ہی میں طلحہ بن خویلد اسدی مرتد ہو گیا تھا جب اسنے اپنی وفات کی خبر سنی تو نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ بہت سے احمق اسکے سمجھانے میں آکے مرتد ہو گئے اور اسکے لشکر کو بڑھا دیا۔ عیینہ بن حصن بھی اسکا پیروکار ہو کر لوگوں سے کہنے لگا کہ محمد بنی ہاشم کے پیغمبر تھے اور طلحہ بنی اسد کا بیٹا ہے۔ وہ انتقال کر گئے اور یہ موجود ہے اسلئے اب اون سے یہ بہکونایت محبوب و عزیز ہے۔ ایسی ابلہ فریب باتوں سے بہت لوگ بہک گئے اور مرتد ہو ہو کے اسکے لشکر میں داخل ہونے لگے جب یہ خبر صدیق اکبر کو پہونچی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو لوگوں کے روبرو کرنے کیلئے روانہ کیا۔ کچھ آدمی انکے سمجھانے بھانے سے نرم ہوئے تھے کہ خلیفہ یحییٰ کا بیٹا ہوا لشکر حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ ان پہونچا۔ طلحہ بھی لشکر کی آمد سنکے اپنے بہائی

سليم اور اپنے چند معتدين کو ساتھ ليکے آگے بڑھا۔ اثنائے راہ میں دو آدمي لشکر اسلام کے اوسو
ملکے جنگو اوسے شہيد کر ڈالا۔ اتنے میں مسلمانوں کی فوج وہاں پہونچ گئی اور دونوں شہيدوں
کی لاشوں کو دیکھ کر بہت رنج کیا۔ اوسوقت جناب عدي بن حاتم لشکر اسلام میں تشریف لائے
اور فرمایا کہ تین دن کی مہمات دو میں اٹکو سمجھاؤ لگا۔ کچھ لوگ میرے وعظ و نصیحت سے راستہ پر
آگئے ہیں شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ یہ کہہ کر عدي بن حاتم پر اذنین لوگوں میں
واپس چلے گئے۔ تین دن میں حضرت پائسو آدمیوں نے اونکا کہنا مانا۔ اونکو وہ اپنے ساتھ لئے
ہوے لشکر اسلام میں داخل ہو گئے۔

اسکے بعد حضرت خالد بن ولید مع لشکر مقام براخمن آگئے اور طلحہ بھی وہیں آن موجود ہوا۔
صبح ہوتے ہی دونوں لشکر آمنے سامنے جگئے اور صف آرائیاں ہوئے لیکن۔ طلحہ وحی
کے بہانے سے الگ چادر اوڑھ کے جا بیٹھا۔ اور عینہ نے صف کا راز امین اڑنا شروع
کیا۔ اڑتے اڑتے باریار طلحہ کے پاس آتا تھا اور پوچھتا تھا کہ کیسے کیا خبر ہے کچھ وحی آئی
یا نہیں۔ طلحہ ہر بار بھی جواب دیتا تھا کہ نہیں ابھی تک نہیں آئی۔ آخر تیسری بار جب عینہ نے
اگر دریافت کیا تو طلحہ نے جواب دیا کہ ہاں جبریل آیا ہے اور کہتا ہے ان لك رجاء جہاد وحدیثا
لا تمنساکہ۔۔۔ یعنی تیری امید اوسی طرح کی امید ہوگی جیسی فریقت ثانی کی ہے اور تجھ پر
ایسی حالت گذریگی جو تجھے کسی فراموش نہوگی۔ عینہ نے یہ سنا اور مسلمانوں کو ہاتھ صفائی کے اور اونکی تلواروں
کے کاٹ اور تیر دن کے توڑ دیئے تو یہ جو اس ہو گیا اور اپنی قوم فراہ کو لیکر نوکہم بہاگا۔ اسکے بعد طلحہ بھی
اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کے چنپٹ ہوا۔ اور بنی کلاب میں جا چپا۔ مگر عینہ گرفتار کر کے مدینہ لایا گیا
اور اوسے خلیفہ برحق کے حضور میں ارتداد سے توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کیا۔ اور بعد ازاں نہایت
خوبی اور ثابت قدمی سے ایمان پر جبار ہا۔ اس فتح کے بعد اکثر قبیلے ارتداد سے باز آئے اور

نئے سرے سے مسلمان ہوئے۔ اور زکوٰۃ دینا منظور کی۔ جب اس فتح کی خبر صدیق اکبر کو پہونچی تو سجدہ شکر کیا اے اور حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ یہ نعمتیں جو خدا نے تمہیں دی ہیں ان سے گو تمہاری خیریاں زیادہ ہوئی ہیں مگر ان پر اترنا نہیں اللہ مغرورون سے ناراض ہے خدا سے ڈرتے رہنا اور اس کے کاموں میں کبھی سستی نہ کرنا جس کا فرض کسی مسلمان کو قتل کیا ہو اس سے عذاب سے ہلاک کرنا۔ حضرت خالد بن ولید کا ایک مہینہ کامل رہے۔ قاتلین مسلمانان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کے قتل کرتے اور ان کے اہل و عیال کو قید کرتے تھے۔ ماجرا دیکھتے تمام مہدین لرز گئے۔ بہر جناب خالد نے مہل کی طرف کوچ فرمایا۔ یہ بہت ذی عزت عورت تھی ریاست کی طمع سے ایک لشکر جمع کر کے طلیحہ کے ساتھ مل گئی تھی۔ حضرت خالد سے اس نے بھی مقابلہ کیا مگر خاک میں مل گئی اور اس کے بہت سے ساتھی مقتول و مغرور ہوئے۔

طلیحہ نے نماز میں سجدہ کرنا موقوف کر دیا تھا اور کہتا تھا کہ خدا سے تلے خاک پر نہ رکھو انکو ناپسند کرتا ہے اس کا حکم ہے کہ ہر حال میں میری یاد کرو بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا لیٹ کر۔ اس کے ابتدائی فروغ کی وجہ ہم حصہ اول میں لکھ چکے ہیں۔

خالد بن ولید جب اس کی گوشمالی کو سہجے گئے تو انہوں نے قیدیہ طے میں پہونچنے کو ہٹا دیا اور آجاکے مابین ڈیڑے ڈال دئے وہاں وہ لوگ بھی اون سے آئے جو اس نواح میں اب تک اسلام پر ثابت قدم رہ گئے تھے۔ پہلے حضرت خالد نے اپنا ایلچی طلیحہ کے پاس بھیجا۔ خون ریزی سے اسے روکنا چاہا اور بہت سجھایا مگر اس نے جناب خالد کے ہند و نصائح کو کسی طرح نہیں سنا۔ جب مسلمان عاجز آ گئے اور کسی نصیحت نے بھی اثر نہ کیا تو ہمارے لڑائی کی ٹھہری لشکر اسلام کے میمنہ پر عدی بن حاتم ظالمی۔ مسرہ یزید الخلیل۔ اور جناب پرزیرقان بن بدر متعین ہوئے جناب خالد بن ولید خود قلب لشکر میں رہے۔ طلیحہ قبائل اسد و غطفان و فزارہ کو لیکر سامنے آیا۔

جناب عدی اور ید النخل نے وہ ڈٹ کے جنگ کی کہ دشمنوں کے چمکے چوٹ گئے مگر طلیحہ کے لشکر کا امیر عیینہ لڑتا رہا۔ جب اوس نے طلیحہ کے منہ سے وہ وحی سن لی جبکا اوپر مذکور ہو چکا ہے تو بول لاکھ ہم سے تم سے بھی وہ ٹٹنے گی جسے دنیا فراموش نہ کرے گی۔ غرض کہ اپنے نبی کی حالت اور مسلمانوں کی شجاعت دیکھتے پڑ مرده ہو گیا اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ جنوٹا نبی ہے قبیلہ فزارہ یہ سنتے ہی بد دل ہو گیا اور اوس سے کنارہ کیا۔ اب طلیحہ کے لشکر میں کہلبی چمکی۔ وہ اپنی بیوی کو ساتھ لیکر شام کو چل دیا اور طلیحہ کے سبب سے جو قبیلہ مرتد ہو گئے تھے وہ پر ایمان لائے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب مرتدین کے عقول تقاصیر کا اسٹ تہا ردیا گیا تو طلیحہ مدینہ میں آکر مسلمان ہوا۔ اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جنگ نہاوندہ کے وقت مسلمانوں کے لشکر میں تھا اور اسی لڑائی میں شہید ہوا۔

روایت ہے کہ طلیحہ عبد نبوی میں مرتد ہو کر مقام سیرا میں قیام پذیر ہوا چونکہ کاہن تھا نبوت کا دعوے کر بیٹھا۔ چند فرقے بنی اسرائیل کے اسکے مطیع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرار بن الازور کو اوسکی سزا دی کہ اسے بیجا اور مسلمانوں کا لشکر اونکے ساتھ کیا۔ ہنوز طلیحہ کا قلع و قمع نہ ہونے پایا تھا کہ حضرت نبوی نے انتقال فرمایا جس سے وہ اور بھی مضبوط اور مستقل ہو گیا قبائل غطفان و ہوازن و طے اوس کے ساتھ ہو گئے۔ ضرار اور اذنکا لشکر بے نیل و مرام مدینہ واپس آ گیا اور وفد غطفان معافی زکوٰۃ کی درخواست لیکر مدینہ آیا۔ صدیق اکبر نے معافی سے محض انکار کیا اور اذن پر حملہ کر نیکی کے لئے ذی القصد تشریف لائے اور انہیں شکست دی۔ اس نہریت سے دل برداشتہ ہو کر غطفان اور بنی اسد طلیحہ سے آن ملے۔ قبیلہ طے نے بھی انہیں کی تقلید کی۔ جناب خالد بن ولید کو حلیفہ برحق نے اونکی درستی کروا دی۔ مگر عدی بن حاتم نے اذن سے پہلے پہونچکے اپنے قبیلہ طے کو طلیحہ سے برگشتہ کر کے مسلمانوں میں ملا لیا تھا۔ طلیحہ اور عیینہ بن حصن خزازی

مرتدین کا لشکر لئے ہوئے براجمہ میں پڑے ہوئے تھے جناب خالد بن ولیدؓ بھی وہیں جا رہے تھے۔ لشکر اسلام سے عکاشہ بن محضن اور ثابت بن اقرم انصاری گرد و نواح کے گشت اور اوراد و ہر کی لگا دو کو نکلے تھے اتفاقاً اونکی غفلت میں طلحہ اور اس کے بھائی جہاں نے انہیں مار ڈالا مسلمانوں کو اس کا سخت صدمہ ہوا۔ جناب خالد بن ولیدؓ نے انصار پر ثابت بن قیس کو اور قبیلہ طے پر عدی بن حاتم کو مقرر کر کے طلحہ کا سامنا کیا۔ پہلے لڑائی کی ہو ادونوں فریقوں کے حق میں خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ مگر مسلمانوں نے جان پر کیل کے اور سرون کو ہتیلیوں پر رکھ رکھ کے حملے کرنے شروع کیے جس سے مرتدین ہمت ہار گئے۔ عینہ نے جو اپنی طرف والوں کے پیر اور کھڑے دیکھے بدحواس دوڑا ہوا طلحہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ وحی کیا کہتی ہے طلحہ نے جواب دیا کہ جبریل مجھ سے یہ کہہ گئے ہیں جو تیری قسمت میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ عینہ یہ جواب سن کر بڑک اڑھا اور اپنی قوم سے کہا کہ اے بنی فزارہ یہ شخص بالکل جھوٹا ہے میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھی اپنی جانیں پیاری ہیں تو میرے ساتھ چلو۔ عینہ کے منہ سے یہ بات نکلتے ہی مرتدین کے لشکر سے میدان جنگ خالی ہو گیا۔ طلحہ اور اوسکی بیوی گھوڑے پر سوار ہو شام کی طرف بھاگ گئے اور قبیلہ قضاعہ بنی کلب میں جا کے پناہ لی۔ جب قبائل بنی اسد اور غطفان پہر مسلمان ہوئے تو طلحہ بھی ایمان لے آیا۔ عہد فاروقی میں جب حج کو آیا تو مدینہ میں حاضر ہوئے جناب عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور لشکر شام کے ساتھ رہ کر مسلمانوں کے لئے اوس کے بڑے بڑے کامیابیاں حاصل کیں اور اخیر دم تک اسلام پر فدا رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ وہی بڑا قسمت والا ہے جس کا انجام اچھا ہو۔

روایت ہے کہ اس لڑائی میں قبیلہ بنی اسد کے بال بچوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہونچا کیونکہ انہوں نے لڑائی سے پہلے اپنے اہل و عیال کو محفوظ مقامات میں جا چھپایا تھا۔ جب لڑائی ہو چکی تو آئندہ کے خوف سے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

ہوازن و سلیم و بنی عامر کا بیان

اس زمانہ میں بنی عامر بھی پس پیش میں آگئے کہ ہم مسلمان رہیں یا اسلام سے پہر جائیں۔ وہ طلیحہ کے کاموں کے انجام اور اسد و غطفان کے حالات کو نظر غور سے دیکھ رہے تھے۔ کعب کا سردار قرۃ بن سبیہ۔ اور کلاب کا سردار علقمہ بن علائہ تھا۔ علقمہ تو فتح طایف کے بعد ہی آنحضرت صلعم کی حیات میں مرتد ہو کر شام چلا گیا تھا۔ اور وفات نبوی کے بعد اپنی قوم میں چلا آیا۔ جب صدیق اکبر کو یہ خبر ملی تو آپ نے ایک سترہ قعقاع بن عمرو کی سرداری میں علقمہ کی گوشمالی کو بھیجا۔ حضرت قعقاع بنو تمیم میں سے تھے۔ وہ علقمہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے معہ اہل و عیال کے گرفتار کر کے خلیفہ برحق کے حضور میں لاکر لایا۔ ان سب نے توبہ کی اور مسلمان ہوئے۔

قرۃ بن سبیہ بھی نہ ادرہ میں تھا نہ اودہ میں اور بعد وفات نبی صلعم تو ادرہ بھی زیادہ ڈھل لائقین ہو گیا۔ اتفاقاً گجۃ الوداع سے مراجعت کے زمانہ میں جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ نے عمر دین العاص کو عمان بھیجا تھا۔ وہ حضور صلعم کی وفات کے بعد عمان سے لوٹے راہ میں قرۃ سے ملاقات ہوئی۔ قرۃ نے اونکی بڑی ادبگت کی اور دھوم دھام سے دعوت کمالیٰ جب اسکی قوم کے سب لوگ ملاقات کر کے چلے گئے تو اکیلے میں قرۃ نے عمر دین العاص سے کہا کہ اگر زکوٰۃ معاف کر دی جاوے تو بہت مناسب ہو گا کیونکہ عرب نے تمہارا دین خراج دینے کے لئے نہیں قبول کیا ہے۔ عمر دین العاص نے جب اسکی یہ بات سنی تو ناراض ہو کے مدینہ چلے آئے اور جناب صدیق اکبر سے آگے قرۃ کا حال بیان کیا۔

جب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ نے بنی اسد و غطفان کو مار مار کے ٹھیک کر لیا تو ہوازن و سلیم و عامر کو بھی ہجرت ہوئی اور بنی اسد و غطفان کی حالت دیکھنے عقل ٹھکانے آگئی اور انہوں نے خود جناب خالد کی خدمت فیضہ رحمت میں حاضر ہو کے ارتداد سے توبہ کی اور پھر مسلمان ہوئے

حضرت خالدؓ نے سوائے ان چند آدمیوں کے جنہوں نے اپنے ارتداد کے زمانہ میں مسلمانوں کو شہید کیا تھا سب کو خوشی بخوشی معاف کیا مگر قاتلین کو تلاش کر کے قتل اور سنگسار کیا۔ روایت ہے کہ خالد بن ولیدؓ نے عیینہ بن حصن اور قرۃ بن ہبیرہ کو گرفتار کر کے جناب صدیق اکبرؓ کے پاس مدینہ بھیج دیا تھا وہاں ان دونوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اس لئے انکی گردن مار دی گئی ایک مؤرخ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب عیینہ یا بجولان مشکین بنہ ہا ہوا مدینہ میں پہنچا ہے تو شہر کے اڑکے اور سکے پیچھے لگے ہوئے یہ پکار تے جاتے تھے کہ اے دشمن خدا تو مسلمان ہو نیسکے بعد پر کافر ہو گیا تجھے شرم بھی نہ آئی۔ جواب میں نہ کہتا تھا کہ خدا کی قسم میں اپنی زندگی بہرین کبھی ایک دم کے لئے بھی مسلمان نہیں ہوا تھا نہ اب اسلام قبول کروں گا۔ ابوبکر صدیقؓ نے اسکی یہ سخت دلی دیکھ کر قتل کا حکم دیدیا۔

اسکے بعد قبائل غطفان و سلیم کے کچھ لوگ جو ہنوز باغی رہ گئے تھے حو اب میں سلمیٰ بنت مالک بن خذیفہ بن بدر بن ظفر کے پاس پہنچے اور اس عورت کو اپنا سردار بنایا۔ سلمیٰ آنحضرتؐ صلعم کے پاس قید ہو کے آئی تھی۔ اتفاقاً ام المؤمنین جناب عائشہ صدیقہؓ نے اسے دیکھ لیا اور حضورؐ نبوی سے سفارش کر کے آزاد کرادیا۔ سلمیٰ جب اپنے گھر پہنچی تو مرتدہوں کے اسلام کی جانی دشمن بن بیٹھی اور غطفان و ہوازن و سلیم و طے و اسد کے لوگوں نے اسے اور بھی دون پر چڑھالیا۔

جناب خالد مرتدین سے لڑتے جگڑتے اور باغیوں سے مسلمانوں کے قتل کا بدلہ لیتے اور چاروں طرف کا انتقام کرتے ہوئے سلمیٰ کی سرزمین پر بھی پہنچے۔ دونوں فریق کا سامنا ہوا۔ سلمیٰ خود ایک ناقہ پر سوار ہو کے اپنی فوج کو لڑانے لگی۔ نتواؤمی اس کے ناقہ کے گرد مارے گئے۔ اور ناقہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ سلمیٰ بھی مار گئی۔ لشکر اسکا ہراگ گیا اور مسلمان فتحیاب ہوئے

نبی سلیم مین سے الفجاءۃ بن عبد رایلیل نے صدیق اکبر سے آکے درخواست کی کہ مین
مسلمان ہوں آپ میری مدد کریں مجھے فوج اور سامان جنگ مرحمت ہوتا کہ مین اسلام کی حمایت مین
مردوں سے لڑوں۔ جناب صدیق نے اسے سامان جنگ دیکے مرتدین سے لڑنے کا
حکم دیا۔ الفجاءۃ بن عبد رایلیل جب جون یا جو امین پہونچا تو مرتد ہو گیا۔ اور نجبتہ بن ابی الثنی کو جو نبی
شرید مین سے تھا مسلمانان نبی سلیم اور ہوازن پر شبنون مارنیا کو بیجا۔ ادھر ابو بکر صدیق نے اسکی خیر
پاکے طریقہ بن عاجز کو الفجاءۃ اور نجبتہ کی عقل درست کرنیکے واسطے روانہ کیا اور عبد المہدین قیس
الحاشی کو طریقہ کی مدد کے لئے متعین فرمایا۔ زلفیقین نے جی کو لکے داد شجاعت دی مگر ہزیران
اسلام کے سامنے مرتدین کی دال نہ گلنے پائی۔ نجبتہ تو کھست رہا اور الفجاءۃ تاب مقاومت نہ کر
بھاگا۔ طریقہ رضی اللہ عنہ نے اسکا پیچھا کر کے گرفتار کر لیا اور اپنے ساتھ صدیق اکبر کے دربار
فیض آثار مین لے آئے۔ جناب صدیق نے مصلی مدینہ مین لگ روشن کرا کے الفجاءۃ کو اوسمین
جو نکو ادیا۔ اسکے بعد باقی نبی سلیم اور ابو شجرہ بن عبد العزی ابو الحنساء جو ایک مرتد تھا سب خود بخود
خدمت صدیقی مین مجتمع ہو کے حاضر ہوئے اور اپنے کئے سے توبہ کر کے مسلمان ہو گئے۔

بنی تمیم اور سجاح کے حالات اور مالک بن نویرہ کا قتل ہونا

سجاح بنت حارث بن سوید ایک عربی نصرانیہ بھی دعوی نبوت کرنے لگی اور ایک بڑی فوج
ساتھ لیکے مدینہ پر چڑھ آئی۔ قبیلہ بنی تمیم پر جب اسکا گذر ہوا تو سجاح نے اسکے سامنے بھی اپنا
دعوی نبوت پیش کیا اور کہا کہ تم لوگ بھی میرے دین مین آجاؤ۔ پس اونمین سے بہت لوگ
اور مالک بن نویرہ اسکے ساتھ ہو گئے۔ اسی عرصہ مین ان لوگون کو خبر ملی کہ میلہ کذاب نے
بھی نبوت کا دعوی کیا ہے۔ یہ سنکر سجاح کے لشکر مین اختلاف راے پیدا ہو گیا۔ بعض کہتے
تھے کہ پہلے مدینہ سے نبٹ لو اور بعض کی یہ رائے تھی کہ مین پہلے میلہ کا قلع و قمع کر لینا ضروری ہے

آخر دہل اور بحث میں یہی ٹھہری کہ مدینہ کو چھوڑو اور سیلہ کے قتل کر نیکی لئے یہاں پر حملہ کرو
 چونکہ سیلہ کی اوس وقت مسلمانوں سے چٹج رہی تھی اس لئے اس نئے آسمانی گو کہ کو اپنے سپر
 پہوٹے ہوئے دیکھ کر بہت متفکر ہوا۔ سجال سے خط و کتابت کرنا شروع کی اور یہ قرار پایا کہ سجال
 اور سیلہ کی کسی تحلیلہ کے مکان میں ملاقات ہو شاید کوئی صورت صلح و امن کی پیدا ہو جائے
 حسب وعدہ دونوں پیغمبر اور پیغمبرہ ایک خالی مکان میں ملاقی ہوئے۔ سیلہ نے بڑی چالاکی
 اور ملایم و شیریں باتوں سے سجال کے دل کو لہا لیا۔ عورت موم کی ناک تو ہوتی ہی ہے پہر گئی او
 اوسی وقت وصل کی ٹھہری۔ تین دن تک نہ اوس مکان سے سیلہ نکلا نہ سجال برآمد ہوئی۔
 بعد تین دن کے جب وہ اپنی قوم میں پہنچی تو اودن سے جا کے کہا کہ میرا نکاح یہاں کے
 پیغمبر سے ہو گیا ہے۔ اوسکے قوم واسے بولے کہ تجسی با عزت و توقیر عورت کا نکاح بغیر مہر و جان
 بڑی شرم کی بات ہے جب اوسنے سیلہ سے جا کے اپنی قوم کا اعتراض بیان کیا تو سیلہ نے
 سجال کی قوم کے لئے دو وقت یا پانچون وقت کی نماز معاف کر دی اور یوں کو بلا کے اوسی وقت
 اپنے حکم کا اعلان بھی کر دیا اور کہا کہ کل دنیا کی عورتیں بے نکاح تیری قوم کیلئے بلج ہیں۔ سجال
 یہ مہر لیکے اپنے لوگوں میں چلی آئی اور اوسکی قوم کے لوگ ایسے عمدہ انعامات پاک کے نہایت
 خوش ہوئے۔ جناب خالد بن ولید نے سجال پر حملہ کیا تو وہ فرار ہو کے بنی ثعلب میں جا چھپی۔
 مالک بن نویرہ سجال کی اس حرکت ناشایستہ سے بہت نادوم و خجل ہو کر بطاح چلا گیا
 جناب خالد نے بطاح کا محاصرہ کرنا چاہا۔ انصاء نے اعتراض کیا کہ آپ یہ کام خلیفہ کے حکم کے
 خلاف کرتے ہیں۔ حضرت خالد نے جواب دیا کہ میں ایسے ہوں جو مصلحت دیکھو لگا کر نہ لگا۔ یہ کہہ کر خود
 تنہا محاصرہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ دو دن بعد لشکر اسلام بھی مجبور ہو کر اودن سے جا ملا۔ اور
 پوری فوج نے بطاح پر حملہ کیا بنی تیمم نے اطاعت قبول کر لی مگر مالک بن نویرہ کے دماغ میں

سرکشی بہری رہی۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے افواجِ قاصدہ کو اطراف و جوانب کے انتظام کے واسطے روانہ کیا۔ اونہیں سے کوئی مالک بن نویرہ کو بھی پکڑ کے جناب خالد بن ولید کے پاس لے آیا۔ اب قیدیوں کی نسبت لشکرِ اسلام نے باہم بحث کی اوسین بایون کا بہت احتمال ہوا کوئی بات قرار نہ پائی۔ اتنے میں رات ہو گئی موسمِ سردی کا تھا۔ جناب خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھا دو مگر جو لفظ آپ کی زبان مبارک سے نکلا تھا وہ عربی زبان میں دو معنی تھا جسکے معنی قتل کے بھی ہو سکتے تھے۔ لشکر ہی سمجھ کہ قتل ہی کا حکم دیا ہے لہذا سب قیدیوں کو ایک دم سے مار ڈالا۔ جب بالکل فیصلہ ہی ہو چکا تھا تو جناب خالد کیا کر سکتے تھے سکے خاموش ہو رہے۔ شکایت اسکی خلیفہ کے دربار میں پہنچی۔ آپ نے فوراً جواب دہی کے لئے حضرت خالد کو دربار میں طلب فرمایا۔ عذرات و جوابات سنے جب اونہیں بے قصور پایا تو کچھ مزاحمت نہ فرمائی الحاصل جناب سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب مرتدوں کو جزیرہ نماے عرب سے مار مار کے نکال دیا اور چاروں طرف اسلام کی روشنی پھیلا دی۔

روایت ہے کہ مالک بن نویرہ عالی خاندان۔ شجاع۔ بڑا شہسوار اور نامی شاعر تھا اور جتنی عمدہ صفتیں عرب لوگ آدمی میں چاہتے ہیں سب اوسین موجود تھیں۔ اوسکی بیوی بھی خوبصورتی کے لئے سارے عرب میں مشہور تھی۔ بعد قتل مالک بن نویرہ کے حضرت خالد بن ولید نے اوسکی بیوی سے نکاح کر لیا۔ جناب خالد بن ولید ساڑھے چار ہزار آدمیوں کے ساتھ مرتدوں کی گوشمالی کو روانہ ہوئے تھے۔ جناب صدیق اکبر باغی سردار کی صفات اور چال چلن اور قابلیت کا بہت پاس دلخا خارتے تھے اور عمدہ باتیں چاہے دشمن ہی میں کیوں نہ ہوں انکی قدر و منزلت کرتے تھے۔ باغیوں پر نرمی سے کامیاب ہوتا چاہتے تھے اسلئے خالد بن ولید سے روانگی کے وقت فرما دیا گیا تھا کہ اگر مالک بن نویرہ گرفتار ہو جائے تو اوسکی عزت کرنا اور قیدیوں پر رحم کرنا

اور سمل ذریعہ سے اونہیں اسلام میں لانا جب حضرت سیف الدخالد کے رعب و داب نے تمام ملک میں تسلمہ ڈال دیا اور جہان وہ پہونچے اسلام کا قبضہ ہو گیا تو مالک بن نویرہ اور اوسکی بیوی بھی گرفتار ہو کے آئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے مالک سے پوچھا کہ تم زکوٰۃ دینے سے کیوں انکار کرتے ہو۔ مالک نے جواب دیا کہ ہم خدا کی عبادت بغیر خرچ کے بھی کر سکتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد کو تاب نہ رہی اور اوسکے قتل کا حکم دیدیا۔ ضراء بن الازور نے اوسے غرر قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر مدینہ پہونچی تو جناب عمر فاروق نے ابوبکر صدیق سے کہا کہ یہ ایک مسلمان مارا گیا اسکا قصاص لینا واجب ہے خالد نے یہ کام کتاب اللہ کے خلاف کیا ہے جناب صدیق اکبر نے جواب دیا کہ خالد نے اچھا کیا۔ اسے عمر میں اوس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتا جو خدا نے کافروں کی گردنوں پر کینچی ہے۔

ایک مؤرخ یون فرماتے ہیں کہ مالک ابن نویرہ مسلمان تھا اوسکی بیوی کے اعلیٰ حسن نے نعوذ باللہ خالد بن ولید کو اندھا کر دیا اسلئے اونہوں نے اوسے قتل کیا۔ ابوقتاہہ انصاری نے ابوبکر صدیق کے آگے شہادت دی کہ مالک کو قید کے لوگ ناحق مقتول ہوئے اونکے مسلمان پر قایم رہے اور نماز پڑھتے پرین نے خود شہادت دی مگر خالد بن ولید نے میری شہادت پر اون اے کی باتوں کو ترجیح دی جو مال غنیمت کی طمع میں خون مسلمانان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ عمر فاروق کو اصرار تھا کہ خالد کی گردن مار دی جائے مگر صدیق اکبر اونکے سیف اللہ ہونے کو بھولتے نہ تھے۔ آخر خالد بڑا سے گئے وہ اگر عمر فاروق سے چپے ہوئے مدینہ میں رہے اور ابوبکر سے تحلیہ میں صفائی کر گئے۔ صدیق اکبر نے اونکے قصور کو اجتہاد کی غلطی پر محمول کیا اور مقتول کے وارثوں کو بیت المال سے دیت دلوادی۔ مالک بن نویرہ کا قتل طلحہ پر فتح پانیکے بعد اور مسیلہ کذاب کے مقابلہ میں روانہ ہونے سے پہلے کا ہے۔ آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کی بہت تعریف

کی تھی مگر اس میں بھی شک نہیں کہ خالد کا بے دھڑک قتل کبھی کبھی آنحضرت کو بھی ناراض کر دیتا تھا۔
خالد کی نمایاں فتوحات نے گو ابو بکر صدیق کو اپنا شیعہ اپنا رکھا تھا۔ لیکن عمر فاروق کبھی اون سے
راضی نہ رہے۔ عمر بن خطاب کے مزاج میں ایک عجیب و غریب انصاف اور اعتدال تھا وہ
جب مناسب قتل کے حامی تھے اور تنے ہی نامناسب خون ریز یوں کے دشمن تھے۔

اس وقت بہت سے مؤرخوں کی کتابیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ کسی نے اس شدو
سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر حملہ نہیں کیا۔ ممکن ہے کہ یہ سچ ہو مگر افسوس کہ ہمارے
نئیقی مؤرخ نے یہ نہیں لکھا کہ مالک ابن نویرہ اور اس کے قبیلہ کی موافق شہادت دینے میں
ابو قتادہ انصاری نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ مظلوم مقتول زکوٰۃ دینے کے بھی ہرگز مخالف نہ تھے
جب کا اہتمام اس وقت ابو بکر صدیق کو منظور ہے۔ اگر آسا ہی اون سے اور ثابت ہو جائیگا تو ہم

کچھ اون کے لکھنے پر توجہ کریں گے ورنہ اصل یہ ہے کہ مالک بن نویرہ نے سلطنت اسلام سے ضرور بغاوت
کی اور قانون جنگ جس زمانہ میں جاری ہونا عین حکمت تھا اس زمانہ میں ابو بکر صدیق کی اتنی
چھان بین نہ رہا نہ انصاری کے قابل ہے اونہوں نے خالد بن ولید کی وہ قدر کی جو آنحضرت
کر چکے تھے جب کا اقرار ہمارے مذکورہ صدر مؤرخ کو بھی ہے۔ حق یہ ہے کہ تیرہ سو برس کے بعد
اپنے گھر کے امن و چین میں بیٹھے ہوئے اون لوگوں پر اسے لگانا جو جلتی ہوئی آگ میں کود رہے
تھے بہت مشکل ہے۔ ہمارے ناظرین خاطر جمع رکھیں کہ اس دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں
بھی جب کہ اندر باہر کچھ نہیں سو جہائی دیتا تھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک عورت
کے عشق میں کسی غیر مشکوک آدمی پر دست قعدی دراز نہیں کیا اور نہ ابو بکر صدیق نے اس سے
جائزہ لیا۔ رہا فاروق اعظم کا عدل سوا اس کی اصلی کیفیت آج تک کسی مؤرخ کو نہیں معلوم ہوئی کہ
اس معاملہ خاص میں ان تینوں قابل التعظیم و قدر صاحبوں میں کیا گلوگوں کی جس پر ہم چودھویں صدی

کے موبخون کو راے زنی کرنا عین جہالت ہے جیکہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ عمر فاروق نے اپنی خلافت میں سوائے مغزولی امارت کے خالد بن ولید کے ساتھ اور کچھ نہیں کیا اور خالد عمر فاروقی میں بھی اسی خیر خواہی۔ تن وہی اور زور و شور سے حمایت اسلام میں لڑتے رہے جیسے کہ پہلے لڑتے تھے۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت آپ کے مال کی تعیناتی اور تقرری بنی تمیم بن اسرح سے تھی کہ

زبرقان بن بدر رباب - عوف - ابنائین حکمران تھے۔

قیس بن عاصم مقاعس و لبطون میں تھا۔

صفوان بن صفوان و سہرہ بن عمر و بنی عمر و میں تھے۔

وکیع بن مالک بنی مالک میں مقرر کیا گیا تھا۔

مالک بن نویرہ حنظلہ میں تھا۔

جب حضور صلعم کے انتقال کی خبر مشہور ہو گئی تو زبرقان رباب و عوف و ابنائین کے صدقات اور صفوان بنی عمر و کے صدقات لیکر صدیق الیکبر کے پاس مدینہ چلے آئے۔ لیکن قیس بن عاصم نے مقاعس و لبطون میں بغاوت اختیار کی کیونکہ وہ اسی موقع کے انتظار میں تھا۔ صفوان اور زبرقان کے چلنے آنے اور قیس کی بغاوت سے بلا و بنی تمیم میں ایک تہلکہ عظیم پیدا ہو گیا اور مسلمانوں اور مردوں میں لڑائی ہونے لگی۔ اسی زمانہ میں سجاح بنت الحارث بن سوید قبیلہ تغلب سے لطن غطفان میں نبوت کا دعویٰ کر بیٹھی۔ اور ہذیل بن عمران نے بنی تغلب میں سے عقبہ بن ہلال نے غمرین سے۔ سیل بن قیس نے ثیبان میں سے۔ اور زیاد بن ہلال نے غمرین سے اسکا ساتھ دیا۔ ہذیل بن عمران نے اپنا دین نصرانی چھوڑ کے سجاح کا دین اختیار

کر لیا تھا۔ سجاح یہ لشکر لیکر مدینہ پر چڑھ چلی مگر بنی تمیم میں اختلاف پڑ گیا۔ مالک بن نویرہ بھی سجاح سے
 آگلا اور اوس سے کہا کہ مدینہ کا خیال چھوڑ کر بطون بنی تمیم پر حملہ کرو۔ اس وقت وکیع بن مالک بھی
 انہیں یا غیثون میں مل گیا اور بطون بنی تمیم پر چڑھائی کی گئی۔ بنی تمیم تاب مقاومت نہ لاسکے بہاگے
 رباب اور ضیہ ملکر جو دھڑے تو انہوں نے سجاح کے لشکر کو شکست دیدی اور اوسکے بہت سی
 آدمی قید کر لئے اس پر سجاح نے رباب اور ضیہ سے صلح کر لی۔ اب یہ سب متفق ہو کر مدینہ کی طرف
 جبکہ تھے کہ تیلج بن اوس بن خزیمہ بھیجی نے بنی عمر کو ساتھ لیکر اون پر حملہ کر دیا اور بہت ہی
 سخت لڑائی ہوئی۔ سجاح کی طرف والون میں سے ہذیل اور عقبہ گرفتار کر لئے گئے۔ اسکے بعد
 فریقین میں اس بات پر میل ملاپ ہو گیا کہ اوس بن خزیمہ سجاح کے آدمیوں کو چھوڑ دے۔
 اور سجاح بلاد اوس میں ہرگز دست اندازی نہ کرے۔ اسکے بعد مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک
 سجاح سے الگ ہو کے اپنے وطن چلے آئے۔ سجاح کا لشکر اپنی مکروری کے باعث اوغین
 روک نہ سکا۔ اور اونکی طرف سے ناامید ہو کے بنی حنیفہ کی طرف چلا۔ تو مسیلہ کذاب کو کھٹکا
 پیدا ہوا کہ اگر میں سجاح سے لڑتا ہوں تو یمامہ میں شامہ بن اثال مجھے مقابل ہو جائیگا اور پھر
 شمر حیل بن حسنہ اور اسلام کا لشکر بھی میرے اوپر سنجون مار لیگا۔ اسلئے مسیلہ نے سجاح کے
 پاس بہت سے بیش قیمت تحفے بھیجے اور لکھا کہ پہلے نصف عرب میرا تھا اور نصف قریش کا۔
 اب قریش مجھے الگ ہو گئے ہیں اسلئے میں اونکی جگہ تجھے شامل کر لوں گا۔ یہ سنکر سجاح خود
 اوسکے پاس چلی آئی اور اوس سے صلح کرنا چاہی۔ بالآخر دونوں کا نکاح ہو گیا اور جب مہر کے لئے
 قوم نے سجاح کو لعنت و ملامت کی تو مسیلہ نے جواب دیا۔ اپنی قوم سے کہہ دے کہ محمدؐ نے
 جو دو نمازین فجر اور عشا کی تمیز فرض کر دی تھیں وہ مسیلہ رسول اللہؐ نے انہیں معاف کر دیں۔
 علاوہ اسکے یمامہ کی نصف پیداوار سال بسال تجھے دیا کروں گا۔ یہ مہربانی لیکر سجاح نے

مسئلہ سے صلح کا وعدہ کر لیا اور جزیرہ کو واپس ہو گئی۔ اور بذیل و عقبہ کو سال آئندہ کی آدھی پیداواری بٹا نیلے مسئلہ کے پاس چوڑی گئی۔ اتفاقاً راستہ میں خالد بن ولید لشکر اسلام کے ساتھ اوسے مل گئے۔ اور انہوں نے لڑ بھڑ کے اوسے لشکر کو پریشان اور ترتر کر دیا اور سجاج بہاگ کے جزیرہ میں بنی تغلب کے پاس جا چپی۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کے زمانہ میں اوسے اور اوسے قبیلہ کو کوفہ میں لایا اور ان سب کو مسلمان کیا۔ سجاج پہر اپنی زندگی بہر سچی مسلمان رہی۔

جب سجاج مسئلہ کے پاس سے جزیرہ چلی گئی اور بنی تیمم نے پہر اسلام قبول کر لیا۔ ابوقت مالک بن مالک بن نویرہ مذہب ہی رہا۔ بطاح میں قبیلہ تیمم اور بنی حنظلہ اوسکے پاس آ گئے تھے چونکہ وہ خود پریشان اور ڈھلے یقین ہو رہا تھا اسلئے اوسنے اون لوگوں کے مال و اسباب کو حفاظت سے محفوظ رکھ دیا اور ان سے کہہ دیا کہ یہ وقت بہت تاریک ہے اس میں لڑ و مت خالد بن ولید نے جو سنہ کہ بطاح میں مالک بن نویرہ کے پاس تیمم اور حنظلہ جمع ہیں اوسکی طرف جہک پڑا پہلے انصار نے خالد سے مخالفت کی اور یہ کہا کہ جب تک خلیفہ کا حکم نہ آئے گا ہم آگے نہیں بڑھینگے مگر یہ سوچے کہ اگر وہ مسلمان جو خالد کے ساتھ جانے کو تیار ہیں مالک بن نویرہ پر غالب آ گئے تو ہم نیک نامی اور ثواب سے محروم رہینگے اور اگر یہ ناکام رہے اور مارے گئے تو ہم پر انکی حمایت اور مدد نہ کر نیکا الزام لگایا جائیگا اسلئے سب ساتھ ہو گئے۔

حضرت سیف الدین غالب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بطاح میں قدم رکھتے ہی ایک لشکر روانہ کیا اور حسب ارشاد خلیفہ برحق اوسے نہایت تاکید کے ساتھ ہدایت کر دی کہ پہلے لوگوں کو چمکا پھپکا کر کے اسلام کی طرف بلانا اور آشتی و نرمی سے کام لینا جب بالکل نہ ماینے اور کسی طرح راہ پر نہ آئیں تو ہمارے پاس پکڑ لانا ہم انہیں سچھڑاینگے اگر نہ ماینے تو قتل کئے جائینگے

پس غازیان نامدار اور جیران شیر شکار گایہ گروہ گیا اور مالک بن نویرہ کو معہ چند آدمیوں بنی ثعلبہ بن ربیع کے گرفتار کر کے لے آیا۔ لوگوں نے جناب سیف اللہ کے سامنے ان قیدیوں کے باب میں جو شہادتیں دین او نہیں بہت اختلاف واقع ہوا۔ اکثر دن نے تو یہ بیان کیا کہ مالک بن نویرہ اور اسکے آدمیوں نے ہمارے سامنے تاز پڑھی اور اذان اونکی ہنسنے سنی۔ ایسا کہنے والوں میں ابو قتادہ بھی شامل تھے۔ بہتوں نے یہ کہا کہ ہنسنے نہ انکی اذان سنی نہ تاز دیکھی۔ ایسی متناقض شہادت سے جناب خالد کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ مجبور و لاچار ہو کر سب قیدیوں کو حضرت ضرار بن الازور کے سپرد کر دیا۔ شب کی وقت منادی نے ندلی دَا فِئُوا اَمْرًا کَم۔ بنی کنانہ کے محاورہ میں یہ قتل کا گناہ تھا اور جناب ضرار کنانی تھے اس آواز کے سنتے ہی اوٹھ کھڑے ہوئے اور سب قیدیوں کے سر قلم کر دئے۔ خالد بن ولید یہ ہنگامہ دیکھ کر اور شور و غل سکے اوٹھے اور منع کرنے کو آگے بڑھے۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا سب قیدیوں کے جسم بے سہ زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ ابو قتادہ اور خالد میں اسی پر یک جہک ہو گئی اور وہ ناراض ہو کر خدمت صدیقی میں چلے آئے۔ جناب صدیق اکبر نے جواب دی کہ لے خالد بن ولید کو مدینہ طلب کیا۔ جناب فاروق اعظم کی یہ رائے ہوئی کہ خالد معزول کئے جائیں اور ادون سے قصاص لیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر نے کہا اے عمر میں اوس تلوار کو زنگ نہیں لگانا چاہتا ہوں جسے حق سبحانہ تعالیٰ نے کفار کے گلوں کے لئے سان پر رکھا ہو۔ اتنا کہا اور مالک اور اسکے ساتھیوں کا خون بہا اسی وقت بیت المال سے دلوادیا۔ اور فوراً خالد کو اونکے کام اور عہدہ پر روانہ کر دیا۔

پس جس مؤرخ سے پوچھتے ہیں وہ بھی کہتا ہے کہ خالد بن ولید نے ایک خوبصورت عورت کے عشق میں مالک بن نویرہ کا سرتن سے جدا نہیں کیا اور کتب تواریخ کے دیکھنے سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ جب مالک حضرت سیف اللہ کے پاس پانزنجیر آیا اور لوگوں نے

اوسکی اذان و نماز کے بابت اختلاف کیا تو جناب خالد رضی اللہ عنہ خود اوسکے حالات کی تفتیش کے لئے گرد و نواح کے گاونوں میں تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ جب وقت مالک بن نویرہ نے آنحضرت صلیع کی وفات کی خبر سنی۔ جامہ میں پہلوانہ سمایا اور یڑی دہوم دہام سے ایک جشن کیا جس سے اوسکے ارتداد قطعی میں ذرا شبہ نہیں رہتا۔ غرض کہ جس پہلو سے دیکھے مالک گردن زدنی معلوم ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ مالک کو قتل کرتے ہی خالد نے اوسکی بیوی سے نکاح نہیں کر لیا اور اگر ایسا فرض بھی کر لو تو اوسکی ساتھ یہ بھی مسلم ہے کہ مالک اپنے قتل سے بہت دن پہلے اپنی بیوی کو طلاق دیکچکا تھا اور رسم جاہلیت کے مطابق اوسے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا اور اوسکو بہت تنگ کرتا تھا پس جب اوس عورت نے مالک کے قتل کی خبر سنی تو خوش ہو گئی اور حضرت خالد کے پاس پیام نکاح بھیجا آپنے اوس سے عقد کر لیا اس صورت میں میعاد عدت کے انتظار کی بھی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ابن خلدون نے تو اس واقعہ کی خبر تک نہیں لی۔ ادھر ہم نے روضۃ الصفا کو دیکھا تو اوسمیں مالک کے قصہ کا نام و نشان تک نہیں۔ لوگ صاحب روضۃ الصفا کو شیعہ بتاتے ہیں اگر ذرا بھی پانی مڑتا ہوتا تو وہ ضرور لکھتے۔

روایت ہے کہ مالک بن نویرہ قبیلہ بنی تمیم کا رئیس تھا۔ ریاست بطلح جہان بنی ربیع رہتے تھے آنحضرت نے اوسکے سپرد کردی تھی۔ اور صدقات بنی ربیع بھی وہی لیتا تھا۔ جب عرب میں آتش ارتداد مشتعل ہوئی تو مالک بن نویرہ نے زکوٰۃ دینے سے بالکل انکار کر دیا۔ اور وہ اوبنی ثعلبہ بن ربیع کے چند آدمی گرفتار ہو کے خالد بن ولید کے سامنے لائے گئے تو لوگوں نے اونکی اذان و اقامت کے باب میں شہادت دینے میں نہایت ہی اختلاف کیا۔ جناب خالد بن ولید نے حفاظت کے لئے قیدیوں کو ضرار بن ازور کے سپرد کر دیا۔ جاڑوں کی رات تھی منادی مے ندا کی *داھو اسراکم* یعنی اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے اوڑھا دو۔ ضرار بنی کنانہ

مین سے تھے اپنے محاورہ کے بموجب یہ سمجھے کہ قیدیوں کے قتل کا حکم ہوتا ہے اس لئے سب قیدیوں کو مار ڈالا۔ اکثر مورخین نے یوں لکھا ہے کہ جب حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کو جو ابہی کے لئے اپنے سامنے طلب فرمایا تو اثنائے گفتگو مین مالک نے یوں کہہ دیا ما اخل صاحبک الا قال کذا وکذا یعنی مین نہیں خیال کرتا کہ تمہارے صاحب نے ایسی بات کہی ہو صاحب سے یہاں پر او سکی مراد آنحضرتؐ سے تھی۔ یہ سنتے ہی حضرت خالدؓ بھڑک اٹھے اور فرمایا یہ کیا کہا کیا وہ ہمارے ہی صاحب تھے تیرے نہ تھے۔ چونکہ وہ وقت شورش و فساد و غدر کا تھا اس قسم کے الفاظ محض کفر و ارتداد سمجھے جاتے تھے۔ جناب خالد نے اسے مرتد جان کے قتل کرا دیا۔

مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم نہایت خوبصورت تھی اس نے اپنا نکاح خالد سے کر لیا۔ ابو قتادہ انصاری خالد سے ناراض ہو کے مدینہ چلے آئے اور خالد بن ولید کی شکایت کی اور کہا کہ اوتھوں نے میری ایک نہ سنی اور بادینہ نشینوں کی شہادت پر اعتماد کیا جبکہ مطلب مال غنیمت حاصل کرنا تھا۔ ادھر مالک کا بہائی متم بن نویرہ وادیا چھا تا ہوا مدینہ آ پہونچا اور اپنے بہائی کے قصاص کا دعویدار ہوا۔ اور درخواست کی کہ ہمارے قیدی ہمیں واپس ملین۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ متم کے مددگار بن گئے اور صدیق اکبرؓ سے آکر کہا۔ یہ کیا غضب ہے کہ خالد کی تلوار مسلمانوں کے گلوں پر چل رہی ہے۔ لازم ہے کہ خالد سے قصاص لیا جائے۔ ابو بکر صدیقؓ بھی اس چاروں طرف کی لے دے سے گہرا گئے اور خالد کو کہا کہ جیسے بیٹھے ہو ویسے ہی تنہا میرے پاس چلے آؤ۔ حضرت خالد مدینہ آئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اعانت سے تخلیہ مین خلیفہ سے ملاقات کی۔ اور اپنے عذرات پیش کئے۔ صدیق اکبرؓ نے اونکی معقول گفتگو سنکر اونمیں اونکے کام پر واپس کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اب اپنے لشکر کو بھی رضی رکھنا اور

سید ہے سیلمہ کذاب کی گوشمالی کو چلے جاؤ۔ پھر مالک کا خون بہا بیت المال سے دلوادیا۔
اور اسکی قوم کے قیدی ہتھم کے حوالہ کر دئے۔

مالک کے ارتداد اور اسلام کی نسبت ادب اب سیر کی گواہی مختلف ہے۔ ابن عبد البر
مغربی جو امام اپنے وقت کے تھے استیعاب میں فرماتے ہیں کہ مالک بن نویرہ مرتد تھا۔
اونکے الفاظ یہ ہیں امرہ ابو بکر الصدیق علی الجیوش ففتحہ اللہ علیہ الیماہ وغیرہا و
قتل علی ید یدہ الکراہل لدیۃ منہمہ سیلمہ و مالک بن نویرہ یعنی ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو
شکر کا حاکم کیا پس امیر اجل شانہ نے خالد کے ہاتھوں سے یمامہ وغیرہ ملک فتح کراے اور انہوں
نے اکثر مرتدوں کو قتل کیا جنہیں سیلمہ اور مالک بن نویرہ شامل ہیں۔

سیلمہ پر لشکر کشی اور اسکا مقتول ہونا

حضرت عکرمہ بن ابی جہل اور جناب شمر جہیل بن حنظلہ رضی اللہ عنہما بنی حنیفہ اور سیلمہ کذاب
کی سرکوبی کو روانہ کئے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں انہیں تحقیق ہوا کہ ہمارے دشمنوں کی فوج
اور قوت ہم سے بدرجہا زیادہ ہے اسلئے وہ جناب خالد کی مدد کے انتظار میں جہان تھے وہیں
رہ گئے جب خالد انکے پاس پہونچ گئے تو بچے ملکر کوچ کیا اور سرحد یمامہ پر جا حیمیر بن سیلمہ بھی اپنی چاکر
ہزار فوج ساتھ لئے سامنے آؤٹا۔ دونوں طرف صف آرا یہاں پہونچ گئے۔ لشکر اسلام میں حذیفہ جانب
راست۔ زید بن خطاب چپ اور عکرمہ مقدمۃ الجیش میں مقرر کئے گئے۔ اسوقت مجاہد بن مرارہ سیلمہ
کی حکم سے چالیس یا ساٹھ آدمی ہمراہ لیکر بنی تمیم و بنی عامر سے انتقام لینے گیا ہوا تھا۔ واپسی کیوقت اسلام
طبیعہ اور مجاہد و منڈبہیٹ ہو گئی۔ نہر ان اسلام نے مردانہ حملہ کر کے مجاہد اور اسکے ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جنہاں
خالد کو کسی مصلحت سے مجاہد کو قید رکھا مگر اس کے سب ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔ اور خود ایک بلند ٹھیکرے
پر جا کھڑے ہوئے۔ مہاجرین کا علم سلم کو عنایت فرمایا اور انصار کا نشان ثابت ابن قیس کو

مرحمت ہوا۔ اب لڑائی شروع ہو گئی۔ پہلے کفار و مرتدین نے جان پر کسبل کے وہ وہ سخت حملے کئے کہ مسلمانوں کے حواس بکھر گئے۔ یہاں تک کہ نبی حنیفہ جناب خالد کے خیمہ مبارک میں آن گئے اور اونکی بیوی کو قتل کرنا چاہا۔ مگر مجاہد کی سفارش و کوشش سے وہ بچ گئے۔ جب نوبت باینچار رسید تو اصحاب رسول اللہ کی رگوں میں اسلامی خون نے جوش مارا اور شمشیریں خون آشام ہاتھوں میں تول تول کے الداکر الداکر کہتے ہوئے گروہ مرتدین پر جھک پڑے۔ ثابت ابن قیس نے یہ حال دیکھ کر فوراً کفن پہن لیا اور حنظل لگا کے جناب یاری میں التجائی اے رب علیم و بصیر میں نے وہ کام نہیں کیا ہے جو ان بھگڑوں نے کیا ہے تو نے دیکھا ہو گا کہ میں ان سے الگ تھا میرا قصور معاف ہو۔ پھر جناب خالد کی طرف متوجہ ہو کر آؤری کہ اے امیر مہین ایسے لوگوں سے الگ رکھئے جنکے ساتھ آپ نے ہمیں کر دیا ہے ہم جناب رسالت مآب کے تعلیم یافتہ ہیں ہمیں جینے سے کیا کام سرکھانا ہماری معراج ہے ہر وقت حریفین قتال اور مشاق شہادت رہتے ہیں ہماری بھگڑوں سے نہیں بٹے گی۔ جناب خالد یہ سن کر مسکرائے اور سمجھ گئے کہ انکا مطلب کیا ہے۔ اوسی وقت مجاہدین اور انصار کو اور لوگوں سے جدا کر لیا۔ اور ہر گروہ اپنے اپنے نشان لئے ہوئے برسر میدان آیا۔

اسوقت اصحاب رسول کریم اور نظر کردہ رب رحیم کمال غیظ و غضب سے للکارنے لگے کہ اے یہاں ان نامدار اور اے شجاعان عالی وقار تم نے رسول کروگاری صحبت میں تعلیم و تربیت پائی ہے تمہاری ہر ادا خالق ارض و سما کو دل سے بہائی ہے اسلام کا بول بالا تمہیں کیا ہے اشداء علی الکفائر کا خطاب حق تعالیٰ سے تمہیں نے لیا ہے۔ آج ان مرتدین سے اسلام کو پٹیمہ دکمانے کا بدلہ لو۔ اور اپنے خدا کو راضی اور رسول کو خوش کرو۔ تم جانتے بھی ہو کہ یہ لوگ کون ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے رسول اللہ کی وفات سے فائدہ اٹھانیکو تمہیں

اپنے پیروں کے تلے روندنا چاہا ہے آج اگر ان حاسدین کا بیج بھی زمین پر رہ گیا تو کل خدا و رسول کو کیا منہم دکھاؤ گے اور اگر آج کے دن تجھے دوبارہ اسلام کو زمین کے پردہ پر قائم کر لیا تو کل بہشت کی سلطنت اسکے صلہ میں خدا سے پاؤ گے۔ اے حاملان سورہ بقرہ اور اے جراران طغیہ پر۔

ایک ہو جاؤ تم خدا کے لئے	جان دو دین مصطفیٰ کے لئے
--------------------------	--------------------------

اے میرے شیر و پڑ ہوڑ ہو حق کی مدد کرو اپنے نبی برحق کی حمایت لو۔ اس ندانے بگڑی ہوئی ہو اگر خیر پیر دیا۔ اوسہ ن مہاجرین و انصار جتنا دل کول کول کے لڑے ہیں آج تک کبھی نہ لڑا تھے۔ یہاں تک کہ ساڑھے چار سو حافظان قرآن شہید ہوئے۔ ثنابت بن قیس علمدار بھی لڑتے لڑتے جنت کو سدھارے۔ دوسرے علمبردار حضرت سالم کا دیان ہاتھ بالکل الگ ہو کے دور جا پڑا لیکن انہوں نے علم کو نچوڑا بایں ہاتھ سے سنبھال لے رہے جب تیغ ستم نے بایں کو بھی نہ رکھا تو نشان کو چھاتی سے لگا لیا اور اسلامی امانت کو زمین نہ دیکھنے دی جب بالکل ٹھنڈے ہو گئے تو حضرت زید نے علم کو لپک لیا اور داد شجاعت دیکے شہید ہوئے۔ اب نشان سالم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ حضرت حذیفہ صفت اعدا کو چیر کر لشکر کفار میں غایب ہو گئے اور لڑتے لڑتے اپنی جان اسلام پر سے قربان کر دی۔ غرض کہ اسی طرح ہر ایک شیر و لاوری سے جان لو کو دیتا تھا مگر قدم پیچھے نہ ہٹاتا تھا۔ پہرے ہوئے اسلامی شیر و ن کا یہ حال تھا کہ۔

اودہر جا پڑے اور ادہر آ پڑے	کیا حشر پر پا چدہر جا پڑے
-----------------------------	---------------------------

حضرت خالد بن ولید نے اس وقت یراء بن مالک سے لٹکار کے کہا کہ کھڑے کیا دیکھ رہے ہو تم بھی آج کچھ اپنے جوہر دکھا دو۔ جناب یراء یہ سنتے ہی جرات و ہمت کے جوش میں آ کے تھرا گئے۔ گھوڑے پر کود کے جا بیٹھے اور فرمایا کہ اے مدینہ والو! یہ معلوم ہوتا ہے کہ آج تم مدینہ کو

اپنی نفس میں سمجھے ہوئے ہو گویا یرمان سے بہاگ کے بدینہ میں جا ہی تو چھو گئے خیر نہ لڑو۔
 قیامت پاس ہے۔ ہمیں تو اپنے خدا سے قادر و توانا سے پناہ لینا ہے دیکھو ہم وہیں
 جاتے ہیں۔ اتنا کہ کچھ فوج اعدا میں دڑا ہے ہوئے چلے گئے۔ انصار اور انکا جگر خراش کلام سنکے
 آپ سے باہر ہو گئے اور سب اصحاب نے برا، رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ یہ وقت وہ تھا کہ فولاد
 کا جگر بھی پانی ہوتا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان کی گرداؤڑاؤڑ کے آسمان پر مثل ابر جھاگئی
 تھی اور سین تیغ شربار کی بھیلیاں چمک چمک کے مرتدون اور بزدلوں کے دل دہلائے دیتی
 تھیں۔ مسلمانوں کے کوہ شکن گزروں کی ضرب سواروں کے سر چوکر کے گھوڑوں کی ہڈی
 پسلیاں تک پھکادی تھیں۔ شمشیر خارا شگاف کے ہاتھ ایک کے دلو اور دلو کے چٹا کرتے
 تھے۔ جناب سیف اللہ خالد بن ولید بھی تیغ اثر دیا پیکر ہاتھ میں لئے ہوئے جد ہر جگہ پڑتے
 تھے پرے پرے اور صفین کی صفین اولٹی نظر آتی تھیں۔ جد ہر کو منہ کر کے آپ نے
 انا عاتر و سرید خالد بن ولید، یعنی میں رگ جان کا کاٹ دینے والا خالد بن ولید ہوں
 کہہ دیا شیروں کے پتے پانی ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت خالد نے مارتے مارتے ستمراؤ
 کر دیا اور مسلمہ کے پاس پہنچ گئے اور لکار کے کہا کہ اے مردود و نابکار اسلام پر ایمان لا
 اور اپنی مکاریاں چھوڑ۔ اوس سے سامنے نہ رہا گیا سر پر پیر رکھ کے بدحواس بہاگا اور اپنے قلعہ
 میں جا چھپا۔ غازیان شیر دم نے قلعہ کو جا گیرا۔ جناب برا، سے اپنی بے چینی کے باعث
 نہ رہا گیا فرمایا کہ ہم نہیں مانتے ہمیں اوٹھا کے جھڑکے اس قلعہ میں پہنچاؤ۔ ورنہ پتھر سے
 سر ہوڑ کر ابھی خود کشی کئے لیتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا کہ اب شجاعت کا سمندر اٹھ اٹھ اٹھ کر کنا
 مشکل ہے اس دار و گیر میں جبکہ ہمیں اپنا سنبھالنا دو بہر پڑا ہے انکی نگہداشت کیسے کریں گے
 اون سے کہا۔ حضور خود کشی سے باز رہیں ہم آپ کو قلعہ میں اتار دینے کی تدبیر کرتے ہیں۔

مسیلمہ والے توجی ہارے ہی ہوئے تھے اونہوں نے قلعہ کو جایجا سے بے حفاظت چھوڑ دیا
 تھا۔ مسلمانوں نے ادھر ادھر خالی موقع دیکھ کر جناب براء کو ڈھال میں بٹھا قلعہ میں اوتار دیا۔ حضرت
 براء نے اندر پہنچتے ہی دربانوں کو قتل کر کے پہاٹک کمولیا۔ مسلمان تو قدرت خدا کے منتظر
 تھے پہاٹک کملا دیکھ کے تلواریں ہاتھ میں لیکر لا الہ اور اللہ اکبر کہتے ہوئے قلعہ میں گس گئے
 اور اندر والوں کو ٹھیس خوردن کی دھار پر رکھ لیا۔ مسیلمہ کو وہاں بھی جب چین نہ ملا تو ہوا گا۔ وحشی قاتل
 جناب سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہیں دیکھ پایا۔ بڑھکے جو نیزہ مارا تو مسیلمہ نیزہ
 میں چبھ کے چاروں خانے چیت زمین پر تھا۔ سماک نے یہ ماجرا دیکھ کر لپک کے اپنی تلوار کے
 اوسکا سر ناپاک تن سے اوتار لیا۔ اس لڑائی میں حضرت براء کے جسم پر نوے زخم لگے اور
 پانسو چھ سو مسلمان شہید ہوئے۔ چالیس ہزار کفار میں سے ۲۱ ہزار مارے گئے۔ قلعہ میں
 عورتیں اور بڑے بھی تھے ادن سے کچھ تعرض نہیں کیا گیا۔ مجاہد نے جناب سیف اللہ کی خدمت
 میں گزارش کی کہ اے امیر اگر مجھے ارشاد ہو تو میں قلعہ میں جا کے مصالحت کر ادون چونکہ
 فوج اسلام لڑتی مارتی شل ہو گئی تھی حضرت خالد نے اسکو غنیمت سمجھا۔ مجاہد نے قلعہ میں جا کر
 چال چلی یعنی عورتوں کو مردانہ لباس پہنا پتنا کے چاروں طرف قلعہ کی فصیل پر کھڑا کر دیا اور
 باہر آ کے کہا کہ حضرت یہ لوگ اڑنے کو موجود ہیں کہتے ہیں کہ مسلمان کچھ نہیں دین تو صلح کریں
 خالد نے اپنے آدمیوں کو تھکا ماندہ جو دیکھا تو کچھ مال دیکے صلح کر لی۔ پیچھے یہ بات کہلی تو
 مجاہد کو بلا کے باز پرس ہوئی۔ اوس نے جواب دیا کہ اے امیر تار مار ہمارے سب مرد اپنی شایا
 اعمال سے مارے گئے اور مال غارت ہو گیا۔ صرف عورتیں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے
 باقی ہیں انکی پرورش کے لئے میں نے یہ ترکیب کی سو اے اسکے اور کوئی غرض میری نہ تھی
 جناب خالد نے اوسے معاف کیا۔ اور مجاہد نے یہ الطاف خسروانہ دیکھ کے اپنی لڑائی کا عقد

حضرت خالد سے کر دیا۔ جب اس فتح میں کی خبر جناب امیر المومنین ابو بکر صدیق کو پہونچی تو فوراً
سجدہ شکر کے لئے زمین پر گر پڑے اور جناب خالد کو تحریر فرمایا کہ افسوس تم عیش و عشرت میں
مشغول ہو اور سینکڑوں مسلمان بے گور و کفن تمہارے خیمہ کے گرد پڑے ہیں۔ تم اسی وقت
عراق کی طرف روانہ ہو۔ اس فرمان کے پہونچتے ہی جناب خالد نے عراق کی جانب کوچ کر دیا۔
بنی حنیفہ اور قبائل عرب تو بہ کر کے پھر مسلمان ہوئے اور تمام ملک عرب فرمانبردار اور مطیع ہو گیا
اور لکھا جا چکا ہے کہ صدیق اکبر نے گیارہ لشکر متدین عرب کی گوشمالی کے لئے مختلف
اطراف کو روانہ کئے تھے۔ انہیں سے جناب عکرمہ بن ابی جہل کو اوس لشکر کا امیر مقرر فرمایا
تہا جو میلہ کذاب کی تہیہ کو روانہ ہوا تھا۔ اسکے بعد شرجیل بن حسنہ بھی انہیں کی مدد کو
روانہ کئے گئے۔ شرجیل پہونچنے ہی نہ پایا تھے کہ حضرت عکرمہ نے بڑے زور شور کے
ساتھ میلہ سے لڑنا شروع کر دیا تھا۔ مگر عکرمہ کو شکست ہوئی۔ جب یہ خبر صدیق اکبر کو ملی
تو انہوں نے عکرمہ کو لکھا کہ تم خود تو استاد ہو نہیں اور شاگردی کو عیب گنتے ہو تم نے خود کیوں
لڑنا شروع کر دیا شرجیل کو کیوں نہیں پہونچنے دیا۔ خیر اب تک جو کچھ ہوا سو ہوا مگر خبردار ہاری ہوئی
فوج کو لیکر مدینہ کی طرف ہرگز رخ نہ کرنا۔ حذیفہ اور عرقہ کے پاس مہرہ اور عمان چلے جاؤ وہاں
اونکی ماتحتی میں کام کرنا جب وہاں سے فرصت ملجائے تو یمن اور حضرموت کی طرف معہ اپنی
فوج کے مہاجر بن ابی امیہ کے پاس چلے جانا۔ اور شرجیل کے نام حکم پہونچا کہ تم خالد بن ولید
کے پاس پہونچو جب وہاں کی لڑائی میں خدا کا میاں بی دے تو قضا عہ کی طرف جانا اور عمرو بن
العاص سے ملکر مدون سے لڑنا۔ اسی وقت خالد بن ولید بطلح سے فرصت پا کر مدینہ طلب
کئے گئے اور ابو بکر صدیق ان کے عذرات معقول شکر بہت خوش ہوئے۔ خالد کو میلہ کی
سزا دہی کے لئے روانہ کر دیا اور کافی فوج ان کے ماتحت کی۔ مہاجرین کے نگران حال ابو حذیفہ

اور نہ دتے۔ انصار پر ثبات بن قیس اور براء بن عازب کو مقرر کر دیا تھا۔ جناب خالد روانگی کا حکم پاتے ہی لشکر کے انتظامین بطاح آٹھیرے اور جب لشکر وہاں پہونچ گیا تو او سے لیکر یامہ روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ اس زمانہ میں زور و دن پر تھے چالیس ہزار جنگجو اور تجربہ کار سپاہی یامہ کے دیہات اور وادیوں میں جمع تھے۔ عکرمہ کی طرح شہ جیل نے بی نہ دیکھا آؤ نہ دیکھا تاؤ جلدی سے لڑائی شروع کر دی اور زک اوٹھائی۔ اب خالد پہونچ گئے اور انہوں نے جلدی کرنے پر شہ جیل کو بہت ملامت کی۔ لڑائی نہیں شروع ہوئی تھی کہ ابو بکر صدیق نے احتیاطاً اور لشکر خالد کی مدد کو بھیج دیا۔

ادھر خود مسیلہ کے پاس فوج کی بڑی کثرت تھی اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ سحاح کی کچی کچی فوج بھی اس کے پاس آگئی۔ رجال بن عنقوۃ نے جب کاعرف نماں تھا اور شرفا سے بنی حنیفہ میں سے تھا مسیلہ کی نبوت کی شہادت دی اور لوگوں کو یقین دلایا کہ آنحضرت صلعم نے مسیلہ کو اپنا شریک حکومت کر لیا ہے۔ رجال ہجرت کر کے حضور اقدس نبوی میں چلا گیا تھا اور آپ کے پاس رہنے قرآن و احکام دین کی تعلیم پائی تھی اس لئے لوگوں کو اس کے کہنے کا زیادہ اعتبار ہوا۔ اور پھر یہ بھی ہوا کہ جب مسیلہ مرتد ہو گیا تو آنحضرت نے رجال ہی کو اہل یامہ کی تعلیم اور مسیلہ کے راہ پر لائیکو بھیجا تھا مگر اس نے طمع دنیوی سے ان سب باتوں کو بالائے طاق رکھنے مسیلہ کی اطاعت قبول کر لی اور وہی مثل ہو گئی۔

باب زعم و کوثر سفید نتوان کرد	کلم نخت کسے راکہ بافتند سیاہ
-------------------------------	------------------------------

مسیلہ کے پاس پہونچ کر رجال اسی کی افان دینے لگا اور کہنے لگا کہ بعد آنحضرت صلعم کے مسیلہ نبی اور ان کا قائم مقام ہے۔ مسیلہ گڑہ گڑہ کے بہت سے فقرہ بناتا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ یہ قرآن میرے اوپر نازل ہوتا ہے۔ اور چند شعبہ کے خلاف عادت دکھا کے

فریب دیتا تھا کہ یہ میرے معجزات ہیں۔ جس وقت بنی حنیفہ کو اوراد سے خبر لگی کہ خالد بن الولید
 جوتا ہاتھ میں لئے ہوئے سر پر اپھو پئے تو گہرا سے اور یامہ سے باہر نکلے اپنی فوج کے پر
 جمائے لگے۔ جب فوج ظفر موج اسلام اور لشکر مرتدین میں ایک منزل کا فاصلہ رہ گیا تو حضرت
 خالد نے جناب شرجیل کو مقدمہ الجیش پر متعین کر کے آگے بڑھا دیا۔ اتفاقاً بوقت شب جماعہ
 سے ٹکر ہو گئی جو ۴۰ یا ۵۰ آدمیوں کے ساتھ بلا دینی عامر دینی تمیم پر شجخون مارنے چلا تھا۔ شرجیل
 نے سب کو گرفتار کر کے قتل کر دیا صرف مجاعہ کو باقی رکھا۔ پھر حضرت خالد ہی تشریف لے آئے۔
 سیلمہ دینی حنیفہ بھی سامنے آگئے۔ اس وقت ۴۰ ہزار فوج سے مسلمانوں کا مقابلہ پڑا تھا۔
 جس کا مقدمہ رجال کے قبضہ میں تھا۔ اور جب کونزید بن الخطاب نے قتل کر ڈالا۔ مسلمانوں کا لشکر
 تعداد میں صرف ۱۲ ہزار تھا۔ لڑائی نہایت سختی سے ہونے لگی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ طرفین
 کی قسمت کا فیصلہ اسی پر منحصر ہے۔ پہلے ہی حملہ میں بنی حنیفہ لڑتے لڑتے جناب خالد کے خیمہ
 تک پہنچ گئے اور وہیں مجاعہ بھی موجود تھا۔ ام تمیم یا ام تمیم حضرت خالد کی بیوی بھی اسی خیمہ میں
 تھیں۔ مجاعہ اگرچہ قید تھا مگر نہایت دلاوری سے اڑھا اور مرتدین کو خیمہ سے بھاگایا۔ پھر لشکر اسلام
 بھی اللہ اکبر کے نعرہ مارتا ہوا بنو حنیفہ پر ٹوٹ پڑا اور بنی حنیفہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ حکم بن طفیل
 نے جو لشکر مرتدین کے میسرہ پر تھا بنی حنیفہ سے کہا کہ تم حدیقہ میں چلے جاؤ میں تمہاری حفاظت
 کروں گا۔ پس بنی حنیفہ اس کے کہنے سے حدیقہ میں جا داخل ہوئے اور حکم بن طفیل سپہ سالار
 تھوڑی دیر تک دل کھولے لڑتا رہا مگر عبدالرحمن بن ابی بکر نے اسے مار ڈالا۔ غازیان اسلام
 نے پانوں جماعہ کے نہایت تن دہی کے ساتھ لڑنا شروع کیا۔ ثابت بن قیس علمدار شہید
 ہو گئے تو روایت ظفر آیت اسلام زید بن الخطاب کے ہاتھ آیا پھر ابو حنیفہ پھر اونکے آزاد غلام
 سالم پھر اوس بن مالک کے بھائی براؤ علمدار بنے۔ جب کئی علمبردار اسلام یکے بعد دیگرے

شہید ہو چکے تو خداوند کریم نے مرتدون کو شکست دی اور مسلمان مارتے مارتے حدیقہ تک پہنچ گئے۔ یہ ایک باغ یا مہ کے دروازہ پر حدیقہ الرحمن کے نام سے مشہور تھا۔ سیلمہ کا خیمہ اسی میں نصب کیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک باغ کے دروازہ پر جنگ ہوئی۔ آخر شمسلمان باغ کی دیواریں اور دروازہ توڑ کے اندر چلے گئے اور سیلمہ سے جا کے کہا کہ وہ تیرا وعدہ کہاں ہے جو تیرے خدا نے تجھے کیا تھا۔ سیلمہ نے جہلا کے جواب دیا کہ یہ موقع ایسی گفتگو اور اس کے جواب دینے کا نہیں ہے اس وقت ہر شخص کو اپنے اہل و عیال کے لئے لڑنا لازم ہے۔ یہ کم کر خود وزرہ پہنی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ایک گردہ کے ساتھ لڑتا ہوا باغ سے نکلا۔ وحشی کی نظر چڑی تو ایک تیر تاک کے ایسا مالاکہ پہر سیلمہ نے ہلکے پانی ہی نہیں مانگا۔ اس وقت مرتدین کے رہے سے ہوش بالکل جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آزمودہ اور تجربہ کار بنی حنیفہ ماریے گئے لڑائی ختم ہونیکے بعد جناب سیف الدجاء کے ساتھ مرتدون کی لاشوں کے انبا کی طرف سے گزرے۔ حضرت خالد نے محکم کی لاش کی طرف اشارہ کر کے مجاہد سے پوچھا کہ سیلمہ یہ بھی ہے۔ مجاہد نے جواب دیا نہیں بلکہ یہ شخص سیلمہ سے اچھا تھا۔ پہر اپنے سیلمہ ریوکل دیم۔ انیس کی لاشوں کو دیکھا کہ پوچھا کیا تیرے سزا یہی لوگ تھے اور انہیں کے زیر حکومت تو کام کرتا تھا۔ مجاہد نے کہا ہاں سیلمہ ہی ہے اور یہ لوگ ایسے ہی تھے مگر تم ان لوگوں کے مارنے پر کیا فخر کرتے ہو ان سے بڑے بڑے جنگجو ابھی قلعہ میں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ رہے ان کے زیر کرنے کے لئے ایک مدت مدید درکار ہے۔ آپ مجھے رہا کر دیں اور میری قوم سے صلح کر لیں تو میں ان کو صلح کے لئے راضی کروں چونکہ خالد بن ولید کچھ مال غنیمت بھی جمع کر چکے تھے اور فوج کو کمزور کرنے کا حکم دیدیا تھا اس لئے مجاہد کو چھوڑ دیا اور کہا کہ اب فوج تہلی ماندی ہے اسے کیا تکلیف دین اچھا تم جاؤ اور قلعہ والوں کو

صلح پر آمادہ کر دو۔ بین اون سے فقط اونہیں کی ذات کے لئے صلح کر لوں گا۔ مجامعہ نے قلعہ میں اہل یمامہ کی عورتوں کو مردانہ بیس کر کے فصیل پر چڑھا دیا اور جناب خالد سے آگے کر کے قلعہ والے محض اپنی جانیں بچانے کے لئے تو صلح کرنا منظور نہیں کرتے۔ حضرت سیف اللہ نے یمامہ کی فصیل کی طرف جو دیکھا تو چاروں طرف ہتیار ہی ہتیار چمکتے نظر آئے۔ یہاں تین سو ساٹھ انصار شہید ہو چکے تھے اور اتنے ہی مہاجرین اور اسی قدر تابعین جنت کو سد ہار چکے تھے اور جو باقی رہے تھے اونہیں زخمیوں کی تعداد بڑھی تھی۔ بدین وجہ جناب سیف اللہ نے مجامعہ سے نصف مال و اسباب زمین فرو روئے اور غیر فرو روئے و باغات اور قیدیوں پر صلح کر لینے کو کہا۔ جب اون لوگوں نے یہ بھی نہ مانی تو تین رعب سب کا اونہیں دیا اور صلح پر راضی کر لیا۔ جب صلحنامہ کی تکمیل ہو چکی اور قلعہ کھولا گیا تو اندر سوائے عورتوں اور بچوں کے کچھ نہ تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مجامعہ کو بلایا اور کہا کہ تمہارے ساتھ دغاکی۔ مجامعہ نے دست بستہ عرض کی کہ اے امیر عالی جاہ اگر میں یہ فریب نہ کرتا تو میری قوم بیو کی مر جاتی اور یہ معصوم چھوٹے چھوٹے بچے اور بیکیں عورتیں کس کے ہونے کے رہتے۔ امیدوار ہوں کہ معاف کیا جاؤں۔ میں نے در بدر بیک مانگنے کی رسوائی کے ڈر سے ایسا کیا ہے۔ خالد آسمان کی طرف دیکھ کے خاموش ہو رہے۔ اور جب طرح صلحنامہ ہو گیا تھا اسی طرح قائم رکھا۔ لیکن اہل قلعہ میں سے سلمہ بن عیمر نے کہا کہ ہم اہل قلعہ کو پہ لڑائی پر آمادہ کئے لیتے ہیں اس صلح کو منظور نہیں کرتے۔ مگر مجامعہ بگایا اور کہنے لگا کہ میں نے تم لوگوں کے لئے بے ایمانی تک کی تم اب بھی اپنی شرارت سے باز نہیں آتے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کبھی تمہاری سرون پر کیسیتی ہے اوبار تمہارا پورا نہیں ہوا۔ مجامعہ کی یہ باتیں سنکر اس قوم کے سات آدمی جناب خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیف اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور اقرار کیا

کہ ہم اپنے پہلے خیالات سے توبہ کر کے بچے دل سے مسلمان ہوتے ہیں۔ مگر سلمہ بن عمیر کے دل میں جناب خالد کی دشمنی چھپی رہی اوس نے اونکے ساتھ دغا کرنی چاہی لیکن سلمہ کے ساتھیوں نے اوسکے کیہ سے حضرت خالد کو مطلع کر دیا پس سلمہ قید کر لیا گیا۔ لیکن وہ قید سے نکلنے بہا گا مگر گرفتار ہو کے قتل کر ڈالا گیا۔

اسی زمانہ میں سلمہ بن وقش ابو بکر صدیق کا فرمان لیکر جناب خالد بن ولید کے پاس آئے جسکا مقصود یہ تھا۔ اگر حق جل شانہ تمہیں مرتدین پر فتیاب کرے تو حنیفہ میں سے جو بالغ ہو اوسے ہرگز زندہ نہ چھوڑنا اونہی عمر کے لڑکوں اور جوتوں کو گرفتار کر لینا۔ مگر بیان اس فرمان کے صادر ہونے سے پہلے صلح ہو چکی تھی۔ اس لئے خلیفہ کے فرمان پر عمل نہیں کیا گیا اور اونہیں سے ایک جماعت کو بطور وفد کے اپنا خط ویکر خالد بن ولید نے صدیق اکبر کے دربار فیض انار میں روانہ کیا۔ اپنے خط میں اونہوں نے مسیلہ کذاب کے مارے جانے اور اہل یامہ پر فتح پانے اور صلح کا سارا حال لکھ دیا تھا۔ پھر لکھا تھا کہ حضور خاطر جمع رکھیں بیان کے سب لوگ اب یکے مسلمان ہو گئے ہیں جب یہ وفد خلیفہ برحق کے سامنے پہونچا تو اپنے کمال احترام اور عزت سے اوس سے ملاقات فرمائی۔ اور اون لوگوں سے مسیلہ کے بتائے ہوئے فقرات وحی دریافت کر کے سنے اور کہا کہ والد یہ خدا کا کلام نہیں ہے پاک ہے وہ اللہ جلے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اور اوسکے راہ راست پر لگائے ہوئے کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جاؤ اور اپنی قوم میں رہو اور اسلام پر ثبات قدم رہنا تاکہ اللہ اور اوسکا رسول تم سے راضی رہیں۔

رافع بن خذیمہ انصاری فرماتے ہیں کہ مسیلہ کذاب کے مقابلہ کے دن میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ بنی حنیفہ نے بیس دفعہ سے زیادہ لشکر اسلام کے پانوں کو اکھاڑ دئے

جب مسلمانوں کے استقلال نے نہانا اور بعد بیت سی کوشش کے مرتدین کو ہزیمت دی تو میلہ باغ سے نکلا ہوا بہاگ جاتا تھا کہ ایک انصاری نے اسے پہچان کے وحشی قاتل عم رسول اللہ کو پکارا کہ وحشی خیر دار لینا تیرے پاس سے سیلہ نکلا جاتا ہے کہیں یہ سلامت بہاگ نہ جائے۔ وحشی نے وہی حربہ جس سے امیر حمزہ کو شہید کیا تھا اس کے پیٹ میں ہونکدیا جو دو زہر ہون کو توڑ کے پشت سے باہر نکل آیا اور سیلہ وہیں ٹھنڈا ہونے لگا۔ وحشی نے پکار کے آواز دی کہ میں وحشی جبریل بن مطعم کا غلام ہوں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا شعار ”والمجداہ“ تھا مجاہد بن زرارہ کی تجویز سے بنی حنیفہ سے صلح کر لی گئی۔ جب قدر درہم و دنیا را و مال و اسباب قلعون میں تھا وہ سب اور تیسرا حصہ مویشی اور چوتھائی زراعت لیکر حضرت خالد نے صلح کر لی صلح کرانے میں جو فریب مجاہد نے کیا تھا وہ کھل گیا اسپر بھی معاہدہ قائم رہا مگر مجاہد کو اپنے فریب کی سزا بگستانی پڑی جنگ کے ختم پر شمار کرنے سے معلوم ہوا کہ بارہ سو صحابہ اور سات سو حافظان قرآن شہید ہوئے۔

صوہ یما مہمیر احمد اور بکرہ فارس کے درمیان ہے وہ سب سیلہ کے قیضہ میں لگیا تھا اور بنی تمیم کی بہت بڑی شاعرہ ملکہ شجاع زوجہ ابو قحصلہ شہر سبا کی ملکہ سیلہ کو دیکھنے آئی جیسے کہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کا جاہ و چشم دیکھنے آئی تھی۔ آتے ہی سیلہ پر مڑی اور اس سے نکاح کر لیا۔ یہ بات سیلہ کے لشکر والوں کو ناگوار ہوئی اور انہوں نے اس سے بگڑ کے سپہ سالار لشکر یعنی مالک بن نویرہ کو اپنا سردار بتایا۔ ملکہ شجاع نے سیلہ سے پیشین گوئی کرنا بھی سیکھی اور اس کا مذہب اختیار کر لیا اور اس کے بدلہ میں سیلہ کو شاعری کی تعلیم دی۔ چنانچہ سیلہ صاحب بیوی کی شفقت سے بڑے شاعر بن گئے تھے۔ یما مہ کے قریب مقام عقربہ پر سیلہ ایک لاکھ آدمیوں سے خالد بن ولید کے سامنے آیا جنکے پاس صرف دس ہی سوار

آدمی تھے۔ پہلے باغیوں کو فتح ہوئی۔ پھر جناب خالہ نے استقلال کے ساتھ سخت حملہ کر کے دشمنوں کو یا مال کیا اور سیلہ وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ دس ہزار باغی ماری گئے۔ اور بارہ سو مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت خالہ نے ایسے مشکل کے وقت میں بڑی بڑی جنگی کارروایاں کیں جو اونہیں کا حصہ تھیں۔ اسی کے ساتھ اور مسلمان سرداروں کو بھی مدد دیتے رہے جو اطراف و جوانب کی بغاوت دفع کرنے میں سرگرم تھے۔ یہ صرف خالہ ہی کی تیزی اور جستی اور شجاعت تھی جسے صدیق اکبر کی خلافت کے پہلے ہی سال میں سلطنت اسلام کو تسلط کے ساتھ ملک عرب میں قائم کر دیا۔

جناب دولتا ب صلحی یا شاخ تیر فرماتے ہیں کہ جو وقت وحشی نے سیلہ کو مارا ہے چاروں طرف یہ شور بلند تھا قتلہ الاسود یعنی او سکوا ایک کالے آدمی نے ماریا۔ اسکے بعد دشمن بالکل ناتوان ہو کے بھاگے۔ دلاوران اسلام مصمص خون آشام ہاتھوں میں لئے ہوئے اونکے پیچھے لگے اور یہاں تک مارا کہ صرف جنگ آوران بنی حنیفہ کی کو پڑیاں میں ہزاروں سے زیادہ میدان کا زارین خاک ادا بار پر پالی گئیں۔ العظیۃ للہ چونکہ اس یا زار گیر و دار میں طرفین نے بڑے ثبات اور استقلال سے پیکار کی تھی اسلئے سات سو مہاجرین و انصار شہید ہوئے۔ اور تابعین و محافظان قرآن میں سے بھی بہت سے اعلیٰ علیین کو سد ہارے۔

جناب یا شاخے موصوف دایم اقبالہم فرماتے ہیں کہ حضرت خالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس زمانہ میں ایک جگہ قرار نہ تھا سحاب رحمت کی طرح کبھی یہاں برس پڑتے تھے اور کبھی وہاں چھا جاتے تھے کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں اونکی تلوار کی بجلی چمک چوندہ نہ ڈالتی ہو۔ بہت سے مرتد خوشی خوشی اونکے مطیع ہوئے اور قاتلان مسلمانان کے علاوہ باقی مرتد اونہیں کی سفارش سے معاف کئے گئے۔ اونہوں نے توڑی ہی مدت میں اسلام کا بول بالا تمام ملک عرب

اور اسکے اطراف و اکناف میں کر دیا اور سارے ملک میں کوئی گردن کش اور کان ہلانے والا نہ رکھا۔ چاروں طرف جابجا اسلام کے عامل بیٹھ گئے اور بیت المال کی باقی کی کوڑی کوڑی مدینہ بھجوا دی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ یار غار شفیق یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسکے ماتحتوں نے دین مبین کی ایسی لہجی خدمتیں کیں کہ اسلام از سر نو زندہ ہو گیا۔

حطم اور بحرین کے مرتدون کا ستر پانا

جب بحرین کے مرتدون نے حد سے زیادہ اودھم مچایا تو حضرت امیر المومنین صدیق اکبر نے علاء بن حنفیہ کو امیر لشکر مقرر کر کے بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔ راہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی ایک منترل پر ٹیسری ہوئے تھے کہ سارے جانور سواری اور بار برداری کے بڑکے اونٹوں پر چنبرہ لگا رہا تھا۔ مگر کسی سے کچھ نہ ہو سکا جانور اوچل کود اور زور کر کے اگاڑیاں بچھاڑیاں توڑا جنگل کو بہا گئے ایک نہ رہا کسی کے سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا بات تھی۔ لشکر لچار اور پریشان رہ گیا لڑائی کا سامنا اور پورے اسے وقت میں یوں ہی ہر کام مشکل ہو جاتا ہے اب پیادہ پائی اور اسباب کا لپیچلتا اور دو بہر ہو گیا لوگ نہایت متدد و حیران ہوئے۔ جناب علاء رضی اللہ عنہ نے سب لشکر کو جمع کر کے بہت سی تسلی اور تشفی کی باتیں کیں اور کہا اے اہل حق تم مسلمان ہو تمہیں اتنا اضطراب و بیباک نہیں مرفی مولیٰ ازہمہ اولیٰ اگر او سکویہی منظور ہے تو کیا تم او سکی مرفی پر راضی نہ رہو گے۔ تم نے جناب رسالت کی صحبت میں تعلیم پائی ہے تم راہ خدا میں حصول ثواب کے لئے نکلے ہو پھر اس قدر بدحواس اور ہراسان کیوں ہو تے ہو اطمینان رکھو وہ اپنے فرمانبرداروں کو بیباک اور بیفائدہ تکلیف نہیں دیتا معلوم نہیں یہ کیا بات تھی اور اس میں او سنے کیا مصلحت سوچی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم میں سے بہتوں کے اسباب بھی جانوروں پر لدے ہوئے تھے اور وہ معہ اسباب کے گم ہو گئے ہیں مگر پھر اس سے کیا جو کچھ ہمارے

پاس ہے وہ ہمارا ہے ہمیں اوسکے لئے واہب العظیات کا شکر ادا کرنا چاہئے اور جو ہمارے پاس نہ رہا وہ ہمارا کامیکو تھا جس نے دیا تھا اوسنے لیلیا تم رنج کرنے والے کون۔ غرضکہ اسی طرح کی تسلی بخش باتیں کر کے سب کی آنکھیں کولہین اور مسلمانوں کو مطمئن کر دیا۔ نماز صبح کے بعد دعائیں مشغول ہوئے۔ آفتاب طلوع ہوتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چشمہ شیریں کی طرف سے سب جانور چلے آتے ہیں اور اسباب جون کاتون اون پر لدا ہے کسی کا ایک تنکا تک فصایع نہیں ہوا۔ مجاہدین نے بھی اوس چشمہ سے پانی پیا اور اپنے اپنے جانور پر کڑ لئے۔

جب لشکر اسلام مرتدین کے قریب پہنچا تو ایک مناسب مقام دیکھ کے قیام کیا۔ رات بھر چوکیداری کرنی پڑی۔ صبح ہوتے ہی مرتدون کی طرف سے ایک غل غباڑہ سنائی دیا۔ جناب علماء رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ دریافت کرو یہ کیا بات ہے۔ معلوم ہوا کہ سب شرابین پی پی کے ستہین لشکر اسلام نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک دم سے حمل کیا اور دشمنوں کا مار مار کے سویرا کر دیا۔ کچھ لوگ بچے بھاگے اور کشتیوں میں ٹھیکے موضع دارین پہنچے۔ حضرت علماء نے اونکا پیچھا کرنا چاہا مگر دریا دیرمان میں عائل تھا اور طغیانی بھی اوسمیں بہت ہو رہی تھی۔ آپنے دریا میں گھوڑا ڈال دیا اور اپنے لشکر والوں سے بھی کہا کہ جو دعائیں پڑ رہا ہوں یہی پڑھتے ہوئے تم بھی میرے قدم بقدم چلے آؤ۔ وہ دعائیں یہ یا رجزنا یا جیمیا اکرم یا الحدی یا حدی یا حیح یا حیح یا قیوم لا الہ انت یا ربنا انا عبدک وفی سبیلک اجعل لنا السبیل علیہم چڑھا ہوا دریا دمزدن میں اتر گیا یہ بھی تو نہ معلوم ہوا کہ اوس پانی کو زمین جذب کر گئی یا آسمان پر انحرے بنکے اوٹ گیا جانوروں کے کمر کر پانی تھا سارا لشکر اسلام بہولت پار پہنچ گیا اور ایک دن رات کی مسافت تھوڑی دیر میں طے ہو گئی غرضکہ ہریران اسلام نے اپنے شکار کو جالی یعنی دشمنوں کے سروں پر پہنچ گئے اور اونکے قتل و قید کے بعد مال غنیمت لیکے جیسے گئے تھے ویسے ہی اپنے جاے قیام پر واپس آگئے

یہ سب کچھ ایک ہی دن میں ہو گیا۔ اس عجیب و غریب واقعہ کو دیکھ کر ایک رہبان مسلمان ہوا۔ جناب خالد بن الولید نے یہ نامہ سے فرصت پا کے یا مکی اوس وادی کا قصد کیا جہاں عبد القیس اور بکر بن وائل وغیرہ بطون ربیعہ میں جمع ہو رہے تھے اور بعد وفات رسول اللہ انہوں نے بھی ارتداد و بغاوت اختیار کی تھی۔ منذر بن سادی بھی کہل کیسا تھا۔ عبد القیس کو چارو دہن المعلیٰ نے سجابو جہا کے پر مسلمان کر لیا۔

ابو بکر صدیق نے علاء بن الحضرمی کو منذر کی گوشمالی کے لئے بھیجا کیونکہ آنحضرت کے انتقال کے بعد بطون ربیعہ نے مرتد ہو کر منذر بن النعمان ہی منذر کو جو مغرور کے نام سے مشہور تھا اپنا حاکم بنالیا تھا جیسا کہ اوسکی قوم نے حیرہ میں کیا تھا۔ پس عبد القیس تو چارو دہن المعلیٰ کی وجہ سے مسلمان بنے رہے مگر بکر بن وائل مرتد ہو گئے۔ ادھر بنو قیس بن ثعلبہ کے بہائی حطم بن ربیعہ نے لڑائی کا سامان کر کے غطیفہ اور یحیر کے دریاں اپنا علاقہ دخلہ کر لیا اور چند آدمیوں کو عبد القیس کے پاس دارین روانہ کیا تاکہ انہیں اسلام سے برگشتہ کریں۔ جب عبد القیس نے اسلام سے پھرنے سے انکار کیا تو حطم بن ربیعہ نے مغرور بن سویدہ کو جو اُتائی کی طرف یہ وعدہ کر کے روانہ کیا کہ اگر تو مسلمانوں پر غالب آگیا تو میں تجھ کو بحرین کا بادشاہ کر دوں گا جیسے نعمان حیرہ کا بادشاہ ہے۔ پس مغرور بن سویدہ نے جوانی میں مسلمانوں کو چارون طرف سے گھیر لیا۔ اسی زمانہ میں حضرت علاء بن الحضرمی مرتدوں کی گوشمالی کے لئے بحرین پہنچ گئے اور چارو دہن المعلیٰ سے یکھلا بھیجا کہ جلدی سے عبد القیس کو اپنے ہمراہ لیکر حطم اور قوم اوس پر حملہ کر دو۔ اس خبر کے سنتے ہی سب مسلمان حضرت علاء کے پاس آکے جمع ہو گئے اور سوائے اہل دارین کے سب مشرکین حطم کے پاس آگئے اور اپنے ارد گرد چارون طرف خندق کو دے لڑائی جاری کر دی۔

مہینہ بہر تک متواتر جنگ ہوا کی کوئی کسی پر غالب نہ آتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن بوقت شب غل شور

ہونے لگا۔ علاء بن الحضر می نے کان لگا کے جو سنا تو اوس غل غیلاڑے میں گانے پگانے۔
 یا تھی لڑائی اور پھر طراط نے اور گالی گلوچ کی آواز آئی۔ حضرت علاء تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھے
 ہوئے سنا کے جب طبیعت نے نہ مالتو کسی کو اسکی خبر لینے کے لئے بھیجا۔ اوسنے اگر بیان
 کیا کہ مخالفت کا کل لشکر شریعت پی پی کر بدست ہے۔ جناب علاء نے اوسی وقت فوج اسلام کو
 اتیا کر کے حملہ کر دیا۔ شیران اسلام خندق پہا ند پماند کے دوسری طرف جا پہونچے۔ مرتدین حالت
 نشہ میں سنبھل نہ سکے نہ گھوڑوں کو تیار کر سکے یوں ہی تنگے پیر کھلے سر بہا گئے۔ مسلمانوں نے
 باڑہ پر رکھ لیا اور ایسا مارا کہ خدا کی پناہ۔ بہت سے مرتد قتل ہوئے۔ بہت سے قیدی من پڑے اور
 کچھ کشتیوں پر سوار ہو داریں جا پہونچے۔ بعض اپنی قوم میں جا ملے۔ حطم بن ربیع جو مرتدین کا سردار
 تھا اپنے کو سنبھا لکے گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا کہ قیس بن عاصم نے اوس پر وار کر کے اوسکا
 ایک پیر الگ اوڑا دیا اتنے میں جابر بن بکیر نے آکے قیس پر حملہ کیا۔ قیس نے اوسکا وار خالی دیکھ
 ایک ہاتھ ایسا مارا کہ اوسکا سر بٹا سا الگ جا رہا جابر کو ٹھنڈا کر کے قیس نے حطم بن ربیع کا
 خاتمہ کر دیا۔ ادھر خفیف بن منذر نے مغرور بن سوید کو گرفتار کر لیا۔ غرض کہ ساری رات لے دیا
 بازار گرم رہا۔ صبح ہوتے ہی میدان دشمنوں سے خالی ہو گیا۔ پھر جناب علاء نے مغرور کو قتل
 کر کے مال غنیمت بانٹنا شروع کیا اور خفیفہ تمیمی۔ ثنی بن حارثہ اور ادن لوگون کو جو نبی بکر میں
 اسلام پر قائم رہے تھے مرتدون کی گوشمالی کو لکھا مگر اس تحریر کے پہونچنے سے پہلے مرتدین
 داریں میں داخل ہو گئے تھے۔ بکر بن وایل کے مسلمانوں نے اس امر کی خبر جناب علاء کو دی
 اور خود ہی داریں پر حملہ کر نیکو چلے۔ ادھر علاء بن الحضر می ہی اونکے پیچھے پیچھے داریں روانہ ہوئے
 اتنا سے راہ میں دریا حائل ہوا کشتی کے نہ ملنے سے لشکر اسلام کا حضرت علاء نے گھوڑے
 سے اتر کر جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور سب کے ساتھ ملکے یہ دعا مانگی۔

یا ارحم الراحمین یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حیی یا قیوم یا قیوم ۴
 لا الہ انت یا ربنا،، اقتحام دعا کے بعد جناب علاء نے گھوڑے پر سوار ہوا یہ طریقہ جو دیکھا
 تو گھوڑا دیر میں تھام دیکھ کے سارا لشکر دیر میں نظر آیا۔ المدجل جلالہ نے جو یہ بہت دیکھی تو دیر کو
 پایا ب کر دیا۔ سچ ہے جو لوگ اپنی مدد آپ کرتے ہیں خدا انکی مدد کرتا ہے۔ تمام فوج خیر دعائیں
 سے پار ہو گئی اور کسی کے گھوڑے کا تنگ بھی تر نہ ہوا۔ قیامت کی طرح دشمنوں کے سر ہون
 پر جادہ کے اور ناخوت و تاراج کرنا شروع کر دیا۔ برابر ایک دن رات لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ش مرتدین جین بولے
 چمہ نہر سوار اور دو ہزار پیادے اونکے کام آئے باقی جتنے رہے سب کے سب گرفتار ہو گئے
 اس فتح نمایان کے بعد جناب علاء بحرین میں واپس آگئے اور لشکر اسلام کو حرانہ میں قیام کا حکم دیا
 اتنے میں بد معاشوں نے یہ مشہور کر دیا کہ ابوشیبان اور ثعلبہ اور حشیشیانوں کو مرتد ہو نہ کی
 ترغیب دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے لڑو۔ مگر برخلاف اس کے شیبانی اہل اسلام
 کی مدد کو تیار ہو رہے تھے جب حضرت علاء اور مفسدون کے کہنے سے ابوشیبان وغیرہ
 پر حملہ آور ہوئے تو اصل حال واضح ہوا اور وہ نادم ہو کے اپنی قیام گاہ پر آگئے اور دربار صلیبی
 میں اطلاع کی کہ حضور کے اقبال پر اجلال سے پہنچنے اہل خندق کو نچا دیا اور حطم مارا گیا۔
 صدیق اکبر نے اس بات سے خوش ہو کر جناب علاء کو بحرین کا مستقل حاکم کر دیا۔ پھر شامہ
 بن اثال کچھ آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکے لڑنے کو آمادہ ہوا کہ اثنا سے راہ میں اسکو قیس بن
 ثعلبہ بن بکر بن وائل مل گئے۔ اونکے پاس حطم بن ربیعہ کی سیاہ چادر تھی لوگوں نے کہا کہ حطم
 کو اسی نے قتل کیا ہے۔ قیس نے ہر چند واہلا چالی کی من نے اسے ہرگز نہیں مارا مجھے تو
 یہ چادر امیر نے دی ہے مگر لوگوں نے ایک نہ مانی۔ انہیں شیبہ کڑوا لا۔

بحرین کے لوگ عہد نبوی میں مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے علاء بن ابی جحضر

کو دعوت اسلام کے لئے وہاں روانہ کیا تھا۔ چنانچہ سلسلہ ہجری مین حضور صلعم نے وصول صدقات کے لئے اپنے عامل چارون طرف بھیجے تو علاء رضی اللہ عنہ کو بحرین کا عامل کر دیا۔ وہ بحرین ہی مین تھے کہ جناب رسالت اب صلعم کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی۔ اسکے بعد ہی منذر بن ساوی حاکم بحرین جو مسلمان تھا مگر گیارہ سال کا مرنا تھا کہ بحرین والے مرتد ہو گئے۔

بحرین مین بنی عبد القیس اور بنی بکر دو قبیلے تھے۔ بنی عبد القیس تو اسلام سے نہ پہلے مسلمان ہی رہے مگر بنی بکر اپنی قسمت کی شامتوں سے مرتد ہو گئے۔ اس لئے دونوں مین لڑائی کی ٹھہری۔ اور قدیمی بغض و عداوت نے اس پر اور بھی تیل کا اثر کیا۔ بنی بکر نے عجم کے بادشاہ کسریٰ سے مدد مانگی۔ اور بنی عبد القیس نے جناب صدیق اکبر سے اعانت کی درخواست کی۔ فریقین مین جی کو لکے لڑائی ہونے لگی۔ پہلے لشکر کفار نے شکست کھائی مگر آخر ش بنی بکر کو غلبہ حاصل ہو گیا اور بنی عبد القیس منہزم ہو کے قلعہ جوثی مین چلے گئے۔ کفار بہت دنوں تک اونہیں گیرے پڑے رہے۔ جب قلعہ والوں کے پاس کھانے پینے کو نہ رہا تو اونہیں سے ایک نے یہ اشعار لکھ کے قاصد کے ہاتھ میں دے دیے۔

وفيتان المدينۃ اجمعينا
قعود فوجوا لى محصرينا
شعاع الشمس تغشى الماطينا
وجدانا النصر للمتموكلينا

الا يبلغ ابا بکر رسولنا
فهل لكم الى قوم كرام
كانت دماؤهم في كل فج
نؤكلنا على الرحمن انا

یعنی اے قاصد ابو بکر صدیق اور مدینہ کے سب جو انوں کو خبر کروے کہ جو لوگ جوثی مین محصور مین اونکا تمہیں کچھ خیال ہے کہ نہیں۔ اونکا خون سورج کی شمعوں کی طرح سارے راستوں مین پھیلا ہوا دیکھنے والوں کی نظروں کو چونہ ہی رہا ہے۔ ہم خدا پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں اور اوس پر

تو کل کر نیوالون کو مدد ملتی ہے۔

جناب صدیق اکبر ان اشعار کو پڑھتے ہی درود دل سے آنکھوں میں آنسو بہا لائے اور اسی وقت علاء بن الحضر می کو بلا کے حکم دیا کہ فوراً لشکر ظفر پیکر ہمراہ لے کر جو آئی والون کی حمایت کو جلدی پہنچو۔ اثنائے راہ میں جو قبیلہ ملے اوس سے آدمی اپنے لشکر میں اور بہرتی کرتے چلے جاتا راہ روی میں کچھ آدمی مختلف قبیلوں میں سے اس لشکر کے ہمراہ ہو گئے۔ بحرین میں داخل ہونے کے جب ان کے آئینی خبر قلعہ والون کو ہوئی تو اوہوں نے مسلمانوں کو مطلع کیا کہ مخالفوں کی کثرت تم سے بہت زیادہ ہے۔ جناب علاء نے ان کے پاس جواب بھیج دیا کہ تم مطمئن رہو ہم رات کو اون پر حملہ کرینگے جس وقت نہ مرتدون کو مسلمانوں کی قلت محسوس ہوگی نہ مسلمانوں کو اون کی کثرت معلوم پڑے گی۔ مگر جب ہمارے نعرہ ہا سے اللہ اکبر کی صدا سنائی دے اسی وقت قلعہ سے نکلے ہمارے ہمراہ ہو جانا۔ پس رات ہی کو جناب علاء نے حملہ کا حکم دیا۔ تکبیروں کی آواز سننے قلعہ والے یہی آگئے اور کفار کو شکست فاش دی۔ گو بہت سے مسلمان بھی شہید ہوئے مگر کفار بے انتہا مار گئے۔ مال غنیمت اس کثرت سے ہاتھ لگا کہ خمس نکالنے کے بعد ہر ایک سوار کے حصہ میں چھ ہزار درہم اور ہر پیادہ کو دو ہزار درہم ملے پھر قلعہ اردم پر چڑھائی کی گئی جہین بنی بکر کے لوگ اور شاہ عجم کا امیر فوج مندر بن نعمان تھا۔ اب بھی خداوند کریم کے فضل سے لشکر اسلام ہی غالب رہا۔ بنی بکر اور لشکر فارس کے لوگ کثرت سے مارے گئے۔ جو باقی رہے وہ روتے پٹتے سر پر خاک اوڑھتے شکست کی نہروینے کسریٰ کے پاس پہنچے۔ لیکن مندر بن نعمان مسلمان ہو گیا۔

مرتدان عمان و مہرہ

عمان اور مہرہ اور یمن وغیرہ میں جو فساد اور غدر چھا ہوا تھا اس کا بندوبست جناب صدیق اکبر نے

یون کیا کہ حذیفہ بن محص جیسری کو عمان روانہ کیا اور عرجہ کو مہرہ اور مہاجر بن ابی امیہ کو یمن جانیکا
 حکم صادر ہوا۔ زیاد کو یمنی کندہ کا بند و بست سپرد ہوا۔ جناب حذیفہ اور عرجہ سے ارشاد ہوا کہ تم
 دونوں ملکر پہلے عمان جاؤ۔ اور جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے نام فرمان خلافت صادر ہوا کہ افسوس تم نے جنگ یمامہ میں ہمارے امثال
 امر میں گونہ کوتاہی کی اور نتیجہ ہلکا اب ہم تمہارا امتحان کرتے ہیں۔ تم حذیفہ اور عرجہ کی مدد
 کے لئے عمان روانہ ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک بجائے خود امیر لشکر ہے مگر جب عمان پہنچو
 تو تمہیں حذیفہ کی ماتحتی میں کام کرنا ہوگا۔ جب مہم عمان سے فرصت ملے تو تینوں شیر و شکر
 کی طرح ملے جلے معہ اپنے اپنے لشکروں کے مہرہ اجمانا اور وہاں سے نبٹ کے برق
 جہندہ کی طرح یمن پر جا پڑنا۔ اوسکے بعد حضرموت کا انتظام کیا جائے۔ پھر مہاجر بن ابی امیہ کا
 ساتھ دینا۔ جناب عکرمہ یہ حکم واجب العمل پاتے ہی حذیفہ اور عرجہ کے پاس پہنچے۔
 عمان میں لقیط بن مالک ذوالساج بیہر بن بیہر تھا اور دیادار الحکومت عمان میں اوسنے ایک
 زبردست لشکر کثرت کے ساتھ جمع کر لیا تھا۔ اپنے سارے لشکر کے زن و فرزند اور بال
 بچے ساتھ رکھے تھے۔ جبوت مسلمانوں سے لڑنے کے لئے صفت آرائی کرنے لگا تو لشکر
 والوں کے جو روپ چون کو پیچھے فوج کے جمادیا تاکہ سپاہ اپنے بال بچوں کی خاطر سے جان
 لڑا دے اور اگر یہاں گئے کا قصد بھی ہو تو ہل و عیال شرم دلا کے پیچھے ہٹنے سے روکیں۔
 اسوقت غازیان روئین تن کا مجمع موضع صحارتک آپہونچا۔ دونوں لشکروں کی منڈ بیہر ہو گئی
 دونوں طرف کے دلا اور اوسن چلے میدان رزم میں آنے اور اپنا اپنا ہنر دکھانے لگے۔
 یہ جنگ کچھ ایسی جانکاہ اور خونخوار تھی کہ اسے دیکھنے والے مسلمانوں کے حوصلے پست ہو چلے
 تھے اور ب حسرت و یاس کی نگاہوں سے آسمان کو تکتے تھے کہ یکایک بگڑی ہوئی

ہوا بنگلی اور اوکٹری ہوئی سا کہہ جی۔ رب العالمین نے اسلام کی بات رکھ لی اور عین مصیبت اور یکسی میں مدد فرمائی یعنی بنی ناجیہ اور بنی عبد القیس کے سردار اپنی اپنی فوجیں ساتھ لئے ہوئے عین ہنگامہ گیر و دار میں مسلمانوں کی مدد کو آن پہنچے۔ انکے آنے سے کفار پر عذاب الہی نازل ہوا۔ دلیر غازی آگے بڑھے اور تیغ و سنان سے مرتدین کو سرکشی کی سزا ملنے لگی حتیٰ کہ کفار کے پانوں اوکٹریے اور مسلمان انکے پیچھے لگے۔ دس ہزار مرتد تیغ ہوئے اور نئے بال بچے اور مال و اسباب غازیان اسلام کے ہاتھ آئے۔ لقیط بن مالک جبکہ دماغ میں ہوا سے نبوت سمائی ہوئی تھی مارا گیا۔ حق و باطل کا فرق سبکی سمجھ میں آگیا۔

پھر موضع مہرہ پر چڑھائی کی گئی۔ وہاں دو گروہ تھے جنین سے زیر دست جماعت کا سردار مسیح محازلی اور زیروست کا سردار وہ شخرب تھا۔ ان دونوں جماعتوں میں پہلے سے دشمنی چلی آتی تھی۔ حضرت عکرمہ کے سمجھانے بچانے سے شخرب اور او سا گروہ مسلمان ہو گیا اور سب کے سب مسلمانوں کے مددگار بن گئے۔ اور مسیح سے بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ یہ جنگ دبا کی لڑائی سے بدرجہا خطرناک تھی۔ اللہ ہی اپنے بچے غلاموں کا حامی اور مددگار تھا اس لئے میدانِ ادنیٰ میں کے ہاتھ رہا۔ مسیح مارا گیا اور اسکی فوج کچھ تو جان لیوے بہاگی اور باقی شمشیر آبدار کے گھاٹ پار اور تری مال غنیمت میں صرف دو ہزار عربی گھوڑے ہی تھے مال و اسباب کا کچھ حساب ہی نہ تھا۔ حضرت عکرمہ نے خمس نکال کے باقی تقسیم کر دیا اور خمس کو شخرب کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔

تیرا دین بید مرتدین کندہ کی سرکوبی کو گئے اور ایک ایسا شخون مارا کہ مرتدین کے چار سردار مارے گئے اور سب گروہ مرتدین پریشان اور ذلیل و خوار ہوئے منتشر ہو گیا۔

عمان اور مہرہ کے لوگ بھی حضرت صلعم کے زمانہ میں ایمان لا چکے تھے مگر بعد وفات

نبوی اپنی شامت اعمال سے منحرف ہو گئے۔ جیفر اور عبد کو جناب رسالت مآب نے یہاں تک
 حاکم کر دیا تھا وہ دونوں بہاگ کے ایک پہاڑ میں جا چسے اور قاصد کی معرفت اس غدر کی
 اطلاع صدیق اکبر کو کر دی۔ جناب ابوبکر صدیق نے حذیفہ بن محسن اسدی کو عمان۔ اور عذیبہ
 بارتی کو مہرہ کی طرف روانہ کیا۔ عکرمہ بن ابی جہل فتح یمامہ سے ابھی واپس نہیں ہوئے تھے کہ
 انہیں حکم بھیج دیا تم حذیفہ اور عذیبہ کی مدد کو چلے جاؤ۔ پہلے عمان پر حملہ کیا گیا وہاں لقیط بن مالک
 ازدی بنی مضر بن بیٹھا تھا اور اپنی دارالحکومت دبائین اوسے بہت فوج اکٹھی کر رکھی تھی۔ بڑی
 خوفناک لڑائی کے بعد اسلام کی فتح ہوئی۔ دس ہزار کافر مع لقیط ماریے گئے اور بہت سی
 غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔

جس فوج نے مہرہ پر حملہ کیا اوسکے سپہ سالار عکرمہ بن ابی جہل تھے ایک زیر دست
 خونخوار لڑائی کے بعد مسیح محازی سردار کفار مارا گیا۔

زمانہ جاہلیت میں لقیط بن مالک کا خاندان حاکم عمان تھا مگر انقلاب زمانہ سے حکومت
 اوس خاندان سے منتقل ہو کے جیفر و عبد پسراں جلندی کے پاس آگئی تھی۔ آنحضرت صلعم
 کے انتقال کے بعد اہل عمان و مہرہ مرتد ہو گئے تو لقیط بھی موقع دیکھ کے نبوت کا دعوے کرنے
 لگا اور جیفر و عبد کو عمان سے نکال دیا جیفر نے اس بات کی اطلاع خلیفہ رسول اللہ کو دینہ روانہ
 کر دی۔ ابوبکر صدیق نے حذیفہ بن محسن ضمیری کو عمان اور عذیبہ بارتی کو مہرہ میں تسلط بٹھائی تو
 بھیجا۔ روانگی کے وقت حذیفہ سے یہ کہا گیا کہ عمان والوں کی درستی کے بعد تم مہرہ جا کر
 عذیبہ کی اعانت کرنا اور دونوں آدمی جیفر کی راے پر کار بند رہنا۔ ادھر عکرمہ بن ابی جہل کو فرمان
 پہونچا کہ حذیفہ اور عذیبہ کے ساتھ ہو کر اہل عمان و مہرہ سے لڑنا۔ اور وہاں سے خارج ہو کے
 یمن چلے جانا۔ پس عمان میں پہلے تو عکرمہ پونچے پھر حذیفہ اور عذیبہ داخل ہوئے۔ اور

جیفر و عبد کو اپنے آجاتے سے مطلع کیا وہ دونوں معہ اپنی باقی ماندہ فوج کے لشکر اسلام سے
آگے ملے۔ اس سب لشکر کے خیمے صحرا کے عمان میں استادہ ہو گئے۔ اور ہر قیط بھی شہر دبا
میں چوکننا ہو گیا۔

لشکر اسلام کے مقدمہ الجیش میں عکرمہ - میمنہ حذیفہ - اور مسرہہ پر عجبہ تھے۔ عمان
عمان جو اب تک مسلمان رہے تھے معہ جیفر و عبد کے قلب لشکر میں تھے۔ فجر کی نماز کے بعد
لڑائی شروع ہوئی۔ فریقین نے اپنے حقی المقدر کوئی دقیقہ مرا نگلی میں باقی نہیں رکھا جی توڑ
لڑے۔ مسلمانوں کا لشکر نشیب میں اور کفار بلند مقام پر تھے۔ اسپر ہی مسلمان اپنے سر تیلیوں
پر دھرے ہوئے آگے بڑھے چلے جاتے تھے۔ اس خونخوار اور خونریز لڑائی میں ہمارے
بہادروں نے ایک قدم بھی پیچھے نہیں رکھا۔ لقیط نے یہ دیکھ کر اپنی فوج کو ایک ڈانٹ بتائی
اور آگے بڑھایا۔ اور خود گھوڑے کو لڑ دیکے ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے میں نیزہ لئے
ہوئے مسلمانوں کی طرف پکا۔ قریب تھا کہ اس ناگمانی اور مجموعی حملہ سے مسلمان گہرا کر ہیاگ
کھڑے ہوں اور لقیط فتح مند ہو جائے کہ نبی ناجیہ کا ایک گروہ اسی وقت ادنی مدد کو آگیا
اونکے ساتھ حریش بن راشد اور کچھ لوگ بنی عبد القیس کے بھی تھے جنکا سردار بن
حصار تھا۔ اس غیبی مدد نے مسلمانوں کی ہمتیں بڑھا دیں اور سب نے الہاکبر کہلے ایکدم
سے کفار پر حملہ کر دیا۔ دشمنان اسلام گرتے پڑتے بھاگے۔ دس ہزار مرد مار گئے۔ قیدیوں
کی کثرت اس سے معلوم ہو سکتی ہے کہ تقسیم مال کے بعد جو خمس مدینہ بھیجی گئی اوسمیں
آٹھ سو قیدی تھے۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد حذیفہ عمان میں رہ گئے۔ اور عکرمہ مہرہ کی طرف گئے۔
واضح ہو کہ وہاں کچھ لوگ عمان کے ہزیمت خوردہ اور کچھ لوگ بنی ازد اور بنی عبد القیس

اور بنی سعید کے بھی جا کر شامل ہو گئے تھے۔ اور مہرہ میں دو گروہ ہو کر وہاں کی حکومت و ریاست کے لئے لڑنے لگے تھے۔ عکرمہ نے وہاں پہنچتے ہی دونوں سے کہا کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ایک جماعت تو مسلمان ہو گئی مگر دوسری جماعت جنگا سردار مسیح تھا کہ افری رہی۔ مسلمان جماعت نے عکرمہ کے ساتھ ملکر کفار پر چڑھ گیا اور ان کا سردار مسیح (مسیح) مارا گیا۔ اور بہت سا مال و اسیاب لوٹ لیا۔ اس واقعہ سے اسلام کو ایک بڑی مدد ملی کہ اسکے بعد ہی گرد و نواح کے سب باشندے خود بخود مسلمان ہو گئے یعنی نجد۔ روضہ۔ ساطی۔ جزائر۔ مہرہ۔ لسان۔ اہل جہرہ۔ ظہور اشتر۔ فرات۔ ذات النخیم۔ فرہ۔ بالاتفاق مسلمان ہوئے۔ عکرمہ نے ان حالات کی اطلاع ابو بکر صدیق کو دی اور خود مین کو مہاجرین ابی امیہ کے پاس چلے گئے جیسا کہ او نہیں حکم تھا۔

ارتداد و حضرموت اور کندہ والوں کا

جناب سرور کائنات علیہ التیجۃ والصلوٰۃ نے اپنے سامنے زیاد بن لبیدہ انصاری کو کندہ اور حضرموت کے صدقات وصول کرنا و متعین فرمایا تھا۔ حضرموت سلم کی حیات میں وہ وہیں رہے۔ جب آپ انتقال فرما گئے تو اشعث بن قیس جو اس نواح میں نامی گرامی تھا اسے اپنی قوم کے مرتد ہو گیا اور زیاد بن لبیدہ سے خوب لڑا۔ زیاد وہاں سے کنارہ کر کے مدینہ چلے آئے۔ جناب صدیق اکبر نے او نہیں بہت سی فوج دیکے وہاں کے لوگوں کی گوشمالی کو لوٹا دیا۔ کفار مسلمانوں سے کئی دفعہ سخت لڑائیاں لڑے مگر جنگ کا نتیجہ یکساں نہ ہوتا تھا کسی یہ غالب آجاتے تھے۔ کسی وہ۔ جب مدت تک قطعی فیصلہ نہ ہوا تو حضرت صدیق اکبر نے عکرمہ بن ابی جبل اور مہاجرین ابی امیہ کو لکھا کہ آپ دونوں صاحب زیاد بن لبیدہ کی مدد جا کے کریں۔ ان دونوں بزرگواروں کے پہنچنے کے بعد بھی چند لڑائیاں

ہوئیں آخر ش ابن قیس نے اپنے تئیں ایک قلعہ میں بند کر لیا اور مدت تک وہیں بیٹھا قتلہ و قسار
برپا کرتا رہا۔ بعد بہت سی کوششوں کے اشعث گرفتار کر کے مدینہ بھیجا گیا اور دربار صدیقی میں ارتداد
سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔ گو ہمارے فاروق اعظم مصر تھے کہ اشعث قتل ہی کیا جائے مگر
حضور صدیق اوسکی شجاعت اور جو انحر دی کی قدر فرماتے تھے۔ ادھر صدق دل سے اوسنے
اسلام بھی قبول کر لیا تھا اس لئے اونہوں نے اوسکی جان بخشی کر دی اور اوسکی درخواست پر
اپنی بہن ام زہرہ کا نکاح اوس سے کر دیا۔ جناب صدیق کی مردم شناسی نے بڑا کام کیا کیونکہ
جنگ عراق میں اشعث سے کار نمایان ظہور میں آئے۔

اب خلافت صدیقی کا ایک سال تمام ہو گیا اس سال میں ساراعرب ارتداد کی بخت
اور سرکشی کی ظلمت سے پاک و صاف ہو گیا اور کسی فرد بشر کو مجال بغاوت نہ رہی جو تہا وہ مطیع
و فرمانبردار تھا یا ذمی یا جزیہ گزار۔ آپ سمجھیں کہ گوہنے اسمین جابجا مختلف سرخیان قائم کر کے
جد اجلا لڑائیاں کر دی ہیں مگر یہ ایک ہی غدر تھا جسے وفات نبوی کے باعث تمام ملک میں
شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک شعلے بٹھ کر کاڑے تھے۔ ہم اسے ایک ہی لڑائی
گھر کی کہتے ہیں چاہے اور مؤرخوں کی رائے ہم سے الگ ہو۔ مخالفین سب کے سب
ایک ہی مرض ارتداد میں گرفتار اور وہی لوگ تھے جنکے منہ میں آنحضرت صلعم کی نبوت پر پانی
بہر کیا تھا یا اسلام کی روز افزدن ترقی پر حسد کرتے تھے پس جس چراغ کو خدا نے اپنے ہاتھ سے
روشن کر کے سہراہ خلق کی ہدایت کے لئے رکھا تھا اوسے اپنی پونک سے نہ تو نبوت پر رال
ٹپکانے والے نہ حاسد بجا سکے اور خواہ مخواہ گستاخیان کرنے کی پاداش میں یہ عذاب
بہمکنہ کہ ایک ارتداد کے وہا میں پچاس ہزار سے زیادہ مرتد تیغ خون آشام کے گھاٹ کیت
رہے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا نمونہ پورا پورا اس ارتداد

کی لڑائی میں ظاہر فرمایا۔ گو بظاہر اس لڑائی میں مسلمانوں پر بھی بہت سی مصیبتیں پڑیں مگر حقیقت میں وہ موجب رحمت اور باعث ترقی و تقویت اہل اسلام ہوئیں۔

اول تو نکلوا اور فریبی منافق جو نہ ادھر ہیں تھے نہ اودھر ہیں اللہ کے خالص بندوں سے جدا ہو کر ذلیل و خوار ہوئے اب کوئی ایسا نہ رہا جو ظاہر میں مسلمان ہو اور باطن میں اسلام کی جڑ کو دوتا ہو۔ رکابی نہ ہوں کا خاتمہ ہو گیا۔

دوسرے ان لڑائیوں نے سورج سے زیادہ روشن کر دیا کہ اسلام صرف خدا کی مدد سے اوسکے ضعیف عباد تکذار فرمایا ورنہ کی سخی کے باعث مستحکم اور غالب ہوا۔ اب سب کو اطمینان ہو گیا کہ کوئی اسلام کا بال سیکا نہیں کر سکتا۔ واللہ متہم نورک و لو کہ الکافرون یعنی اللہ اپنا نور پورا کرنا لالہ ہے چاہے کافر اوس سے کراہت کیا کریں۔ اگر خاص خدا کا یہ وعدہ نہ ہوتا تو جو وقت آفتاب نبوت غروب ہو گیا تھا اوریہ تمام قبیلے اور پیروں کے تلے کی چٹنی تک بھی مسلمانوں کی دشمن ہو گئی تھی اسلام باقی نہیں رہ سکتا تھا۔ بیشک یہی ہو کہ جسے اللہ رکے اوسے کون چکے۔

تیسرے سب دیکھنے والوں کو ثابت ہو گیا کہ اصحاب محمد جیسے آنحضرت صلعم کی زندگی میں قوی دل اور ثابت قدم تھے ویسے ہی اونسکے بعد ہیں بلکہ اونسکے پیچھے اونکی ہیبت اور عظمت اور جلال زیادہ ہو گیا ہے۔ اور بالکل یہی معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت آنحضرت زندہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

چوتھے اسلام اللہ کا دین ہے یہ کسی کے ہونے یا نہ ہونے سے مٹ نہیں سکتا۔ پانچویں آپ نے دیکھ لیا ہوگا اور اگر نہ دیکھا ہو تو اب آنحضرت صلعم کی وفات سے لگا کے یہاں تک بغور پھر اس کتاب کو دیکھ لیجئے کہ لڑائی کا صرف ایک ہی باعث سب جگہ

کے غدر میں مشرک تھا یعنی وفات آنحضرت گویا لوگ ظاہر میں اسلام قبول کئے ہوئے
 باطنیہ راستہ دیکھ رہے تھے کہ حضور صلعم کی حیات نے جو ہم پر سر کر کے ہمیں بیدار کیا
 کر دیا ہے یہ اپنی آنکھ بند کریں تو ہم اپنا اپنا راستہ لیں۔ لوگوں کے اس عندیہ کو ابو بکر و عمر جیسے
 سمجھے ہوئے تھے ویسا آنحضرت کے پس ماندوں میں سے کسی نے نہیں سمجھا تھا اسی لئے
 ان دونوں بزرگواروں نے حضور کے جنازہ کو رکھا رہنے دیا اور پہلے خلافت کا بندوبست
 کر لیا صرف چند گھنٹے رسول اللہ کی جگہ خالی رہنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی مسلمان باقی نہ تھا ہوا کا
 رخ ہی بدل گیا۔ اگر تکلف کے مارے ”نہیں حضور آپ“ ”نہیں حضور آپ“ میں دو چار دن
 گزر جاتے یا دعویٰ داران خلافت میں باہمی میں تو تو ہو پڑتی تو اتنے مسلمان بھی مدینہ ہی
 کے مدینہ میں ختم ہو جاتے جتنوں نے مرتدین کے دانت کٹے کئے ہیں۔ پس ہم پس
 ماندہ مسلمانوں کی گردنیں احسان کے بوجھ سے ابو بکر و عمر کے سامنے ہرگز نہ اٹھنا چاہئیں
 چھٹے اسلام کی سلطنت جتنی اور جیسی کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قائم ہوئی تھی اور
 حضور کی مفارقت گوارا نہ کی وہ آپ ہی کے ساتھ قبر میں جا سوئی۔ اب اپنی خلافت کے
 پہلے سال میں اپنے استقلال اور اپنی عزیزی سے جو نئے سرے سے اسلام کو متبہال
 لیا وہ ابو بکر کی قوت بازو ہے اوسمیں کسی کی حق تلفی کی بحث کا کیا ذکر ہو اپنی جان آگ میں
 جو نکی آپ خلافت کی۔ اگر اوسمیں خلافت کی لیاقت نہ تھی تو کیا میں نے خلیفہ کا کام دیا تھا

خلافت حقہ کا دوسرا سال یعنی ۳ھ

فوج ظفر موج اسلام نے عراق کا رخ کیا

جب اسلام کے شیر یاغیوں اور مرتدوں کا قلع و قمع کر چکے اور خلافت صدیقی کی دہائی
 تمام ملک عرب میں ہونے لگی تو اسلام کو اپنے جنم یوم میں اطمینان کامل حاصل ہو گیا اور

باہر پور نکالے۔ اسوقت ساراعب ایمان اور امان سے معمور اور کلمہ توحید سے از سر نو پر نور ہے اب بہت عالی اور خاطر متعالی جناب امیر المومنین خلیفہ سید المرسلین کی اس طرف رجوع ہے کہ حیطہ مجاہدین شیر دل شام کی تاریکی کو نور اسلام سے منور کر رہے ہیں اور صلیب پرستوں سے مقابلہ ہو رہا ہے اسی طرح ایک لشکر صف شکن تغیر عراق و فارس کے لئے روانہ کیا جا تا کہ آتش پرستوں کی گوشمالی بھی ہو پس خلیفہ رسول اللہ نے ابوسعید خدری کو بلا کے جناب خالد بن ولید کے نام فرمان روانہ کیا جبکہ مضمون یہ تھا ”آپ اپنی فوج ظفر موج کو ساتھ لئے ہوئے فارس تشریف لیجائیں اور اہل فارس کو غرور و فساد و سرکشی کا مزہ چکھائیں۔ وہاں سے ایلہ پر جسے فرج الہند بھی کہتے ہیں چڑھائی کریں۔ اتنا ملحوظ خاطر رہے کہ جبکی خوشی ہو وہ ساتھ جائے اور جو نہ جانا چاہتا ہو وہ مجبور نہ کیا جائے۔ راضی برضا کا سودا رکھیے۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ ادن نو مسلموں سے بھی کوئی فرد بشر آپ کے لشکر ظفر پیکر میں نہ جو مرتد ہو گئے تھے اور اب ہمارے تیغ و دو دم نے اونکو دوبارہ مسلمان کیا ہے۔ تمہاری فوج میں اللہ و رسول کے سچے غلام اور ثابت قدم خادم ہونے چاہئیں“

پس جناب سیف اللہ خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت صدیقی کے دوسرے سال ماہ محرم میں یمامہ ہوتے ہوئے عراق تشریف لیچے۔ اسپر بھی اونکی فوج کے علاوہ مدینہ منورہ سے متواتر لشکر روانہ ہوتے رہتے تھے اور فارسیوں کے ملک کو فتح کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ شاہ ایران کی طرف سے کوفہ کا حاکم اوس زمانہ میں ابن صلو ناتھا۔ وہ میدان میں نکلکے مقابل ہوا مگر زک اوٹھائی اوسکی کیا مجال تھی کہ اللہ کے شیروں کا منشا کر کے ثابت قدم رہتا۔ جب زح ہوا اور کچھ بن نہ آئی تو ایک کرو دردم یاد تیار نذر کر کے صلح کر لی اور مواضعات بارہ سردار نا فقیہ وغیرہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا پھر حیرہ کی طرف گئے۔

وہاں کے ناظم قیصہ بن ایاس نے جزیہ دینا قبول کیا اور نوے ہزار درم دیکے اپنی جان و مال کو بچایا۔ ایک اور سردار عمر بن عبدالمسیح جو نصرا سے عرب میں تھا اسنے دو لاکھ نوے ہزار درم دیکے صلح کر لی۔ وہاں سے حضرت خالد نے شاہ فارس کو یہ نامہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خالد بن ولید کی طرف سے شاہ فارس کو معلوم ہوا کہ محدوشتا اس خالق ارض و سما کو سزاوار ہے جسے قوت شرک کو ضعیف اور گردہ کفر کو ذلیل اور دہم و برہم کر دیا اور اپنے خاص تابع را خدا و مومن کو سلطنت اور فتح مرحمت فرمائی جو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان اور ہمارا پیارا بھائی ہے۔ تمکو چاہئے کہ نامہ ہذا کو دیکھتے ہی مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دینا قبول کر دو تو ہماری خون کی پیاسی تلواروں سے محفوظ رہو گے ورنہ خوب سمجھے رہنا کہ وہ وہ غازی شیر افگن اور دلیران صفت شکن تمہاری عقل کو ٹھکانے پر لانے کے لئے بیہوش لگا جو موت کو حیات سے بدرجہا افضل و برتر سمجھتے ہیں۔ میدان رزم اونکی آنکھوں کے آگے بالکل بزم ہے اونکی تلواروں سے جان بچانا محال ہے۔ کان کھولنا ہمارا کام تھا اور ماننا ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ جیسا کرو گے ویسا بھگتو گے۔

یہ خوفناک اور پر جلال مضمون سنکر امراے فارس کانپنے لگے اور کمال غیظ و غضب سے ہونٹ کاٹنے لگے۔ مجبور و لاچار ہو کے شرمناک سا مان جنگ میا کرنا شروع کر دیا۔ ادھر خالد بن ولید نے اپنے لشکر کے تین حصہ کئے۔ ایک حصہ کو شنی بن حارثہ کی ماتحتی میں آگے روانہ کر دیا ایک آدمی جس کا نام ظفر تھا وہ اون لوگوں کو راستہ بتاتا جاتا تھا۔ دوسرے حصہ کے سردار عدی بن حاتم تھے۔ مالک رہنمائی کیواسطے اونکے ساتھ تھا۔ پھر عاصم بن عمر و تیسری جماعت کو لیکر مسلم کی رہبری میں روانہ ہوئے۔ تینوں جماعتوں کو حکم تھا کہ تم ایلہ پر پہنچنے کے بعد جمع ہو جاؤ پھر جناب سیف اللہ خود پورا لشکر ہمراہ لیکر روانہ ہوئے۔ حضرت رافع اس فوج کے راہبر تھے

ایلیہ کا حکم شاہ ایران یعنی ہرنز کے حکم سے ایک بہت بڑا اور زبردست لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے فراہم کر چکا تھا۔ جب مسلمان وہاں داخل ہو گئے تو حکام ایلیہ نے اپنے لشکر کا میسرہ انوشجان اور میمنہ قباد کو سپرد کیا۔ یہ دونوں بڑے بہادر سردار اور نامی شہسوار شاہی خاندان سے تھے۔ غرض کہ ایلیہ میں فارس والوں کا بے شمار لشکر مسلمانوں کے سامنے آیا۔ انوشجان اور قباد نے باہم مشورہ کر کے اپنی فوج کے بہادر اور کڑے سپاہیوں کے پیروں میں ایک کشادہ اور بلی ترخیہ اس طرح بند ہوادی کہ اوٹکو لڑنے اور پینترے بدھنے میں تو کچھ وقت نہوگر وہ ہاگ نہ سکین تاکہ میدان میں مصیبت کے وقت بہاگنے کی ذلت نہ سہنی پڑے۔

ادھر تولیے مستحکم سامان اور ارادے اور آدمیوں کا بن اور طیری دل تھا اور ادھر لشکر اسلام میں صرف اٹھارہ ہزار غازی تھے اور سپر یہ اور غصب تھا کہ پانی پر پہلے ہی سے کفار کا قبضہ تھا کیونکہ وہ اپنے گھر کے گھر میں تھے اور مسلمان مسافت بعید طے کر کے ابھی وہاں پہونچے تھے۔ پھر گروالوں کو جتنی زیادہ سہولتیں حاصل ہوں وہ توڑی ہین۔ مسلمان پیاس کی تکلیف سے جب ہلکاں ہوئے تو اونھوں نے جناب خالد سے فریاد کی۔ سیف اللہ نے جواب دیا۔ اے میرے بہادر شیر و تمہیں اور پانی کی کمی۔ یہ کیا مشکل بات ہے دس بیس قدم بڑھ کے یا تو شربت شہادت نوشجان کرو یا دشمنوں کو ہٹا کے پانی پر قبضہ کر لو اور جتنا چاہو پیو۔ پانی آج اسی لشکر کو ملیگا جو دونوں لشکروں میں زیادہ صابر اور بہادر ہوگا۔

سبحان اللہ کیا رحمت خدا کی اپنے اون خاص انخاص بندوں پر تھی کہ ایسی گھوڑوں سے اہل اسلام اور ترنے نہ پائے تھے کہ ناگہان ایک ابر غلیظ اڑھا اور اونے جل تھل بہر دئے جیلین لبر زار و ڈیرے موج خیز ہو گئے۔ جانور سیراب اور ظروف پر آب کرئے گئے۔ لوگوں نے خوب پانی پیا نہاے۔ دہوے اور پانی کی کچھ پرواہ نہ رہی۔

غرض کہ دونوں لشکر آسنے سامنے ڈٹ گئے۔ کفار کی طرف سے طبل جنگ بجا اور آواز نئے بلند ہوئی۔ ہمارے بہادر وں کے نعرہ ہائے تکبیر سے دشت و جبل گونج اٹھے پہلے ہرگز میدان جنگ میں آیا اور کہا ہے کوئی ایسا جو مجھے مقابل ہو؟ جناب خالد اسکی یہ بے باکی دیکھ کے غصہ سے لال ہو گئے۔ گھوڑے سے کود کے صف فوج سے باہر آئے اب دونوں طرف سے تلواریں نکل پڑیں اور تیز سے باہم گتہ گئے دونوں دیر تک اپنے اپنے جوہر دکھاتے رہے۔ اپنے مقابل کو آزماتے رہے۔ آخر کو ہمارے امیر جرار نے اپنا زور بازو دکھایا۔ ہرگز نے اپنے تین شیر کے قیضہ میں پایا۔ فارسیوں نے اپنے بادشاہ کو زچ جو دیکھا تو ایکبارگی ٹیڑھوں کی طرح کشت اسلام پر جبک پڑے۔ ادھر سے قینقلع بن عمرو تیممی اسلامی لشکر کو لیکر آگے بڑھے۔ دشمنوں کو خالد بن ولید کی طرف جانے ندیا حضرت سیف اللہ نے ہرگز کے نقش ہستی کو صفحہ دنیا سے مٹا دیا۔ لہرائی بیدل ہو کے بہاگے۔ زنجیر والے کہاں جا سکتے تھے غازیوں کا شکار ہوئے۔۔۔ ۳۰ ہزار فارسی مارے گئے اور ایک گروہ دریائے غرق ہو گیا۔ انوشجان اور قباد کا پستانہ چلا۔ حضرت خالد نے لشکر اسلام کو بصر سے جا اترنے کا حکم دیا اور اس فتح کی اطلاع دربار صدیقی میں روانہ کر دی۔ ہرگز کا تاج جبین ایک لاکھ جوہر ٹکے تھے اور اسکی سواری کا ہاتھی مدینہ والوں کے دیکھنے کو بھیج دیا۔ زنان مدینہ ہاتھی دیکھ کے متحیر رہ گئیں جناب امیر المؤمنین نے وہ تاج اور ہاتھی معہ سامان زرین کے خالد بن ولید کو عطا فرمایا۔ پھر لشکر اسلام کے حصہ کر کے مختلف اطراف کو بھیجے اور متعدد قلعے صلح اور جنگ سے ہاتھ آئے جنگ آور جہان ملتے قتل کئے جاتے مگر فرمانبردار رعایا سے کہیں تعرض نہوتا تھا اس عہد تدبیر نے وہ نتیجہ دکھلایا کہ لاکھوں مطیع اور نہاروں کا جگہ اڑ ہو گئے۔

روایت ہے کہ محرم ۳۲ھ میں جناب خالد بن الولید نے یمامہ کو فتح کر لیا اور قوت

صدیق اکبر نے اونہیں لکھا کہ آپ ایلہ ہوتے ہوئے جائیں اور عراق پر حملہ کریں۔ ایلہ بصرہ کے پاس شمال کی طرف بحر فارس کی انتہا پر ہے اور ہدایت فرمائی کہ ہر وقت تالیف قلوب کو مد نظر رکھنا اور جو لوگ اوس ملک میں غیر مذہب و ملت کے آباد ہوں اون سے بھی اچھی طرح پیش آنا ایسا نہو کہ غیر ملک کے لوگ تم سے ناراض ہو کے آتش پرستوں کے قوت بازو بن جائیں۔

اکثر مؤرخین یوں کہتے ہیں کہ خالد یامہ سے نبٹ کے مدینہ آگئے تھے۔ مدینہ سے عراق بھیجے گئے۔ بانقیہ اور برسوما کے حاکم جابان اور صلوباٹھ خدمت خالدی میں باریاب ہو کے دس ہزار دینار پر صلح کر لی۔ پھر لشکر اسلام حیرہ پہونچا۔ وہاں کے امیر نعمان بن منذر کے بعد ایاس بن قبصہ طائی مقرر ہوئے تھے چنانچہ ایاس اور شرفائے حیرہ جناب خالد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خالد نے اون سے کہا کہ ہننے محض اعداء کلمۃ اللہ کی خاطر بیان تک ایک ہی تکلیف گوارا کی ہے آپ لوگ مسلمان ہوں یا مطیع اسلام ہو کے جزیہ دینا قبول کریں تو ہم تمہاری جان و مال کے محافظ ہیں ورنہ جب تک زندہ ہیں تم سے لڑیں گے۔ حیرہ کے سردار و فاطعت اسلام قبول کر کے نوے ہزار دینہم سالانہ جزیہ پر صلح کر لی یہ پہلا جزیرہ ملک فارس سے لیا گیا۔

اس زمانہ جہالت اور پر آشوب میں لوگوں کے کان جزیہ کا لفظ سنا کر ذرا کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ انگریزی کتابوں کی فریب دہی ہے اور کچھ بھی نہیں لہذا ہمیں لازم ہوا کہ ہم اسلامی جزیہ کی پوری پوری ماہیت اپنے ناظرین کی خدمت میں ظاہر کر دیں جس سے بخوبی واضح ہو جائیگا کہ اسلام کو ہمیشہ دوسروں کا مال لینے سے عار ہے اور جو کچھ بقدر قلیل لیا بھی ہے وہ صرف سلطنت کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے لیا ہے نہ اپنا گھر روشن کرنے کے واسطے۔ اسلام شیعہ صورت اور بیڑ سیرت ہے نہ کہ اوس کا عکس کبھی اوس کی رعیت روٹی سے محتاج اور قحط زدہ اور مفلس نہیں رہی۔ ایک ظالم سے ظالم مسلمان بادشاہ کی رعیت کو آپ ٹٹول کے دیکھ لیں۔

واضح ہو کہ اسلام اپنی سلطنت میں جو غیر مذاہب والوں کی جان اور مال کی حفاظت کرتا ہے اسکی مزدوری میں ایک ٹیکس لیتا ہے جسے جزیہ کہتے ہیں۔ یہ واجب اور ایماندارانہ ٹیکس لیتا اسلام نے نوشیروان عادل سے لیکھا ہے کیونکہ یہ عربی لفظ جزیہ معرب ہے فارسی لفظ گزیہ کا۔ جزیہ کی تعدا زیادہ سے زیادہ آدمی پیچھے بیس روپیہ سالانہ اور کم سے کم چہر روپیہ اوتین روپیہ سالانہ تھی۔ اشخاص ذیل سے کبھی جزیہ نہیں لیا گیا۔

۱۔ بیس برس سے کم عمر کا آدمی۔

۲۔ پچاس برس سے زیادہ عمر کا آدمی۔

۳۔ عورت۔

۴۔ مغلوب۔

۵۔ پابج بیکار۔

۶۔ اندھا۔

۷۔ مجنون و قاتر العقل۔

۸۔ مفلس جسکے پاس دو سو درہم سے کم ہوں۔

اسکی بابت متعصب ہٹ دہرم ایک مغالطہ اور دیا کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ جزیہ مذاہب غیر کی لیا جاتا تھا مسلمانوں سے کوئی مواخذہ نہ تھا۔ حضرات! جب سلطنت اسلام نے مسلمانوں کی جان میں اس معافی جزیہ کے بدلہ میں خرید لی تین تو جزیہ وہ کیوں دیتے۔ ہر مسلمان لشکر اسلام کا سپاہی تھا آدھی رات کو جب چاہتے اسے آتش جنگ میں جھونک سکتے تھے مگر غیر مذاہب والوں کو حاکم اسلام فوج میں شامل ہی نہیں کر سکتا تھا۔ ضرورت کی وقت سلع ہو کے میدان جنگ میں سرکھٹا مسلمان پر فرض تھا۔ اسپر ہی کیا آپکا انصاف یہ چاہتا ہے

کہ مسلمان جان جو کمون میں بھی رہیں اور ایک خفیف سائیکس جزیہ کا بھی اونہیں معاف نہ کیا جائے اور غیر مذہب والے کوڑی ٹیکس کی بھی ندین اور مزے سے عیش کے ساتھ گھر میں سویا کرین پھر علاوہ اس جان فروشی کے مسلمانوں پر جزیہ سے ہماری ٹیکس زکوٰۃ کا پہلے سے مقرر تھا اگر مسلمان زکوٰۃ کے دینے میں ذرا بھی کان ہلاتے تو ان کا قتل کر ڈالنا جائز تھا چنانچہ یہ سال بہر کی طول طویل جنگ مرتدین کے ساتھ اسی زکوٰۃ کے ٹیکس نہ دینے پر ہوئی تھی جو بہ نسبت جزیہ کی بہت بہاری تھا۔ پھر جزیہ کے موجد مسلمان نہ تھے بلکہ اون سے پہلے نوشیروان عادل شاہ ایران او سے جاری کر چکا تھا۔ حضرت خالد بن ولید نے جزیہ کے بابت جو معاہدہ کیا اس دستاویز کا مضمون یہ تھا ”دستاویز لکھدی ہے خالد بن ولید نے صلویا بن نسطونا اور اسکی قوم کو کہ جزیہ کے عوض میں تمہاری حفاظت کریں گے اور جب تک ہم تمہارے محافظ رہیں ہم کو تم سے جزیہ لینے کا حق ہے اور جو نہ کریں تو ہم تم سے جزیہ نہیں لے سکتے۔“ تحریر ماہ صفر ۳۳ھ آپس ان باتوں کے دیکھنے سے ثابت ہے کہ اس جزیہ کے خفیف ٹیکس سے مسلمانوں کا بری رہنا کوئی قومی یا مذہبی رعایت نہ تھی اور مخالفین اسلام کا جزیہ کے باعث کاٹنے کو دوڑنا مقتضائے طبیعت ہے اور کچھ نہیں۔ بعض ارباب یہ فرماتے ہیں کہ جناب صدیق اکبر نے سیف اللہ کو ایلہ کی طرف سے اسفل عراق میں داخل ہونیکا حکم دیا تھا۔ اور عیاض بن غنم کو فرمان لکھا کہ تم اعلیٰ عراق سے داخل ہو کے مضیق میں لڑنا شروع کرو اور اسی طرح آگے بڑھتے بڑھتے خالد بن ولید سے جا ملنا۔ اس سے پہلے ثنی بن حارثہ شیبانی کو صدیق اکبر عراق بھیج چکے تھے اور انہوں نے حضرت خالد بن ولید کے پہونچنے سے قبل جنگ شروع کر دی تھی۔ جب خالد عراق پہونچے تو ثنی بن حارثہ اور جرملہ اور مدعور (معدوہ) اور سلمان ایلہ میں حضرت خالد کے لشکر سے آئے۔ عراق عرب آج کل اعلیٰ حضرت جناب امیر المومنین غازی عبد الحمید خان ثانی خلد اللہ ملکہ کے قبضہ میں ہے مگر جناب ابوبکر صدیق

کے عہد میں کسریٰ شاہ فارس یا ایران کی حکومت میں تھا اور شاہ ایران کی سلطنت اوس زمانہ میں عراق عرب - عراق عجم - فارس - خراسان - ماژندران - کرمان پر تھی۔

دس ہزار ہزار سپاہی جناب خالد کے ساتھ تھے اور آٹھ ہزار حضرت ثنی بن حارثہ کے پاس تھے۔ خالد بن ولید نے اپنے دس ہزار آدمیوں کے تین حصہ کر کے پہلے حصہ پر ثنی بن حارثہ کو اور دوسری بنی ہاشم کو متعین کیا۔ اور پچھلے پر خود رہے۔ تینوں جماعتوں کو اس طرح روانہ کیا کہ ہر حصہ میں ایک سترل کا فاصلہ رہے۔ ثنی بن حارثہ اور عدی بن حاتم سے کہہ دیا کہ جب حقیقہ میں پہنچو تو وہیں جمع رہنا تاکہ دشمنان دین سے لڑائی شروع کی جائے۔ اس صوبہ کا حاکم شاہ ایران کی طرف سے ایک نہایت شجاع و دلیر اور آزمودہ کار آدمی ہرمزانامی خاندان شاہی میں سے تھا جو خشکی کی طرف عرب سے اور سمندر کی جانب ہندوستان والوں سے لڑتا رہتا تھا۔ ہرمزانہ جناب سیف الدنیا کی آمد جو سنی تو شاہ فارس کو اطلاع دیکے بہت جلدی ایک فوج جمع کی اور حقیقہ پر ان موجود ہوا۔ اس کے مقدمہ الجیش پر قباد و انوشجان تھے جو آردشیر اکبر کی اولاد میں سے تھے ان لوگوں نے اپنی فوج کو چاروں طرف سے زنجیروں سے گھیر لیا تھا تاکہ فوج بھاگ نہ سکے۔ ایک میدان میں حقیقہ کے سامنے طرفین کے لشکر آجے۔ خالد لشکر اسلام سے باہر نکلے اور لشکر محمدرے سامنے کوئی آئے۔ مخالفین سم گئے کسی کی ہمت نہ بڑی کہ پہرے ہوئے شیر کے سامنے آئے۔ مجبور ہو کر ہرمزانہ خود لڑنے لگلا۔ اور دونوں اپنے اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر پڑے۔ پہلے سیف الدنیا نے ہرمزانہ پر وار کیا۔ ہرمزانہ پیچھے ہٹ کے خالی دیگیا اور ہرمزانہ کے جناب خالد پر حملہ آور ہوا۔ حضرت سیف الدنیا نے اوسکی تلوار چپین لی۔ اور جلدی سے چپٹ کے اوسکی کمر پکڑ زمین پر دے پٹکا۔ لشکر مخالف یہ دیکھ کر ہنگامہ ماریا اور سب نے ایک بار لگی حملہ کر دیا مگر خالد بن ولید نے اون کے پونچنے سے پہلے ہرمزانہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور ہرققاع بن عمرو نے لشکر مخالف

کی یہ حالت دیکھ کر ہنربران اسلام کو لکھنا رکھ اسے جو انہیں دو کیا دیکھتے ہوؤ شہ نہ تو کا سردار مارا گیا۔
ایسا نہ کہ تمہارے امیر پر آنچ آجباے پھر تمہیں منہ دکھانے کو جگہ نہ رہیگی۔ یہ سنا کر غازیان
اسلام دہر لپکے اور دشمنوں کو خالد کے پاس نہ پہنچنے دیا راستہ ہی میں تلواروں کی باڑہ پر
رکھ لیا۔ چن چن کے اونکے سرداروں اور من چلون کو تہ تیغ کیا جس نے دون کی لی اوسکا
نام و نشان صفحہ ہستی سے حزن غلط کی طرح مٹا دیا جو اکڑ کے سامنے آیا اوسے باقی بچوڑا۔
یہاں تک کہ کفار بلذادوٹھے اور بدحواس ہو کے بہا گئے۔ ہمارے دلاوردوں نے اونکا پچھا
کیا۔ جو ہاتھ لگا طعہ اجل ہوا۔ اس جنگ کو ذات السلاسل کہتے ہیں۔

ہرمز کے سلاح حرب اور اسباب جناب سیف المدرضی المدعنے کے قبضہ میں آئے
بعد اہتمام جنگ خمس غنیمت اور فزادہ فتح حضرت ابوبکر کوروانہ کر کے خالد بن ولید حقیقہ سے موضع
جسر اعظم یعنی بصرہ میں چلے آئے اور ثنی بن حارثہ کو کفار کے پیچھے روانہ کیا۔ ثنی نے حصن المرقہ
کو فتح کر لیا اور حاکم قلعہ کی بیوی نے مسلمان ہو کے ثنی سے عقد کر لیا۔ اسی زمانہ میں خالد نے
مقتل بن مقرن کو ایلہ بیجا تہا مگر ایلہ کو جناب فاروق اعظم کی خلافت میں عتبہ بن غزو ان نے
۳۲ھ میں فتح کیا۔

روایت ہے کہ جب ابوبکر صدیق نے اپنی خلافت کے پہلے سال میں مدینان
نبوت کی بغاوت اور مرتدین کی سرکشی سے ملک عرب کو بالکل پاک و صاف کر لیا اور اندرونی
عذر بالکل فرو ہو گیا تو دوسرے سال کے شروع میں وہ خیالات تازہ ہوئے جنکی ہدایت رسول
مقبول صلعم نے اپنی زندگی میں کی تھی۔ آپ فرما چکے تھے کہ وہ زمانہ عمقریب آئینا لا ہے جبکہ
انتخاب اسلام کی شفاعین میں۔ شام اور ایران کو روشن کرینگی۔ اس پیشین گوئی کی تصدیق
کے لئے صدیق اکبر نے سب سے پہلے عراق عرب پر قبضہ کرنا چاہا جو ایران کی عملداری میں تھا۔

بنیاد اس جنگ کی یون پڑی کہ ثنی بن حارث شیبانی شاہ فارس کی اجازت سے معہ اپنی قوم کے نواح عراق میں رہتے تھے۔ ابو بکر صدیق کے عہد میں لشکر عجم نے ثنی کو تنگ کرنا شروع کیا۔ وہ مدینہ آ کے مسلمان ہو گئے اور کوفہ پر چڑھائی کر نیکی خواہش صدیق اکبر سے بیان کی جناب امیر المومنین نے انہیں عالی خاندان اور لایق و فایق پاپا کے کوفہ پر حملہ کر نیکی اجازت دیدی۔ ثنی کی قوم کے اور گرد و نواح کے آدمی سلاطین ایران کے بہت سے ظلم برداشت کر چکے تھے اپنی تکالیف کا انتقام لینے کے لئے ثنی کی مدد کو مستعد ہو گئے اور سب آئے اکٹھا ہو کے نواح کوفہ میں غدر پیا کر دیا شاہ ایران نے ثنی کے ٹیک کر نیکے لئے ایک زبردست فوج بھیجی۔ ابو بکر صدیق نے یہ حالت سنے عمر فاروق سے مشورہ کیا اور خالد بن ولید کو مامہ لکھ بھیجا کہ تم کو فارس اور حیرہ اور کوفہ کی لڑائی کا انتظام سپرد کیا جاتا ہے۔ تم سید ہے عراق چلے جاؤ۔ جب مقامات مذکورہ بالا میں اپنا تسلط بخوبی کر لو تو ایلہ کی طرف بڑھانا۔ اسکے بعد ثنی کو لکھ دیا گیا کہ گہرا ناہین ہننے خالد بن الولید کو تمہاری مدد کو روانہ کر دیا ہے جب وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو اوٹکو اپنا امیر سمجھنا اور انکی اطاعت کرنا جناب سیف الدن کی روانگی کے وقت ابن صلو ناسو اور کوفہ کا حاکم قبیصہ بن ذویب طائی حاکم حیرہ تھا ان دونوں نے زر کشیر سالانہ جزیہ دینا قبول کر کے خالد رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ اسکے بعد خالد نے ایلہ جا کے ہرزدہان کے حاکم کو قتل کیا۔ جب اس جنگ کی اطلاع قارن حاکم اہواز کو پہنچی جو کھلی کی طرف سے مقرر تھا تو وہ پچاس ہزار کی جمعیت سے حضرت خالد کے مقابلہ کو نکلا۔ یہ لڑائی نہایت خونخوار تھی اس میں تیس ہزار کا فرار ہو گئے اور مال کشیر غنیمت میں ملا۔ جب خمس مدینہ میں پہنچی تو وہاں کے لوگ نہایت خوش ہوئے اور حضرت خالد کے حق میں دعا خیر کی۔ اس مال کے ساتھ چند قیدی تھے جن میں حسن بصری کے والد بھی شامل تھے۔

اسکے بعد شاہ فارس نے کچھ فوج قارن کی مدد کو بھیجی اس کا مقابلہ مسلمانوں سے و لچہ اور

لیس مین ہوا۔ دونوں مقام پر سلمان ہی جیتے۔ لیس مین اتنے کا فر مقتول ہوئے کہ خون کے دریا بہ گئے۔ پھر انبار عین القمر۔ دومتہ الجندل اور چند مشہور قلعے اور مفتوح ہوئے۔ اسی زمانہ میں ایران کے بادشاہ کسریٰ آردشیر کے مرنے سے حالات عجم میں بہت کچھ انقلاب اور خلل عظیم پیدا ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید کا نام پڑ گیا اور مسلمانوں کی فتوحات کے شاہ ایران یعنی کسریٰ بہت گہرے اور نہایت جرات کر کے ایک لشکر خالد سے لڑنے کے لئے بھیجا مگر اس وقت خالد بن ولید شام پر حملہ کر نیو چلے گئے تھے۔

ہندوستان۔ مصر۔ ایران یہ تین ملک ایسے مین جنہوں نے مؤرخوں کو بہت گڑبڑ ارکھا اور یہ فیصلہ ہونا بہت مشکل ہے کہ ان تینوں مین سے پہلے پہل تہذیب و شایستگی اور ترقی کمان سے شروع ہوئی یا ان کا جاسکتا ہے کہ انہیں مین سے کوئی ملک شایستگی اور تہذیب کا باپ ہے اور ایران بہت ہی پرانی سلطنت تھی۔ عرب کے لوگ ایران کو عجم اور وہان کے باشندوں کو عجمی کہتے تھے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ جناب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ تک ایران مین کبھی دوسرے ملک اور غیر قوم کی سلطنت نہ ہوئی تھی۔ سکندر اعظم کے وقت مین پر اسے نام جوہنٹ مہنٹ یونانیوں نے ایران مین کچھ دخل و مداخلت کیا تھا مگر وہ ایک حملہ کی وجہ مین تھیں کہ ادھر آئیں اور ادھر چلی گئیں جس طرح تاریخ کی کتابوں مین سکندر کو ہندوستان کے بادشاہوں مین کسی نے نہیں لکھا ہے اسی طرح وہ فارس یعنی ایران کا بادشاہ بھی نہیں لکھا سکتا کیونکہ یونانیوں کو ہندوستان اور ایران پر سلطنت کرنا نصیب نہیں ہوا۔ اپنی ترقی کے زمانہ مین رومی بھی ایران پر سلطنتوں کے ترک اور ایرانیوں سے ہمیشہ چٹختی تو رہی اور اخیر مین سرحدی نرا عین ہی ہو گیا مگر ترک بھی ایران کو مغلوب نہ کر سکے ہمیشہ افغانستان نے ایران کو خراج دیا ہے۔ غرض کہ یہ بہت پرانی سلطنت کچھ ایسی رعب دار اور زبردست تھی کہ لوگ اس کا نام لینے سے کانپ جاتے تھے اور یہ بات کسی کے خیال

میں بھی نہیں سما سکتی تھی کہ بدویان عرب ایران میں سلطنت کر سکتے ہیں۔ یہ اسلام ہی کی برکت اور جہاد و جلال کی خوبی تھی کہ ایران کی ایک پیش نہ گئی اور وہ آج تک اسلام کے سامنے سر جھکا ہے۔
ہے۔ محمد للہ علیہ احسانہ۔

ایران کے شمال میں ترکستان اور بحیرہ خضر یعنی کسپین سی۔ جنوب میں خلیج فارس خلیج عمان اور بحر عرب۔ مشرق میں افغانستان و بلوچستان۔ مغرب میں عراق و عرب ہے۔ طرہ اسپر یہ ہے کہ جب اسلام نے ایران کا رخ کیا ہے تو اس وقت خود عرب بھی شاہ ایران کا دیل اور دست نگر تھا بلکہ سرسری طور سے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عرب اور عراق دونوں ایران کے تحت ہیں تھے اور بغداد کے قریب مدائن دارالسلطنت ایران تھا۔ اب ایران کی سلطنت کو ترکی اور روسی سلطنتوں نے بہت تموڑی سی جگہ میں محدود کر دیا ہے۔ جناب صدیق اکبر کے عہد خلافت میں ایران کی عملداری بہت وسیع تھی عراق عرب۔ عراق عجم۔ فارس۔ خراسان۔ ماژندران۔ کرمان پورے پورے ایرانیوں کے تھے۔ ایران میں آتش پرستوں کا مذہب جاری تھا اور وہاں کے بادشاہ کسریٰ کے لقب سے مشہور تھے۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ایرانیوں اور عیسائیوں شام سے کچھ کٹ پٹ ہوئی تھی۔ اوسین پہلے تو ایرانی غالب ہوئے پھر شامی جیتے۔ دو ٹکڑے عرب کے بھی ایسے تھے جن پر جگہ ایرانی قابض رہے ہیں۔ یعنی ایک تو یمن جو سرور کائنات صلعم کے سامنے ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا دوسرے عراق عرب جہان خالد بن ولید نے اب دخل دیدیا ہے مسلمانوں نے اسل ایران پر فاروق اعظم کی خلافت میں حملہ کیا تھا۔ شام اور مصر کی سلطنتیں بھی حضرت فاروق کے ہی وقت میں اسلام کے قبضہ میں آئیں۔ واضح ہو کہ روم جد اجیر ہے قسطنطنیہ الگ ہے۔ اور شام کی چوٹی چوٹی نیم خود مختار یا باجگذا ریاستیں اور شے ہیں۔ مگر مؤرخین اسلام ان تمام عیسائیوں کو رومی لکھتے ہیں اور ان کے

مقابلہ کو رومیون کا مقابلہ کتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ تمام قومیں اوس زیر دست عیسائی سلطنت کے اجزائیں جو کسی زمانہ میں رومنہ الکبریٰ یا رومین راج کرتی تھی اور مذہبی قانون اور طرز معاشرت اور اخلاق خلاصہ یہ کہ تمام امور میں ان رومیون کی اقتدا کرتے تھے چنانکہ زمانہ تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔ غرض کہ خلافت صدیقی میں مسلمانوں کی اوس سلطنت کی نیورکندی گئی جسکے آگے دنیا کی سب ناچی گراہی سلطنتیں گرد تھیں اور وہ عہد فاروقی میں اپنے اوج کو پہونچ گئی۔ پس ابوبکر اور عمر یہ دو نام ایسے ہیں جنہیں تاریخ اسلام میں آب زر اور جلی قلم سے لکھنا چاہئے۔

روایت ہے کہ جب عرب کے غدر اور بغاوت سے فرصت حاصل ہو چکی تو ابوبکر صدیق نے رسول خدا صلعم کے حکم کی تعمیل کرنا چاہی اور ارادہ کیا کہ تمام دنیا میں اسلام خواہ تالیف قلوب سے یا لڑ بھڑکے پھیلا نا چاہئے۔ وہ خوفناک لڑائیاں مدت سے ختم ہو چکی تھیں جو ایران اور روم میں ہوئیں مگر ان کے اثر سے جو ضعف ان دونوں قوی اور زبردست ملکوں میں آگیا تھا ابھی تک باقی تھا جس سے سرحدیں ان ملکوں کی حملہ کے قابل ہو گئی تھیں اسلئے ابوبکر صدیق نے اپنے زمانہ کے دوسرے سال میں ایران اور شام کے فتح کا مصمم قصد کر لیا۔ جناب دولتآب صبحی پاشا فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید نے مدینہ سے چلکے بالقیہ کے امیر و سوما جبابان سے دس ہزار دینار سالانہ پر صلح کر لی اور زرد نکور اوس سے لیکے حیرہ کی طرف چلے تو حیرہ کے امیر قبیصہ الطائی نے استقبال کر کے نوے ہزار درہم جزئیہ پر صلح کی اب خالد ایلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ششی اور دیگر امراء اسلام کو حکم روانہ کر دئے کہ ہم سے مقام حیرہ میں آئنا۔ ایلہ میں اردشیر شاہ ایران کی طرف سے ہر فرح عالم تھا اوسنے خالد رضی اللہ عنہ کی آمد سنکے حیرہ پر پہلے ہی قبضہ کر رکھا تھا اسلئے خالد نے کاظمہ کا رخ کیا۔ علی الصبح ہر فر سے

لڑائی شروع ہو گئی۔ خالد نے ہرگز کو گرفتار کر لیا اگرچہ اذکی عادت میں داخل تھا کہ دشمن کو گرفتار کر کے ایک لمحہ بھی نہیں چھوڑتے تھے مگر اسوقت کچھ اذکی کے دل میں آگئی کہ وہ ہرگز کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے الاموت اذکی کے سر پر کیل رہی تھی اذکی کبجی سے لشکر مخالف نے ایک ساتھ حملہ کر دیا۔ اذکیوں نے یہ نازک موقع دیکھ کر فوراً اذکی کے گلے پر تلوا پر ہیر دی۔ اور دشمنوں نے راہ گریز اختیار کی۔ فراریوں کے ساتھ امراء لشکر ایرانی میں سے قباد اور انوشجان بھی تھے۔ انہیں اتنا سے راہ میں وہ فوج ملی جسے اردشیر نے ہرگز کی مدد کو بھیجا تھا۔ اذکیوں کے ساتھ لیکے وہ دوبارہ مسلمانوں کے مقابلہ میں آگئے۔ جناب سیف اللہ نے جو حقیقت حال سے آگاہی پائی تو پہر اذکی گونامی کو تیار ہوئے اور قباد اور انوشجان کو قتل کر کے لشکر ایران کو شکست پر شکست دی۔ بموجب حکم خلیفہ برحق کے کسانوں اور پیشہ وروں سے کچھ تہض نکیا گیا بلکہ لڑائی کے بعد اذکی جزیرہ مقرر کر کے ذمہ اسلام میں لیلیا۔ رعیت کو اذکی کے حال پر آزا کر دیا۔

اسکے بعد شاہ ایران نے پہر بہت سا لشکر فراہم کر کے بہمن کو اذکی کا سپہ سالار کیا اور خالد بن ولید سے لڑنے کو بھیجا۔ نصرانیان عرب کے قبیلے جو عراق میں رہتے تھے انہیں بھی مسلمانوں سے لڑنے پر آمادہ کر لیا اور ایک اور فوج ترتیب دیکے بازان کو اذکی کا امیر بنایا اور بہمن کی مدد کو روانہ کیا۔ خالد کو جو یہ خبر لگی تو بہمن اور بازان کے پیچ میں پڑ گئے اور جنگ شروع کر دی۔ ایک عرب سردار مالک بن قیس جو ایرانیوں کا طرفدار تھا گرفتار ہو کے مارا گیا۔ طرفین کے دلاور میدان حرب میں ایسی ثابت قدمی سے لڑے کہ فارسیوں اور اذکی کے حمایتی عربوں میں سے ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ آخر نش لشکر ایران بالکل پر اگندہ اور پریشان ہو کے غارت ہو گیا۔ جرج لاشیں جو میدان صاف کر نیکیے لئے دریا میں ڈال دی گئیں اذکی سے دریا کا پانی سرخ ہو گیا تا اسلئے اس لڑائی کا نام نہر الدم رکھا گیا ہے۔ اسکے بعد شہر معیشیا تاخت و تاراج کیا گیا۔

آخرش جب شہر حیرہ بہ سہولت فتح ہو گیا اور لشکر ایران اور مستعمرہ عرب بھی مغلوب و مجروح ہوئے تو اہل عراق کے اعصاب میں ضعف اور نفاق سما گیا چارونا چارو فتنی اختیار کر کے جزیرہ گذرین بیٹھے۔ اسی زمانہ میں اردشیر سوم شاہ ایران مر گیا۔ چونکہ شاہوں کی اولاد میں کوئی شخص لائق تخت و تاج نہ مل سکا اسلئے ایران میں ایک شورش عظیم برپا ہوئی اور سب نے ملکے ایک عورت کو جس کا نام فرخزادہ تھا تخت پر بٹھایا۔ اس طوفان بے تمیزی میں جب خالد کا کوئی روک ٹوک کر نہ والا رہا تو اونہوں نے پچاس ہی دن کے عرصہ میں سارے اطراف اینار اور عین التمر اور حیرہ بلکہ تمام عراق کو فتح کر لیا اور چاروں طرف اپنے عامل کاروان اور تجربہ کار باج و خراج تحصیل کرنے کے لئے مقرر کر دیئے اور سب واقعات کی خبر حضرت ابو بکر صدیق کو دی جس وقت جناب امیر المومنین نے خالد کا نام پڑھا سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا کہ عورتیں ہرگز نہ خالد کا سا بیٹا نہیں بن سکتیں۔

ایک طرف سے لشکر اسلام ملک ایران کو دبا تا چلا آتا تھا اور مدائن دار السلطنت ایران جس کا پرانا نام تیسفون ہے اس سے تھوڑی ہی دور رہ گیا تھا اور دوسری طرف امرائے ایران ایک ایک ذاتی نفع کے لئے تبدیل سلطنت کے خیال میں غافل اور مست تھے۔ چنانچہ دولت اسلامیہ کے ظہور سے اس وقت تک ۲۰ سال سے زیادہ نہیں گزرنے پائے تھے کہ قتل یزدجرد سے لگا کر ایران پر حکومت اسلام قائم ہو جانے تک چودہ بادشاہ تخت ایران پر بیٹھ چکے تھے اور دولت و ملت ایران کو ان خود غرض دشمنوں نے ایسا پامال کر لیا کہ آج تک اس کو جیتنا نصیب نہوا۔

گو اسی تلبک اور نحوسی کے زمانہ میں خیر خواہان دور اندیش اور خردمندان صداقت کیش نے اس نفاق اور خود غرضی کے بد نتائج سے ایرانوں کو آگاہ کیا اور بہت کچھ اونکی آنکھیں کھولیں اور سمجھایا بوجھایا مگر کچھ فائدہ نہوا۔ بیشک جب کوئی سلطنت و دولت اوج اقبال سے حقیقتاً نہلت کی طرف گرتا شروع کرتی ہے تو اقوال حکما وہان کے لوگوں کے کانوں میں آواز نہر سوجھی

کم رتبہ معلوم ہوتے ہیں اور خوشامیڈیون اور چنیل خوردون اور بد معاشون کی باتون سے وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔ وہان کے بادشاہ اور امرا عیش پسند پست ہمت اور غلبہ پرست اور کینہہ طبیعت بنکے ورطہ ہلاکت میں جا پڑتے ہیں۔ وہان کے نظام اور انتظام و قوانین و آئین میں اختلاف ہو جاتا ہے اور وہ لوگ اپنے عیش چند روزہ کے لئے اپنی قوم اپنے ملک اپنی سلطنت کو خاک سیاہ کر کے خود ہی اپنے کئے کی سزا دینا اور عقبی میں پاتے ہیں چنانچہ جس زمانہ کا ہم ذکر لکھ رہے ہیں اوس میں ایران کا بعینہ بھی حال تھا جس کی نحوست سے نام و نشان او کا مٹ گیا رئیس فرقہ اسلام عیاض بن غنم دومتہ الجندل کی طرف تھے اونہوں نے حضرت سیف الد کو لکھا کہ مستنصرہ عرب نے نقض عہد کیا ہے۔ خالد بن ولید یہ سنتے ہی دومتہ الجندل تشریف لے گئے۔ ایک طرف سے حضرت عیاض نے اور دوسری طرف سے خالد نے دومتہ الجندل کو جاد بایا۔ حال یہاں کا یہ تھا کہ دو شخصوں اکیدر اور جودی نے دومتہ الجندل اور اوسکے اطراف و نواح کو باہم تقسیم کر کے وہاں فتنہ و فساد شروع کر دیا تھا۔ لشکر اسلام نے دونوں کو اوسکے اعمال کی ٹیسک سزا دی۔ اکیدر نے اپنی کردار سے پشیمان ہو کر امیر خالد کے حضور میں کچھ عذر بھی کئے مگر قبول نہوے اور اکیدر دومتہ الجندل کے باہر اور جودی اندر قتل کیا گیا اور آتش فساد بخوبی بجھ گئی۔ حضرت خالد کو ابھی دومتہ الجندل کے انتظام سے فرصت نہ ملی تھی۔ ناگاہ خبر آئی کہ ایرانیوں اور عربوں نے عراق میں پہر بغاوت پر کمر باندھ ہی ہے اور تنخی سے لڑنا شروع کر دیا ہے یہ سنتے ہی جناب خالد برق خاٹھ کی طرح عراق پر جا چکے اور بار بار کے ایرانیوں اور عربوں کو پریشان اور پرالگندہ کر دیا۔ اسوقت حضرت خالد بغیر اجازت خلیفہ کے پوشیدہ زیارت کعبہ کو چلے گئے تھے جب واپس آئے اور جناب امیر المومنین کو اسکی اطلاع ہوئی تو جناب خالد معتبوب ہوئے اور اوسکے نام حکم صادر ہوا کہ بر شام کی طرف رومی مسلمانوں سے لڑ رہے ہیں

تم بھی ادھر نہ پہنچو۔ خود رومیوں کے قبیلے اور مستنصر عرب جو بر شام میں رہتے تھے انہوں نے فوج جمع کر کے مسلمانوں کو دق کرنا شروع کر دیا تھا۔ خالد بن ولید نے جلدی سے وہاں پہنچکے اونٹنی گوشتالی جاری کر دی اور فتح حاصل کر کے خلیفہ رسول اللہ کو مطلع کیا۔ جناب صدیق اکبر کے حکم سے رومیوں کے اوس لشکر کو بھی شکست فاش دی جبکہ سردار باہان تھا اور خلیفہ کو لکھا کہ خائفونکا لشکر تمہارے دین میں روانہ کیا ہے۔ اتفاقاً اسی وقت وہ لشکر جو عین میں رومیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو کے آیا تھا مدینہ میں پہنچا پس عکرمہ بن ابوجہل کو اونٹنے لشکر کے ساتھ اور ذوالکلیع حمیری کو فوج حمیر لوں کے ہمراہ اور دیگر سرداران فوج کو اونٹنے لشکروں کے ساتھ جناب خالد کی مدد کو روانہ کیا۔

فتح مدینہ اور جنگ ولید اور قتل ہونا قباد اور النوشجان کا

ایسر خالد کا نام چڑھ کے جبکہ ذکر ہم آئے ہیں شاہ ایران آپے سے باہر ہو گیا اور قارن کو بلا کے حکم دیا کہ تم فوج جبرائیکر جاؤ اور ان بدوی عربوں کو جو ہمیشہ ہماری سلطنت کے آگے سر جھکاتے رہے ہیں سزاؤ و خبردار انکی ذرا بھی رعایت نہ کرنا اور ایسی نزک دینا کہ آئندہ سر نہ اٹھائیں۔ قارن فوج لیکے روانہ ہوا۔ اتنا سے راہ میں اسے ہر مڑ کی ہزیمت خوردہ فوج ملی ان دونوں لشکروں نے از سر نو لڑنے مرنے پر کربا نہی۔ جناب خالد بھی اس قصد کی پوپا تھے ہی قارن کی طرف جھک پڑے۔ النوشجان اور قباد قارن کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر تھے۔ موقع مدینہ میں کفر و اسلام کے حمایتیوں کے خیمے استادہ ہوئے۔ دوسرے دن سورج کے برآمد ہونے سے پہلے غازیان اسلام نے نمازین پڑھیں اور میدان جنگ میں اپنی مصفین جاکر سامنے لڑائی سپاہ نے شیردن سے مقابل ہو ٹیکا سامان درست کیا۔ دونوں طرف سے جوانان ذی ہمت و جانباز اور پہلوانان صاحب جرأت دس فرار سر میران آتے تھے اور اپنی اپنی

دیسری اور بہادری کے جوہر دکھاتے تھے۔ تیرون اور نیرون کی سائین سائین اور تلواروں کی جستکار سے فولاد کے کلیجے پانی ہوتے تھے۔ بہادرون کے نعروں اور شجاعوں کی کڑک نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔ قارن یہ دیکھ کر جھنجھلایا اور بہت باندھ کے اپنی فوج کے آگے اکھڑا ہوا اور پکارا۔ جسے مرنے کا ہو میرے سامنے آئے اور جو اپنی زندگی سے سیر ہو گیا ہو میرے دست و پا کی ضرب سے مرنے کا ہو۔ قباد اور انوشجان کو بھی قارن کی یہ شجاعت دیکھ کر شرم آئی وہ بھی پہرے کے سامنے اکھڑے ہوئے اور لڑکھڑکیا کہ اے مسلمانو! تم میں جسے حوصلہ ہو جسے لڑنے کو باہر نکلتے قارن اور قباد اور انوشجان نے اتنا کہا اور اپنے اپنے گھوڑے مسلمانوں کی طرف ڈھپٹا دئے۔ جناب خالد نے اونکی یہ گستاخیاں معاینہ فرما کے چاہا کہ خود بنفس نفیس اون منہ زور ترہجیوں کو مزا چکھائیں اور بازو سے اسلام اور زور توحید کا فزادہ کھائیں کہ سرداران فوج نے بڑھکے اونہیں روکا اور عرض کی کہ پہلے ہم اور ہماری فوج آپ کے قدموں پر جان قربان کر لیگی جب آپ میدان میں جاتے پائینگے۔ اتنے میں اور غازی پیک کے ان تینوں سے بھڑگئے۔ اور طرفین سے وار چلتے لگے۔ معقل بن اساس نے قارن کا سامنا کیا۔ حاتم طائی کے گھر کے چراغ یعنی عدی رضی اللہ عنہ نے قباد کو جالیا۔ اور عاصم نے انوشجان کی مزاج پر سی اختیار کی گو قارن و قباد و انوشجان دیوڑ پادشہ اور شیر کش تھے مگر ان اللہ کے شیروں نے اونہیں جھجھوڑ جھنجھوڑ کے خوب ہی زح کیا۔ اونکی زور آزمائیوں کے جواب ایسے دئے کہ تینوں کے تینوں ہونٹ چاٹتے تھے انکے ہر وار کو حقارت معقل و عدی و عاصم رضی اللہ عنہم ایک اشارہ میں کاٹتے تھے۔ آخرش ایران کے وہ تینوں نامی سردار ہنہر ان اسلام کے شکار ہو گئے۔ ایران کی فوج بے سر ہو گئی۔ ہنہارون دیر با سے خون میں نہا بہت سے بہا گئے۔ سینکڑوں دریا میں ڈوب مرے۔ پھر جو بہادران اسلام نے اون بھگڑوں کو اپنے اسلحہ کے منہ پر دہرایا تو چاروں طرف ستم و اضطراب اور لشکر اسلام نے بڑھکے موضع دار پر

اپنا قبضہ کر لیا۔ بیشمار عورتیں اور بچے اس پر ہوسے۔ رعیت نے باجگذاڑنے کے امن و آسائش حاصل کی اور ماہِ صفیر میں یہ صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ اموالِ خمس دارالنبوت بیچ دئے گئے۔ وہاں کے لشکر کے سردار معین بن نعمان اور خیزہ تحصیل کرنے پر سویدین مقرر متعین ہوئے۔ چاروں طرف خیمہ روائے کئے گئے کہ آنکھیں کھول کے دشمنوں کی حرکات و سکنات دیکھتے رہیں اگر کسی طرف پتا بھی ہو وقت کھر کے تو فوراً ہمیں مطلع کریں تاکہ بے خبری کی وجہ سے کوئی موقع ہاتھ سے نکلنے نہ پائے۔

غرض کہ اردشیر شاہ ایران مسلمانوں کی اس ہمتِ خداداد۔ استعدادی۔ ذی ہوشی اور لیاقت سے حیران ہو گیا اور ایک حبشی النسب سردار بزدل و فوج پر بہ کار کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک بڑا نامی گرامی امیر حسن جادویدہ اوسکی مدد کیواسطے متعین ہوا۔ یہ دونوں فوجیں موضعِ ولیجہ میں آن پڑیں۔ سپہ سالار نامدار خالد نے ایک میدانِ مغلز معتمد کو تو اپنی جگہ مدار میں چھوڑا اور خود با دستِ بردازی طرح اس چڑیا کے شکار کو دہر لپکے۔ جس دن فوجِ قاہرہ اسلام ولیجہ کے سامنے پہونچی ہے رات بھر آرام کیا۔ آفتاب نکلنے ہی خونِ شجاستِ دلیرانِ اسلام کی رگوں میں جوش مارنے لگا۔ طرفین کے لشکر نے میدانِ کارزار میں اپنی اپنی صفیں آراستہ کیں۔ دونوں فوجیں باقاعدہ آگے بڑھائی گئیں۔ تلواروں کی آب۔ برچیوں کی تاب۔ نیزوں کی جھلک۔ بہادران کی کرک نے چاروں طرف ایک دھوم مچادی۔ تیروں کی بو چھارا درگھوڑوں کی تیری رفتار نے دنیا سے سدھارنے کی خیر سنا دی۔ ادھر تو میدان کی گرد آسمان کی خبر لارہی تھی۔ ادھر ہر سیلابِ خون کی ندی کھڑی سے اونچی جا رہی تھی۔ ایک طرف کوس و قرنا کی نفیر۔ دوسری طرف لغرہ ہائے تکبیر ہوش اوڑاے دیتے تھے۔ جوان مرد مرنے پر مستعد اور زندگی سے ہاتھ دھو کے صفوں سے باہر نکل آئے۔ نامِ دون بزدلوں کے کلیجے دہل کر سیتہ میں نہ سماے۔ جنابِ خالد نامدار

شیرِ جہاں کی طرح بار بار صفتِ جنگ سے یا ہر نکلنے کے ایرانیوں سے اپنا مقابل طلب فرماتے تھے جو آگے بڑھتا تو مکی تلوار کا نوالہ ہو جاتا تھا۔ غرض کہ اس دن قیامت بیا تھی کشتیوں کے پشتے لگ گئے۔ سرون کے سینہ پر سے لگے۔

لڑائی سے پہلے جنابِ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے دو گروہ الگ کر کے ایک پوشیدہ مقام میں تیار کھڑے کر رکھے تھے۔ جب لڑائی کے شعلے آسمان تک پہنچے اور خون کی ندیاں بن گئیں تو ان دونوں چپی ہوئی جماعتوں کے آنے میں دیر لگی۔ خالد نامہ ارتحیر ہو کے چاروں طرف دیکھنے لگے کہ ناگاہ وہ دونوں فوجیں قضاے مہر کی طرح دشمنوں پر آن پڑیں اور آتے ہی اعدا کو دو طرف سے گھیر لیا۔ اب فوجِ عجم کے ہاتھوں کے طوطے اوڑ گئے۔ منہ پر ہوا بیان اوڑنے لگیں۔ ہوش و حواس نفروا ہوئے۔ چونکہ یہ دونوں دستہ تازہ دم و تیز قدم تھے انہوں نے حریت کی فوج کو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا جب ہر چاروں صفوں کو لول دیا آندھنی کے آسمان کی طرح سرد ہڑاد ہڑا کرنے لگے ملک الموت قبضِ ارواح کے لئے چاروں طرف پہرنے لگے۔ ایک کو جیتا بچوٹا۔ ستر ہزار کافروں نے چاروں ناچار دنیا سے منہ موڑا۔ ابد زورِ بھاگ کے بچ تو گیا مگر پیاس نے اسے جانیر نہونے دیا العطش العطش پکارتا ہوا سید ہا جہنم میں جا داخل ہوا۔ اس خدا داد فتح کے بعد جنابِ خالد نے سجدہ شکر درگاہ ربیے نیاز میں ادا کیا اور فوجِ اسلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے غازیانِ جاناں یہ سب عنایتیں پروردگارِ عالم کی مہین و رنہ ہم کسی طرح ایسی زبردست قوم سے عہدہ برا نہ ہوتے۔ نہ ان کے دشوار گزار ملک میں داخل ہو سکتے تھو چاہئے نہ محض رضاے الہی و روتقِ دین رسالت پناہی کے لئے تیار و مہربستہ رہو اور خودی و خود ستائی چھوڑ دو خدا تمہاری مدد کر لگا۔ خمس جنابِ امیر المومنین خلیفہ حبیب رب العالمین کے حضور میں روانہ کر کے باقی مالِ انصار دین پر تقسیم کر دیا اور انصاف

والطاف سے رحمت پر خراج مقرر کر کے سلامتی و امن کا مژدہ سنایا اور سلطنت ایران کے ظلموں سے بچایا۔

یس کی فتح

اب یکر بن وائل کے قبیلے جو نسب کی طرف سے عربی اور مذہباً عیسائی تھے کان کھڑے کرنے لگے اور سمجھے کہ ہم آتش پرستوں کی حمایت کے باعث اسلام کی تلواروں کا شکار ہو چکے ہیں۔ اسکا بدلہ مسلمان ہم سے ضرور لینگے۔ اس ڈر سے جمع ہونے لگے اور ایک فوج کثیر ترتیب دیکے آمادہ پیکار ہوئے۔ عبدالبن سود کا بیٹا سلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہو گیا تھا۔ چونکہ باپ کو بیٹے کی مفارقت میں زمانہ سیاہ معلوم ہوتا تھا اسلئے اسنے اون عیسائی قبائل عرب کی سرداری قبول کر کے سپاہ ایران سے مدد مانگی۔ اردشیر نے جابان کو فوج دیکے عبدالبن سود کی حمایت کو بھیجا اور ایک فوج زاید از قیاس مقام لیس پر آکے خیمہ زن ہوئی۔ مخمرون نے فوراً اسکی اطلاع جناب سیف الدہ کو کردی۔ لشکار اسلام بھی لیس کی طرف متوجہ ہوا۔ جس دن لشکر مخالفت میں ایک بڑی دعوت کا سامان تھا اور انواع و اقسام کے طعام لذیذ دسترخوانوں پر چنے ہوئے تھے اوس دن سلمانوں کی فوج بھی وہاں جا پہنچی۔ بعضوں کی رائے یہ ہوئی کہ کمانیکو الگ کر کے اہل اسلام سے پہلے نبٹ لو۔ کچھ بول اٹھے۔ میان جان ہے تو جہان ہے پہلے کمانے چکے لو پھر مکر و بات کی طرف منہ کرنا۔ اتنے میں جناب خالد نے قلب سپاہ سے سمند تیز گام کو آگے بڑھایا اور لاکھوں کے فرمایا کہ اے مستنصرہ عرب تم میں جسے اپنی جان و بال ہو میرے سامنے آئے۔ تمہارے حامی جہرا کہہ رہے ہیں۔ میں اونکی تلوار کا کاٹ تیر کا توڑ دیکھوں۔ پھر اونہیں سے ایک ایک کاٹام لیکے لپکا لاکھ اے کم ہتھو۔ بزدلو۔ سامنے کیوں نہیں آتے۔ یہ سستے ہی لشکر مقابل پر رعب عظیم چرا گیا۔ سبکو ایک ساتھ سانپ سو نگہ گیا۔ کسی نے دم نہ مارا۔ آخر ش مالک بن قیس

تیسوی چڑھائے منہ تہمتاے باہر نکلا۔ جناب سیف اللہ نے جہڑک کے فرمایا کہ اے حبشی نابکار تجھے بھی یہ جو صلہ ہوا کہ ہمارا سامنا کرے۔ اچھا ہے یہ تیری گستاخی کی سزا ہے۔ یہ کہہ کر ایک ہاتھ جملہ کے جو دیتے ہیں تو ایک ٹکڑا ادھر تھا اور ایک اودھر۔ یہ ماجرا دیکھ کے فوج عجم میں حشر پڑا ہو گیا کیسا کمانا اور کمان کی بیوک۔ جانین سنبھالنا مشکل ہو گئیں۔ سب سردار تین بہر بہر کے ہتیار سنبھالنے لگے۔ ایک طول طویل لڑائی خوب جھکے ہوئی طرفین نے اپنے اپنے کرتب دکھائے۔ عجمیوں کو مدد کا انتظار تھا مگر خدا کے دشمنوں کو کون بچائے خواہ مخواہ کے غرض تھی کہ پرانے پٹے میں پانوں پہنسا ہے۔ دلیران اسلام نے ہاتھوں کو تول تول کے وہ وہ سخت حملے کئے کہ بڑے بڑے منچلے کفار کے چٹکے چوڑاؤ لے۔ یہاں تک کہ دشمن بیدست و پیا اور بدحواس ہو کر دلیران اسلام کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ لوگ اونٹنی مشکین کس کس کے خالہ کے حضور میں لاتے جو توبہ کر کے ایمان لاتا چوڑا دیا جاتا اور جو اسلام سے انکار کرتا تھا اپنی جان گنوا تا چنانچہ تین دن تک یہ بھی ہنگامہ رہا۔ اس میں بھی ساٹھ ستر ہزار سے کم آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں مارے گئے۔ یہی جنگ نہر الدم کے نام سے مشہور ہے۔

پھر جناب خالد بن ولید موضع غورق میں آکرے فردکش ہوئے اور گرد و نواح میں امن و آمان قائم کر کے لئے چاروں طرف لشکر بھیجے اور سب سے کہہ دیا کہ تم لوگ رعیت ہو کے کیوں سلطنت کی شامت اعمال میں شامل ہو گئے ہو ہمیں جزیہ دو اور عین سے بڑے سوتے رہو۔ اگر جزیہ دینا منظور نہیں تو اسلام پر ایمان لا کے ہمارے بمالی بن جاؤ۔ غرض کہ صلح پسند رعیت کی ہر پہلو سے خاطر و مدارات کی جاتی تھی۔

اسکے بعد نواح حیرہ کے بعض مقام تو جنگ سے اور بعض صلح سے مفتوح ہوئے۔ نصار احمی عرب کے حاکم عمرو بن عبدالمسیح کے پاس جب وہ خالد سے صلح کرنے آیا تھا ایک تیلی تھی سیف اللہ

نے دریافت کیا کہ اس ہتیلی میں کیا ہے۔ اونسے جواب دیا۔ زہر ہتھیلی ہے۔ یہ اسلئے ساتھ لایا ہوں کہ اگر میری بات نامنتظر ہوئی اور میں نے اپنی قوم کی ہتھک ہوتے ہوئے دیکھی تو فوراً کہا لو نگاہ حضرت خالد یہ سنکے مسکراے اور فرمایا کہ ذرا مجھے دکھانا۔ عمر و نے ہتھیلی اونکے ہاتھ میں دیدی۔ آپنے اوسمین سے بہت سا نکال کے اپنی ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لیس یضرمع اسماء المؤمنین الرحیم پھر فوراً اوس سم قاتل کو پھانک گئے اعراسے اسلام میں ہین کر کے ادھر ادھر سے پلکے بھی لگ گیا ہوتا تھا اوسے تو آپ حلق سے نیچے اوتار چکے تھے۔ عمرو یہ حال دیکھکے گہرا گیا اور لشکر اسلام کی طرف متوجہ ہو کے پکارا کہ اسے بچو۔ تمہارا کوکب بخت اوج اقبال پر ہے اب تمہارے ساتھ کسی کی پیش نہیں جاسکتی تم میں سے اگر ایک آدمی چاہے تو اکیلا ایک ملک کو فتح کر سکتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ وہ زہر جو زبان سے لگتے ہی آدمی کا کام تمام کر دیتا ہے اونسے حلق سے اتر کے بھی تمہارے سردار کا بال بیکانہیں کیا اب ایسے سردار سے مقابل ہو کے اپنی آبرو کو نابے سود ہے۔ پھر حیرہ والوں کی طرف متوجہ ہو کے یولاکہ میں تو خالد بن ولید کے اقبال کا لوہا مان گیا تمہاری خیر اسی میں ہے کہ جزیہ دواور صلح کر لو۔ غرض کہ چار لاکھ درہم سالانہ نقد پر مصالحت ہو گئی۔

روایت ہے کہ ایک صحابی تھے حضرت شریک رضی اللہ عنہ۔ اون سے ایک دن جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مکانات حیرہ کے کنگورے ایسے سفید ہین جیسے کتوں کے دانت۔ تم لوگ اوسے جلدی فتح کر لو گے۔ جناب شریک نے التماس کی کہ یا رسول کریم جب حضور حیرہ فتح کر لین تو فیقلہ کی بیٹی مجھے مرحمت ہو۔ ارشاد ہوا کہ اچھا پس جب حیرہ پر اسلامی قبضہ ہو گیا تو حضرت شریک نے خالد بن ولید سے اُکے دعویٰ کیا کہ اپنے نبی کا وعدہ وفا کیجئے بہت سے صحابہ نے شہادت دی کہ شریک کا بیان صحیح ہے۔ اسلئے شرائط صلح میں

یہ بھی داخل کیا گیا کہ کریمہ بنت نفیلہ شریک کو دی جاے۔ مگر اسکی عمر اسوقت اسی سال کی ہو چکی تھی اسنے ایک ہزار درہم دیکے شریک سے آزادی حاصل کر لی۔ اب خالد بن ولید نے یمن قیام کر کے چارون طرف کا انتقام کیا۔

فتح انبار

اسوقت ایرانیوں نے شیرویہ اور اردشیر کو قتل کر کے فرخ خان الملقب یہ شہر یار کو تخت سلطنت پر بٹھادیا تھا اور اقبال کیانی مین عجیب انقلاب اور ادبار لگیا تھا۔ حضرت سیف اللہ نے اطراف و جوانب کے سرداروں کو لکھا کہ تمہاری جان کی خیر اسی مین ہے کہ اسلام مین داخل ہو تو امان پاؤ گے ورنہ ہرگز یہی دیکے اپنا پیچھا چھوڑاؤ نہیں تو وہ بہادران تجربہ کار اور شجاعان خنجر گذار تمہاری سرکوبی کو ہیچو لگا جو رضاے الہی اور رونق دین رسالت پناہی کے لئے مرینکو جینے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور خود موضع انبار کی طرف عثمان غریبیت منعطف کی۔ شیرزاد وہان کے حاکم نے قلعہ مین بیٹیکے دروازے بند کر لئے۔ گرد و نواح کے دیہاتی و قصباتی مجتمع ہو کے مارنے مرنے پر مستعد ہو گئے۔ مگر عوام مین اگر جوش بھی ہوا تو استقلال کہاں ایک ہی حملہ مین چلتے پھرتے نظر آے فوج شیران اسلام قلعہ کی کمائی تک جا پہنچی۔ قلعہ والوں نے تیر پھینکنا شروع کئے۔ ادھر سے بھی تیرون کا جواب تیرون ہی سے دیا جانے لگا۔ تیر اندازان اسلام نے وہ تاک تاک کے تیر لگائے کہ ہر تیر سے کسی نہ کسی کا فریہ باطن کی آنکھ پہوٹ جاتی تھی۔ ہزاروں کی آنکھوں پر جہاڑو پہر گئی اسنے فصیل والے جیون سے ہار بیٹھے۔ اس لڑائی کا نام ذات الیون رکھا گیا تھا۔ شیرزاد نے صلح کا پیغام دیا مگر استقر اشرایط مین حجت و تکرار ہو نیکے باعث لڑائی بدستور قیام رہی۔ جناب خالد کو غصہ ہوا تو حکم دیدیا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے خندق کو پاٹ دو اور قلعہ پر چڑھ چلو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شجاعان اسلام قلعہ تک جا پہنچے۔ شیرزاد کے ہوش و حواس سفر کر گئے اور اشرایط صلح

مین بحث کرنے سے دست بردار ہو کے قلعہ چھوڑ کسی طرف چلتا بنا۔ چند روز لشکر اسلام نے انبا مین قیام کر کے دم لیا اور وہیں کے آدمیوں سے مسلمانوں نے لکھنا سیکھا۔ زرقان بن بدر کو خالد بن ولید وہاں کا حاکم کر کے عین التمر کی طرف روانہ ہوئے۔

عین التمر پر قبضہ کرنا

وہاں کا حاکم مہران بن بہرام تھا۔ عین التمر کے عربوں نے مہران سے کہا کہ ہم اور حملہ آور مسلمان ہم قوم ہیں اونکے والوں۔ گمات اور تہکنڈون کو ہمیں خوب سمجھ سکتے ہیں اون سے لڑتے ہو تو ہمیں بھیجو اور تم ہماری مدد کے لئے کمر بستہ اور مستعد رہو تو دیکھو کہ ہم کیسا کٹ کٹ کے لڑتے ہیں۔ یہ بات مہران کی سمجھ میں آگئی اور غوش ہو کے یولا۔ اچھا ہمیں منظور ہے تم شوق سے اونکا مقابلہ کرو اور جس چیز کی ضرورت ہو ہم سے لو۔ اون عربوں کا سردار عقبہ تھا وہ نہایت اکرڑا اور انیٹھ سے مسلمانوں کے سامنے آیا۔ جناب خالد نے جو یہ ہوا دیکھی تو سمجھ گئے کہ ترکیب تو اچھی کی ہے طوفان بے تھیری ہی جو ٹھہرا۔ اپنی فوج کے سرداروں سے کہا کہ اپنے اپنے مورچوں سے ہوشیار رہنا ہم اونکے قلب لشکر پر حملہ کرتے ہیں۔ پہر اپنے ساتھ والوں سے کہا کہ تم ساری فوج کی پشت پر جا کھڑے ہو۔ اسوقت عقبہ اپنے لشکر کو ترتیب سے جگہ بگہگہ خالد نے آگے بڑھے اون پر حملہ کر دیا اور جاتے ہی عقبہ کو گرفتار کر لیا۔ سپاہ اوسکی بھاگ گئی۔ مہران بھی یہ معاملہ دیکھ کے کسی طرف چل دیا۔ قلعہ کے گرد جو عرب تھے اونہوں نے قلعہ خالی دیکھ اوس پر قبضہ کر لیا لیکن مسلمانوں نے قلعہ کو گیر لیا۔ عربوں نے لاچار ہو کے صلح کرنا چاہی۔ جناب خالد نے جواب دیا کہ اس شرط سے صلح قبول ہوگی کہ تم اپنے ہتھیار ہمیں دید و اور نہتے ہو کر ہمارے پاس چلے آؤ ہمارے دل میں جو کچھ آویگا تمہارے ساتھ کرینگے۔ وہ تو جیون سے ہمارے ہوئے تھے ہتھیار دیکھ نکل آئے۔ خالد نے چن چن کے اونکے نامی جنگجو یوں کو قتل کیا اور باقیوں کو

چوڑویا۔ اونسکے ایک عبادتخانہ سے چالیس سال تک انجیل خوان لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ بشر بن سعد اسی لڑائی میں شہید ہوئے۔ خمس غنیمت اور سارے حالات کی عرضداشت خلیفہ کے حضور میں روانہ کی گئی۔

جنگ دومۃ الجندل

وہاں کی فتح کے لئے حضرت عیاض بن غنم بھیجے گئے تھے۔ دومۃ الجندل والوں نے اونکی راہیں بند کر دیں اور چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عیاض نے ولید بن عقبہ سے مشورہ کیا۔ ولید نے جواب دیا کہ حضرت خالد یہاں سے قریب ہیں اب سوائے اسکے اور کوئی تدبیر نہیں کہ اونکو اس حالت کی اطلاع کیجاو چنانچہ فوراً آدمی کسی نہ کسی طرح اونکی خدمت میں بھیجا گیا۔ جناب خالد نے جواب دیا کہ جا کے کہو کہ ہرگز نہ گہرائی میں آتا ہوں۔ جناب خالد ابھی عین التمر کی فتح سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ اونہوں نے عوم کاہن کو وہاں کا حاکم کیا اور آپ بہت جلد عیاض کے پاس پہونچے۔ دشمنوں نے جو یہ حالت دیکھی تو اپنے گرد و نواح کے قبائل اور عربوں کو بھی جمع کر لیا۔ جبکہ بن ایہم بھی اونکی مدد کو آئے پہونچا۔

دوسروں نامی ائید راہ جو دی دومۃ الجندل میں تھے۔ ائید نے رائے دی کہ میں خالد کے زور و شمشیر اور زبردست تدبیر سے خوب واقف ہوں تم لوگ اون سے نہ جیت سکو گے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ مسلمانوں سے صلح کر لو۔ لوگوں نے اسکی باتوں پر بہت ناک بہوین سکڑیں اور اسکی ایک نہ مانی۔ ائید ناراض ہو کے چل دیا۔ یہ بات حضرت خالد کو جو معلوم ہوئی تو عاصم بن عمر کو بھیجے ائید کو گرفتار کرالیا۔ عاصم نے اسے مار ڈالا۔

یہ شخص ائید روہی ہے جسکی گرفتاری کے لئے آنحضرت صلعم نے خالد بن ولید کو تہوہک بھیجا تھا۔ گونہ کا شکار کرنے میں ائید مشغول تھا کہ خالد نے اسے جا پکڑا اور حضور نبوی میں

لے آئے۔ بعض مؤرخ یون کہتے ہیں کہ اکیہ رجزیہ قبول کرنے کے بعد رہا ہوا۔ بعضوں کا یہ قول ہے کہ مسلمان ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مرتد ہو گیا۔

جب جودی کو خالد کے آئینی خیر ملی تو قیام لے کر عرب کو ہمراہ لیکر مسلمانوں سے لڑنے آیا۔ اس پر ایک طرف سے عیاض اور دوسری طرف سے خالد نے اپنا زور ڈالا اور جودی گرفتار ہو گیا۔ مخالفوں کے ایک سردار ودیعہ کو اقرع بن حابس نے اسیر کر لیا۔ فوج جا کے قلعہ میں بند ہو رہی چونکہ قلعہ نہایت مختصر تھا اور لشکر بہت۔ سب اندر نہ سما سکے۔ جتنے اندر پہلے گئے تھے وہ تو اندر رہے اور باہر والے بہاگ گئے۔ لشکر اسلام نے محاصرہ کر کے اندر والوں کو بھی قید کر لیا۔ سردار اونکے مار ڈالے گئے۔ غاصم اور اقرع نے بنی کلب کے قیدیوں کو اپنی سفارش سے بچا لیا۔ جودی کے لڑکے جو نہایت حسین تھے حضرت خالد نے خرید لئے۔ پھر اقرع کو انبار بھیجا اور خود و متہ الجندل کا بندوبست کر نیکو ٹھہر گئے۔ بعد انتظام ہو چکنے کے حیرہ تشریف لیگئے۔

ایران یون کا دوسرا قصد

اس عرصہ میں فارسیوں نے پیرا طینان کے ساتھ لشکر تیار کر لیا اور جزائر سے بھی فوجیں بلوا کے ایک انبوہ کثیر اور جم غفیر اکٹھا کر لیا۔ ارادہ تھا کہ انبار پر پھر لشکر کشی کریں۔ زبرقان نے اونکے اس عزم سے حیرہ میں قنقل کو مطلع کیا۔ استنمین امیر جزائر حضرت خالد ہی حیرہ میں اس قصد سے پہونچے کہ مدائن دارالسلطنت ایران پر چڑھائی کریں۔ مگر اسکی بابت ابو بکر صیقل کا کوئی حکم اونکے پاس نہیں آیا تھا نہ اوپر کے خرخشون سے ابھی فرصت ملی تھی اسلئے متفقہاً وقت یہ معلوم ہوا کہ مدائن کا حملہ ملتوی رکھا جائے۔ پھر قنقل کو حصید پر بھیجا۔ روز بہ سپہ سالار عجم اون سے لڑنے آیا۔ حصید کے میدان میں دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ صبح کو صفت بندی کے بعد کیا زار جدال و قتال گرم ہوا۔ آخر کار عجمی مسلمانوں کے لوہے کو مان گئے اور بہاگے۔ جناب

قتلع نے وزمہ کو قتل کیا اور عصمہ نے روزہ کو مار ڈالا۔ فراری کرتا حس میں جانا چاہتے تھے کہ ابویعلیٰ عدلی کی فوج کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھ کے ادھر سے بھی پھرے اور موضع نصیح میں ٹھہرے۔ حضرت خالد نے اون پر شیخون مارا جس سے وہ سب کے سب تہ تیغ ہوئے۔ پھر موضع شعی اور ذمیل پر دوڑ گئی وہاں بھی کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ ان فتوحات کے بعد فوج اسلام سرحد عراق و شام پر مقام قراض میں آپڑی۔ رمضان المبارک کا مہینہ وہیں گذرا۔

جنگ قراض

رومیوں نے گہرا کے قبائل ثعلب اور عروا یا کو جمع کیا اور ماہ ذیقعدہ میں قراض کے سامنے آپڑے۔ دریا سے فرات دونوں شکرون کے درمیان تھا۔ رومیوں نے کھلا ہیجائی لڑائی کے ارادے ہیں تو دریا پیر کے ادھر آجاؤ۔ حضرت خالد نے جواب دیا ہمیں ادھر جانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے جسے غرض ہو خود یہاں چلا آئے۔ ہاں ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ عبور دریا کے اتنا میں تم سے کچھ تعرض نہ کریں گے۔ پس رومی عبور کر کے اس پار آ گئے اور دونوں فوجیں آمنے سامنے جھگڑیں۔ مردان دلاور آگے بڑھ کر اپنے کرب دکھانے لگے۔ شمشیر و نیزوں نے خوب خوب کار سازیان کین دونوں طرف کے جانبازوں نے اپنے اپنے سر ہتیلیوں پر رکھ کے حملے کئے آخر شکست نے رومیوں کا ساتھ دیا۔ لاکھ آدمیوں کے قریب اونکے ٹھکانے لگے۔ پھر خالد نامدار نے چند روز وہاں فوج کو آرام دیکے ۲۵ ذیقعدہ کو حیرہ کا ارادہ کیا۔ اتنا سے راہ میں کچھ دل میں جو سمائی تو عاصم بن عمر کو لشکر کی سرداری سپرد کر کے خود بدولت خفیہ طور سے چند رفقا کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور ایک نہایت دشوار گزار اور خوفناک راستہ اختیار کیا اور چر کے بہت ہی جلد واپس آ گئے جب حاجیوں کا قافلہ مدینہ پہنچا تو لوگوں نے مکہ میں خالد کے آنے اور فوراً واپس چلے جانے کا حال جناب صدیق اکبر سے بیان کیا۔ آپ کو خالد کی یہ حرکت پسند نہ آئی اور انتظام سلطنت

کے لحاظ سے ایک فرمان پر عتاب خالہ بن ولید کو روانہ کیا کہ اس خود رانی کی سرزمین تمہاری
تبیہ یلی عراق سے شام کو کی جاتی ہے فوراً اودھر جا کے اپنے قصور کی تلافی کرو۔ اسلئے جناب
خالہ لشکر اقصیٰ ثنی بن حارثہ کو سپرد کر کے شام چلے گئے۔

ثنیٰ بن حارثہ کی شجاعت

حضرت ثنیٰ نے لشکر اسلام کی قلت دیکھ کر ارادہ کیا کہ جب تک مدینہ سے مدد نہ آجائے
حیرہ سے باہر نکلے دیریا کے کنارہ قیام کریں۔ ادھر شاہ عجم نے لکھا کہ میں اب تم سے لڑنے
کے لئے ایسے کینے لوگ بھیجوں گا جو مرغیان اور سور چراتے ہیں۔ جناب ثنیٰ فرماؤں گا جواب دندان
شکن یون دیا دو اگر تو نے جھوٹ لکھا ہے تو خدا اب خدا میں گرفتار ہوگا اور اگر تو سچ کہتا ہے تو بڑی
حوشمی کی بات ہے کہ تم لوگ اب ایسے عاجز و لاچار ہو گئے ہو کہ سور اور مرغیوں کے چرائیو والوں
سے مدد لینے لگے۔ اللہ نے تمہارا غور ڈھال دیا۔ ہمارے نزدیک تو سب کا ذریعہ ہیں، شاہ ایران
نے اس جواب سے بہت پیچ و تاب کھاسے۔ تمام شہر نے بھی اس کے حق میں تہنم تہرا کی۔
ادھر جناب ثنیٰ نے حیرہ سے بابل کا قصد کیا۔ یکم ربیع الاول کو دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ عجموں
نے عربی گھوڑوں اور سواران غازی کو پریشان کر نیکے لئے ایک مست ہاتھی فوج اسلام کی طرف
بھگا دیا۔ حضرت ثنیٰ نے جو یہ حال دیکھا تو فوراً شیر نری طرح پہر کے اس فیل مست کے سامنے
آگئے اور ایک ہاتھ تلوار کا اس زور سے اوسکی سونڈ پر مارا کہ وہ چنگھاڑ مار کے پیچھے بھاگا۔ ثنیٰ بھی
مارتے اور رگیدتے ہوئے اس کے پیچھے چلے گئے۔ آخر ش آپ کی تلواروں ہی سے وہ ہاتھی کٹکے
گریڑا اور عجمیوں کی فرعونیت خاک میں مل گئی۔ میدان خالی پا کر تمام لشکر اسلام نے دھاوا کر دیا۔ میدان
جنگ کو لاشوں سے بہر دیا۔ مسلمان فتیاب ہوئے۔ بھاگے ہوئے عجمی سپاہی روتے
پٹتے سر پر خاک اوڑاتے مدین میں داخل ہوئے۔

یہاں ایرانی شہر یار کو بھی خاک میں ملا چکے تھے اور ایک لڑکی کو تخت سلطنت پر بیٹھایا تھا۔ اگرچہ یہ موقع مدائن پر قابض ہو جانیکا اچھا تھا لیکن شام میں پلٹل مچ چکی تھی مدینہ سے لشکر پر لشکر شام کی طرف جارہے تھے اسلئے ادھر مدد نہ آسکی اور یہ مہم ناتمام رہی۔ حضرت ثنیٰ بنی عراق میں بشر بن خصامہ کو اپنا نائب کر کے مدینہ چلے آئے مگر وہ صدیق اکبر کا اخیر زمانہ تھا اسلئے اپنے فادق اعظم کو وصیت کی کہ میرے بعد تمہاری خلافت کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ ثنیٰ کو فارس مسجد یثاؤ راہی دیر نہ لگانا اور فتح شام کے بعد خالد کو بھی عراق روانہ کر دینا کیونکہ عجمیوں کی گل نہن کے ہاتھ میں خوب آگئی ہے وہی اونکے اپنی بیچ اچھی طرح جانتے ہیں۔

روایت ہے کہ ہرمز نے خالد بن ولید کے آنے کی اطلاعی عرضداشت جو اردشیر کو روانہ کی تھی جیب اردشیر کے ہاتھ میں پہنچی تو وہ غش کما کے گر پڑا اور کہا ناہینا چوڑو دیا۔ لوگوں کے سبھانے اور ہمت بند ہانے سے قارن بن قریانس کو بہت سی فوج دیکر خالد کے مقابلہ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ ہرمز کا ہاتھ بٹاؤ اور جیسی کہ چاہئے اسے جا کر مدد دو۔ یہ لوگ ہرمز تک پہنچنے بھی نہیں پاسے تھے کہ وہاں غازیان جرار اور ہریان پرورد گار نے ہرمز کو عدم کا سیدھا راستہ بتا دیا تھا۔ اسکی بہاگی ہوئی فوج قارن کو اثنائے راہ میں طی اونین سے جسکو وہ اپنے ساتھ واپس چلنے کو کہتا تھا اسے ہی سانپ سونگہ جاتا تھا۔ ڈر کے مارے واپس ہونا نہیں چاہتا تھا۔ بہت سی لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ایسے لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتے جو لڑائی میں شیر وں سے زیادہ بیہیت ناک ہو جاتے ہیں اور پیچھے قدم رکھتا جانتے ہی نہیں۔ ہم آدمیوں سے لڑ سکتے ہیں نہ کہ خدا کے غضب سے۔ لیکن قارن نے دم دلا سون اور چلے بہانوں سے بڑی وقت کے ساتھ مرد بنایا اور کہا کہ یہ ہرمز کی نا تجربہ کاری بلکہ زردلی تھی جس نے تم سے دلا ورون کے ناموں کو داغ لگایا مگر اب ایسا نہیں ہو سکتا تم لوگ میرے ساتھ چلو۔ دیکھو کہ مسلمان تمہاری صورتوں سے

کانپ جاتے ہیں یا نہیں۔ غرض کہ آدمی کا شیطان آدمی ہی ہو اگر تاہم فراری قارن کے ودم ہاگون
 میں آگئے اور اعلیٰ بیرون پہرے۔ موت سرون پر منڈلا رہی تھی کشان کشان یہ لکھنے مقتل
 میں پہر کینچ لائی کہ اسے گمبختو جاتے کہ پہر ہو تمہاری مٹی تو ادھر کی ہے۔ غرض کہ موضع مدار اسے
 قارن اذنین ساتھ لے ہوئے نہر پڑا پھیرا۔ خالد رضی اللہ عنہ نے بھی لشکر اسلام کو ان کے سامنے
 لاجنیا اور ہمیا اس لڑائی کا مضمون آپ اور معائنہ فرما چکے ہیں بڑی ہیبت ناک اور سخت لڑائی
 ہوئی جس میں قارن بن قرانس کو معقل بن الاعشی بن النباش نے اور انوشجان کو عاصم نے
 اور قباد کو عدی بن حاتم نے ایک ایک ہی وار میں مار ڈالا۔ دونوں طرف کے لوگ دیکھتے تھے کہ
 ابھی تینوں سامنے صحیح و سالم کھڑے تھے اور چشم زدن میں غایب۔ انکے ہلاک ہوتے ہی تلاطم
 چل گیا۔ لارانی فوج بھاگی۔ مین تیرے اوپر اور تو اس کے اوپر کسی کو کسی کی خبر نہ تھی عجیب زلزلہ تھا۔ علامہ
 اون لوگوں کے جو وقت داروگیر نہر میں ڈوبے تین ہزار سپاہی لہرائیوں کے مسلمانوں کی تلواروں
 کے شکار ہوئے۔ جو باقی رہے وہ جزیہ دینا قبول کر کے ذمی بنے۔ مال واسباب بچھڑا۔
 کو ملا۔ اس لڑائی کے بعد فارس والون میں پہر کبھی اتنی قوت نہیں ہوئی کہ اس زور شور سے
 لڑتے۔ اسکو جنگ نئی یعنی نہر کہتے ہیں۔

اس شکست کے بعد اردشیر نے اندرزم کو خالد کے منہ لگنے کے لئے بھیجا۔ یہ شخص
 سواد کا باشندہ اور بہت بڑا شہسوار تھا۔ اس کے مقابل ہی بہمن جاذویہ کو بہت بڑے لشکر کے
 ہمراہ روانہ کیا۔ اندرزم نے اردشیر کے حکم سے عرب ضاحیہ اور دہقانوں کے ایک بہت بڑے
 گروہ کو بھی حیرہ اور کسکر کے درمیانی ملک سے اپنے ساتھ لے لیا تھا اور لجمین پہونچکے میدان
 جنگ میں جا جا۔ نہر سے اتر کے سیف اللہ بھی سامنے آگئے۔ لڑائی سے پہلے خالد نے
 اپنی فوج کے بہت سے آدمی تو کین گاہ میں چھپا دیئے اور تھوڑی سی فوج لیکے دشمنوں کے آگے

رکھ دی۔ ایران کی فوج خوش ہو کے اونپر دہر لگی۔ وہ سکھاسے بڑھاسے ہوئے تو تیسے ہی اس طرح پیچھے دبتے چلے گئے گویا کہ لشکر ایران کے زور سے پچلے چلے جاتے ہیں۔ جب اوس کین گاہ سے جہان فوج اسلام پوشیدہ تھی پیچھے ہٹتے ہٹتے بہت دور نکل گئے تو موقع پا کے ادھر سے آگے والوں نے اور پیچھے سے کین گاہ کی فوج نے مارنا شروع کیا۔ حضرت خالد جو لشکر کا ایک حصہ اپنے ساتھ لیکر الگ ہو گئے تھے دو ڈھائی میل کا پیہر کما کے داہنی طرف سے لشکر کفار پر آپڑے جس سے تین طرف سے مار پڑنے لگی۔ بیشمار آدمی فوج ایران کے مارے گئے اور اندر زعفرانی پانی پکارتا ہوا پیاس سے خود مر گیا۔ جو باقی رہے اون سے جزیہ لیکر خالد نے چھوڑ دیا۔

جنگ مذکورہ بالا میں دو عیسائی سردار مسلمانوں نے قید کر لئے تھے۔ ایک تو بنی وائل میں سے جابر بن بھیر تھا اور دوسرا قبیلہ عجل میں سے ابن عبدالاسود۔ اسلئے بنی وائل کے عیسائی مسلمانوں سے ناراض ہو گئے اور لیس میں عبدالاسود عجل کو اپنا سردار بنانے کے ارادہ کیا کہ خالد سے مقابل ہوں۔ اردشیر نے بھی اون سے مدد کا وعدہ کیا اور لکھا کہ جب تک جابان مرزبان تمہارے پاس نہ پہنچ جائے اس وقت تک ابتداء جنگ نہو۔ عیسائیوں کے پاس اردشیر کا یہ پیام لیکر نہر بیت خوردہ بہمن جازویہ گیا تھا وہ پر کسی مشورہ کے لئے اردشیر کے پاس آیا مگر بیان اردشیر نہر بیتون کے رنجون اور روز کی فکرون سے بیمار پڑ گیا تھا لہذا بہمن جلدی سے عیسائیوں کی مدد کو واپس نہ جاسکا البتہ جابان لیس میں آگیا جہاں عرب اور بنی عجل اور تیمم اللات اور عرب الفضاحیہ کے عیسائی مسلمانوں سے لڑنے کو جمع تھے۔ ادھر سے حضرت خالد بن الولید اون کی طرف جکے مگر اونہیں جابان مرزبان کے آئین کی خبر نہ تھی اسلئے لیس میں داخل ہوتے ہی اشتہار جنگ دے دیا اور خود میدان جنگ میں آ گئے۔ آگے اپنا مقابل طلب کیا۔ مالک

بن قیس نے مخالفوں کی طرف سے اونکا سامنا کیا مگر خالد نے اسے دم لینے کی بھی فرصت
 ندی اور اسی زمین زمین کا بیونہ کر دیا۔ عربی عیسائی لڑتے جاتے تھے اور پھر رون طرف آنکھیں
 پہاڑ پہاڑ کے بھن کو دیکھتے جاتے تھے کہ اب بھی آجائے۔ اب بھی آجائے نہ رو آنا قسمت
 میں نہ تھی البتہ موت سر پہ آچلی تھی۔ منہ کے بل ایکہ دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگے۔ مسلمانوں
 نے اونکی مشکین کناثر شروع کیں اور ایک جم غفیر کو مقید کر لیا۔ خالد بن ولید نے قیدیوں کے قتل
 کا حکم دیدیا۔ اتنے آدمی قتل ہوئے کہ خون کی ندیاں بہ لگیں اسی لئے اس جنگ کو نہر الدم
 کہتے ہیں اس میں ستر ہزار کے ستر تن سے اونتا رے گئے تھے۔ مال غنیمت اس کثرت سے
 ہاتھ لگا کہ کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ مسلمان اس وقت دن بہر کے بھوکے پیاسے تھے
 عجیون کے دعوت کے کمانوں پر جو جا ڈٹے تو خوب ہی تن تن کے کہایا۔ یہ جنگ ماہ صفر
 میں ہوئی تھی۔

اسکے بعد جناب خالد نامہ اپنا لشکر چار لئے ہوئے امعیشیا کے اوپر جا چکے اور اس
 تیزی سے اوپر حملہ کیا کہ وہاں والے اپنے ہوش و حواس بھی درست نہ کر سکے آخر کار بچاؤ
 ہو کے اطاعت قبول کی۔

یہاں سے فارغ ہو کے جناب خالد نے لشکر اور اسباب کو کشتیوں پر بار کر کے پار
 اترنے اور حیرہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ وہاں کا مرزبان ابن زریان ازادیہ کو اپنے ساتھ لیسکر
 غزین میں آگیا اور وہاں آکے میدان میں اپنی فوج جمع کر دی۔ بہت سا لشکر اپنے بیٹے کیساتھ
 بھیجا کہ خیرہ اور مسلمانوں کو دریا سے اترنے نہ دینا۔ بسکون پانچ دہاڑ میں غرق کر دینا۔ خالد کا اور اوکا
 مقابلہ فرات باوقلا پہونگیا اور مرزبان حیرہ کا بیٹا معہ اپنے لشکر کے مارا گیا۔ مرزبان اپنے بیٹے
 کا قتل اور اردشیر کی موت سنکر خود بخود حیرہ چھوڑ کر بھاگا اور خالد غزین میں آگئے۔ مسلمانوں نے

حیرہ کے قصرون کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ ہی کے زمانہ میں دیور کو بزور شمشیر فتح کر لیا۔ یہ محاصرہ اتنا طویل طویل تھا کہ مخالف لوگ بہو کے پیاسے مرنے لگے اور ان کے قیسوں اور بہانوں نے اہل قصبہ کو گالیان دینی شروع کر دیں۔ پھر قضاہ بنیفس سے یاس بن قبیصہ نے اور قصور حیرہ سے عمر بن عبد المسیح بن قیس بن حیان بن الحرث نے لکھنے خالہ سے گفتگو کی۔ خالہ نے حیرہ کی کثرت آبادی سے تنہی ہو کے وہاں کا حال دریافت کیا۔ عمر بن عبد المسیح نے جواب دیا کہ آپ حیرہ کی آبادی پر کیا تعجب کرتے ہیں میں نے حیرہ و دمشق کے درمیان ایسے قریب قریب قصبات و دیہات دیکھے ہیں کہ ایک عورت بے ساز و سامان ان دونوں شہروں کے درمیان بے کٹکے سفر کر سکتی ہے۔ پھر ان لوگوں نے ایک لاکھ نوے ہزار یا دو لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ خراج پر صلح کر لی۔ کرامت بنت عبد المسیح کو بھی مسلمانوں کو دیدیا۔ آنحضرتؐ نے بطور پیشین گوئی کے شویل سے وعدہ کیا تھا کہ بعد فتح حیرہ کرامت تمہیں دی جائیگی۔ چنانچہ خالہ نے اس وعدہ کو وفا کیا۔ کرامت نے شویل کو ایک ہزار درہم دیکے آزادی حاصل کر لی۔ ربیع الاول ۳۷ھ کا یہ حال ہے۔

گرد و نواح کے قصبات و دیہات اور چھوٹے چھوٹے شہر والے حیرہ کے انجام کا انتظار کر رہے تھے جب انہوں نے حیرہ کی یہ درگت دیکھ لی تو چپ چاپ تے بغیر کان ہلائے خالہ بن ولیدہ کے پاس آ کے اسلام کی رعیت ہو گئے۔ حیرہ سے فلاہج تک جو کچھ تہا مسلمانوں کے ہاں بن گیا۔ اسکے بعد جناب خالہ بن ولیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرار بن الازور۔ ضرار بن الخطاب قعقل بن عمرو۔ ثنی بن حارثہ۔ اور عیینہ بن الشماس کو اطرات حیرہ میں یہ حکم دیکر بھیجا کہ اگر وہاں کے لوگ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینے لگیں تو ان کے سامنے ذرا بھی کان نہ ہلاتا اور ان دونوں باتوں میں سے اگر وہ ایک بھی نہ کریں تو پھر قتل و غارت سے کام لینا اور سر کو بی میں کوئی بات

اوپٹمانہ رکھنا۔ پس بزرگواران موصوفہ بالانے حیرہ سے لگا کے شطوط حیلہ تک فتح کر لیا۔ اگرچہ اس زمانہ میں اردشیر کی موت کے سبب سے عجی سب اپنی اپنی راہ پورے تھے اور طوائف اللوکی کی گرم بازاری تھی مگر مسلمانوں کی مخالفت کے لئے سب یکدل و یکجان تھے اور بہمن جاذویہ کو ایک لشکر عظیم الشان کے ساتھ خالد کے مقابلہ کو بھیج دیا تھا۔ شام پر حملہ کرنے سے پہلے ایک سال کامل حضرت خالد بن ولید حیرہ میں رہے۔ کبھی تو حیرہ کے بالائی ملک کو اور کبھی زیرین ملک کو فتح کرنیکی تدبیر کرتے تھے۔ اہل فارس اونکے مقابلہ کو گروہ درگروہ جاتے مگر اونکو کوئی ایسا نظر نہ آتا تھا جسے سب ملکہ اپنا بادشاہ بنالیتے اور اونکے زیر حکومت ہونے کے سب بالاتفاق خالد سے لڑتے۔ سیرین نے ہرام کی تمام نسل کو مار ڈالا تھا اور دن میں سے کوئی بادشاہت کے لائق نہ رہا تھا پس خاندان کسریٰ کی عورتوں نے فرزند بن بدوان کو اس بات کا اختیار دیا کہ وہ ایسے آدمی کو بادشاہ بنائے جس کی فرمانبرداری کو تمام آل کسریٰ اپنے اوپر واجب و لازم کرے۔

حیرہ کی فتح کے بعد خالد نے انبار پر حملہ کرنیکا قصد کیا۔ اقرع بن حابس مقدمۃ الجیش پر متعین تھے۔ انبار کے لشکر کا سردار شیرزاد والی سا باط تھا۔ اونے مسلمانوں کی نقل و حرکت کی خبر دینے کے لئے جاسوسوں کو مقرر کیا۔ حضرت خالد نے پہونچتے ہی انبار کا محاصرہ کر لیا اور شہر بیتاہ کے مقابلہ میں مٹی کے دوسے باندھے اونکے اوپر سے تیر اندازی شروع کر دی اور تھارون آدمیوں کی آٹمکین پھوڑ ڈالیں اسی سے اس لڑائی کو ذات الیعون کہتے ہیں۔ شہر زاد نے صلح کا پیام دیا اور بلا اسباب جنگ اور آفات حرب اور ہتھیاروں کے اپنے خاص لوگوں کو لیکر قلعہ سے باہر چلا گیا۔ صرف تین دن کا کمانا اپنے ہمراہ لیا اور بہمن جاذویہ سے چلا۔ خالد انبار میں داخل ہو گئے اور زرتقان بن بدر کو وہاں کا حاکم کر دیا۔

مہران بن یزید بن عیینہ القحطانی کا حکم تھا ایک بڑا لشکر عجمیوں کا اس کے پاس تھا علاوہ برین عقبہ بن ابی عقبہ عرابی کے ایک جمع غفیر کیساتھ وہاں موجود تھا اور قرب وجوار میں نمر اور غلب آیا وغیرہ قبائل عرب کے بہت سے لوگ اس کے مدد و معاون تھے۔ عرب مذکور مسلمانوں سے لڑے مگر منہ کی کمائی مسلمانوں نے قلعہ کے عبادت خانہ میں سے چالیس نو سو جوان گرفتار کئے جو وہاں انجیل کا درس لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ ان میں مین سیر بن ابو محمد۔ نصیر ابو موسیٰ۔ حمران مولیٰ عثمان وغیرہ تھے اس لڑائی میں عیمہ بن ربیع اسمی جو مہاجرین حبشہ میں سے تھے اور بشیر بن سعد انصاری اور ابو نعمان شہید ہوئے۔

عیاض بن غنم اس وقت دو مہاجرین کی طرف عرب کے نصرانیوں اور مشرکین سے لڑ رہے تھے۔ ان کے مخالفین میں قبائل بہرا۔ کلب۔ غسان۔ تنوخ اور ضحاکم کے لوگ شامل تھے۔ عیاض نے ان لوگوں سے تنگ ہو کر خالد سے مدد طلب کی۔ حضرت خالد کا لشکر گودن اور رات کی لڑائی سے شل ہو رہا تھا مگر جو ش اسلامی نے چپ نمونے دیا خالد بن ولید نے فوراً تیاری کا حکم دیا۔ لوگ اسی وقت چلنے کو مستعد ہو گئے اور خود مسلح ہو کے دو مہاجرین کی طرف چلے۔ واضح ہو کہ جب لوگ ایسے مستعد تھے تو اسلام کی ہر طرف بن جاتی تھی۔ عیاض بن غنم دو مہاجرین کی شرقی طرف لڑ رہے تھے۔ جو دی کچھ فوج لیکر دوسری طرف خالد کے مقابلہ میں آگیا۔ خالد نے پہلے ہی دارین اسے گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے اکیارگی حملہ کر کے اس کے ساتھیوں کو زور زور کر دیا۔ عیاض نے خالد کے آنے سے جو تقویت پائی تو اپنے مقابل والوں کو ہزیمت دی۔ فوج کفار و منافقوں سے زک اور طہا کے قلعہ میں داخل ہو گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ حضرت خالد نے ان لوگوں کو ہر چند سنجایا مگر وہ مافیہ مقابلہ لڑ رہے۔ خالد نے ان کے سامنے جو دی کو کھڑا کر کے مار ڈالا اور ایک دم سے قلعہ پر دھاوا کر کے تلوار کے زور سے اسے فتح کیا۔ جتنے آدمی

قنقہ میں سے لڑنے کے قابل دستیاب ہوئے اونہیں مار ڈالا اور عورتوں اور لڑکوں کو لونڈی
غلام بنالیا۔ یہی تمیم نے خالد سے کہا کہ ہنسنے قبیلہ رکاب کے لوگوں کو امان دی ہے وہ ہمارے
حلیف ہیں اسلئے قنقہ والوں میں سے وہی قتل سے بچ گئے۔

ایرانوں کو جب خبر لگی کہ خالد دومہ الجندل چلے گئے ہیں تو اونہوں نے حیرہ و یلمینہ
کی پہ کوشش کی۔ حیرہ کے عربوں نے بھی عقبہ کے قتل سے ناراض ہو کے اہل فارس کو اور
بھی و غلانا اسلئے ایران کے دو نامی سپہ سالار زرمہ اور روزبہ انبار کی طرف جانے کے ارادہ سے
شکر فزادان ساتھ لیکر چلے اور حصید اور خنافس تک پہنچ گئے۔ خالد بن ولید قنقاع بن عمرو کو حیرہ میں
اپنا نایب کر گئے تھے۔ قنقاع نے حیرہ سے دو فوجیں ایرانیوں سے مقابلہ کرنے کو روانہ کیں۔
وہ ریت پہنچے زرمہ اور روزبہ کے درمیان پڑ گئیں۔ قنقاع خالد مدین پر حملہ کر نیلے لئے حیرہ
آتے تھے اونکے پہنچنے سے پہلے حصید میں قنقاع اور ابولیل ایرانیوں سے لڑنے لگے
ایک بڑی خوفناک اور خونریز لڑائی کے بعد دونوں ایرانی سپہ سالار دن کو مار ڈالا اور فتح حاصل کر لی۔
اس جنگ میں یہ فوج ایرانیوں کی کام آگئی باقی بھاگ کے خنافس پہنچی۔ وہاں ایک مشہور
اور بہادر شہسوار ایرانیوں کا بیہودان بہت سی فوج لئے ہوئے پڑا تھا۔ ابولیل فراریوں کی دم کے
پیچھے لگے ہوئے جو وہاں پہنچے تو بیہودان اور یہ فراری خنافس سے مضیع بھاگ گئے۔

وہاں ہذیل بن عمران اور ربیعہ بن جحیم جزیرہ کے عربوں کا ایک گروہ کثیر لئے ہوئے حصید والوں
کی مدد کیواسلئے آگئے تھے۔ جب خالد نے یہ سب باتیں معلوم کیں تو قنقاع اور ابولیل کو
لکھا کہ تم ایک وقت اور دن مقررہ پر مضیع کے پاس جمع ہو جانا پس اسی وقت اور دن کو قنقاع
اور ابولیل اور خالد نے مضیع پہنچے تین طرف سے کفار پر حملہ کر دیا۔ اونہیں سے اتنے آدمیوں کو
گھاس کی طرح کاٹ ڈالا جنکا شمار اور حساب نہیں ہو سکتا۔ ہذیل چند آدمیوں کو لیکے بھاگ گیا

اوسکے ساتھ مصنیع مین اوس مناة کے عبدالعزیز بن ابی رہم اور لبید بن حریر بھی تھے جو مسلمان ہو چکے تھے۔ اس معرکہ جنگ مین وہ بھی مارے گئے۔ ابوبکر صدیق نے اون کا خون بہا دیا۔ اور فاروق اعظم سے مرنے کی وقت وصیت کی کہ او کی اولاد سے ہمیشہ نیک سلوک کرتے رہنا اسی لئے ابوبکر صدیق اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی مشرکوں کے ساتھ رہیگا اوسکا بھی حال ہوگا۔ عمر فاروق جیسے مالک بن نویرہ کے مارے جانیکے باعث خالد سے ناراض تھے ویسے ہی عبدالعزیز اور لبید کے قتل سے خفا ہو گئے۔ غرض کہ ۵ جنگے رتبے ہین سوا اونکو سوا مشکل ہے۔ بچا رہ خالد کیا کرے۔

اس ماجرہ کے بعد ہذیل عتاب بن اسید کے پاس مقام بشر مین چلا گیا۔ جناب خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحطاع کو ایک راستہ سے اور ابولیلی کو دوسری راہ سے ربیعہ بن بجیر تغلبی پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا اور خود ایک الگ راستہ سے چلے۔ اون دونوں صاحبوں کو ہدایت کر دی کہ فلان دن اور فلان وقت اور فلان مقام پر اکٹھا ہو جانا۔ رصافہ کے پورب کی طرف مقام ثنی مین ربیعہ بن بجیر تغلبی ایرلینون کی مدد کے لئے ٹھیرا ہوا تھا۔ اوسکے ہمراہ بھی عربوں کی کثرت تھی۔ وہاں پہونچکے حضرت خالد نے اپنے لشکر کے تین حصہ کر کے تین طرف سے ربیعہ پر حملہ کر نیکا حکم دیا۔ مخالفین اپنے آپ کو سنبھال بھی نہ سکے کہ مسلمانوں نے اونہیں گھاس پھوس کی طرح کاٹ چماٹ کے رکھ دیا کوئی اونہیں سے نہ بچا البتہ عورتین اور بچے رہ گئے جنہیں مسلمانوں نے اپنا لونڈی غلام بنایا۔

خالد بن ولید کو ربیعہ کے حال کی ابھی خبر بھی نہونے پائی تھی کہ وہ بڑی تیزی کے ساتھ بشر مین عتاب بن اسید کے سر پر جاوہ تکے اور چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ایک ایک کو مار ڈالا۔ پھر رصافہ کی طرف چکے مگر وہاں پہونچنے بھی نہ پایا تھے کہ ہلال بن عقبہ اور اوسکے

ہمراہی اونکے ڈر کے مارے پہلے ہی سے بہاگ گئے۔ لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔
 رضافہ سے خالد رضاب اور قراض کو گئے۔ یہ دونوں مقام جزیرہ اور شام اور عراق کی
 سرحد پر ہیں۔ یہاں ایرانیوں اور جزیرہ کے عربوں کی مدد کو رومی لشکر اور قبائل تغلب اور غمر اور
 ایاد کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔

حضرت خالد بن ولید کو قراض پہونچکے بہت سی لڑائیاں متواتر لڑنی پڑیں اسلئے آپ نے
 رمضان المبارک میں روزے رکھے۔ رومی لشکرات کو اسفل کی جانب سے عبور کر کے مسلمانوں
 کے سامنے آیا۔ بڑی سخت اور خوفناک لڑائی ہوئی۔ رومی اور مسلمان جی توڑ کے لڑ رہے تھے
 کہ آج ہی ادھر یا ادھر ہو جائے۔ مسلمان اگرچہ دن اور رات لڑتے لڑتے شل ہو رہے تھے
 مگر اللہ اکبر کے نعرے خون کو اونکی رگوں میں جوش دیدیتے تھے اور تکبیر کو سن کے اس طیش
 سے دار کرتے تھے کہ بڑے بڑے من چلون کو اونکے سامنے پڑنے کی جرأت نہوتی تھی
 آخر شپے درپے محلوں کے بعد رومی تاب مقاومت نہ لاسکے اور میدان جنگ سے بہاگے
 رومیوں کے دیکھا دیکھی اور لوگوں نے بھی پیٹھ دکھائی۔ اس لڑائی اور بہاگڑ اور تعاقب میں ایک
 لاکھ سے زیادہ آدمی دشمنوں کے کام آئے۔ آخر ماہ ذیقعدہ تک خالد قراض میں رہے۔ پانچ
 راتیں ماہ مذکور کی باقی رہی تھیں کہ خالد نے اپنے لشکر کو حیرہ چلنے کا حکم دیا۔ ساقہ کے ساتھ شجرہ
 بن الاغر کو بھیجے خود قراض سے ہی چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیا اور چپکے حج کر نیگئے اور اس سرعت
 واپس آئے کہ اسلامی لشکر سے پہلے حیرہ میں پہونچ گئے۔ جنگو پہلے سے معلوم تھا وہ تو جانتے تھے
 مگر اونکے سواے کسی کو اونکے مکہ جانے اور انیکہ حال معلوم ہی نہوا۔ ابو بکر صدیق نے اس سے
 ناراض ہو کے اونکی تبدیلی شام کی کر دی۔ حالانکہ اسی مہینہ میں خود حضرت ابو بکر حضرت عثمان
 بن عفان کو اپنی جگہ مقرر کر کے حج کو گئے تھے۔

جسے آ کے جناب خالد بن ولید نے سوق بغداد - قطربل - عقر قوما - مسکن - بادروبا پر
 شہنشاہ مارے اور اونہیں فتح کر لیا۔

خلافت کا تیسرا سال ۱۳ھ فوج کشی شام پر

عراق کے جہگڑوں سے جب ایک گونہ فرصت ہوتی ہوئی معلوم ہوئی لگی تو جناب صدیق اکبر
 نے سلمہ ہجری میں رومیوں کی طرف توجہ کی۔ مگر اس زمانہ میں ہمارے بہائی مسلمان رومیوں کے
 حضرت سلطان المعظم خلیفہ مکرم امیر المومنین جناب غازی عبد الحمید خان ثانی غلدہ ملکہ کی رعیت
 مراد لیتے ہیں لیکن صدیق اکبر کے مبارک عہد میں رومیوں کے مصداق وہ عیسائی تھے جنہیں اب ہم
 یونانی کہتے ہیں۔ اس زمانہ میں شہر روم واقع ملک اٹلی یعنی اطالیہ اس عیسائی سلطنت کا پایہ
 تخت تھا۔ باہمی خانہ جنگیوں اور گہرے لڑنے کے بعد اس سلطنت زبردست کے دو حصہ مغربی اور
 مشرقی کر دیئے گئے تھے۔ مغربی حصہ کا دار الخلافہ بدستور شہر روم رہا۔ مشرقی حصہ کا دار السلطنت قسطنطنیہ
 تھا جو اب تک حضرت سلطان روم کا پایہ تخت ہے۔ خدا ہمیشہ اذن کا سایہ ہمارے سروں پر
 قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب مندرجہ ذیل کو نیچے
 لکھے ہوئے مقامات کی فتح کو روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ جب تم چاروں اتفاقاً ایک ہی جگہ مجتمع
 ہو جاؤ تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ تمہارے امیر الامر ہونگے تم تینوں اپنے اپنے
 اذکار کا ماتحت سمجھنا اور اذکار کا حکم کبسر و چشم ماننا۔ جب الگ ہو جاؤ تو تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے
 علاقہ کا مستقل امیر ہے۔ کلمہ اجمعین صرت سات ہزار آدمی اس عظیم الشان فتح کے لئے اور اتنے
 دور و دراز سفر کی واسطے ان چاروں کیساتھ کئے جو کیس طرح کافی نہیں خیال کئے سجا سکتے ہیں۔

۱- ابو عبیدہ بن الجراح کو محض فتح کرنیکا اختیار ملا۔

۲- عمرو بن عاص کو فلسطین پر قبضہ کرنیکا حکم دیا۔

۳- شمر بن ذی الجوشن کو اردن روانہ کیا۔

۴- یزید بن ابی سفیان کو دمشق بھیجا۔

حضرت عمرو بن عاص کو فلسطین پہنچنے کے خبر لگی کہ ہرقل شاہ روم نے تھیوڈور یعنی تدارق اپنے بھائی کو پچاس یا ستر ہزار کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کو بھیجا ہے اور خود انطاکیہ میں آ کے لشکر اور سامان حرب و ضرب فراہم دیتا کر رہا ہے۔ عمرو بن عاص نے فوراً اسکی اطلاع صدیق الکریم کو دی اور لکھا کہ مدد بہت جلد روانہ فرمائے۔ جناب ابو بکر نے سعید بن وقاص کے ہتھیار ہاشم کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ بھیجے۔ پھر ہر روز تازہ مدد روانہ کرتے رہے۔ اسی کے ساتھ خالد بن ولید کو فرمان لیا کہ تم عراق کی حکومت شعی بن حارث کے سپرد کرو اور فوج یمامہ کو ساتھ لئے ہوئے فوراً بخت مستقیم شام چلے جاؤ اور وہاں پہنچنے کے ابو عبیدہ بن الجراح سے سپہ سالاری کا کام اپنے ہاتھ میں لے لو۔ پس خدا سے تمنا لے کی رضامندی اور خوشنودی اور مقاتلہ دشمنان دین کی طرف جلدی کرو اور ادون لوگوں میں شامل ہو جاؤ جو راہ خدا میں حق جہاد ادا کرتے ہیں۔ تحقیق میں نے تمکو ابو عبیدہ بن الجراح اور انکے ساتھ والوں کا سردار اور امیر مقرر کر دیا۔ یا ایہا الذین امنوا هل ادکم علی تجارۃ تبخیکم من عذاب الیم۔ اے ایمان والو کیا میں تمکو اس تجارت کی ہدایت کروں جو تمہیں عذاب دردناک سے بچائے گی۔

خالد بن ولید کی روانگی عراق سے شام کو

خليفة سيد المرسلين کا فرمان عالی شان دیکھتے ہی جناب خالد بن ولید نے عراق عرب کی حکومت کی باگ شعی بن حارث کے ہاتھ میں دی اور خود فوج یمامہ کو ساتھ لئے فوراً شام روانہ ہو گئے

اٹھائے راہ میں بھی چند قلعے فتح کئے اور موضع بصری میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح سے جاملے بصری اور اسکے گرد و نواح کے لوگوں نے مسلمانوں کی جمعیت اور لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر صلح کر لی اور جزیرہ دینا قبول کیا۔ فتوحات دیر شام میں مؤرخ اسے پہلا شہر بتاتے ہیں۔ پھر عمرو بن عاص کی ملک کی طرف توجہ مبذول کی گئی۔

جب رومیوں کو تحقیق ہو گیا کہ عمرو بن عاص معہ اپنی فوج کے فلسطین میں آگے ہیں تو انہوں نے بڑی دہرم دہام سے اپنے لشکر کے جماد اجنادین میں ڈاڑ۔ یہیں مسلمانوں اور رومیوں میں بڑی کڑی لڑائی ہوئی اور سخت جدال و قتال کی نوبت پہنچی۔ تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فوج چھتیس ہزار اور رومیوں کا لشکر نشتہار یا اس سے بھی زیادہ تھا۔ خالد بن ولید کے حکم سے اہل اسلام نے ایک دم سے حملہ کر دیا اور اس جرأت و شجاعت سے لڑے کہ مخالفین کی ہوش و حواس جاتے رہی تین ہزار کفار مقتول ہوئے اور بہت سی بہاگ گئے۔ اس لڑائی میں بیشمار سامان جنگ اور زر نقد اور سونا چاندی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ فتح کی اطلاع جب مدینہ پہنچی تو شاعروں نے اس کی تہنیت میں قصیدے اور پرزور فحشیاں لکھے۔

اسکے بعد خالد نے اون قلعوں پر حملہ کر نیکا قصد کیا کہ جہاں اجنادین کے فراریوں نے جا بجا کے پناہ لی تھی۔ دمشق کے محاصرہ سے ابتدا کی گئی اور انیس احتیاط سے مورچہ بندی ہوئی۔ چنانچہ

باب جابیر پر لڑا نیکو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح باب فرادیس پر عمرو بن معدی کرب۔

متعین ہوئے۔ باب کیسان پر قیس بن ہبیرہ۔

باب توپار جناب شمر جیل بن حسنہ مقرر تھے۔ باب شرتی سے ایک میل کے فاصلہ پر

باب صغیر پر زید بن ابی سفیان تھے۔ خالد نے خود اپنے ڈیرے ڈالے۔

غرض کہ اس طریقہ سے دمشق کے اندر والوں کو ایسا تنگ کیا کہ ان کا دم تاک میں آگیا۔ انہیں

کوئی صورت کا میابی کی نظر نہ آتی تھی ہر طرف سے راستے بند تھے نہ کوئی اندر سے باہر جاسکتا تھا

نہ باہر والا اندر آسکتا تھا۔ اونہیں اتنی جرأت و ہمت بھی نہ تھی کہ شہر سے باہر نکلکے مسلمانوں کا مقابلہ کریں اسی زمانہ میں جاسوسوں نے آکے خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ عرض کی کہ ہر قتل نے بیس ہزار سپاہی و مشقیوں کی مدد کو بھیجے ہیں اور یہ فوج قریب پہونچ گئے ہے۔ یہ سنتے ہی خالد ناداً دہر پکے اور ادون لوگوں کو مرج الصفر میں جالیا۔ وہ خوب جھکے لڑے مگر خالد کے سامنے اونکی کچھ پیش نہ گئی اور آخر شکست کھائی۔ اونہیں سے پانسو آدمی لڑائی میں قتل ہوئے اور پانسو ہی بھاگتے میں مارے گئے۔ جناب خالد جرار اونکا قلعہ و قمع کر کے پھر اپنے مقام پر محاصرہ میں موجود ہوئے۔ اہل سیر نے اس حال کو جناب صدیق اکبر کی وفات سے چار دن پہلے کا بتایا ہے روایت ہے کہ جب اجنادین کی لڑائی کا حال ہر قتل کو معلوم ہوا تو اپنا سر پیٹ لیا اور جہلا کے تین لاکھ آدمی مسلمانوں سے لڑنے کو مجتمع کئے۔ خالد کے کانوں میں جو یہ بات پڑی تو دمشق کا محاصرہ چھوڑ چھاڑ اس طرف جھک پڑے۔ اور مقام یرموک پر دونوں فوجوں کی ٹکر ہو گئی واضح ہو کہ اکثر مورخ اجنادین کی لڑائی کو جنگ یرموک سے پہلے بتاتے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی پہلے ہوئی اور اجنادین کی پیچھے۔ اکثر نے دونوں کو ایک ہی بتایا ہے بعضوں نے ان دونوں لڑائیوں کو خلافت فاروقی کی ابتدا میں بیان کیا ہے۔

وادی یرموک دونوں لشکروں کے درمیان بطور خندق بن گئی تھی۔ لشکر اسلام کی تعداد ۳۴ ہزار اور بقول بعض ۴۰ ہزار تھی۔ کسی شخص نے حضرت خالد سے عرض کی کہ مسلمان بہت ہی کم ہیں اور کافروں کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ خالد لڑک کر بولے۔ نہیں۔ نہیں۔ مسلمان بہت زیادہ ہیں اور کفار مٹی بہر بھی نہیں کیونکہ فتح و شکست خدا کی عنایت پر موقوف ہے کچھ کثرت و قلت پر نہیں۔ یہ کلمے ایک ہزار مسلمانوں کو جنہوں نے رسول خدا کی صحبت پائی تھی چھانٹ کے آگے کیا۔ سو آدمی جو فقراے مہاجرین اور انصار میں سے تھے اور جنگ بدر

میں شامل ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے الگ کر کے اون سے کہا کہ ہم تمہیں لڑانا نہیں چاہتے بلکہ تم خدا سے بہشت والہی مسلمانوں کی فتح کی دعا مانگو۔

یہاں تو فوج کا انتظام اور مقابلہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ناگاہ مدینہ سے قاصد بہاگاہوا آیا اور اوس نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر ملال کی خبر خالد کے کان میں چپکے سے سنا دی۔ خالد نے اوسکو اس وقت مشتہر کرنا مناسب نہ سمجھا اور قاصد سے تاکید کر دی کہ خبر دار اوسکو منہ سے باہر نہ نکالنا۔ پر لوچہا کہ خلیفہ کون ہوا۔ قاصد نے جواب دیا کہ عمر فاروق۔ یہ سنتے ہی خالد بول اوٹے کہ ضرور اس نام میں میری معزولی کا بھی حکم ہوگا۔ قاصد نے کہا۔ سچ ہے آپ معزول کئے گئے اور ابو عبیدہ بن الجراح امیر الامرا مقرر ہوئے ہیں۔ یہ خبر سن سکنے خالد کی پیشانی پر چین بھی نہیں آئی نہ تیر و بدے بلکہ یہ فرمایا کہ کچھ پرواہ نہیں خلیفہ کا حکم سرانگہوں پر۔ میں خدا کے خوش کر نیکی و جہاد کرتا ہوں نہ کہ امیر بننے کی خاطر۔ اتنا کہا اور غضب آہی کی طرح لشکر کفار پر جا پڑے۔ یممنہ سے عمرو بن عاص نے اور میسور سے زید بن ابی سفیان نے مدد کی۔ کئی دفعہ مسلمانوں کو فتح و شکست ہوئی مگر آخر شرف کفار کے پائوں اوکھڑ گئے اور بدحواس ہو کے بہاگئے۔ مسلمانوں نے اولکاپہنچا کیا۔ ایک لاکھ بیس ہزار کافر مارے گئے اور تیس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں علاوہ اور اصحاب کبار کے حضرت عکرمہ بن ابی جبل بھی جنت کو سد ہمارے مگر بعض اہل سیر نے انہیں اخیر عمر فاروقی تک زندہ لکھا ہے۔ یہ معاملہ جب ۳۱ھ کا ہے۔ مال غنیمت میں تیس ہزار نیچے دیباے رومی کے اور اتنے ہی مکلف سراپردے اور لا انتہا زر نقد اور جواہرات اور دیگر قیمتی مال ہاتھ آیا۔

جب لڑائی سے فرصت ہوئی اور تقسیم مال کا وقت آیا تو حضرت سیف الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب ابو عبیدہ بن الجراح کو بلا کے جناب صدیق اکبر کی وفات اور عمر فاروق کے

خلیفہ ہونے اور اپنی معزولی کی خبر ستمانی اور فوج سے کما کما سب بدل و جان البوعبیدہ کی فرمانبرداری کرو اور خود عام سپاہیوں کی طرح فوج میں داخل ہو گئے۔ لوگ اونکے اس چال چلن سے نہایت خوش ہوئے۔ افسوس۔ خالد بن ولید کے سے مستقل مزاج اور خیر خواہ اسلام پیدا نہیں ہوئے

عراق میں حضرت ثنیٰ کیا کر رہے ہیں

عراق سے خالد بن ولید کے روانہ ہونے کے بعد شامان ایران کی حالت نہایت رومی ہو گئی۔ اردشیر مر گیا اور اوسکا بیٹا بازان باوشاہ ہوا۔ اوسنے ایک زبردست فوج تیس ہزار آدمیوں کی ہر فرجہ جاذویہ کے ساتھ عراق پر حملہ کر نیکو بھیجے جسکے ہمراہ ہاتھیوں کی بھی کثرت تھی۔ ثنیٰ بن حارث شیبانی نے بھی اوسکے مقابلہ کے لئے لشکر آراستہ کیا اور بڑی مستعدی اور تیزی سے اون سے لڑ نیکو نکلے۔ دونوں لشکروں نے جھکے دھوم دھام کی لڑائی لڑی۔ ایرانی لشکر نے دیوار کی طرح ہاتھیوں کو اپنے آگے کھڑا کر لیا تھا حضرت ثنیٰ نے حکم دیا کہ ان ہاتھیوں پر تیر برسنا شروع کر دو۔ قضا را ایک ہاتھی کی آنکھ میں ایسا تیر لگا کہ وہ بیتاب ہو کے پیچھے بھاگا اوسکا بھاگنا تماکہ اور ہاتھی بھی اوسکے ساتھ ہوئے اور لشکر فارس کو کچلتے ہوئے چلے گئے غرض کہ اپنی ترکیب نے آپ شکست دیدی۔ بہت سے ہاتھیوں کے پیروں کے تلے مرے اور باقیوں کو مسلمانوں نے تلواروں پر دھ لیا اور کسی کو زندہ نہ بچوڑا۔ باذان کے مرنیکے بعد اس شکست کی خبر پایہ تخت ایران میں پہونچی۔ اب سلطنت کی باگ عورتوں اور بچوں کے ہاتھ میں تھی پس بد انتظامی کے باعث پھر کسی نے ایرانیوں کی طرف سے عراق پر حملہ نہیں کیا۔ عراق۔ حیرہ۔ اور کوفہ اور اوسکے متعلقات بلا تداخل خیرے ثنیٰ کے پاس رہے۔

معزولی کے حکم کے ساتھ جناب فاروق اعظم کا یہ حکم تھا کہ خالد بن ولید کے پاس جتنا مال ہو اوسمیں سے نصف مال لیکے بیت المال میں جمع کیا جائے چنانچہ اس حکم کے بموجب

چالیس ہزار درہم بلا عذر جناب خالد نے ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کر دیے۔ حضرت خالد کے پاس اتنا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ دستور تھا کہ مقتول کا گھوڑا اور ہتھیار اور کپڑے قاتل کو ملتے تھے اگر اسی ایک مد کا حساب کیا جائے تو خالد کے پاس بہت ہی کچھ ہونا چاہئے۔ خالد کے تلواریں کے شکاروں کی گنتی کس سے ہو سکتی ہے۔ پھر مال غنیمت جمع کر کے خمس بیت المال میں جاتا تھا اور جو باقی رہتا اس کا خمس سپہ سالار لیکے باقی کو بھجھہ رسد فوج پر تقسیم کر دیتا تھا یوں بھی خالد کو بہت ہی کچھ ملا ہوگا مگر خلیفہ کے حکم سے خالد نے اپنے قوت بازو کی کمائی بھی بیت المال میں شامل کر دی۔ دل پر میل ہی نہ لائے۔ اور جس کوشش اور شوق سے وہ اس وقت تک فوجی کام کرتے رہے تھے اس سے دو گنی تن دہی سے انہوں نے معزول ہونے کے بعد اپنے مرتے دم تک کام کیا۔ فوجی معاملات میں ابو عبیدہ بھی خالد کی رائے کو اپنی رائے سے افضل سمجھتے تھے۔ تمام فوج ہمیشہ خالد کی وہی عزت کرتی رہی جو ان کی سپہ سالاری کے زمانہ میں کی جاتی تھی۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جو اسلام کی خیر خواہی خالد نے کی وہ کسی سے ظہور میں نہیں آئی اگر ان کی سوانح عمری اور حالات جنگ کوئی یا التفصیل لکھے تو بیشک تاول سے کم مزاح آوے۔ انہیں اگرچہ عمر سے بیدار مغر اور عادل خلیفہ نے کچھ اپنی دانست میں معتب کیا تو ہماری دانست میں ابو بکر سے متقی و پرہیزگار خلیفہ نے سر بھی چڑھا لیا اسلئے بحیثیت مورخ کوئی اعتراض کرنا مؤرخ کے درجہ سے آگے بڑھنے کا عالم الغیب کے درجہ کا دعویٰ کرنا ہے۔

روایت ہے کہ ۱۲ھ میں جناب صدیق اکبر نے اس مضمون کے نام سے ریگستانی عرب اور حجاز عرب کے سرداروں کے نام روانہ کیے ”ہمارا ارادہ شام کی طرف مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ کرنا ہے تاکہ وہاں کے کفار سے ملک کو نجات ملے۔ یاد رکھو کہ سچے دین کیلئے لڑنا خدا کی اطاعت کرنا ہے“ اس نامہ کے پہونچتے ہی جس عرب کے پاس ایک گھوڑا یا ایک

اونٹ یا ایک تلوار تھی وہ بھی بھاگا ہوا مدینہ چلا آیا۔ ہر روز ایک جنگجو قوم مع اپنے سردار کے مدینہ میں
 میں حاضر ہو کے اپنے ڈیرے خیمہ ڈال دیتی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ حال ہو گیا کہ مدینہ کے
 گرد و دور ترک تل رکھنے کو جگہ نہ رہی جدھر دیکھو آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ جب کچھ دن یوں ہی
 پڑے پڑے گزر گئے تو لوگوں نے بیکار اور سست پڑے رہنے کی شکایت خلیفہ کے حضور
 میں کی اور یہ بھی کہا کہ مدینہ اور اسکے نواح کو ہمارے کھلانے پلانے کی وسعت زمین اسلئے ہلکوجلدی
 روانگی کا حکم دیا جائے۔ پس یزید بن ابی سفیان اس فوج کے امیر کئے گئے اور حکم ہوا کہ اچھا
 تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے تم شام روانہ ہو۔ جناب صدیق اکبر نے ایک بہاڑی پر
 جلوہ افروز ہو کے اس لشکر کا معائنہ فرمایا۔ جو وقت آپ نے لشکر کے ہجوم اور اونکے چلتے ہوئے ہتیار
 اور اونکے سواروں کے رسائے اور اونکے اونٹوں کی قطارین دیکھیں تو سجدے میں گر پڑے
 اور حاجات کی کہ یا اللہ العالین یہ تیرا ہی فضل ہے کہ تو نے اپنے دین اسلام کو اس درجہ پر پہنچایا ہے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنت پڑے کے نیچے کتنی قلیل فوج تھی اور اب کتنے رہے جب معہ وودہ چند تھے
 اور اب اونکے خلیفہ کی پکار سے ہزاروں آئیں موجود ہوئے۔ اے مالک ارض و سما جب تو نے
 یہ احسان کیا ہے تو اپنے ان رضا جو بندوں کو منظر و منصور بھی کر۔ صدیق اکبر نے یہ دعا کر کے
 فوج کو روانگی کا حکم دیا۔ خود بھی ایک مترل تک پیادہ یا فوج کے ساتھ رہے۔ سرداروں نے اور اتر
 کے اپنے گھوڑے دینے چاہے۔ آپ نے اونکی درخواستیں منظور نہ کیں اور فرمایا کہ تم اللہ کی راہ
 میں چلے ہو تمہیں سوار رہو اور مجھے اوس شہاد سے محروم نہ کرو جو تمہارے ساتھ پیدل چلنے
 سے ہر قدم پر مجھے ملتا ہے۔ آخری نصیحتیں آپ کی یزید بن ابی سفیان کو یہ تین کہ تم اپنے ساتھ
 والوں کا ہر وقت پاس و لحاظ رکھنا۔ ہمیشہ اونپر مہربان رہنا۔ معاملات میں انصاف سے درگزر
 نہ کرنا۔ جو کام کرنا باہمی مشورہ اور رائے سے کرنا۔ دلیری سے لڑنا اور دشمن کو کبھی بیٹھ نہ دکھانا۔

جب فتحیاب مہم بڑھو تو تکلیف نہ دینا اور عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرنا۔ پہلا درختوں کو بر باد نہ کرنا۔ کمیلانوں میں آگ نہ لگانا۔ کہا نیکنے سو اے اور کسی لئے جانور دن کو نہ مارنا۔ سب لوگوں کی جو کسی عبادتخانہ میں رہتے ہوں عزت کرنا۔ اور پرانی عمارتوں کو ضرر نہ پہنچانا۔ مگر جو کافر تراسیدہ ٹوپی پہنتے ہیں اور بدذات یہودیوں کے عبادتخانوں سے علاقہ رکھتے ہیں وہ جہان تمہیں ملین اونکے سر کاٹو یہاں تک کہ وہ اسلام لائیں یا جزیہ دیں۔

پھر جناب صدیق اکبر مدینہ چلے آئے۔ سرحد شام پر ایک لشکر ہرقل کا بھیجا ہوا یزید بن ابی سفیان کو ملا مسلمانوں نے اسے شکست دی اور فوج کفار کا سردار معہ بارہ سو آدمیوں کے ملا گیا۔ اسکے بعد بھی کئی لڑائیوں میں یزید بن ابی سفیان کا مہماب ہوئے۔ اور پہلے پہل جو مال غنیمت شام سے مدینہ میں آیا وہ یزید بن ابی سفیان ہی کا بھیجا ہوا تھا۔

جب اس کا مہمابی کی خبر مکہ اور حبکہ کے اطراف میں پہنچی تو مسلمانوں کے جو صلے پڑے اور سب کے سب مکرین حیت باندھے اشاعت دین اسلام اور فتوحات پر جبک پڑے اور فہرہ و سرالشکر سعید بن خالد کی ماتحتی میں روانہ کیا گیا۔ مدینہ والوں کو عمر فاروق کی رائے پر بہت وثوق تھا اور فاروق اعظم سعید بن خالد کی تقرری سے ناراض تھے اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے والد بزرگوار سے عرض کی کہ آپ سعید کو واپس بلا لیں اونکی جگہ عمر بن العاص کو روانہ فرمائیں۔ اس زمانہ میں اگلے مسلمان ایسے بے نفس اور غیر خواہ اسلام تھے کہ سعید بن خالد کو اپنی عزت و ولی کا حکم دراجبی ناگوار نہ معلوم ہوا۔ اسی لشکر میں اپنے بطور عام سپاہی کی رہتا قبول کر لیا روایتی کے وقت حضرت صدیق نے عمر بن العاص سے فرمایا کہ اسے ابن عاص۔

راستیازی سے رہنا گویا کہ خدا کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ سمجھے رہنا کہ تم قتا ہونیوالے ہو تمہاری امارت کے متعلق جو کچھ واقع ہو گا اسکا حساب تمہیں خدا کو دینا پڑے گا۔ خبردار دوسروں کے خانگی

معاملات میں کبھی دست اندازی نہ کرنا۔ اپنے آدمیوں کو مذہبی تکرار سے بنسبت واقعات یا مسائل ایام جہالت باز رکھنا اور سکور روز قرآن پڑھنے کی تاکید کرتے رہنا کیونکہ اوسمیں وہ ضروری احکام موجود ہیں جنکا جاننا آدمی پر فرض ہے۔

اسکے بعد ملک شام کے کچھ اچھے خبریں نہیں آئیں اور لوگوں کے جوش مسرت میں کمی آنے لگی اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جناب ابو عبیدہ بن الجراح جنکو ملک شام کی عام حکومت سپرد کی گئی تھی حملہ آوروں کی سی بیباکی اور چستی و چالاکی نہیں رکھتے تھے دوسرے شکست کھانے سے اونکا دل میلا ہو جاتا تھا جب اونہوں نے یہ سنا کہ ہرقل شاہ روم نے ایک زبردست اور بے تعداد فوج مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار کی ہے تو نہایت اضطراب اور پرانگی سے ابو بکر صدیق کو نامہ لکھا۔ یہاں ابو بکر صدیق کے دل اور دماغ میں خالہ ہی خالہ پس رہے تھے اور سینہ میں اونکی فتوحات جوش مارتی تھیں حضرت ابو عبیدہ کی طرف سے کچھ دلتنگی ہوئی غور سے جو دیکھا تو خالہ کے قدموں سے فتح لگی پائی اور ابو عبیدہ کو حفاظت خود اختیاری ہی میں مشغول دیکھا پس ابو عبیدہ کی حالت پر تاسف فرمایا اور گہرے خالہ کو لکھا کہ اسی وقت شام چلے جاؤ۔ کہانا یہاں کہاؤ تو پانی وہاں جا کے پینا۔ خالد فرمان غلیفہ پاتے ہی پندرہ سو سوار اپنے ساتھ لے عراق سے شام سدھارے۔

شامی زبان میں بصری کے معنی برج محفوظ کے ہیں یہ ایک شہر سرحد شام پر اسباب تجارت سے پڑتا۔ عرب کے قافلے ہر سال یہاں آیا کرتے تھے یہ مضبوط قصبیلون سے گہرا ہوتا تھا۔ بارہ ہزار مسلح جنگی سپاہی ہر وقت اسکی حفاظت کرتے تھے۔ بصری پر حملہ کرنے کے لئے ابو عبیدہ نے شرجیل بن حسنہ کو دس ہزار سواروں کے ساتھ بھیجا۔ مسلمانوں کی شجاعت اور دلیری کے کارنامے سنکر رومس وہاں کا حاکم پہلے ہی سے ڈر گیا تھا چاہتا تھا کہ جزیہ قبول کر کے صلح کر لے

مگر اسکے آدمیوں نے جو نہایت قوی دل تھے اسے سمجھا کہ مرو بنایا۔ جناب شرجیل نے
 بصری کے قریب پہونچکے خداوند کریم سے فتح کی دعا مانگی۔ شہر کے اندر سے لشکر پر لشکر لٹکے مسلمانوں
 پر حملے کرنے لگے اور بڑی خوریزی ہوئی۔ لشکر اسلام پریشان ہو گیا۔ قریب تھا کہ شرجیل واپسی کا
 حکم دین کہ دور سے ایک غبار اڑتا نظر آیا۔ فریقین اس غبار کو دیکھ کر سم کھڑے رہ گئے۔ ناگاہ
 السداکبر کی صدائیں کانوں میں آنے لگیں اور سیف السد خالد بن ولید کا جہنڈا آسمان پر ہوا سے لہریں
 لیتا دکھائی دیا۔ خالد غبار میں لپٹے ہوئے اور درود راز کے سفر سے تھکے ماندے ہی میدان
 جنگ میں کود پڑے اور اوسے اپنی معمولی لاپرواہی اور جرأت کے ساتھ حملے کئے۔ گویا کوئی
 نئی بات نہیں ہے۔ مخالفین کو مارتے مارتے شہر کے اندر کر دیا اور اپنا جہنڈا افسیل کے
 نیچے جا کے گاڑ دیا۔ شرجیل بن حسنہ نے لڑائی ختم ہونے کے بعد خالد سے بلغیر ہونا چاہا۔

سیف السد نے انہیں ملامت کی کہ تمہیں کیا سو جہا تھا جو اس قلیل جماعت سے ایسے مضبوط
 اور محفوظ شہر پر حملہ آور ہوئے حسین مسلح جنگجو اور اسباب تجارت بہرا ہوا ہے۔ شرجیل نے
 جواب دیا کہ ابو عبیدہ نے مجھے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ خالد نے جواب دیا کہ گویا عبیدہ نہایت لایق آدمی
 ہیں مگر لڑائی کے ڈھنگوں سے کم واقف ہیں۔ شام کی فوج نے اسی وقت سے دونوں سرداروں
 کا فرق سمجھ لیا۔ خالد کی فوج سفر کی تکان اور لڑائی کی تھکن سے جلدی جلدی کچھ کم پائی کے
 زمین پر پڑ کے سو رہی۔ مگر خالد کی آنکھوں میں نیند کمان سے گھوڑے پر سوار ہونے کے رات بہر
 شہر کے گرد پھرے۔ صبح ہوتے ہی سبکو نماز کی واسطے اڑھا بٹھایا۔ سب نے خالد کے پیچھے
 نماز پڑھی اور ہتھیار بند نوں پر سچ سجا کے پہر تیار ہو گئے۔ سارے گھوڑوں کی طرف چلے۔ اتنے میں
 بصری کے دروازہ سے چند سوار نکلتے ہوئے دکھائی دئے۔ خالد کی آنکھیں ہلکے غلطی
 کر سکتی تھیں اپنے آدمیوں سے کہا۔ خبردار۔ کچھ کشاکش ہے شاید انہوں نے ہمیں تھکا ماندہ

سمجھا ہے جو اتنے سویرے لڑائی کی سوچی۔ انشاء اللہ تو میرا نام خالد کہ گہرا نہ دن۔ بہا یثو۔
اللہ کی رحمت تمہارے ساتھ ہے بسم اللہ کر کے لڑائی کے لئے آگے بڑھو دیکھو وہ دشمنوں
کے سوار آتے ہیں۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ رونس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں تمہارا
سوار سے لڑنا چاہتا ہوں۔ خالد سامنے ہوئے۔ رونس نے بجائے لڑنے کے گفتگو سے صلح
شروع کی اور بیان کیا کہ میں باطن میں مسلمان ہوں اور بصری والوں کو جزیہ دینے کے لئے سمجھاتا ہوں
میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤ لگا اور واپس جا کے شہر والوں کو مطیع کر دو لگا۔ خالد نے
بھی چپکے سے کہا کہ میں تیرا کتنا منظور کرتا ہوں مگر چند ہلکے ہلکے زخم اپنے ضرور لگوں تاکہ ہماری
تمہاری سازش نہ معلوم ہو۔ رونس راضی ہو گیا۔ خالد نے اپنے قوی بازو سے ایسی ضرب لگائی
کہ اگر دھار کی طرف سے پڑتی تو رونس کے دو ہو جاتے۔ رونس نے آہستہ سے آہ بہر کے
کہا کہ یہ تمہارا ہلکا سا ہاتھ ہے یا تم مجھے مار ڈالنا چاہتے ہو۔ خالد بوئے کہ گہرا تے کیون ہو زخم
ایسا تو ہونا چاہتے کہ سچا معلوم ہو تاکہ لوگ شبہ نہ کریں۔ رونس وہ زخم کہا کے یوں ہی جو نوٹ
موزن زمین پر گر کے لوٹنے لگا اور پہر خوشی بخوشی اوٹھ کے اپنی فوج کی طرف بھاگا۔ وہاں پہونچے خالد
کی شجاعت اور طاقت خدا داد کی نہایت تعریف کی اور اہل شہر کو صلح اور اطاعت کا مشورہ دیا۔
شہر والوں نے اس کی بڑی پختلاست کی اور قید کر کے دوسرا سردار اپنے شہر کے لئے مقرر کر لیا
یہ دوسرا سردار وہ تھا جسے ہر قتل نے ملک کی فوج کے ساتھ بھیجا تھا۔ اب یہ نیا سردار میدان جنگ میں
آیا اور اپنا مقابل طلب کیا۔ حضرت عبد الرحمن ابو بکر صدیق کے تخت جگر ہو ہونا چوان تے فوراً
سامنے آئے اور خالد سے اجازت مانگی۔ حضرت سیف اللہ نے فرمایا بسم اللہ تشریف لیجا لئے
باپ کی گدی کی حمایت سے میں آپ کو روک نہیں سکتا خدا تمہاری مدد کرے۔ صاحبزادے

بلند آقبال اشعب تیز گام پر جلوہ افروز ہو میدان میں آئے اور وہ وہ زور بازو دکھائے کہ دونوں
 طرف والے کھڑے عرش عرش کر رہے تھے۔ رومی سردار آغوش او کی رعب دار صورت۔ میتین گفتگو
 اور ہتیار بندی دیکھ کے خوف کھا گیا اور پہلے ہی وار کے زخم میں ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ گھوڑے
 کی باگ موڑ چاہتا تھا کہ یہاں گے کہ صاحبزادے اس کے پیچھے تھے۔ دونوں کے گھوڑے
 ہوا سے باتیں کرتے چترمزدن میں دشمنوں کی فوج کے اندر نظر آنے لگے۔ اس وقت خالد کے
 بھی ہوش جاگے رہے اور کہا۔ افسوس میں نے کیا غلطی کی جو لڑکے کو اجازت دیدی۔ پھر
 گہرا کے لپکارے۔ اے مسلمانوں بہشت تمہارے ساتھ ہے اور دوزخ پیچھے عام حملہ کر دو
 اگر خدا نخواستہ شہزادے کا بال بھی بیکا ہو گیا تو مدینہ میں جا کے منہ دکھانے کی جگہ نہ رہی
 خالد کا اتنا کہتا تھا کہ تمام لشکر ظفر بیک فوج مخالفت کے سر پر تھا۔ مار مار کی صدا سے گھوڑے پر
 گھوڑا اور آدمی پر آدمی تھا۔ صاحبزادے کو جو دیکھتے ہیں تو ذرا تیر پر پل نہیں۔ نگلی شمشیر لئے کبھی
 دائیں او کبھی بائیں جھک پڑتے ہیں اور جہم جاتے ہیں فوج عدد کافی کی طرح پھٹ جاتی ہے
 خالد کے تلواروں سے لگی ہوئی تھی لڑائی وغیرہ کچھ سوچتی نہ تھی اس کے سامنے جا کے فرمایا۔
 عبد الرحمن میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اب تمہارا ہاتھ نہ اوٹے۔ واہ رے فرمان پذیری کہ یہ آواز
 سنتے ہی صاحبزادہ کا جتنا ہاتھ اوٹتا تھا اتنا ہی رہ گیا۔ خالد نے اسی وقت اپنے آدمیوں
 کی حفاظت میں انہیں پیچھے بھیج دیا اور اب لڑنے کی سوچی۔

شہر والوں نے فحشیل کے اوپر سے اس سخت لڑائی کو اچھی طرح سے دیکھا تھا اس لئے
 تمام شہر میں کہلبلی ٹپکئی۔ گرجون میں عیسائی گنٹے بجانے لگے۔ عورتوں اور لڑکوں کی گریہ و زاری
 عابدوں کی مناجاتیں ہر گلی اور کوچہ میں سنائی دیتی تھیں۔ مسلمان بھی لڑائی میں خضوع و خشوع
 کے ساتھ درگاہ رب ذوالجلال والاکرام میں اپنی فتح کی دعائیں کر رہے تھے۔ آخر بھری کا

شکر بیگ کے شہر میں جا چیا اور ہر قل سے مدد طلب کی گئی۔

اب رات ہو گئی۔ فصیل کے باہر شہر بنیاد کے دروازہ کے سامنے حضرت عبد الرحمن

بن صدیق اکبر کا خیمہ نصب تھا۔ صابزادہ کے کچھ دل میں جو آئی تو رات کو خیمہ سے نکلے

شہر کی فصیل کے نیچے بے غل و غش ٹھلنا شروع کیا۔ دیکھتے کیا بہن کہ کوئی مقرر آدمی عمدہ

لباس پہنے شہر سے باہر نکلا ہے۔ اوسکو دیکھتے ہی شانہ زادہ والا جاہ نے اپنا نیزہ اوسکے

سینہ کی طرف تانا مگر آنے والے نے کہا کہ میں رونس ہوں خالد کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ اگلو

معلوم نہ تھا کہ خالد میں اور اوس میں کیا معاملہ ہے اس لئے فرمایا کہ اچھا ہتیار اپنے مجھے سپرد کر دو

میں تمہیں خالد کے پاس پہنچا دوں گا۔ اوس نے ہتیار بلاتا مال دیدئے۔ صابزادہ نے اوسے

خالد کے سامنے جا کر کیا اور اوسکے ہتیار بھی اونکے سامنے رکھ کر خیمہ سے باہر چلے آئے

اوس نے خالد سے کہا کہ اہل شہر نے میرا کتنا نہیں مانا اور مجھے میرے گھر میں قید کر دیا ہے

جب کا نتیجہ انہوں نے ہلکنا۔ لیکن میرا مکان بالکل شہر بنیاد سے ملحق ہے۔ میں فصیل میں نقب

لگا کے باہر نکل آیا ہوں۔ آپ میرے ساتھ اپنے آدمی کر دین میں بسہولت اونیہیں اپنے

گھر میں داخل کروں گا وہ شہر کا دروازہ چاہیں تو کہول سکتے ہیں۔ آپ نے عبد الرحمن کی مستعدی

دیکھ کے اونیہیں بلایا اور حکم دیا کہ جب تمہیں مجھ سے بھی زیادہ فکر ہے اور رات کو بھی خیمہ میں

نہیں بیٹھ سکتے تو جاؤ اس کارروائی کو بھی تمہیں کرلو۔ حضرت عبد الرحمن خوشی خوشی چند جزار

بہا درون کو ہمراہ لیکر رونس کے گھر میں داخل ہوئے۔ سب نے اپنا لباس بدلے قلعہ

والوں کی وردی پہن لی۔ حضرت عبد الرحمن کے ساتھ تلو آدمی تھے انہوں نے اوسکے چا

گر وہ بنائے تین کو شہر کے مختلف اطراف میں روانہ کیا اور کہہ دیا کہ جب ہماری تکیہ کی آواز سننا

فوراً اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے ہماری طرف دوڑنا۔ چوتھے گروہ کو اپنے ہمراہ رکھا۔ پھر

روم سے کہا کہ ہمیں اوس سردار کے رہنے کا مقام بتا دو جو آج میرے مقابلہ سے شہر میں
 بھاگ آیا ہے۔ رومس کی رہنمائی سے حضرت عبدالرحمنؓ اور انکے پچیسویں ساتھی اوس سردار
 کے مکان پر پہنچے۔ رومس پہلے اندر داخل ہوا اور دربانوں سے کہا کہ ہم تمہارے دوست
 ہیں حاکم شہر سے کچھ مشورہ کیا چاہتے ہیں مگر رومی سردار اسوقت جاگتا تھا بوجہ کہ کون ہے
 رومس نے جواب دیا کہ وہی تمہارا دن والا دوست عبدالرحمنؓ تمہارا سر کاٹنے آیا ہے۔ رومی سردار
 بدحواس ہو کے بھاگا۔ عبدالرحمنؓ نے اتنا تو کہا کہ اب دوبارہ مجھے کب بچ سکتا ہے اور لپک
 کے ایک ہاتھ جو دیتے ہیں تو دو تھا۔ اوسکا کام تمام ہوتا ہے ہی حضرت عبدالرحمنؓ کے ساتھیوں
 نے العداکبر کے گھرے مارنے شروع کئے جنکے سنتے ہی باقی تینوں گروہ تکیہ و ن کی صدائیں بلند
 کرتے ہوئے اونکی طرف دوڑے۔ تمام شہر العداکبر کی آوازوں سے گونج اٹھا اور سو ہی آدمیوں
 سے یہ معلوم ہوا کہ تمام شہر مسلمانوں سے بھر گیا ہے۔ اہل شہر سٹپٹا گئے۔ اسی اثنا میں کسی
 نے بڑے شہر کا پہاٹک کھول دیا۔ خالد بن ولیدؓ اور شرجیل بن حسنہ لشکر لیکے اندر گس پڑے
 اور مار مار مچا دی۔ سخت خون ریزی کے بعد شہر فتح ہو گیا جب اسن ہوا تو شہر والوں نے دریافت
 کیا کہ ہمیں یہ بتا دو کہ تم لوگ شہر میں کیسے آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے رومس کی کارروائی کا
 اظہار کرتے سے تامل کیا مگر رومس نے خود اپنے منہ سے تمام حال بیان کر دیا اور سبکے سامنے اپنے
 پہلے مذہب سے انکار کر کے مسلمان ہو گیا۔ جناب خالدؓ نے اوسکو مال غنیمت کا محافظ کر دیا۔
 چونکہ حضرت خالدؓ کو شام کے کل لشکر کی سرداری مل چکی تھی اس لئے انہوں نے ابو عبیدہؓ
 ابن الجراحؓ کو لکھا کہ اپنے ۳۳ ہزار آدمی ساتھ لئے ہوئے میرے پاس چلے آؤ میں دمشق
 پر حملہ کرنے والا ہوں۔ پس وہ بھی خالدؓ سے آئے۔ اہل عرب جنہوں نے عمرہ پر ریگستان
 کے سوا کچھ نہ کیا تھا دمشق کی زرخیز زمین دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اسوقت شام کا دارالسلطنت

الغنا کی تہا اور ہر قل زمین موجود تھا۔ او نے خالد کے لشکر کو قزاقوں کی ایک جماعت سمجھ کر اپنے ملک کی کچھ حفاظت نہیں کی تھی۔ یون بھی دمشق اپنی مضبوطی اور کثرت لشکر کی واسطے دور دور مشہور تھا۔ ہر قل نے لاپرواہی سے کیلوس کو پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ دمشق والوں کی مدد کو روانہ کر دیا۔ اتنا سے راہ میں کیلوس نے عجیب ہڑ لونگ مچا ہوا پایا۔ دیکھا کہ چاروں طرف سے لوگ بہاگ بہاگ کے محفوظ مقامات اور برجوں اور قلعوں کو چلے جاتے ہیں۔

جب وہ بعنک پہنچا تو چند عورتیں پریشان بال کئے ہوئی تباہ حال اسکے پاس آئیں اور بیان کیا کہ افسوس عربوں نے تمہارے سارے ملک کو لیلیا اور تمسے کچھ اونکا نموسکا عرقہ سے کھنڈ کر اور بھری سب اونکے قبضہ میں آگئے۔ اب دمشق کو کون بچائیگا۔ کیلوس نے حملہ آور فوج کی تعداد دریافت کی۔ وہ عورتیں صرف خالد کے لشکر کی تعداد جانتی تھیں یولین کہ صرف ڈیڑھ ہزار سوار ہیں۔ کیلوس خوش ہو کے بولا۔ اچھا۔ تم گہرا زمینیں ہم جب واپس ہو کے یہاں آئینگے تو ہمارے ساتھ خالد کا سر ہوگا تم خاطر جمع رکھو اسے دیکھنے ضرور آنا۔ لشکر اسلام دمشق نہیں پہنچنے پایا تھا کہ کیلوس وہاں داخل ہو گیا۔ اپنی حکومت کے گھنڈ میں دمشق کے پہلے حاکم عزرائیل کو شہر بدر کر دیا مگر عزرائیل ہر دل عزیز اور بڑا بہادر سپاہی تھا۔ پس باہم نفاق ہونا شروع ہو گیا اور بجائے اسکے کہ سب ایک دل اور ایک جان ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے وہاں خانہ جنگیاں ہونے لگیں۔ چاہے کچھ ہو مگر ہماری یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھو کہ وہی جماعت غالب رہتی ہے جس میں اتفاق ہو۔ اسی باہمی تہکا فطیحتی میں جناب خالد جالیس ہزار آدمیوں کی جماعت سے میدان میں دکھائی دئے۔ جب نوبت بارنجا رسید تو دونوں حاکم ایک ہو کے لڑائی کا سامان کرنے لگے۔ دونوں لشکروں نے آمنے سامنے اپنی صفیں جمائیں۔ خالد مسلمانوں کے لشکر میں سب سے آگے تھے اور ضرابن الاذروا نکی لعل بین۔ دونوں صاحب

عربی خاصے گھوڑوں پر سوار ہاتھوں میں برچھے لئے۔ رعب دار صورتیں۔ تجربہ کار لنگاہیں۔ نہایت عظمت و جلال سے دائیں بائیں دیکھتے بھالتے میدان مصافحہ میں آکر ٹرے ہوئے اقبال کا نقیب پکارا کہ حضور کا غلام ہوں اور فتح و ظفر نے مدادی کہ دونوں لونڈیاں گس رانی کہ حاضرین حضرت خالد نے فرمایا کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہیگا کر لیا گا ہم مسلمان لوگ سوا سے اور کسی کی مدد نہیں چاہتے۔ جناب خالد نے ضرار سے کہا کہ کچھ آدمی ساتھ لیکے جاؤ اور دیکھو کہ قوت مخالف کقدر ہے۔ اسے ضرار۔ یہی وقت شجاعت و مردانگی دکھانیکا ہے اپنے والد ماجد کا نام نامی روشن کرو تاکہ دشمنوں کی آنکھیں چند ہیا جائیں۔ ضرار بن الازور کو بہلا اتنا سنتے کی تاب کمان تھی اپنا تیرہ سید ہائے بیوے توڑی سی جماعت کے ساتھ در اسے ہوئے دشمن کی فوج کے بیچ میں سے کافی کی طرح حیرتے پہاڑ کے ادھر سے ادھر لٹل گئے۔ ادن لوگوں نے اتنا تو دیکھا کہ ایک بجلی ادھر سے ادھر ٹپ گئی پھر نہ معلوم ہوا کہ کیا ہو گیا۔ جب یہ لوگ دور تک فوج مخالف کے پیچھے جا پہنچے تو غل مچا کہ لینا۔ پکڑنا۔ جانے نہ پائیں۔ مسلمان ہیں۔ یہ سنکر جناب ضرار واپس ہوئے اور چاہا کہ اسی طرح پھر نکلی جائیں مگر مخالف سنبل بیٹھے تھے۔ ضرار اور انکے ساتھیوں کو زغمہ میں لیلیا اور ہر سمت سے وار کرنے لگے ضرار نے پہلے ہی حملہ میں چار سواروں کو چت کر دیا۔ جب پیادوں پر اسے تو ادھین سے چہرے اپنے ہی ہاتھ سے ڈھیر لگا دئے۔ انکے ساتھیوں نے فوج مخالف میں ایک زلزلہ ڈال دیا۔ بہتوں کو اپنے تیر گام گھوڑوں کی ٹاپوں سے سرسہ سا کر دیا اور دشمنوں میں برہمی ڈال دی اور وہ تھوڑے اوس جماعت کثیر میں سے ایسے نکلے چلے گئے جیسے دودھ میں سے مکھی الگ ہو جاتی ہے مسلمانوں کے لشکر میں انکے بغیر آجائے سے کمال خوشی ہوئی ضرار اور انکے ساتھیوں نے آکے پوری فوج مخالف کا اندازہ اور طاقت بتا دی۔

اس وقت بھی عبدالرحمن بن ابی بکر نے بڑی شجاعت ظاہر فرمائی۔ اوتکے رسالہ کے مقابلہ میں پیادوں کا ایک بڑا لشکر آگیا تھا جنکے ہاتھوں میں بڑے لمبے لمبے بھالے تھے اور وہ دور ہی سے اپنے سامنے والوں کا قزاق پوچھ لیتے تھے۔ مسلمانوں نے مجبور ہو کے تپہ اور ڈھیلوں سے کام لیا اور بت سے آدمی اوتکے زخمی کر ڈالے اس لئے وہ بھی بھاگتے نظر آئے۔

خالد نے بھی اپنی بہادری دکھانا چاہی اور میدان جنگ میں آکے اپنا مقابل طلب کیا۔ اب کیلوس اور عزرائیل میں چلنے لگی۔ عزرائیل کیلوس سے کئے لگا کہ تم شہر کی حفاظت کے لئے آئے ہو تمہیں خالد کے سامنے جانا چاہئے۔ کیلوس اپنی شیخی اور اینٹھ کے سبب و شرم کے مارے کچھ کہہ نہ سکا کسمسا کے چلا گیا۔ جیون سے ہارا ہوا تھا تو بڑی دیر دو دو ہاتھ دکھانے کے لئے چلا کر جان کے خون سے اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ خالد نے موت کی طرح اوسکا پیچھا کیا اور جلدی سے اوسکے اور اوسکے لشکر کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجبوراً اوسنے بھی دبی بٹی کی طرح جی توڑ توڑ کے خالد پر حملے کئے مگر ایک پیش نہ گئی آخر شجیب اوسنے اپنی زہ کے اندر سے خونکے فوارے چھوٹتے دیکھے تو ہمت جاتی رہی اور ضعف آگیا مگر اس حالت میں بھی تھوڑی دیر تک خالد کے حملے روکتا رہا۔ خالد بن ولید مارتے مارتے اوسکے قریب پہونچ گئے اوسکا تیزہ پکڑ کے زمین پر کینچ لیا۔ اور قید کر کے اپنے لشکر میں لے آئے اسکی خوشی میں مسلمانوں نے نعرہ ہائے السدا کبر بلند کئے۔

کیلوس نے خالد سے کہا کہ حاکم سابق یعنی عزرائیل کے تابع کرنے کی تدبیر کیجئے اگر اوسکو اپنے مار لیا تو جان لو کہ تمہیں کامیابی ہو گئی۔ اس بات کا ترجمہ کر کے رونس نے جناب سیفؑ کو سمجھایا۔ حضرت خالد اپنے دشمن سے بھی مشورہ لیا کرتے تھے خصوصاً اس وقت جبکہ وہ خود پاس آکے کوئی معقول کام بتاے چنانچہ کیلوس کی یہ بات سنتے ہی خالد نے پہلا گھوڑا جو تھک گیا تھا

چھوڑ دیا اور دوسرا تازہ دم جانور طلب کر کے چاہتے تھے۔ سوار ہوں کہ ضرار بن الازور نے سامنے آ کے کہا ”آپ بھی تو طوی دیر آرام کر لیں۔ آپ کی جگہ میں میہ ان کو جاتا ہوں“۔ خالد بولے۔ اے ضرار آج جو محنت کر لیا کل آرام پائیگا۔ ہمارے لئے تو آرام کی جگہ برشت ہے۔ غرض کہ جناب خالد میدان مصافحہ میں پہنچے اور نام لیکر عزرائیل کو لڑنے کے واسطے بلایا۔ عزرائیل مغرق اور مضع لیا اس پہنے ہتیار لگا سے سامنے آیا۔ خالد نے دریافت کیا کہ تمہارا نام عزرائیل ہے۔ او سنے اقرار کیا۔ خالد نے کہا۔ خدا کی قسم تیرا جہنم تیری روح قبض کر نیکی تیری بغل میں اکٹھا ہوا ہے۔ عزرائیل نہایت تیز گھوڑے پر سوار تھا او سنے عرب کے طریقہ پر مکر کرنا چاہا یعنی گھوڑے کی باگ چھوڑ دی۔ معلوم ہوا کہ بھاگا اور دور جا کر بچ آیا اور خالد پر وار کیا۔ خالد اس کے قریب کو پہلے ہی تار گئے تھے اس کا وار خالی دیکھ اس کے گھوڑے کے پانوں میں ایسی تلوار ماری کہ وہ لڑکھڑکے گر پڑا۔ اور سوار اوندھے منہ نیچے۔ فوراً اپنے عزرائیل کو گرفتار کر لیا اور لشکر اسلام میں لیجا کے کیلو س اور عزرائیل دونوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہ تم دونوں نے دمشق والوں کو بھکا کے گمراہ کر دیا ہے اب اسلام پر ایمان لاؤ تو شہر والوں کی بھی آنکھیں کھلتی ہیں اور تمہاری بھی جان بخشی ہوتی ہی مگر دونوں نے انکار کیا اس لئے دونوں کے سر کاٹکے شہر میں پھینکے گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو عبرت ہو اور سرکشی سے باز آئیں۔

قصہ مختصر دمشق کا محاصرہ حضرت سیف الدین قتارہ نے بڑے زور و شور سے جاری رکھا۔ اہل شہر کیلو س اور عزرائیل کے قتل سے زیادہ گمراہ گئے تھے۔ اندر کا لشکر بھی روز روز کی کشمکش سے ہر دم گھٹتا جاتا تھا اور بڑے بڑے دلیر اور بہادر ان کے اس لڑائی میں کام آچکے تھے اس لئے سپاہیوں نے لڑنے سے انکار کر دیا۔ خالد نصف لشکر لیکر فصل شہر کے قریب پورب کی طرف آجے تھے اور جناب ابو عبیدہ بن الجراح دوسرے آدھے

کے ساتھ مغرب کی جانب پڑے تھے۔ باشندگان دمشق نے خالد کو لالچ دیا کہ ہزار اشرفیاں اور دوسو عمارتیں لیلو اور محاصرہ اوٹھا کے چلے جاؤ مگر خالد نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اسلام میں آؤ یا جزیہ دو پھر چھوٹ سکتے ہو۔ اسی گڑبڑ میں تھے کہ شہر کے اندر سے ایک نہایت خوشی کا غل سنائی دیا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اونکو یہ خبر ملی ہے کہ ایک بہت بڑا لشکر حیراؤنکی مدد کو آتا ہے۔ اصل اوسکی یہ تھی کہ شہر والوں نے ایک انہیری رات میں ایک آدمی کو فہصل سے نیچے اتار دیا تھا اور انطاکیہ میں ہر قل کے پاس اپنی ردی حالت کی اطلاع بھیجی تھی۔ ہر قل نے دمشق والوں پر رحم کہا کہ وردان حاکم حمص کے ساتھ ایک لاکھ آدمی دمشق کو مصیبت سے چھوڑانے کے لئے روانہ کئے تھے۔ وردان بڑا بہادر اور تجربہ کار افسر تھا اسی لشکر کی آمد سنکے اہل شہر خوشی کے مارے جانے سے باہر ہو گئے تھے۔

یہاں خالد کو جو یہ بات معلوم ہوئی تو خیال کیا کہ اتنا بڑا لشکر اکیسارگی اکٹھا ہرگز نہیں آئے گا اس لئے اسے دور ہی روکنا مناسب ہے کیونکہ تموڑا تھوڑا آسانی شکست کھا سیکے گا۔ مگر ابو عبیدہ نے یہ صلاح دی کہ محاصرہ کو ہرگز نہ اوٹھانا چاہئے اور کسی لائق افسر کو کچھ فوج کے ساتھ اس سے اونچے کو بیحدینا چاہئے تاکہ وہ لشکر بیان سے دور پڑا رہے یہاں تک نہ آئے پائے۔ حضرت ابو عبیدہ کے مشورہ کو سب نے پسند کیا اس لئے ضرار بن الازور اس کام کے لئے تجویز ہوئے۔ وہ کہتے تھے کہ میرے ساتھ بہت سے آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے مگر خالد نے کہا کہ احتیاط ضرور ہے ایک ہزار منتخب سوار تمہارے ساتھ جائینگے تاکہ اس فوج کو ایک قدم ہی ادھر نہ بڑھنے دیں۔ ضرار کے انتخاب کئے ہوئے سوار بھی اون سے زیادہ تیز و طرار تھے جلدی سے وردان کے لشکر عظیم کے سامنے آگئے جو فقط مسلمانوں کے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا تھا اور بہت آہستہ آہستہ آتا تھا۔ ضرار اونکی کثرت دیکھ کے جھلا گئے۔

اونکی شجاعت نے جوش مارا اور خدا کی قسم کہا کہ کسے لگے کہ ہم چاہے مگر کے ہیں رہ جائیں مگر
 ایک قدم پیچھے نہ ہٹائینگے اور سخت لڑائی لڑینگے۔ رفیع بن عمیرہ نے یہ کہنے کہ ہم تھوڑے سی مگر
 کافرون کو نچا دے گا نیکے لئے بہت ہیں اونکی بہت اور یہی زیادہ کر دی۔ لڑائی کا اعلان کر دیا گیا۔ ضرار
 نے منتخب بہادر اپنے ساتھ ایک دشمن کی فوج کے قلب پر حملہ کیا۔ لشکر کے افسر کی تلاش میں
 تھے مگر دردان محافظوں کے ہجوم میں گمراہ ہوا تھا۔ ضرار نے ایک ہی حملہ میں اوسکے دائیں طرف
 کے آدمی کو مار ڈالا اور پھر مخالفین کے علمبردار کو ٹہنڈا کر دیا۔ کئی مسلمان اوس جھنڈے کو لینے
 کے لئے آگے بڑھے۔ وہ مریع اور جواہرات کی صلیب تھا۔ کئی آدمی اس کوشش میں شہید ہوئے
 مگر آخرش وہ اسلامی قبضہ میں آگیا۔ ودان کے بیٹے نے بڑے ایک زخم ضرار کے لگایا۔ اسپر
 ضرار نے پلٹ کے نیزہ اوس جوان کے مارا مگر کینچنے میں پھل اوسکا ٹوٹ گیا اور ضرار نہتے رہ گئے
 کچھ عرصہ تک اوسکی ڈانڈ ہی سے سب کے حملے روکے مگر جب ایک ٹیڑھی دل ادن سے
 پسٹ گیا تو گرفتار ہو گئے۔ مسلمان اونکے چوڑانے کیواسطے خوب ہی لڑے مگر نتیجہ حب و نحوہ
 نہ برآمد ہوا کیونکہ کفار اونہیں بے بہا گئے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پیراؤ کھڑ جائیں لیکن رفیع نے
 لاکاراکہ اے ایمان والو کیا ضرار ایک ناچیز سے تمہارے اوپر ایک جہول تھے جو اوسکے اوڑھ
 ہی بہا گئے جاتے ہو۔ پروردگار دو جہان تمہارا حامی ہے اوسکا بہرہ و سار کہو اور اوسکے ساتھ
 دین برحق پر جائیں فدا کر دو۔ رسول اللہ آغوش میں لیکر بہشت میں لے کر پہنچا دینے کے لئے کھڑے ہیں
 پہراؤ کو بٹیمہ دیکے کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ ضرار نہ رہا تو نہ سی خدا تو تمہارا زندہ ہے۔ یہ کہنے
 رفیع نے دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ مگر وہ دن اونکے لئے سخت مصیبت کا تھا ہزار مسلمانوں پر لاکھ آدمی
 حملہ آور تھے شاید سب کے سب مارے جاتے۔ مگر ایک تیز گھوڑے کا سوار خالد کے پاس
 ضرار کی گرفتاری کی خبر لیکے جا چکا تھا۔ چنانچہ خالد بہت سا لشکر لیکے اسی نازک موقع پر آگئے۔

خالد آتے ہی فوج مخالف پر گر پڑے اور اس خیال سے کہ جہان پر بہت سے جہنم کے کٹرے مین ضرار دہن ہو گئے لڑتے بھڑتے اسی مقام پر پہنچ گئے مگر انہیں نہ پایا نہ حیران تھے کہ اب کیا کروں کہ ایک قیدی نے انکو مطلع کیا کہ وہ حمص روانہ کر دئے گئے۔ خالد نے اسی وقت رفیع ابن عیسہ کو معہ سواروں کے فوراً اودسہ بھیجا۔ انہوں نے اتنا سے راہ میں انکو لوہے کی گشتہ کی طرح پایا اور حملہ کر کے بہت سے محافظوں کو مار ڈالا۔ باقی ضرار کو چوڑ کر بہاگ گئے۔ ان لوگوں کے آتے آتے خالد وردان کے سارے لشکر کو شکست دے چکے تھے یہاں تک کہ لاکھ مین سے تھائی تعداد بھی آدمیوں کی نہیں رہی تھی۔ جو باقی رہے تھے انہیں سے بھی بہت سے بہاگ گئے تھے۔ یہ حساب مال غنیمت اور خزانہ اور اسلحہ اور گھوڑے فتح مندوں کے ہاتھ آئے۔ جناب خالد نامہ رابعہ لشکر کے پہرہ مشق کے محاصرہ پر آن ڈٹے۔

ہرقل نے جب وردان اور اس کے زبردست لشکر کے ہارنے کی خبر سنی تو کلیجہ پکڑے بیٹھ گیا اور دنیا آنکھوں میں سیاہ ہو گئی اب پریشانی کے مارے نہیں سوچہ پڑتا تھا کہ کیا کروں۔ گوانطا کے محل شاہی میں بیفانیت تمام بیٹھا تھا مگر کانپ گیا اور خالد کی تلوار سر پر نظر آنے لگی۔ ملک شام کو بچاؤ کی ہزار تدبیریں کرتا تھا لیکن کوئی سرسبز ہوتی ہوئی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ لاچار ہو کے اوس وقت ستر ہزار آدمیوں کا لشکر فراہم کیا اور وردان کو ان کے ساتھ اجنادین کی طرف سے دمشق کے چوڑا کرنے لئے بھیجا۔ خالد نے جب یہ خبر سنی تو اس نزد سے بچنے کے لئے ابو عبیدہ سے مشورہ کیا۔ اونکی یہ رائے ہوئی کہ دمشق کو چوڑ کر اجنادین چلے چلو۔ خالد نے اونکی صلاح مانی۔ محاصرہ اٹھا کے اودسہ چلے اور اپنے اور سرداروں کو بھی نامے لکھ کے اپنے پاس بلا لیا۔ خالد بن ولید چاہتے تھے کہ ابو عبیدہ مجسے بزرگ ہیں آگے نہیں اور میں انکے پیچھے پیچھے چلوں مگر ابو عبیدہ نے انکار کیا اور کہا۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے میں خلیفہ وقت کے فرمان واجب الاذعان کی

تو بہن ہرگز نہیں کرونگا۔ جب اونہوں نے اُپکو مجبور سردار کیا ہے تو آپ ہی پیش رو رہینگے میں اسباب اور عورتوں کی حفاظت کے لئے سب سے کمتر رہنا پسند کرتا ہوں۔ اللہ اللہ فرمانِ حاکم کی اطاعت کے لئے کیسے کیسے شیر مٹی کے ہو گئے تھے۔

جب اہالیانِ دمشق نے دیکھا کہ ہمارے دشمن چلے تو اُڑ گئے اور اپنی سمجھ میں وہی شل کر نیلے لئے کہ مرے کو مارین شاہ مدار شہر سے نکل پڑے تاکہ لوگوں کو جتادین کہہ سہنے مسلمانوں کو مار کے بگا دیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دو بہانی شہر میں پطرس اور پولوس رئیس اور نامور تھے۔ پطرس کی ماتحتی میں دنس ہزار اور پولوس کے پاس چہ ہزار پیدا دے تھے دونوں کے دونوں اپنی اپنی فوجیں لیکے باہر نکلے۔ پولوس نے مسلمانوں کے پچھلے لشکر پر حملہ کیا اور سچ میں گس کر بہت سے آدمیوں کو شہید کر ڈالا۔ پطرس نے خیمہ اور اسباب کو لوٹا اور عورتوں کو قید کر کے شہر کا رخ کیا۔ یہ خبر آگے خال کو پہونچی۔ آپنے ضرار اور عبد الرحمن اور رفیع کو دو دو سو آدمیوں کے ساتھ پیچھے کی خبر کو بھیجا۔ خود ہی اصل لشکر کے ساتھ چلے آئے۔ جناب ضرار وغیرہ کے آنے سے حالت بدل گئی۔ پولوس کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور بہت سے بھاگ گئے اور وہ خود گموٹے سے گر کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ مگر مسلمانوں نے جب سنا کہ ہماری عورتیں اونکے پاس قید ہیں تو فتح کی خوشی رنج سے بدل گئی۔ انہیں عورتوں میں ضرار کی بہن قائلہ بھی شامل تھیں پس ضرار حد سے زیادہ مغرم ہوئے۔ پطرس اور اوسکے ساتھی جو مال غنیمت لئے ہوئے دمشق جاتے تھے راہ میں تھکن کے باعث ایک جگہ درختوں کے سایہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ قائلہ مال غنیمت میں سے پطرس ہی کے حصہ میں آئی تھیں تقسیم کے بعد سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے اور عورتیں اسباب کے پاس رہ گئیں قائلہ میں بھی لیاقت اور دلیری ضرار سے کم نہ تھی۔ اونہوں نے اپنے ساتھ کی عورتوں کو روڈ جینکنے

سے منع کیا اور کہا ”ہم شجاعانِ عرب کی بیٹیاں اور محمد صلعم کی امت ہیں ہکو تو مرجانا چاہئے مگر ان کا زون کی اطاعت ہرگز نہ قبول کرنا چاہئے“ کہیں اون عورتوں میں حمق اور حیا ز قوم کی بھی عورتیں تھیں جنکو بچپن سے گھوڑے کی سواری اور نیزہ لگانے کی تعلیم دی گئی تھی۔ اونکو قائلہ کی باتیں سننے غیرت آئی اور یولین ”جب نہ ہمارے پاس نیزہ ہے نہ تلوار پہ ہم کر کیا سکتے ہیں“ قائلہ نے کہا ”واہ۔ تلوار اور نیزہ کی کیا ضرورت ہے خیموں کے بانس اور بلیاں اور ڈنڈے بھی وہی کام دے سکتے ہیں۔ ہم چاہیں مٹی میں ملجائیں مگر ہکو اپنی عزت بچانا لازم ہے تاکہ ہماری قوم اور ملک کے نام پر دہانہ لگے عزت کونے سے مرجانا بہتر ہے“ ایک اور قوی دل عورت نے بھی قائلہ کے کلام کی تائید کی۔ اس عورت کا نام عفیرہ تھا۔ آخر سب عورتوں کو جوش آگیا۔ خیموں کے بانس اور ڈنڈے لے لیکر تیار ہو گئیں۔ قائلہ نے سبکو ایک دوسرے کے پہلو پہ پہلو حلقہ باندھ کھڑا کیا اور کہا کہ خیردار کیلو اپنے پاس نہ پٹکنے دینا اور سبکا دار روکنا میں پہلے لڑائی شروع کرتی ہوں۔ ایک لونانی سپاہی نے عورتوں کے تہوجو بگڑے دیکھے تو وہ پاس آیا قائلہ تان کے جو ایک ہاتھ دیتی ہیں تو اسکا سر چوڑ ہو گیا اور وہ بے جان ہو کے زمین پر گرا۔ غل شور ہونے سے ادھر ادھر کے خیموں سے لوگ بھاگے ہوئے آئے۔ اونہوں نے عورتوں کو گھیر لیا اور زخمی سے اونہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مگر جو شخص اونکے پاس آتا تھا اسی کو وہ مار ڈالتی تھیں۔ کافزون نے بہت سی تدبیریں کیں اور سمجھایا بھی مگر وہ کب ماننے والیاں تھیں پطرس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ تلواروں سے کام لو۔ قریب تھا کہ تمام عورتیں اسی جگہ ٹکڑی ٹکڑے ہو کے رہجائیں مگر فرار اور خالدا ابھونچے۔ پطرس کے ہوش باختہ ہو گئے۔ لاچار ہو کے اپنے آدمیوں کو یہ کہنے روکا کہ ہم بھی جو روٹی ڈالے ہیں ان عورتوں کو چوڑو یہ اپنے لشکر میں چلی جائیں۔ پطرس نے یہ کہنے اپنا گھوڑا موڑا ہی تھا کہ قائلہ نے گھوڑے کا پیہ توڑ ڈالا

اور پطرس اوندھے منہ زمین پر آیا۔ ضرار نے دوڑ کے اسے گرفتار کر لیا اور سراسر اس کا اتار کے نیچری پر چڑھایا۔ اسکے بعد ایک سخت لڑائی ہوئی اور دشمن منہزم ہو کے بھاگے جنگلیہ چچا دمشق کے پہاگ تک کیا گیا۔ اس تعاقب میں بہت سال غنیمت ہاتھ آئی۔

لڑائی طے ہو جانے کے بعد پولوس جو قید تھا جناب خالد رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ اس کو اس کے بھائی پطرس کا سر دکھا کے کہا کہ مسلمان ہو ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ بہت رویا اور کٹنے لگا کہ بھائی کی موت کے بعد مجھے جینا ناگوار ہے۔ پس اس کا سر ہی کاٹ ڈالا گیا اسکے بعد مسلمانوں کا لشکر اس جگہ آگیا جہاں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے مورچے باندھ رکھے تھے اور مغربہ یون کو جمع کیا تھا۔ اس جگہ مسلمانوں نے کچھ آرام لیا۔

وردان کے لشکر کا مقابلہ مسلمانوں سے

وردان اپنے لشکر کے سربراہ آدمیوں کے ساتھ اجنادین میں تھا مگر یہ تمام لشکر ناخبر کیا یزدل اور کم ہمت لوگوں کا ایک ریوڑ تھا۔ شاہی خیمہ کی تعریف کون کر سکتا ہے۔ وہ بالکل چڑاؤ اور جواہرات سے جگمگا رہا تھا۔ سپاہی بھی بھرکھار و ردی اور چمکدار ہتیاروں سے آراستہ تھے یہ سب لوگ مسلمانوں کی فکر میں تھے کہ ایک دن اونکو چاروں طرف سے گردوغبار اور تلواروں کی چمک اور جنگی باجوں کی آواز سنانی دی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لشکر نے آکے سب طرف سے شہر کو گیر لیا ہے اور یہ بات کہ خالد کا لشکر اور وہ فوجیں جو انہوں نے اپنے سردار ونگو نامے لکھکر طلب کی تھیں سب اسی خاص وقت میں آکے شہر کے گرد جمع ہو گئیں لوگوں کو ایک کراست سی معلوم ہوئی۔ پہلے دشمنوں کی تعداد زیادہ دیکھ کر مسلمانوں کو ایک خوف پیدا ہوا مگر یہ صرف عادت انسانی اور فوری بات تھی جب خالد نے اپنی سحریانی اور خدا داد شجاعت سے سبکی ہمت بڑھائی اور کہا کہ یہ آخری موقع ہے جو اتنی بڑی فوج کی تمہیں سرکوبی کرنا پڑی ہے۔ میرے شیر و۔

انہیں بھی نچا دیا کہ وہ پہلے کبھی ٹکراتی بڑی جماعت سے کام نہیں لڑیگا۔ آئندہ وہ اتنی کثیر جماعت تمہارا مقابلہ میں آسکیں گے۔ اگر تم نے کل صبح اپنی سطوت اور جلال سے پورے طور سے انہیں دکھا دی تو کل ہی شام تک ملک ہمارا ہے۔ مسلمان ایک ہنر پرستانہ و غالی زبان فیض ترجمان سے ایسی مردانگی خیر باتیں سنکے اپنی تلواروں کے منہ چومنے لگے اور کہا انہیں۔ نہیں۔ اے امیر یہ بڑول گردہ تو کیا ہے اگر ان سے دس گئے اور ہوں تو ہم آپ کے ظل حمایت میں سینے سپر کرنے کو موجود ہیں۔ خالد نے انہیں دعا سے خیر دی اور رات بھر درگاہ ذوالجلال والا کرام میں اسلام کی فتح کے لئے مناجات کرتے اور کہتے رہے کہ اے وحدہ لا شریک! یہ اپنی توحید کے دلدادوں کی شرم کل تیرے ہی ہاتھ سے ان عاجز بندوں سے کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ تیرا قفل شامل حال نہ ہو۔ اے ربِ قدیر! اگر تیرے عبادت گزار بندے پامال ہو گئے تو تیری توحید پکارنے والے پھر کہاں سے آویں گے۔ آپ تو گڑگڑا کے آہ و زاری سے یہ التجا کرتے تھے اور فتح و اقبال کھڑے ہوئے آئیں کہتے تھے۔ غرض کہ رات بھر فریقین آمنے سامنے پڑے رہے اور صبح ہوتے ہی صغین آراستہ ہو گئیں۔ خالد پکارے کہ ہے۔ تم میں کوئی ایسا جو دشمن کی فوج میں جا کے اونکی تعداد کو پتا لے آئے۔ ضرار نے آگے بڑھ کے عرض کی کہ یا امیر کیا اس وقت آپ ہم جان نثاروں کو بھول گئے کہ ”ہے کوئی“ کا کلمہ زبان پر لائے۔ اگر آپ کو ڈھونڈنے کی ضرورت آپڑی ہے تو پھر ہماری زندگی بے سود ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا اسی میرے شیر خدا تمہارے ساتھ ہے جاؤ مگر خبردار کسی طرح خطرہ میں نہ پڑنا اور بغیر ضرورت کسی پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔

حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوج مخالف کی طرف بسم اللہ کہہ کر روانہ ہوئے سامنے سے وردان نے جو ایک تنہا سوار کو اپنے لشکر کی طرف آتے دیکھا تو تیس منتخب

سواروں کو ضرار کی گرفتاری کے لئے بھیجا۔ ضرار کے پاس جیب وہ پہنچے تو ضرار دھوکا دیکے بہاگے۔ جیب لشکر مخالف سے بہت دور اور سواروں کو اپنے پیچھے لگاے ہوئے چلے آئے تو یکبارگی پلٹ پڑے اور شیرازہ حملہ کر کے انہیں سے سترہ کو مار ڈالا اور باقیوں کو ڈراتے اور دھمکاتے ہوئے اپنے لشکر میں گھس آئے۔ خالد نے انہیں بہت ملامت کی اور فرمایا کہ ضرار آخر تم نے میری بات نہ مانی اور لڑ ہی مرے۔ ضرار نے التماس کی کہ اے امیر۔ قصور میرا معاف فرمائے میں قصداً انہیں لڑا ہوں جیب دشمن میرے اوپر آپڑے تو کیا کرتا اگر بیٹھ موڑ کے کافروں کے سامنے سے بہاگ آتا تو خدا مجھ سے نہ تاراض ہو جاتا۔ میں آپ کے حکم کے بموجب لڑا نہیں۔ یہ کچھ خدا ہی نے مدد کی ہے۔ دشمن کی جگہ اور تعداد کا حال ضرار سے دریافت کر کے پھر خالد نے اسی کے مطابق اپنی فوج میں انتظام کر لیا۔ دائیں بازو کی حکومت نعمان بن معاویہ کو عطا ہوئی۔ بائیں طرف کی حفاظت سعد بن ابی وقاص اور شریبل بن حسنہ کو مرحمت ہوئی۔ وسط لشکر کو اپنے تحت میں لیکر عمر و اور عبدالرحمن اور ضرار اور قیس اور رفیع وغیرہ نامور بہادروں کو بھی اپنے ساتھ رکھا۔ عورتوں اور اسباب کی حفاظت کے لئے چار ہزار آدمی مقرر کئے جنکے سردار یزید بن ابی سفیان تھے۔

عورتیں بھی حال کی کامیابی سے دلیہ ہو کر مستعید پیکار ہو گئیں۔ ہتھیار باندہ باندہ کے قائلہ اور عقیقہ کو اپنا سردار بنایا اور خالد سے درخواست کی کہ ہمیں بھی لڑنے کی اجازت ملے۔ خالد انکی درخواست سے نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا تمہارے پاس کفار میں سے اگر کوئی آجائے تو اس سے تم بھی لڑنا اپنی حفاظت تم آپ کرو۔ علاوہ برین ایک کام یہ بھی تمہیں سپرد کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں سے جو لڑائی سے منہ موڑ کے بہاگے اسے بیدریغ تہ تیغ کرنا۔ یہ کلمے عورتوں کی بہادری کی بہت تعریف کی۔

پھر حضرت خالد نامدار گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ہر صف میں جاتے اور ہر سپاہی کو جرات اور بہت دلاتے تھے اور ایک ایک سے کہتے تھے کہ بھائی پیچھے ایک قدم نہ رکھنا اور آخری دم تک کٹ کٹ کے لڑنا۔ یہ کہتے ہوئے فوج کے آگے بڑھے چلے گئے۔ آخر شروں و دلوں طرف سے صدائے جنگ بلند ہوئی۔ مسلمانوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرے بلند کئے اور عیسائیوں نے پکارا کہ مسیح کا دین بلند ہو۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک بڑھا ضعیف عیسائی خالد کے پاس آ کے کہنے لگا کہ کیا مسلمانوں کے سردار تم ہو۔ خالد نے جواب دیا۔ ہاں۔ بڑھا بولا۔ تم نے بلا سبب اور بے اشتعال عیسائی ملک پر حملہ کیا ہے یا درگم کو کہ یہاں جس نے یہ حرکت کی ہے اس کی قبر ہمیں نبی ہے تلو فوج ہرگز نصیب نہو گی۔ دیکھو کتنا بڑا آراستہ و پیراستہ لشکر تمہارا منہ پیر دینے کو جمع ہے تم تو اعداد و ان لوگوں سے کیسے لڑ سکتے ہو۔ بہتر ہے کہ صلح کر لو اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے جاؤ۔ اگر تم صلح کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری فوج کے ہر آدمی کو ایک جوڑا کپڑا ایک پگڑی اور ایک اشرفی دیں گے۔ تمہیں سو جوڑے اور دس ریشمی عبا اور سو اشرفی دیں گے۔ اور تمہارے خلیفہ کے ہزار اشرفی اور ایک سو عبا نذر کریں گے۔

خالد نے جواب دیا۔ کیا خوب۔ جس چیز کو ہم پورا لینا چاہتے ہیں اس میں سے ذرا سا حصہ تم ہمیں دیتے ہو۔ ہم راضی نہیں تین باتوں میں سے ایک قبول کر لو۔ مسلمان ہو جاؤ۔ جزیہ دو۔ یا ہم لڑو۔ یہ ٹکڑا سا جواب لیکر وہ بڑھا عیسائی اپنے لشکر میں چلا گیا۔ خالد سوچے کہ لشکر مخالفت کی تعداد ہم سے دو گنی ہے اس لئے ہمیں رات تک تامل کرنا چاہئے پس تمام لشکر کو روکے رہے اور کسی کو جگہ سے نہ ہٹنے دیا۔ دشمنوں نے جب دیکھا کہ یہ لوگ سامنے کھڑے ہیں مگر حس و حرکت نہیں کرتے اپنے امنی تیر اندازوں کو آگے کر دیا۔ انہوں نے تیر وں کی جھڑی لگا دی جس سے

چند مسلمان زخمی اور چند شہید ہوئے۔ اور سقت فخر سے زہا گیا اور خالد سے لڑنے کی اجازت طلب کی۔ پہر تیزی سے آگے بڑھ کر دشمنوں پر چلا پڑے۔ پھر اونکو وہ بھی پہنچی اس لئے غنیم کی فوج میں تھک کر گیا دونوں لشکروں کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ مگر فتح کی ہوا مسلمانوں کی طرف جھکتی ہوئی معلوم ہوئی۔ قریب تھا کہ دونوں لشکر جوش میں آکے باہم غٹ پٹ ہو جائیں کہ طرف ثانی سے ایک سوار آگے بڑھا اور اونے دریافت کیا کہ اے مسلمانو۔ تمہارا سردار کون ہے خالد سمجھے کہ لڑنیکو آیا ہے اسلئے اپنا نیزہ اوسکی طرف تانا۔ وہ چلا یا کہ میں اپنی ہون صلح کا پیام لیکر آیا ہوں آپ میرے اوپر عنایت رکھیں۔

یہ سنکر خالد نامدار نے نیزہ جھکا لیا اور فرمایا کہ کیا کہتے ہو۔ مگر کوئی بات جنوٹ زبان سے ہرگز نہ نکالنا۔ اس نے کہا کہ سچ بولنے میں جان کا ڈر ہے۔ پہلے میری اور میرے خاندان کی حفاظت کا وعدہ کیجے پھر میں کچھ عرض کروں گا۔ خالد نے اس سے وعدہ کیا۔ وہ بولا کہ میرا نام داؤد ہے اور وردان نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ لڑائی اور خونریزی بند کی جائے اور تم کل صبح وردان سے ملاقات کرو۔ مگر اے خالد۔ ہوشیار رہنا اس میں ضرور کوئی نہ کوئی فریب ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ دس منتخب دلیر اور شجاع آدمی تمہارے قتل کے لئے گمات میں لگے رہینگے۔ خالد نے کہا کہ خیر تم وردان سے جا کے کہدو کہ میں اس سے کل ضرور ملاقات کروں گا۔ یہ کہکے اوس اپنی کو رخصت کیا اور تمام لشکر اسلام کو حکم دیا کہ لڑائی بند کرو اور اپنے اپنے ڈیرون کو واپس چلو۔ مسلمان اس حکم سے بہت حیران ہوئے کیونکہ اونکو غریب فتح حاصل ہونے والی تھی۔ الاحکم حاکم مرگ مفاجات طوعاً و کرہاً اپنی قیام گاہ کو واپس آئے۔ ابو عبیدہ اور ضرار نے خالد سے پہنچا کہ آپ کی بات کا آج ہیہد ہمیں نہ کہلایہ ہماری فتح آج اپنے کیون خاک میں ملاوی۔ خالد نے جواب دیا کہ آپ خاطر جمع رکھیں فتح کل دیر آپ کی ہے وہ نہیں جانیگی اور

من وعن داؤد کی ساری گفتگو اونیں سنادی۔ اور کہا میں کل اکیلا وہاں جاؤنگا اور دسوں کے سر اُچکولادو لگا۔ ابو عبیدہ نے یہ رائے دی کہ آپ ہرگز اس جال میں نہ پھنسے یا دس آدمیوں کے لئے دس آدمی اپنے بھی ساتھ لیجائیں۔ ضرار بول اوٹھے کہ ان دغا بازوں کی سزا کل پر کیوں موقوف رکھی جائے ہم آج ہی اور سکا بندہ بستی کیوں نہ کر لیں۔ آپ دس آدمی میرے ساتھ کریں میں ابھی اونکی آنتیں اونکے گلے میں ڈالے دیتا ہوں۔ ضرار کی بات کو خالد نے منظور کیا اور دس آدمی دلیہ اور باہمت چٹکے اونکے ساتھ کئے۔ داؤد نے دشمنوں کی گہات کا پتا جو خالد کو بتایا تھا خالد نے وہی ٹھیک ٹھیک ضرار کو بتا دیا۔ ضرار جب اس جگہ کے پاس پہنچے تو اپنے ہمراہیوں کو ایک محفوظ مقام میں ٹھیرا دیا اور اپنے کپڑے اتارے تاکہ آواز نہ اور تلواریں لیکر ہاتھوں اور پسروں کے بل چوپایوں کی طرح وہاں پہنچے جہاں خالد کے مارنے کے لئے دسوں آدمی اپنی اپنی تلواریں سر ہانے تکیوں کی طرح رکھے سو رہے تھے یہ دیکھ کر ضرار جیٹھ گئے تھے اسی طرح اپنے آدمیوں کے پاس دلیس آئے اور ویسے ہی اونکو بھی لیگئے۔ ایک ہی دائرہ ایک ایک نے ایک ایک کو ٹھکانے لگا دیا۔ لاشوں کو ٹانگ گسیٹ گسیٹ کے پھینک آئے اور خود اونکی وردیاں پہنے اونکی جگہ لیٹ کر وقت کا انتظار کر نیلگے جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر صفیں باندھ کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے اور منتظر تھے کہ دیکھیں ہمارے افسروں میں آج کیا ٹھیرتی ہے۔ وردان نے بہت فوق البطک کپڑے پہنے۔ سونے کی زنجیریں اور جواہرات لگائے۔ اور سفید خنجر پر سوار ہو کے اس جگہ آیا جو گفتگو کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ خالد بھی عباسی اور ستر عمامہ باندھے بید بطک وہاں پہنچے اور دونوں ایک ہی فرش پر بیٹھ کر گفتگو صلیح کرنے لگے۔ دونوں کے کلام مختصر مگر فخر آمیز تھے وجہ اسکی یہ تھی کہ دونوں اپنے اپنے جی میں سمجھ گئے تھے کہ ہم جیت چکے۔

وردان بوللا۔ مسلمان کیا ہیں ہم اونیمن۔ قزاقون اور لوٹیرون کا ایک گروہ سمجھتے ہیں وہ مال کے لالچ سے اس زرخیز ملک پر حملہ کرنے آئے ہیں اور ہم اسلئے صلح چاہتے ہیں کہ مالدار ہیں کسی طرح ان ڈاکوؤں سے بچیا چٹائیں۔ اسوقت جو تمہارے دل میں ہو تم بھی کہہ ڈالو۔ خالہ نے جواب دیا۔ اے کا فرنا بیکار تو ہمیں بہک منگا سمجھتا ہے۔ اسد جل شانہ نے ہمیں سب کچھ دیا ہے ہلو کسی چیز کی خواہش نہیں یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اسے لے چکے ہیں یہ ہم تجھے انعام و اکرام لیکر صلح کیا کرینگے۔ خیر اگر صلح ہی منظور ہے تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ اگر تمہارا دونوں باتون سے انکار ہے تو ہمیں کیون بلایا ہم نے تو کل ہی تمہارے پیام کا ہی جواب کھلا بھیجا تھا۔ اور اگر تم مجھے یہاں تنہائی میں پوشیدہ لٹا چاہتے ہو تو آؤ ہمارے تمہارے ہتھیار خود فیصلہ کر لینگے۔ یہ فرما کر خالہ کٹرے ہو گئے اور تلوار اڑا ہا پس کر نیام سے باہر نکال لی۔

وردان اپنی چال کے زعم میں تھا۔ کہڑا تو ہو گیا مگر تلوار نہ نکالی اور انتظار کیا کہ میرے دونوں آؤں اگر خالہ کا خاتمہ کر دیں۔ خالہ نے پلک کے اوکی گردن پکڑ لی۔ وردان چلایا اور اپنے آؤیوں کو پکارا۔ اسوقت وہ دسوں مسلمان یونانی لباس پہنے نکل آئے۔ تھوڑی دیر تک تو وردان کا دل قوی رہا اور سمجھا کیا کہ میں بالکل محفوظ ہوں مگر جب یونانی وردی میں مسلمان نظر آئے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور چلا اٹھا کہ رحم رحم۔ ضرار کو دیکھ کے اوسکے ہوش و حواس اور بھی زیادہ جاتے رہے۔ خالہ نے جواب دیا۔ بے ایمان فریبی اور سکارون پر رحم ہرگز نہ کرنا چاہئے اے کافر جنہی تیرے منہ پر کلام صلح اور دل میں فریب اب تو دیکھ گیا کہ تیری بے ایمانی تیرے سر پر چپکے کیسی لگی۔ خالہ نے جون ہی اشارہ کیا ضرار نے وردان کا سترن سے جدا کر لیا اور نیزہ پر بلند کر کے لشکر کفار کی طرف پسینکد یا چونکہ یہ سراون مسلمانوں نے پسینکا تھا جنگی وردی یونانی تھی

اس لئے کافر سمجھے کہ خالد کا سر کیا بس ایک ہی دفعہ فوج مخالفت میں خوشی کے نعرے بلند ہو گئے
 لڑپیان او چیلنے لگیں۔ لوگ کودنے لگے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد خوشی کا دریا اتر گیا اور
 غور سے دیکھا تو وہ وردان کا سر تھا اب تو بدن میں خون نہ تھا۔ خالد نے سوچا کہ اب ان
 بے ایمانوں کو زیادہ سنبھلنے کی فرصت دینا خلاف مصلحت ہے حملہ عام کا حکم دیدیا۔ ہرقل کے
 لشکر کو شکست ہوئی اور کفار بھاگے۔ کچھ قیصر یہ اور کچھ دمشق اور کچھ انطاکیہ پہنچے۔ یہی وحش
 مال غنیمت سونے چاندی کی مرصع صلیبیں۔ جواہرات۔ سونے کی زنجیریں۔ قیمتی گلابند۔ زیورات
 ریشمی عبا یئیں۔ اسلحہ۔ اور ہر قسم کے آلات اوزار اور بیت سے جھنڈے مسلمانوں کے ہاتھ
 آئے مگر خالد نے دمشق کے فتح ہو جانے تک تقسیم مال کو موقوف رکھا۔

اس عظیم الشان فتح کی اطلاع مدینہ میں حضرت عبدالرحمن اپنے والد ماجد ابو بکر رضی اللہ عنہ
 کے حضور میں لیکر پہنچے۔ جناب صدیق اکبر نے سجدہ کیا اور شکر خدا بجالا دیا۔ جب یہ خبر تمام
 عرب میں شائع ہوئی تو چاروں طرف سے لوگ جوق جوق فوج میں بہرتی ہونے کے لئے آئینگے
 خصوصاً مکہ تو سارے کا سارا اٹھ آیا۔ چونکہ اب مال غنیمت بجا ب ہاتھ آیا تھا اور عظیم الشان
 فتوحات حاصل ہونے لگی تھیں اس لئے جو آتا تھا اسلام کا خیر خواہ ہی بتا ہوا آتا تھا اور یہی کہتا
 تھا کہ ہم نئے نوکر ہرن کے سینک ہی چیرینگے۔ غرض کہ ایک دن وہ تھا کہ اسلام کی بیکسی اور بے
 چارگی پر درود دیوار روتے تھے اور آج وہ حالت ہے کہ جو آتا ہے جان قربان کرتا ہوا آتا ہے
 سچ ہے ۵ خدا مہربان ہے تو گل مہربان۔

حضرت صدیق اکبر نے فاروق اعظم سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ یہ لوگ فوج میں لئے
 جائیں یا نہیں۔ خدا کی قدرت سے یہ وہ راے تھی جسکے واسطے سلطنت پیدا ہوئی تھی۔ جناب
 عمر نے فرمایا کہ ہم ان لوگوں کو فوج میں نہیں بہرتی کرینگے کیونکہ ان میں اکثر وہ لوگ شامل ہیں

جنگی رال ہماری کامیابیوں پر ٹپک پڑی ہے ہم نہیں چاہتے کہ خود غرض اور مطلب پرست لوگ
 ہمارے لشکر میں ہوں۔ ان میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو ہماری کمزور حالت میں ہمیں بیس
 ڈالنا چاہتے تھے اور اب جو خدا نے ہم پر رحم کیا ہے اس لئے ہماری خوشامد کرتے ہیں ایسے
 آدمیوں سے خبردار رہنا چاہتے جو صرف نبی کے یار ہوں اور گڑے وقت میں کمانیکو ڈیریں۔
 انہیں اسلام کی کچھ پرواہ نہیں یہ ایک سرسبز اور زرخیز ناک شام کو ٹیڑی کی طرح چاٹ جانا چاہتے
 ہیں یہ سوائے فتنہ اور فساد کے اور کچھ نہ کرینگے انہیں کبھی بھول کے بھی فوج میں نہ بھرتی کرنا۔
 ہمارے لشکر میں وہ لوگ کیا کم ہیں جنکی ہر دے ہم نے کام شروع کیا ہے وہی اب بھی ہماری سربراہ
 کاری کرینگے۔ وہ یہی پارے شروع سے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہا رہے ہیں اور جان دینے
 میں دلیغ نہیں کرتے انہیں کو مال غنیمت سے بہرہ ور ہونا چاہئے۔ یہ مسلمانوں کی کمائی مفت
 خوروں کے لئے نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے جناب عمر فاروق کی رضا مندی جب نہ دیکھی
 تو سائلوں کی درخواستیں نامنظور فرمائیں۔ مکہ والوں نے خصوصاً قریش نے ابوسفیان کو اپنا وکیل
 کر کے پہلے حکم کی تجویز ثانی کی عرضی خلیفہ برحق کے دربار میں پیش کی۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے سرعادت یہ تقریر کی کہ بیشک ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب
 پاک کی مخالفت کی اور لڑے۔ ہم اپنے دل میں تادم اور خجل ہیں کہ اس زمانہ میں ہتھے بڑا کیا
 اور جھک ماری۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایمان کی روشنی ہمارے قلب میں ڈال دی ہے اور ہمیں
 اپنی غلطیاں بخوبی معلوم ہو گئی ہیں ہم مسلمان ہو کے تمہارے بھائی بن گئے ہیں اور ایک ہی خون
 تمہاری اور ہماری رگوں میں گردش کرتا ہے جب تم ہمارے ہی گوشت و پوست ہو تو تم کو اکیلا کون
 کے ہاتھ میں پھنسا دیکے ہمارا دل دکھتا ہے اسی لئے ہم تمہارے پہلو پہ پہلو ہو کر تمہارے
 دشمن سے لڑنا چاہتے ہیں پس تمہارے دل میں ہماری طرف سے حدود و عداوت نہیں ہونا چاہیے

ہم تعجب کرتے ہیں کہ ہماری درخواست بلا عدد کیوں نہیں منظور کی گئی۔ یہ تقریر سنکر جناب صدیق اکبر کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور جناب علی مرتضیٰ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے پھر اسے لی اور یہ ٹیہری کہ قوم قریش کو لشکر میں داخل ہونے کی اجازت دی جاوے۔ پھر صدیق اکبر نے ایک نامہ جناب خالد کو لکھا جس میں فتح کی اور نکو مبارکباد دی گئی تھی اور لکھا تھا کہ ابوسفیان کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر مدد کے لئے مختصر یہ روانہ کیا جائیگا۔ اس خط پر آنحضرت صلعم کی مہر ثبت کر کے اپنے فرزند ارجمند حضرت عبدالرحمن کے ہاتھ روانہ کیا۔

جناب خالد رضی اللہ عنہ کا پھر دمشق کی طرف توجہ کرنا

اجنادین سے جو لوگ بہا گئے انہوں نے دمشق میں شاہی لشکر کے مغلوب ہونے کی خبر پہنچائی دمشق واسے یہ سنکر گہرا گئے انہیں اب مدد کی امید نہ رہی اور سمجھے کہ یہ آخری مدد تھی جسکا مسلمانوں نے بات کی بات میں قلعہ قمع کر دیا۔ چونکہ کئی ہزار فراری دمشق میں شامل ہو چکے تھے اسلئے وہاں کے لوگ بالواسانہ دیرری کے ساتھ اپنے قلعہ کی مضبوطی اور مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے دیواروں پر کلین اور پتھر اور ڈھیلے مسلمانوں پر پینکنے کے لئے جمع کئے گئے۔ یہ کام یہودیوں کو سپرد ہوا تھا جو اس میں ہوشیار تھے۔ یہ تیاریاں ہو ہی رہی تھیں کہ دور سے مسلمانوں کا لشکر آتا ہوا نظر پڑا۔ سب سے آگے حضرت عمر بن العاص نو ہزار سپاہیوں کی محافظ فوج کے ساتھ تھے۔ اونکے بعد جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ دو ہزار قریشی سواروں کے ساتھ تشریف لائے۔ پھر حضرت شریک بن جندب آئے اونکے ہمراہ بھی دو ہزار کی جمعیت تھی۔ اونکے پیچھے دو ہزار آدمی عمیر بن ربیعہ کے ماتحت تھے۔ پھر اصل لشکر متہ جناب ابو عبیدہ بن الجراح کے آن پہنچا۔ اونکے بعد حضرت خالد کا خوش قسمت لشکر تھا۔

یہاں پہونچکے خالد بن ولید نے لشکر کے سب سواروں کو طلب کر کے حکم دیا کہ تم

اپنے اپنے لشکر سمیت مختلف مقامات پر جمع ہوا۔ ضرار کے لئے یہ تجویز ہوا کہ وہ دو ہزار سواروں کے ساتھ شہر کی فصیل کے گرد گشت لگایا کریں تاکہ شہر کے اندر باہر سے مدد نہ جاسکے نہ اندر والے ناگمان مسلمانوں کی فوج پر حملہ کر سکیں۔ ضرار سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ اندر سے یا باہر سے خدا نخواستہ تم پر کوئی زلزلہ پڑے تو فوراً ہمیں خبر کرنا ہم تمہاری مدد کو آسودہ ہونگے۔

اس وقت مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ عمدہ اور نفیس ہتھیار بہم پہونچ گئے تھے اسی لئے پہلی لڑائیوں سے زیادہ مستعد و تیار تھے کیونکہ ایران اور شام کی لڑائیوں کی غنیمت میں اسچھے اسچھے ہتھیار اور بہت سا نقد و جنس اونکے ہاتھ آیا تھا اس پر ہی فریق ثانی کی طرح کے عیش و عشرت اور تزک و احتشام اور نفیس خوراک اور عمدہ کپڑوں اور آرام طلبی سے اونکو کامل نفرت ہی رہی اگرچہ عیسائی افسروں کے نادر و کمیاب شے اونکے پاس آگئے تھے مگر افسروں نے تو کیا سپاہیوں تک نے اون پر تھوکا بھی نہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ دن بھر لڑائی میں محنت کرتے رہے اور اپنا خون اور پانی ایک کر دیا۔ رات کو تنکے ماند سے قیام گاہ پر آئے۔ روکھی سوکھی جوجھڑکی جو ملی پانی کے گودھنوں سے حلق سے نیچے اوتار لی اور اونٹ کے چمڑے کے خیموں میں زمین پر پڑے تو دن کی محنت شاقہ کی تھکن سے وہ گہری نیند آئی گویا پہولوں کی سبھوں پر استراحت فرما رہی ہیں غرض کہ عیش پسندی اور اچھا کمانے اور اچھا پینے اور اچھا پہننے سے باہم رشک و حسد پیدا ہوتا ہے اور رشک و حسد مورث اعلیٰ بین لفاق کے اور لفاق جس قوم میں گہسا پڑا کر دیا۔ ہمارے ناظرین غور سے دیکھ لیں کہ ایران و شام کے ملک ناز و نعم میں غرق ہو چکے تھے عیش و انکی طبیعتوں میں گہر کر گیا تھا۔ بہو کے سنگے اونٹ چرانے والے آدمیوں سے ایسے نوک دم بہاگے کہ پیچھے چڑکے بھی نہ دیکھا ہم اسکے قائل نہیں کہ اوس زمانہ کے مسلمانوں اور حضرت خالد بن ولید یا جناب عمر فاروق میں کوئی کراست تھی بلکہ کراست سے بڑھ کے معجزے تک اونکا رتبہ

پہنچ گیا تھا وہ مجزہ اولکایہ تھا کہ اون مقدس لوگوں کے پاک دل رشک و حسد اور کینہ سے بالکل
 برسرِ آہ تھے۔ تعیش اور دنیا طلبی پاس نہیں پہنکنے پاتے تھے باہم برادرانہ محبت رکھتے تھے اتفاق
 بہرِ پورا پورا قبضہ حاصل تھا اور اونکی محبت یا دشمنی جس سے ہوتی تھی خدا کی واسطے ہوتی تھی نہ کسی
 ذاتی غرض اور نفسانی مطالب اور ذہنوی فائدہ کے لئے اسی سبب سے شجاعت اور بہادری
 ہمت اور دیہی اور مستقل مزاجی اونہیں تھی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو دنیا کو لات مارے تھے مگر دولت
 دنیا اون پر قربان ہی ہوتی تھی۔ اونہیں کی کمائی کتنی تک ہم روسیہاہ کہاے چلے جاتے ہیں۔
 ہاں اگر کوئی اس چودھویں صدی والایہ فرماے کہ یہ سب باتیں جو تم بتاتے ہو اونہیں تھیں تو
 مگر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خدا اونکی مدد کرتا تھا۔ اسکو ہم بھی خوشی سے مان لینگے مگر یہ عرض
 کریں گے کہ حضور خدا اوسی کی مدد کیا کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے۔

القصہ پہلے حملہ میں مسلمان تہرہ رسا کے پیچھے ہٹا دئے گئے اور قلعہ والوں کو اتنی ہمت
 ہوئی کہ اونہوں نے باہر نکلکے بھی حملہ کیا مگر بڑی خوزیزی کے ساتھ پسپا کر دے گئے اور مسلمانوں
 نے بڑے استحکام سے دشمن کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا کہ کیکو دمشق کے پہاٹک کے باہر قدم
 رکھنے کی جرات نہیں تھی۔ اکثر لوگوں نے دمشق میں اس امید پر صلح نہ کی کہ آگے چلکے اور نرم
 شہر طین مسلمانوں سے قبول کرالینگے۔ اسوقت ایک یونانی ہرقل کا داماد طامس نامی دمشق میں
 مقیم تھا گو وہ کسی عہدہ پر سر فراز نہ تھا لیکن اپنی شجاعت اور قابلیت کے باعث چار دانگ عالم میں
 مشہور تھا۔ اوسنے سب دمشقیوں کو جمع کیا اور بڑی فصاحت و بلاغت سے گفتگو کی جسکا حاصل
 یہ تھا کہ یہ مسلمان ننگے۔ بہو کے۔ جنگلی۔ اور قواعد سے نابالغ محض ہیں صرف چند روز تک انکا ایسا
 جوش و خروش رہیگا اور میری رائے میں تو نہ خوف ہی خوف اور نہکا دور دور تک پہیلگیا ہے
 گو اوسنے خوب ہی زور لگایا اور بہت کچھ کما سنا مگر لوگ نہ مانے آخر جب اوس سے کچھ نہ بچی

تو کئے لگا کہ اچھا مجھے آگے کرلو اور میرے ساتھ لڑنے چلو۔ اسپر لوگ کچھ راضی ہوئے اور طامس کو سردار بنانے کے لڑنے نکلے۔ حضرت خالد بن ولید رات ہی کی ہو اسے کچھ سمجھ گئے تھے کہ ضرور دال میں کالا ہے اس لئے رات کو اپنے آدمیوں سے کہدیا تاکہ آج سونے کا موقع نہیں ہے مجھے مایوسانہ حملہ کی ہوا آتی ہے۔ ہوشیار نہ ہنا۔ بھائیو دنیا آرام و آسائش کی جگہ نہیں ہے۔ مسلمان تو قبر ہی میں پائون پہلا کر سویا کرتے ہیں۔ اودھر عیسائی نزار و قطار آنسو بہاتے جاتے تھے اور جنگ کی تیاریاں کرتے جاتے تھے۔ قصہ مختصر دونوں طرف وہ رات آنکھوں میں کٹی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ علی الصبح پادری انجیل اور صلیب ہاتھ میں لئے ہوئے اوس دروازہ پر آکر ٹرے ہوئے جس سے اندر کی فوج باہر لڑنے کے لئے نکلتے والی تھی۔ دمشق کی فوج ایک جنازہ روان معلوم ہوتی تھی جو گزرتا تھا انجیل پر ہاتھ رکھتا جاتا تھا یہاں تک کہ جب وقت طامس اوس دروازہ پر پہنچا ہے تو او سے انجیل پر ہاتھ رکھنے کے صلیب کو بوسہ دیا اور آسمان کی طرف دیکھ کر باپ شرم پکارا کہ اے اللہ۔ اے اللہ۔ اگر ہمارا مذہب عیسائی سچا ہے تو ہماری مدد کر اور ہمیں دشمنوں کے قبضہ میں نہ رکھ۔ مسلمان بھی رات بھر کے جاگے دمشق کے دروازوں پر انگلیں لگائے کھڑے تھے کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظور میں آتا ہے۔ یکا یک پہاٹک کھلا اور عیسائی فوج باہر نکلی مسلمان جو ہر وقت انگلیں پہاڑ پہاڑ کے فریق ثانی کی نقل و حرکت کے نگران رہتے تھے اونپر حملہ آور ہوئے مگر نصیبوں سے جو اونپر گون کے ذریعہ سے پتھروں کے سینہ پر سارے گئے اس لئے وہ پیچھے ہٹ آئے۔ طامس کا لشکر آگے بڑھا۔ العظمتہ للہ۔ سخت خوریز اور بڑی خوفناک لڑائی ہوئی کہ جس سے پتھر کے جگر پانی ہوتے تھے۔ طامس خود ایک نامی تیر انداز تھا اون سے چُن چُن کے اچھے اچھے مسلمانوں کو شہید کیا ان میں من حضرت ابان بن زید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جناب ابان کو زہر میں سمجھ ہوئے تیر لگے تھے ہر چند زخموں کو باندھا مگر خون کی دہا ریں نہ بند ہوئیں جب وہ

کرنے لگے تو لوگ اوٹکو خیمہ میں آئے۔ اونکی شادی حال ہی میں قوم حیمار کی ایک عورت
 سے ہوئی تھی اوس قوم کی عورتیں بھی بڑی تیر انداز ہوتی تھیں۔ بیوی نے جب شوہر کی یہ روی
 حالت سنی تو دوڑی مگر اونکے پہونچنے تک حضرت ابان کا انتقال ہو چکا تھا۔ جب بیوی نے
 شوہر کی لاش دیکھی تو نہ روئیں نہ افسوس کیا صرف یہ کہا کہ پیارے تم تو اچھی جگہ خدا کے پاس
 پہونچ گئے بڑے آرام سے رہو گے مگر میں تمہارے خون کا بدلہ ضرور لوں گی اور مقرب تم سے
 بہشت میں آؤں گی۔ میں نے اسی وقت سے اپنے آپ کو خدا کے لئے وقف کر دیا۔ یہ کہا اور اوقیت
 اپنے شوہر کا تیر و کمان لیکر طامس کی تلاش میں لڑنے پہونچیں۔ جہان طامس اڑ رہا تھا وہاں
 حضرت ابان کی بیوی نے ایک تیر چالایا جو علیہ دار کے ہاتھ میں لگا جس سے عیسائی فوج کا جنڈا
 زمین پر گر پڑا۔ مسلمانوں نے پک کر اڑٹھ لیا۔ طامس خود لپکنے والوں کے پیچھے لگا اور اپنے آدمیوں
 سے خفا ہو کے بولا کہ نشان چین لو خبردار جانے نہ پائے۔ یہاں جنڈا ہاتھوں ہاتھ حضرت
 شرجیل بن حسہ کے پاس پہونچ گیا تھا۔ طامس نے اون پر وار کیا۔ اونہوں نے نشان کو اپنے
 لشکر میں پہنکے یا اور خود طامس سے بھڑ گئے۔ اوسی وقت زوجہ ابان نے چرائیک تیر تاک کے
 جو مارا تو ٹیک طامس کی آنکھ پر بیٹھا۔ وہ چکر کما کے گرا چاہتا تھا کہ اوسکے آدمی جو نشان چوڑا رہے
 لئے دوڑے تھے۔ نشان کو چوڑ کر اوسکی طرف متوجہ ہوئے۔ طامس دشتی کے اندر پہونچا
 دیا گیا اور آنکھ کے زخم کی مرہم ٹپ کی گئی۔ اوسکے بعد اوسنے چاہا کہ میں پہر جا کے جنگ میں
 شریک ہوں لیکن کسی نے اُسے نہ دیا۔ مجبوراً اوسنے اپنی قیاسگاہ شہر کے پہاٹک پر مقرب کی
 جہان سے وہ جنگ کے تمام حالات دیکھ سکتا تھا اور جو چاہے حکم دے سکتا تھا۔ لڑائی بند
 نہ ہوئی بلکہ جاری رہی اور یہودیوں نے کلون سے خوب ہی تھرون اور ڈھیلون کی بارش کی
 جسکے باعث مسلمان فہیل دشتی کے پاس نہیں آنے پاتے تھے وہی دور رہتے تھے۔ رات کی

اندھیری نے طرفین کو مجبور کر دیا۔ لڑائی بند ہو گئی اور تمکے ماندے مسلمان زمین پر گر کے سو گئے۔
 طامس نے جو دیکھا کہ دمشق والوں میں گونہ گونہ ہمت آگئی ہے اسلئے حکم دیا کہ شہر کے
 ہر دروازے سے زوردار حملے کئے جائیں پس صبح ہوتے ہی تمام پہاٹک کھول دئے گئے اور
 سب طرف سے اکبار لگی حملہ کر دیا۔ مخالفین نے ایسی آہستگی سے تیاریاں کی تھیں کہ مسلمانوں کو
 مطلق خبر نہ ہوئی۔ خیر یہ گزری کہ اونکے باجون کی آواز نے سوتے ہوئے مسلمانوں کو جگا دیا ورنہ یہ
 پڑے سویا ہی کرتے اور وہ بکھو مار کوٹ کے چلے جیتے مگر باجے سنکر جاگے تو جھپٹا ہتھیاروں پر
 ہاتھ تھے۔ مخالفین نے ناگمان تو آہی لیا تھا خو نیزی ہونے لگی۔ خالد یہ حال زار دیکھکے
 درگاہ باری میں روئے اور چلا کے کہا کہ اے اللہ۔ اپنے مسلمان بندوں پر رحم کر۔ پھر چار ہزار
 سواروں کو اپنے ساتھ لیکر ادھر چھپے جدھر مدد کی ضرورت تھی۔ جس دروازہ سے طامس نے
 حملہ کیا تھا وہاں خطرناک جنگ ہو رہی تھی۔ یہاں شرجیل ایسے لڑے کہ جبکہ بیان نہیں ہو سکتا
 اونہیں کے ساتھ ساتھ حضرت ابان کی بیوہ تھیں۔ اونکے سب تیر ہو چکے تھے صرف ایک
 تیر باقی رہ گیا تھا۔ یہ دیکھکے ایک یونانی سپاہی نے اونکو گرفتار کر لیا اور لے گیا مگر اسی ایک تیر سے
 اہلخانہ ابان نے اس سپاہی کو جہنم رسید کیا آخر تیری ہر گرفتار ہو گئیں۔ اسی وقت شرجیل اور
 طامس میں دوبارہ ہو رہی تھی کہ جناب شرجیل کی تلوار طامس کی سپر پہ پڑ کر کن سے ٹوٹ گئی
 اور الگ جا رہی اور جناب شرجیل بھی پکڑی گئے چپ حضرت خالد اور عبدالرحمن نے دیکھا تو اپنے
 سواروں سمیت بجلی کی طرح کوند کے ادھر گر پڑے اور زوجہ ابان اور شرجیل کو دشمنوں سے چھین لیا
 اور وہ مار ماری کہ طامس کو پپا کر کے شہر میں گسیڑ دیا۔ اس دن کی لڑائی میں دشمنوں کا وہ لشکر
 زیادہ تباہ اور برباد ہوا جو دروازہ جانیہ سے باہر لڑنے کو آیا تھا۔ ادھر جناب ابو عبیدہ بن الجراح
 کام کر رہے تھے۔ اونکا مزاج نہایت متین اور تحمل تھا اس لئے اونہوں نے نہایت احتیاط

اور اطمینان سے اپنے لوگوں کو لڑایا۔ مگر عقیم نے جبروت حملہ کیا تھا وہ بھی خواب تازین زمین پر بخیر تھے۔ اسی گڑبڑ میں چونک کے اونہوں نے بہت بے پروائی کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور ایک منتخب اور مختصر سی جماعت مسلمانوں کی روانہ کی تاکہ وہ دشمنوں کو آگے بڑھنے سے روکے رہے۔ اتنا کام کر لینے کے بعد خود لڑائی میں مصروف ہوئے اور ہولے سے بے معلوم ایک رسالہ اس لئے بھیج دیا کہ وہ شہر کے پہاٹک اور دشمنوں کے لشکر کے درمیان پڑ جائے جب یونانیوں نے مسلمانوں کو اپنے آگے بھی دیکھا اور پیچھے بھی تو نہایت گہراے اور مالوسانہ لڑائی لڑے مگر جناب ابو عبیدہ کی کارروائی نے ایک کو بھی شہر میں نہ گھسنے دیا جتنے دروازہ جا بیہ سے باہر نکلے تھے اتنے وہیں کے وہیں رہ گئے اور مسلمانوں کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ آج رات کو بھی ویسی ہی جنگ ہوئی جیسی کہ دن کو ہوتی رہی تھی۔ عیسائیوں کو ہر جگہ شکست ملتی اس لئے وہ ہماگ کے شہر میں جا گئے اور نہراون مُردے میدان میں پڑے چھوڑ گئے۔ اونکے ہماگتے وقت بھی مسلمانوں نے شہر کے دروازوں تک اونکا تعاقب کیا مگر یہودیوں کے پیہرون اور ڈھیلوں نے اونکو تفصیل کے نیچے سے بھاگوا یا۔

مسلمان متواتر دو مہینے بارہ دن دمشق کو گھیرے پڑے رہے۔ آخر با شندگان دمشق میں لڑنے کا دم نہ رہا مجبوراً لاچار ہو کے صلح کا پیام بھیجا۔ طامس نے ہر چند سمجھایا کہ میں نے ہر قل کو مدد کے لئے لکھا ہے وہاں سے فوج آتی ہوگی مگر وہ شقیوں نے اس کے کہنے کو نہ مانا۔ وہ ایسے خوف زدہ ہو کے ہمت ہار گئے تھے کہ خالد کے پاس اپنے آدمی پیام لیکر بھیج ہی دئے اور دہر سے یہ جواب ملا کہ ہم صلح تو درکنار جنگ میں مہلت بھی نہیں دینا چاہتے کیونکہ طامس تمہارے پاس ہے وہ ہمیشہ تمکو بہکاتا رہیگا اور تم دم لے لیکے اور تازہ ہو ہو کے ہمسے لڑتے رہو گے کہن ہماری ہی جانیں ہلکان ہو گئی تمہارا کیا جائیگا اس لئے ہمنے دائق عزم کر لیا ہے کہ تمہیں تلوار کی

زور سے سید ہاکرین تاکہ غنیمت میں کچھ مال بھی ہمارے پلے پڑے۔ شہر والوں نے سوچا کہ
 خالد تو بڑے تیز مزاج ہیں ان سے ہرگز کام نہ لکلیگا لہذا یہ استدعا ابو عبیدہ بن الجراح سے
 کی جاسے جو بڑا بار اور حلیم الصبر ہیں۔ پہلے تو اپنی بیبکے اذکار عندیہ دریافت کیا پھر رات کو کچھ
 پیادری اور سو آدمی پوشیدہ باب جابیہ سے اونکے پاس پہنچے۔ وہاں جا کر چودہ دیکھتے ہیں تو
 مسلمانوں کے ایک اعلیٰ افسر یعنی ابو عبیدہ کو پہنچے پرانے پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے اور
 جحرہ کے خیمہ میں نہیں پریشے پایا۔ اوہوں نے جناب خالد کی طرح اونہیں دور ہی سے پشکار نہیں
 بتائی بلکہ اونکے بیان کو ٹنڈے دل سے خوب کان لگا کے سنا اور ہوئے سے یہ جواب دیا کہ
 بہائیو۔ نہ ہمیں مال غنیمت کی پرواہ ہے نہ تیرے سے کچھ مطلب رکھتے ہیں۔ ہم تو ازراہ ہمدردی
 حکم کیو سمجھاتے ہیں کہ تم سب اپنے دین باطل کو چوڑ کے مسلمان ہو جاؤ پھر ہمارے جگر کے ٹکڑے
 اور انگون کے تارے ہو۔ گرم ہو ہے کو ٹنڈا کا ٹا کر تا ہے۔ ہو لے سے جو سنا۔ لوگوں کی
 سمجھ میں آگئی اور اسی وقت معاہدہ بدین مضمون لکھا گیا کہ شہر کا قبضہ مسلمانوں کو دیدیا جائیگا اور
 مخالفت ادن سے نہ ہوگی۔ جو باشندے شہر کو چوڑنا چاہیں وہ بہولت اپنا مال و اسباب
 لیکر بے کٹکے شہر سے جہاں چاہیں جاسکتے ہیں کوئی مسلمان ادن سے آنکھ نہ ملائیگا۔ اور
 سات گرجے اونکے چوڑ دئے جائینگے یہ باتیں طے تو ہو گئیں مگر حضرت ابو عبیدہ نے دستخط
 اوس دستاویز پر اس لئے نہیں کئے کہ وہ سپہ سالار نہ تھے جناب خالد کے ماتحت تھے ہاں
 اون لوگوں سے کہدیا کہ کل یہ معاہدہ مکمل ہو جائیگا تم مطمئن رہو۔ جب یہ شرطیں طر فین سے منظور
 ہو گئیں تو دمشق والوں نے باب جابیہ کو لایا اور جناب ابو عبیدہ بن الجراح سو آدمی اپنے ساتھ
 لیکر شہر کا قبضہ لینے چلے۔

ادھر تو یہ ہو رہا تھا اب مشرقی دروازہ کا تماشا لحاظ فرمائے کہ عمرو کے بہائی کے مارے جائیگا

خالد بن ولید کو بہت ستار ہاتھا۔ اسی حالت میں ایک سپاہی یسوع نام شہر سے باہر آیا اور خالد سے عرض کی کہ اگر آپ میری اور میرے خاندان کی جان بخشی کریں اور ہم سب کی حفاظت کے ذمہ دار ہوں تو میں آپ کو ایسا راستہ بتا دوں گا جس سے آپ مہ اپنے لشکر کے باسانی شہر میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت خالد نے اوس سے حفاظت جان و مال کا وعدہ کر لیا۔ یسوع مسلمانوں کو اپنے گھر میں لے گیا۔ جہنوں نے دربانوں کو مار کے مشرقی دروازہ کو کھول دیا اور ”اللہ اکبر“ کی صدا بلند کی۔ جسکے سنتے ہی خالد لشکر لیکر اندر گھر میں پڑے اور قتل عام کا حکم دیدیا۔ اب کیا تھا جہاں ہر دیکھو غیاغ اور شپاشپ کی آواز کے سوا اور کچھ اگر سنائی بھی دیتا تھا تو ”رحم کرو رحم کرو“ کی صدا تھی جسکے جواب میں خالد یہ کہہ دیتے تھے کہ اب کافروں پر رحم نہیں کیا جاسکتا۔ اوسوقت دمشق کے ہر گلی کوچہ سے خون کے دریا جاری تھے۔ آخر اسی حالت سے خالد اور انکا لشکر جب مریہم کے گرجے تک پہنچا ہے تو سامنے سے کیا دیکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ اپنے آدمیوں کے ساتھ آ رہے ہیں مگر تلواریں سبکی نیام میں ہیں اور عورتیں اور بچے دعائیں دیتے ہوئے اونہیں گھیرے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ نے جو اپنے سامنے سے خالد کو شمشیر بہتہ ہاتھ میں لئے ہوئے آتے دیکھا تو ماتھا ٹٹکا اور بولے غضب ہو گیا مگر ہوش سنبھال کے حملہ کی آگے بڑھے اور انکو ٹٹنڈا کرنے کے لئے مسکرا کے فرمایا کہ یا امیر۔ مبارک ہو! آپ نے بغیر خون ریزی کے صلح سے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ حضرت خالد نے خفا ہو کے جواب دیا کہ نہیں ہنسنے تلوار کے زور سے اس شہر کو لیا ہے۔ ان کافروں کو ہر گز پناہ نہ دیجائیگی۔ ابو عبیدہ نے خالد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ آگے نہ بڑھئے کیونکہ میں انہیں امان دیکچا ہوں۔ دیکھو یہ عہد نامہ موجود ہے۔ خالد نے کہا۔ تم نے بغیر میرے حکم کے عہد نامہ کیسے لکھا تمہیں یہ نصب حاصل نہ تھا لیکن ابو عبیدہ نے خالد کو راضی کر لیا اور وہ بات رفت و گذشت ہو گئی۔

روایت ہے کہ جب جناب ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن الولید سے یہ کہا کہ میں نے عہد نامہ لکھ دیا ہے اور یہ جو کچھ لکھا گیا ہے منظر حصول منفعت کیا گیا ہے اور میرے لشکر کے جتنے مسلمان ہیں سب یہی چاہتے تھے اب قتل عام ہرگز جاری نہیں رہ سکتا تو خالد بگڑ گئے اور فرمایا کہ تین مہینے صوبہ کب حال ہو جو میری مرضی کے خلاف عہد نامہ کر لیا۔ کیا تم میری ماتحت اور میں تمہارا بالادست افسر نہ تھا۔ خدا کی قسم اس کے ثبات کر نیکیے لئے میں دمشق کے ایک باشندہ کو بھی زندہ نہ رہنے دوں گا۔ اوسوقت بہت سے دیگر مسلمان افسر بھی ابو عبیدہ بن الجراح کی طرف داری کرنے لگے اور جناب خالد رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑے کہ آپ کو عہد نامہ منظور کرنا پڑیگا۔ اسی رد و بدل میں حضرت خالد کی فوج کو بے صبری ہوئی اور اونہوں نے پہلے قتل عام شروع کر دیا۔ جناب ابو عبیدہ گہرے اور فرمایا قسم ہے اللہ کی۔ میری کچھ وقعت نہیں کیونکہ میرا عہد جو تھے کے لئے روندنا جاتا ہے اور فوراً اپنے گھوڑے کو اڑا لگا کے قاتلون کے پاس پہنچے اور انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیکھ کر فرمایا کہ جب تک میں اور خالد بنٹ نہ لیں اوسوقت تک قتل موقوف رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک نے لوگوں کو کھپکھپا دیا اور کشت و خون ملتوی رہا۔ پھر ابو عبیدہ اور خالد ملے مریم کے گرج میں چلے گئے۔ وہاں دونوں صاحبوں میں بحث ہوئی۔ خالد کسی طرح مانتے ہی نہ تھے حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا کہ آپکا اصرار بالکل خلاف مصلحت ہے ابھی ہم کو اس نوح کے بت سے شہر فتح کرنا ہیں جب یہ بات مشہور ہو جائیگی کہ ہمارے ہاں ماتحت افسروں کی بات بے وقعت ہوتی ہے تو چاروں طرف ہماری بے اعتباری پھیل جائیگی اور لوگ بھی نظیر ہر وقت پیش کر دیا کریں گے کہ جب دمشق میں یہ حال ہو چکا ہے تو مسلمانوں کے عہد کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کوئی ہمارے معاہدہ کا بے وسارہ کرے گی جب تک لوگوں کے دم میں دم نہ بیگا اوسوقت تک ہم سے لڑا ہی کریں گے اور لڑائی کبھی ہمارا پیچھا

تہ جوڑی گی اور حق بجانب ہمارے مخالفین کے ہو گا کیونکہ جب ہماری بات کا اعتبار نہیں تو لوگ ہماری سرداری کیوں قبول کرنے لگے تھے۔ خالہ عہدہ نامہ کی ہر شرط سے ناراض تھے اور ان کا دل ابو عبیدہ کی رائے کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا تھا لہذا ابو عبیدہ نے زور دیکر یہ کہا کہ آپ اب کسی طرح مانتے ہی نہیں تو ہم یہ مقدمہ خلیفہ کے سامنے پیش کرینگے اور جیسا حکم وہاں سے آئیگا وہ قطعی سمجھا جائیگا بغیر فیصلہ خلافت کے آپ ان لوگوں کو قتل نہیں کر سکتے آخر خالہ بھی خاموش ہو کر باسندگان دمشق میں سے اکثر نے دمشق ہی میں رہنا چاہا مگر بعضوں کی یہ رائے ہوئی کہ ہم طامس کے ساتھ انطاکیہ چلے جائیں۔ طامس نے درخواست کی کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو پروانہ راہداری ملے تاکہ اثنائے راہ میں کوئی مسلمان ہم سے آنکھ نہ ملا سکے۔ جناب خالہ نے بڑی مشکل سے انہیں تین دن کی مہلت دی کہ ہم تین دن کے اندر تم پر حملہ آور نہ ہونگے اس عرصہ میں ہماری عملداری سے باہر نکلیاؤ مگر شرط یہ ہے کہ سوائے کمانیکے اور کچھ اپنے ساتھ نہ لیجائے پاؤ گے۔ اس پر جناب ابو عبیدہ بول اٹھے کہ ہمیں یہ لوگ اپنا مال و اسباب بھی اپنے ساتھ لیجائینگے کیونکہ میں اسکا وعدہ ان سے کرچکا ہوں۔ اسکے بعد انہیں حکم ہوا کہ نئے جاؤ ہتیار لیکر نہ جاسکو گے۔ ابو عبیدہ نے پہر خالہ کو روکا اور انہیں اس بات پر راضی ہونا پڑا کہ جتنے ہتیار حفاظت خود اختیار کری اور ڈاکوؤں سے بچنے کے لئے دیکار ہوں اور تنہا رہے جاسکتے ہو۔ جسکے پاس تیر کمان ہوا وہ سے بہا لایا جانے کی ضرورت نہیں۔

طامس اور ہم ہمیں اس جانیوالے قافلہ کے سردار بنے اور دونوں نے اپنے اپنے خیمے شہر سے باہر چراگاہیں کھڑے کر دیئے۔ وہیں سب اونکے ساتھ والے جا جا کے جمع ہونے لگے۔ اونکے مال میں ہر قتل کی ایک عبا جو ہرات سے معرق بڑی بیش بہا تھی۔ آخر شبہوں نے مل ملا کے بعد حسرت و یاس وہاں سے راہ غربت اختیار کی۔ وہ سب

بڑے عالی خاندان اور ناز و نعم کے پلے ہوئے۔ نہایت مغرور و بہادر تھے اور مخلون میں رہتے رہتے اونکے دماغ عرش پر پہنچ گئے تھے اور زمین میں طامس کی بیوی جو ہر قل کی بیٹی تھی شامل تھی۔ اس وقت بڑے آدمیوں اور روتی ہوئی عورتوں اور سبھے ہوئے بچوں کو اس مایوسی کی حالت میں اپنے اپنے گھر وں سے نکلتے ہوئے دیکھنا بہت افسوسناک منظر تھا وہ نازوں کے پلے اس وقت جنگلوں اور میدانوں کی طرف جا رہے تھے جنہوں نے کبھی فرش سے آگے بڑھنے زمین پر پیر ہی نہیں رکھا تھا۔ اکثر لوگ مڑ مڑ کے شہر کے میناروں اور برجوں اور مخلون اور باغوں کو دیکھتے جاتے اور زار و تھار روتے تھے اور جو وقت یہ خیال اونکے دلوں میں آتا تھا کہ ایک وقت وہ تھا کہ ہم ان عالی شان مکانات میں عیش سے بسر کرتے تھے یا ایک وقت یہ ہے کہ ان کے مالک دوسرے ہیں تو اونکی چا تیاں پھٹتی تھیں اور کوہ غم پیسے ڈالتا تھا اور سینے کو ٹٹتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا مگر ان مغرور مکرشوں نے تعصب مذہبی اور مسلمانوں سے رشک و حسد ہونے کے باعث وطن سی پیاری چیز چھوڑنا اختیار کی اور دمشق میں رہنا قبول نہ کیا اور نہ حضرت ابو عبیدہ اونکے ایسے آڑے آگئے تھے کہ کوئی دمشق میں ان سے آنکھ نہیں ملا سکتا تھا۔ دمشق کی لڑائی کو مورخوں نے بڑی سخت اور خطرناک بتایا ہے کہتے ہیں کہ اس سے سخت دنیا میں آج تک کوئی معرکہ نہیں ہوا جس میں ابتدا سے کامل کامیابی تک مسلمانوں کا ایک سال سے زیادہ گھل گیا۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اتنا مال یا نہ نکلی جانے کا کمال رنج تھا مگر خالد اسکی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔ اونکی ہمتیں بڑھی ہوئی اور جو صلے عالی تھے چنانچہ انہوں نے ضرار سے فرمایا کہ کچھ غم نہیں ہم ایک ایک تنکا ان سے واپس لے لینگے یہ مال ہمارا ہے جاتا کہاں ہے۔ اس وقت اپنے آدمیوں سے فرمایا کہ اچھا مگر میں کہو لو آرام کر کے تازہ دم ہو جاؤ اور متعدد ہر دو تین دن کے

یعدان کا تعاقب کیا جائیگا۔

اب شہر کے غلبہ کی بابت ابو عبیدہ و او خالہ میں اختلاف ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ فرماتے تھے کہ یہ شہر دالون کا ہے اور جتنا اب خالہ کی رائے تھی کہ نہیں یہ ہمارا ہے اس کے فیصلہ میں بھی ایک دن صرف ہو گیا اسی میں خالہ کا ارادہ طامس وغیرہ کے تعاقب کرنا جاتا رہا تھا کہ یونس اور مکہ پاس آیا اور عرض کی۔ میں ایسے مختصر راستہ سے پہاڑوں میں ہو کر تمہیں بچلوں گا کہ یقیناً تم جلا وطنوں کو پا لو گے۔ اور کیا وعدہ قبول کیا گیا۔ جلا وطنوں کی روانگی کے بعد چوتھے دن خالد رضی اللہ عنہ نے چار ہزار سوار اپنے ساتھ لئے اور یونس کے مشورے سے سبھوں نے یونانی لباس پہنا اور تعاقب کو روانہ ہوئے۔ کچھ دور تک تو جلا وطنوں کے گھوڑوں وغیرہ کے پیروں کے نشانوں کے سرخ برچھے گئے یہاں تک کہ کوہ لبنان کے قریب پہنچے وہ نشان گم ہو گئے۔ مسلمانوں کو تشویش ہوئی مگر یونس بولا کہ یہاں نہیں معلوم ہوتا کہ وہ لوگ یہاں سے راہ ہو گئے ہیں اب وہ تمہارے ہاتھوں سے بچکے نہیں جاسکتے پس مسلمان برابر چلے گئے اور کہیں نہ ٹھہرے۔ البتہ جہاں نماز کا وقت ہوتا تھا وہاں صرف نماز پڑھنے کے لئے توقف کرتے تھے۔ جب پہاڑوں کی چوٹی پر پہنچے ہیں تو ناہموار چٹانوں سے تکلیف ہونے لگی۔ گھوڑوں کے نعلوں سے آگ کے شعلے پیدا ہوتے تھے اس لئے نعل بھی نکال دئے گئے۔ بہت سے گھوڑے پتھروں کی ٹھوکروں سے لٹکڑے ہو گئے اس لئے سوار اوتر پڑے اور پیدل چلتے لگے۔ کپڑے جھاڑیوں میں اور لہجہ اور لہجہ کے پٹنگے۔ ایسی مصیبت اون پر کہی نہ پڑی تھی۔ لوگ شکایت کرنے لگے اور کہا کہ اب ہمیں قیام کرنے دو تاکہ گھوڑوں میں بھی جان آجائے اور ہم بھی دم لیں خالہ نے یونس کو بلایا اور اس پر بہت خفا ہوا کہ تو نے ہمیں کس مصیبت میں مبتلا کر دیا یونس بولا کہ میرے ساتھ ذرا آگے چلکے تو دیکھو۔ خالہ نے

وہاں جا کے جو بلا خطہ کیا تو تازہ بتازہ نشان سمون کے پائے گئے جس سے معلوم ہو گیا کہ اب جلاوطنوں کا قافلہ ہم سے قریب ہے۔ خالہ خوش ہو کے واپس آئے اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ اچھا قدرے قلیل آرام کر لو۔ چند ہی گھنٹوں کی آسائش کے بعد پھر روانہ ہوئے۔ جیلہ اور لوڈولیشیا کے سامنے چلے جاتے تھے کہ اونہین مقامات کا رہنے والا ایک دیہاتی ملا اوس سے معلوم ہوا کہ ہر قل نے جب سنا کہ دمشق کے جلاوطن انطاکیہ آتے ہیں تو اونہین راستہ ہی میں روک دیا ہے تاکہ وہ انطاکیہ پہنچ سکے وہاں والوں کو بھی مسلمانوں کے کارنامے سنا سنا کے کم ہمت نہ بنائیں اور اوپر ہی باور قسطنطنیہ بھیج دیا ہے۔ پس خالہ کے ساتھ والوں کو اور بھی زیادہ امیدوں سے دوچار ہونے کی ہو گئی۔ لیکن خالہ کو یہ خبر سہی لگی کہ ایک اور لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے تیار ہو رہا ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان بین صرت ایک پہاڑ محال ہے اونہین خوف ہوا کہ کہیں ہمارے پیچھے وہ لشکر دمشق پر حملہ نہ کر دے یا یہیں بھی نہ آ پڑے۔ علاوہ برین اونہوں نے ایک پریشان خواب بھی دیکھا تھا جسکی تعبیر حضرت عبدالرحمن نے نہایت خوب دی تھی لہذا تعاقب جاری رہا۔ اسی اثنائیں رات کو ایک بڑا بھاری طوفان بھی آیا خوب ہی پانی برساکہ آدمی اور جانور سب پریشان ہو گئے۔ سانس بھی ہمارے بہادر کے نہیں آگے بڑھتے چلے گئے۔ دمشق چھوڑ آئیں وہاں سے بہت قریب تھے لہذا یہ ارادہ کیا گیا کہ اونکو غارت کر کے کچ ہی واپس ہونا چاہئے۔ رات کے رخصت ہوتے ہی صبح کو اوردور ہو گیا اور آفتاب عالمتاب نے اپنے معمولی جاہ و جلال سے آسمان کا دورہ شروع کیا اور چاروں طرف روشنی ہو گئی۔ حضرت سید الد القمار جناب خالہ نامدار معہ اپنے ہمراہیوں کے آگے بڑھے ایک سپرہ زار پہلا پہلا مختلف پہلوں کی خوشبو سے معطر نظر آیا۔ اسی میں ایک چشمہ کے کنارہ جلاوطنان دمشق کا قافلہ بڑا ہوا تھا۔ رات کے طوفان کی تکلیف سے پریشان ہو کر بعض

گماں پر پڑے ہوئے سو رہے تھے اور بے گماں رہے تھے۔ تمام گماں پر بے گماں ہوئے
 رنگین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مسلمان بھی کوہستانی راہ کی تکالیف سے مضمحل ہو گئے تھے
 اس خوشنما منظر نے اونکے کھلائے ہوئے دلوں کو یہی بے گماں کر دیا۔ حضرت خالد کی مجلس
 آنکھیں قافلہ ہی کی تلاش میں تھیں اور وہ نو مسلم رہنما یعنی یونس اپنی معشوقہ کی جستجو میں محو تھا اور
 اون عورتوں کی طرف تاک لگاے تھا جو ایک خیمہ کے باہر گماں پر لٹی تھیں۔ خالد رضی اللہ عنہ
 نے تو اپنا کام کیا یعنی قافلہ کو دیکھ کے اپنے لشکر کے چار حصے کر ڈالے۔ ایک پر ضرار کو دوسرے
 پر رفیع ابن عیمہ کو تیسرے پر عبد الرحمن بن ابی بکر کو سر دار کیا۔ اور چوتھا اپنی حکومت میں رکھا اور
 حکم کیا کہ پہلے ایک حصہ قافلہ پر جا کرے پھر دوسرا حصہ حملہ کرے اور اسی طرح یکے بعد دیگرے ہر ٹکڑی
 چلتی جائے۔ تاکہ دشمن کو ہماری تعداد سے اطلاع نہ ملے۔ اس کے بعد سب نے صبح کی
 نماز پڑھی اور قافلہ کی طرف چلنا شروع کیا۔ اس وقت قافلہ واسے بھی ہوشیار ہو گئے تھے۔ اونہوں
 نے جو کچھ لوگوں کو یونانی لباس میں اپنی طرف آتے دیکھا تو سمجھے کہ یہ کوئی اور قافلہ عیسائیوں کا
 ہمارے پاس آ رہا ہے۔ مگر جب حقیقت معلوم ہوئی تو طامس نے فوراً پانچزار آدمی مسلح اور
 تجزیہ کار جمع کئے اور مارنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ جنگ شدید ہوئی اور طامس اور خالد سے کلمہ
 بکھل دو بدو ہوئی۔ طامس ایک ضرب کما کے گرا۔ عبد الرحمن نے لپک کے اس کا سر تہج سے
 جدا کر لیا اور نیزہ کی صلیب پر چڑھا کے عیسائیوں سے کہا کہ دیکھو یہ تمہارے سردار اور عیسائیوں
 کے بادشاہ کے داماد کا سر ہے۔ حضرت رفیع بن عیمہ عورتوں کے گرفتار کر نیو چلے مگر عورتوں
 میں بھی اس وقت دلیری آگئی اور وہ مقابلہ کو تیار ہو گئیں۔ تہرا اور ڈھیلے پھینکنا شروع کئے۔ اونہیں
 طامس کی بیوی ہرقل کی بیٹی نہایت خوبصورت اور سر سے پیر تک جواہرات کے زیور سے
 لدی ہوئی تھی۔ جناب رفیع نے اسی کے گرفتار کرنیکی کوشش کی اور اسے ایک تہرا اور ڈھا کے

اونکے گھوڑے کے سر پر لاکھ گھوڑے کا سر پٹنگیا اور وہ مر گیا۔ ایک عرب تلوار اڑھٹا کے چاہتا تھا کہ اس کا سر اڑا دے لیکن وہ چلائی اور رحم کی خواستگار ہوئی اس لئے اسے گرفتار کر کے ایک معتبر آدمی کی نگرانی میں دیدیا۔ یونس اپنی مطلوبہ کے تلاش میں سرگرداں تھا۔ اس عورت کو پہلے تو اس کے مسلمان ہو جانے سے نفرت ہو گئی تھی اب کڑوا کر لیا اور نیم چڑھائی مثل ہو گئی یعنی وہ اس وقت کی بربادی کا باعث بھی اسی کو سمجھنے لگی تھی۔ یونس نے لاکھ طرح سے اپنی معافی چاہی مگر اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ میں اب تارک الدنیا ہو گئی قسطنطنیہ کے کسی عبادتخانہ میں فقیر ہو کے بیٹھ رہوں گی لیکن تیری صورت دیکھنا گوارا نہیں۔ جب یونس نے دیکھا کہ یہ کسی طرح مانتی ہی نہیں اسے بھی قید کر لیا وہ خاموش ہو کے گھاس پر بیٹھ گئی اور موقع کی منتظر رہی۔ آخر کار ایک تلوار جو کہیں سے اسے مل گئی تو خود کشی کر لی۔ اس اثنا میں خالہ ہر میں کی تلاش کر رہے تھے کہ اس نے پیچھے سے آ کے اونکے سر پر ایک تلوار ماری جس سے اونکا خود پٹنگیا۔ اگر دستار سر مبارک پر نہ پڑتی تو سر کی بھی خیر نہ تھی۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور مسلمانوں نے چاروں طرف سے دوڑ کے اسے پکڑ لیا۔ سب عیسائی قید ہو گئے یا مار گئے صرف ایک آدمی بچا تھا اسی نے بہاگ کے قسطنطنیہ میں اس عام تباہی کی خبر پہنچائی۔ یونس اپنی معشوقہ کے مرنے سے زار قطار روتا تھا کچھ تو مسلمانوں نے اسے سمجھایا اور کچھ رفیع بن عمیرہ نے سہارا دیا کہ ہم ہر قتل کی بیٹی تمہیں دیدینگے اور خالد رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ اگر ہر قتل فیر دیدیگو اپنی بیٹی کو ہم سے واپس نہ کر لیا تو ہم شہزادی کو تجھے ہی دیدینگے اس لئے یونس کو تشفی ہو گئی۔ اب ہم اپنے ناظرین کو یہ بتایا چاہتے ہیں کہ یہ شخص یونس کون تھا اور اسکی معشوقہ کون تھی آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ بننے اور لکھا ہے کہ دمشق کے محاصرہ کے وقت جناب خالد نے حضرت ضرار کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسوا سٹے متعین کیا تھا کہ وہ شہر کی تفصیل کے نیچے نیچے

گشت لگایا کرین اور شب و روز ہوشیار رہیں کہ اندر سے ننگ نکلے اچانک مسلمانوں پر حملہ کرنے پائین اور باہر سے اندر دہرہ پہنچنے پائے۔ اس حکم کے بموجب یہ ننگ ایک رات کو شہر کے گرد گوم رہے تھے کہ انہوں نے دور سے اُڑے کے ہنہانے کی آواز سنی اور قاتلان کے حردانہ سے ایک سوار نکلتے ہوئے دیکھا۔ یہ ننگ ایک غار میں چھپ رہے۔ جب وہ سوار اس کے پاس پہنچا تو اسے گرفتار کر لیا۔ اس کے پر تکلف اور عمدہ لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسخرزاد اور امیر آدمی ہے۔ اسے گرفتار کر کے آگے چلے تھے کہ ایک اور سوار اسی طرف سے آتا ہوا نظر آیا اور اسے اوس پہلے سوار کو یونس کے نام سے پکارا۔ مسلمانوں نے یونس سے کہا کہ اس دوسرے سوار کو بھی اپنے پاس بلا لیں یونس نے یونانی زبان میں اوس سے کچھ ایسی بات کہی کہ وہ دوسرا سوار پیچھے ہی بہاگ کے شہر میں جاگسا۔ مسلمان سمجھے کہ اس قیدی نے اوتے اپنی زبان میں کچھ سمجھا کے لوٹا دیا اسلئے یونس کو مار ڈالنا چاہا مگر اس خیال سے کہ خالہ ناراض نہو جائیں اوسے اونکے حضور میں لے آئے۔ وہاں یونس نے بیان کیا کہ میں دمشق کے ایک خاندان عالی سے ہوں۔ میری نسبت ایک حسین اور وضعدار عورت سے ہوئی تھی جسکا نام یودویشیا ہے مگر عورت کے ماں باپ نے دولت کی حرص سے بدعہدی کر کے اوسکی نسبت مجھ سے چھوڑالی اور ایک بڑے امیر آدمی سے کر دی ہے۔ چونکہ وہ عورت بھی مجھ سے محبت رکھتی ہے اسلئے آج ہم دونوں اپنے اپنے گھر وں سے بہاگے تھے۔ دربان کو ایک اشرفی دیکر دروازہ کھلوایا تھا لیکن بدقسمتی سے آپکے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا۔ وہ مجھ سے پیچھے تھی میں نے اوسکو شہر میں واپس کر دیا۔ جناب خالد رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر یونس سے فرمایا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو شہر فتح ہونے کے بعد ہم تمہاری منیگتیر یودویشیا کو تمہیں دلا دیں گے ورنہ ابھی تمہارا سترن سے اتارا جاتا ہے۔ یونس فوراً مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کی طرف سے

تو بہ لڑا۔ اور ہم یورپ ویشیا یونس کو مسلمانوں کی قید میں دیکھ رہی تھی سمجھی کہ مارا گیا اس لئے اس کے عشق میں جو کہ رما عبادت خانہ میں جا بیٹھی۔ جب اس کو نظر پڑا کہ اسلام نے دشت پر قبضہ کر لیا تو یونس ڈھونڈتا ڈھونڈتا اس کے پاس پہنچا۔ عورت نے جو دیکھا کہ اس نے اپنا مذہب بدل لیا ہے اس لئے اس سے نیراز ہو گئی اور کہا جا کہ بخت مجھے اپنا منہ نہ دکھا۔ پھر خود طاس اور ہریس کے ساتھ دشت سے نکل گئی یونس نے ہم چند خالہ کے پاس آکے ہاے تو بہ چٹائی کہ میری معشتہ قہ مجھے دلا دی جائے مگر حضرت خالہ نے جواب دیا کہ میں ابو عبیدہ بن الجراح کے معاہدہ سے مجبور ہوں اب کچھ نہیں کر سکتا۔ یونس خاموش ہو رہا مگر جب اس نے سنا کہ جناب سیف اللہ کا قصد جلاوطنوں کا بیچا کرنے کا تھا مگر اب حیر ہو جانے کے باعث انہیں تامل ہے اس واسطے خدمت اقدس میں حاضر ہو کے طلسم ہو کہ میں ایسے راستہ سے آپ کو لیچاؤنگا کہ آپ انہیں پکڑ لینگے۔ چنانچہ حضرت خالہ نے اس کی ترغیب سے جلاوطنان دشت کی طرف کوچ کیا۔

جب اس لڑائی سے فرصت ہوئی اور لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ہم اس تعاقب کی دہن میں ڈھکے میل تک دشمن کے ملک میں بڑھ آئے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عیسائی پیچھے سے ہمیں گھیر کے ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اس لئے حکم ہوا کہ اب تضرع اوقات کا موقع نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ مال غنیمت کو خچروں پر لادو اور قیدیوں کو محفوظ رکھو اور سر پر پانوں رکھو دشت کو چلو۔ اتنا راہ میں ناگہان ایک غبار اٹھا اور اوسمیں صلیب کے نشان دکھائی دئے۔ مسلمان بسم اللہ کر کے لڑنے کو تیار ہو گئے مگر طرف ثانی نے صلح کا پیام دیکر ایک بڑے پادری کو بھیجا۔ اس نے آکر خالہ سے التماس کی کہ ہر قل اپنی بیٹی کو آپ سے مانگتا ہے اور اس کے عوض میں بہت ساقند نذر کیا چاہتا ہے۔ خالہ نے جواب دیا تم اپنے بادشاہ کی بیٹی کو ہم سے مفت لیجاؤ۔ ایک لڑکی کو بیچتے ہوئے بھلا ہم کیا اچھے معلوم ہونگے مگر ہمارے طرف سے جا کے ہر قل سے یہ کہہ دینا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن

جلد آنیوالا سے جو ہم اس لڑکی کے بدلہ میں تجھی کو گرفتار کرینگے اور جب تک ہم تیرا ملک نہ لے لینگے اس لڑائی کو ہرگز نہ موتوت کرینگے۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے ہر میں کو جو مسلمان ہو گیا تھا بہت سی اشرفیاں دیکر فرمایا کہ تم قیدیوں میں سے جسے چاہو اپنے لئے خرید لو مگر اوسنے انکار کیا اور کہا کہ میں اب دنیا سے کچھ سروکار نہیں رکھتا میں نے مسلمان ہو کے خدا کو پایا اب میں اوسی کے کاموں میں لگا رہوں گا مجھے بہشت کی تمنا ہے چنانچہ اوسنے اشاعت اسلام میں بدل و جان کوشش کی اور جنگ یرموک میں شہید ہوا۔ روایت ہے کہ شہادت کے بعد حضرت رفیع بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ہر میں کو خواب میں عمدہ کپڑے پہنے ایک نفیس باغ میں گلگشت کرتے دیکھا پوچھا کہ میزان کی کیا ہے۔ ہر میں نے جواب دیا الحمد للہ والمننتہ بڑے مزے میں ہوں حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے اوپر بڑا فضل و کرم کیا۔ تیر حورین آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن میری خدمت کے لئے متعین فرمائی ہیں۔ اچھے اچھے باغ اور محل میرے رہنے کو مرحمت ہوئے ہیں بڑے عیش سے بسر ہوتی ہے۔ رفیع نے یہ ماجرا جناب خالد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ سیف المدبوع نے یہ اسلام پر فدا ہو جانے کے نتیجے ہیں۔ زہے قسمت اوسکی جسے یہ دولت عظمیٰ میسر آئے۔

حضرت خالد نامہ اپنے لشکر سمیت بخیر خوبی واپس آئے اور اپنے متفکر ساتھیوں سے ملے گویا سو کھے دھانوں میں پانی پڑ گیا۔ چاروں طرف مبارک سلامت کا غل مچ گیا خوشیاں ہونے لگیں۔ اب مال غنیمت تقسیم ہونے کی نوبت آئی۔ خمس جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں مدینہ بھی گیا تاکہ بیت المال میں داخل کیا جائے۔ اور ایک عرضی میں دمشق کے قبضہ اور جناب ابو عبیدہ کے اختلاط اور جلا وطنوں کے تعاقب کا حال مفصل عرض کیا۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اوسی دن دنیا سے فانی سے عالم جاودانی کو سدھار چکے تھے جس دن کہ دمشق فتح ہوا

آپ نے اس خبر کو نہ سنا۔

روایت ہے کہ جب ہرقل (ہرقلیوس) شاہ روم نے قوت اسلام کو روزِ بروز زیادہ ہوتے دیکھا اور معلوم کیا کہ مسلمانوں نے عرق کو اپنے زیرِ حکومت کر کے اب شام کی غرت تو جہ کی ہے تو قسطنطنیہ سے سورہ آگیا اور یاسی ہزار سپاہ وہاں سے اپنے ساتھ لایا جس میں مستنصر عرب اور مختلف فرقوں کے لوگ شامل تھے اور حصّہ میں قیام کر کے اپنے بھائی تراقوس تنوڈورس کو نوے ہزار کی جمعیت کے ساتھ فلسطین عمرو بن العاص کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ اپنے بیٹے نوزیو غس کو زید بن ابوسفیان سے لڑنے بھیجا۔ اپنے ایک ایسے تنوڈورس کو شمشیل بن حسہ سے جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ اور کیلیلاؤس نامی سردار کو ساٹھ ہزار سپاہ کے ہمراہ ابو عبیدہ بن الجراح کے مقابلہ کو روانہ کیا۔

اہل اسلام نے جو لشکر رومیوں کا مثل مور و بلخ کے دیکھا تو نہایت حزم و احتیاط سے ایک جگہ مستحکم یرموک نام میں مجتمع ہو گئے۔ ایک طرف یرموک کی پہاڑیوں اور دوسری طرف سے واقعہ کو اپنی پناہ بنالیا اور تین ماہ کا مل حضرت خالد بن ولید کے انتظار میں رومیوں کے سامنے ڈیرے ڈائے پڑے رہے۔ رومیوں نے مسلمانوں کا مجمع جو یرموک میں دیکھا تو خود بھی مختلف فرقوں کو جلدی جلدی فراہم کرنے لگے۔ اس عرصہ میں جناب سیف اللہ بھی تشریف لے آئے اور سوت لشکر اسلام کی تعداد صرف چھیالیس ہزار تھی۔ انہیں سے چھ ہزار آدمی جناب خالد نے عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ کر کے انہیں گرد و نواح کے امن و امان کے لئے بھیجا۔ بعض مورخین کا قول ہے کہ محاربہ یرموک ۳۵ھ میں واقع ہوا تھا جبکہ عمر فاروق خلیفہ تھے۔ القصبہ جناب خالد نے انہیں عکرا سلام کے چالیس حصہ ہزار ہزار آدمیوں کے کر کے انہیں مختلف مقامات میں متعین کر دیا۔ اس وقت ایک رومی امیر یو غوس نام جناب خالد کی ملاقات کو آیا اور حال اسلام

اور کیفیت پیغمبر انام صلی اللہ علیہ وسلم اون سے دریافت کی۔ حضرت سیف اللہ نے تیغ زبان سے وہ وہ دلائل قاطعہ بیان فرمائے کہ زنگ کفر اسکے لوح دل سے دور ہو گیا اور وہ صدق دل سے مسلمان ہوا۔ ایک طرف سے تو یو رغوس کے ایمان لانے اور دوسری طرف سے خالد کی ہمت و جرات اور عراق کی فتحندیوں نے رومیوں کی رستی گم کر دی اور خالد کی مصورت دیکھتے ہی مسلمانوں کی دلیری اور شجاعت دن دونی اور رات سوائی ہونے لگیں۔ لشکر اسلام نے انتظام تمام کے ساتھ رومیوں پر حملہ کر کے بازار گیر و دار کو ایسا گرم کر دیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں رومی دلاوران اسلام کی قرب تیغ و شان آتش و شان کی تاب نہ لاکے ہماگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں نے اونکا تعاقب کیا۔ بہت سے محققون نے بیان کیا ہے کہ دادی اور اوقوصہ میں نوے ہزار رومی مار گئے جنہیں امرا بھی بکثرت کام آئے۔ ہر قل کا بہائی تو رورس ہی انہیں مقتولوں میں تھا۔ امراے اسلام میں سے عکرمہ بن ابو جہل۔ یو رغوس تو مسلم۔ عمرو بن عکرمہ۔ سلمہ بن ہشام۔ سعید کے دو بیٹے عمر اور ابان۔ ہشام بن العاص۔ ہبار بن سفیان۔ طفیل بن عمرو اور خالد بن سعید شہید ہوئے۔ خالد بن سعید کی لاش کا پتا نہ لگا۔ اونکی جاے شہادت میں ہی لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بعض مورخون نے لکھا ہے کہ وہ مرج الصفر میں شہید ہوئے۔ اس لڑائی میں ابو سفیان کی شجاعت و دلیری خوب ظاہر ہوئی۔ مخالفین اسلام کے ایک تیرے اونکی ایک آنکھ بھی بیکار ہو گئی۔

اس فتح کے بعد امراے اسلام کے تیزے اور شمشیرون نے بصری الشام پر قبضہ کر لیا۔ اگرچہ بعض مورخین نے فتح بصری کو جنگ یرموک سے پہلے لکھا ہے مگر جب فتح بصری کے بعد رومیوں کے قشون بزرگ یرموک میں تھے تو دشمنوں کو اپنے پیچھے چھوڑ کے مسلمان محاصرہ بصری کیے کر سکتے تھے اس واسطے پہلا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ محارباۃ اجنادین میں بھی اختلاف واقع ہوا ہے بعضے کہتے ہیں کہ قبل جنگ یرموک ہوا ہے اور بعضے اس کے بعد بتاتے ہیں۔

ابھی امراے عساکر اسلام رومیوں سے لڑ رہے تھے کہ ۳۳ھ میں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر پہنچی مگر ختم لڑائی تک اسے جناب سیف اللہ القہار خالد بن ولید مصلحتاً پوشیدہ رکھا۔

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ جب خالد فتح عراق میں مشغول تھے تو بزرگان ایران نے سوء اخلاقی اور نفاق اختیار کر کے یہودہ اور بعضی باتون کو اپنا غیوہ بنالیا تھا اور بالکل خفیف الحركات بن گئے تھے اسی طرح رومی بھی فساد اخلاق کے باعث اپنے زیر دست ممالک وسیعہ پر جو رسوم کر رہے تھے یہاں تک کہ جو رومی لشکر سورہ میں مسلمانوں سے کلمہ لیکر لڑنے آیا تھا وہیں بھی فساد ہاے گوناگون اور خشیات بقلمون مباح تھے یہ مظلوموں کا شیشہ رنگ و ناموس سنگ تعدی سے ٹوڑا جاتا تھا اور صاحبان اموال کا مال و منال ظلم سے چھینتے تھے۔ اگر مظلومان نا تو ان لشکریوں کی بیدار کی شکایت سرداران لشکر یا والیان شہر سے کرتے تھے تو کوئی اونکی فریاد کو نہیں پہنچتا تھا بلکہ امراے عسکر بھی اپنے حتی الامکان آدمیوں کی کسر ناموس میں ذرا بھی کور کسر نہیں رکھتے تھے۔ اونکی بے اعتدالیوں کا تفصیل وار ذکر فتوح الشام از دی مین موجود ہے۔ پس ظلم کی جڑ کبھی ہری نہیں ہوتی اس لئے مسلمانوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اونکی دار السلطنت قطنیہ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہاں تک کہ ہجرت نبویہ سے ابھی ایک قرن بھی نکلنے پایا تھا کہ پورب سے کاشغر تک اور مغرب سے بحر محیط کے ساحل تک مسلمانوں نے ممالک وسیعہ کو اپنے تحت و تصرف میں کر لیا۔ شمال کی طرف اس لئے متوجہ نہیں ہوئے کہ گرم ملک کے آدمی تھے شمالی سروی نے اونکو آگے بڑھنے سے روکا۔ مگر جب ترکوں کی سلطنت کی نوبت پہنچی تو عسکر دولت علیہ عثمانیہ آسٹریا کی دار السلطنت وائنا تک پہنچ گیا۔

خليفة رسول الله حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہ ربیع الاول ۳۳ھ ہجری میں

مسند مقدس خلافت پر بیٹھے تھے اور بائیس جمادی الثانی سنہ کوہار آخرت کا سفر اختیار کیا پس دو سال تین ماہ تحت خلافت پر ٹھہر رہے اور حق خلافت جیسا کہ چاہتے اور کیا بہت سے اہل اہل واصل پر آگئے اور تھوڑے ہی زمانہ میں خطہ عراق اور سرپافتح ہو گیا اور سورہ فلسطین میں رومیوں کے لشکر کو شکست دی۔ پھر مقتدرات فتوحات عظیمہ کی بنیاد انہیں کی ڈالی ہوئی ہے اور استحکام حکومت اسلام اون کا ہی منسل ہے۔ اپنی وفات سے چند ہی روز پہلے استقرار حکومت عادلہ اور انتشار بدینیت فتنہ اور آسائش نبی آدم کو اقطار و اقطاب عالم تک پہنچا دیا۔ خلافت کا مقصد اصل یہی ہو سکتا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کی کہ مسلم خواص و عوام اور سنہ اور سنہ خلافت کو اپنے بوجھلے کر گئے جسکے لئے ہمارا روانہ روانہ صلیق اکبر کا شکر گزار ہے۔ صحابہ کرام رسول کریم سے اس باب میں مشورہ کر لیا اور انکی رائے صواب ثنائے کے موافق جناب عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم سے یہ وصیت نامہ تحریر کر گئے۔ غرض کہ ہمارے بڑے مرلی نہایت در خواہ اور سر پرست تھے خداوند کو نیک اجر دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم - ہذا ما عہد بہ ابوبکر خلیفۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند اخر عہدہ بال دنیا و اول عہدہ بال اخرۃ فی الحال الی یومئذ۔ فیہا الکافر و یوق فیہا الفاجر الما استحل علیکم عمر بالخطاب لہ الکم خیراً فان صبر و عدل فذلک علیہ و الرأ فیہ وان جاز بدل فلا علم لہ بالغیب الخیر اردت لکل امرئ ما اکسب سبیلہ الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۵۵

ترجمہ یہ وہ عہد ہے جو ابوبکر خلیفہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دم واپسین دنیا میں اور عقبی کی طرف پہلا قدم رکھنے کے وقت کیا واضح ہو کہ یہ وہ وقت ہوتا ہے جسوقت کافر ایمان لے آتا ہے اور فاجر یقین کر لیتا ہے۔ میں نے تم لوگوں کی بہتری کے لئے عمر بن الخطاب کو

خليفة کیا اگر وہ جبر و عدل کرین تو یہی میری رائے ہے اور یہ اعلم ہی یون ہی کہتا ہے اگر وہ سید ہی
راہ سے تجاوز کر کے ظلم اختیار کر لیں تو میں عالم الغیب نہیں ہوں مجھے برا بھلا نہ کہتا میں محض تمہارا
خیمہ خواہ ہوں اور تمہاری بہتری چاہتا ہوں۔ اور سب کو اپنے اپنے عمل کی جزا مل جاتی ہے اور ظالموں
کو یہی جلدی معلوم ہو جائیگا کہ ہم کس حال میں گرفتار ہیں۔

پھر اس عہد نامہ کو ایک صحابی سے مجمع عام میں پڑھوایا سبھوں نے سنکے بالاتفاق
باواز بلند کہا کہ بہنے خوشی بخوشی اسے قبول کیا۔

روایت ہے کہ سال ۳۸۰ھ کے شروع میں جناب امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حج سے واپس ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور آتے ہی خالد بن سعید بن العاص کو ایک
اشکر و کز شام کی جانب بھیجا بعض مؤرخین کا قول ہے کہ جس دن جناب سیف اللہ خالد کو عراق
روانہ کیا تھا اسی دن خالد بن سعید کو شام جانے کا حکم دیا تھا مگر وہ روانہ نہیں ہونے پائے تھے
کہ انہیں اس لئے معزول کر دیا کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد انہوں نے کچھ مدت تک
صدیق اکبر سے بیعت نہیں کی اور علی مرتضیٰ اور عثمان بن عفان رؤسائے بنی عبد مناف کے پاس
چلے گئے تھے۔ جناب علی مرتضیٰ نے انکو سبھا پوچھا کہ بیعت پر آمادہ کیا جب حضرت حیدر کرار
کی فہمائش سے انہوں نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت صدیق اکبر نے انکو پھر
اشکر کا سر دار بنانے کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم یمن، حجاز کے ٹھہرے رہنا جب ہم آگے بڑھنے کا حکم
دیں تو آگے جانا اور جب تک تم یمن رہو عرب کے مسلمانوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرو۔ وہاں
جو قوم سے لڑے اوس سے تو لڑنا اور نہ خود کو کیونہ چھیڑنا۔ خالد بن سعید کی فہمائش سے عربوں کا
ایک جم غفیر لڑائی کے لئے مستعد و تیار ہو گیا جب ۴۰ سالہ شہزادہ روم کو لگین تو اس نے شام
میں عرب الفصاحیمہ، ہمرہ، سلج، کلب، غسان، الحکم، جذام کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے جمع کیا۔

خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے اس امر کی اطلاع بتنا ب امیر المومنین کے حضور میں روانہ کی۔ وہاں سے اونکے نام پر حکم صادر ہوا کہ تم عرب الفاحشہ کی طرف جاؤ۔ جب حضرت ابن سعید اون عربوں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچے تو وہ اونکی آمد کی خبر پاتے ہی ادھر ادھر شکا گئے اور صدیق اکبر کے ارمان سے ابن سعید اونکے مورچوں پر قبضہ کر کے آگے چلے۔ رومیوں کی طرف سے ماہان ثانی لشکر لیکر اون سے مقابلہ کرنے آیا۔ مسلمانوں نے او سے شکست فاش دی اور بہت سے آدمی ماہان کے قتل کر ڈالے۔ اس فتح کے بعد حضرت ابن سعید نے مدینہ سے مدوطلب کی۔ جس دن اونکا خطاب جناب امیر المومنین کے ملاحظہ میں گذرا ہے اسی دن یمن سے حضرت ذوالکلاع مع جمعیوں کے اور جناب نکرہ بن ابی حبل تہامہ اور شحر اور عمان اور بحرین والوں کو لیکر مدینہ میں وارد ہو گئے تھے اسی وقت جناب امیر نے اون لوگوں سے کہدیا کہ سید ہے بخط مستقیم اپنے لوگوں کو ساتھ لئے ہو۔ اب ابن سعید کے پاس پہنچ جاؤ۔ اسی دم سے جناب صدیق اکبر کو مہم شام کی زیادہ فکر ہوئی۔ جتنے لوگ وصول صدقات کے لئے امیر مقرر کئے گئے تھے اون سب کو ابن سعید کی مدد کو واسطے بھیج دیا اور اونکی جگہ اور لوگ مقرر فرمائے۔ اسی لئے اس لشکر کا نام جیش البذل مشہور ہو گیا ہے۔

سعد بن ہذیم اور بنی غدرہ کے صدقات کی تحصیل پر عمرو بن العاص متعین تھے اونہیں حکم ملا کہ تم ابن سعید کے ہمراہ ہو کر فلسطین کی طرف سے شام پر حملہ کرو۔

حضرت عمرو بن العاص کو آنحضرت صلعم نے عمان بھیجا تھا اور یہ وعدہ کر دیا تھا کہ جب تم وہاں کے انتظام سے فارغ ہو کر بخیر و خوبی مدینہ آ جاؤ گے تو ہم تمکو تمہارے ہی علاقہ میں پھر واپس کر دینگے۔ جناب عمرو بن العاص عمان سے واپس آئے تو حضور انتقال فرما چکے تھے۔ جناب ابوبکر صدیق نے وعدہ نبوی کے ایفا کے خیال سے اونہیں صدقات سعد بن ہذیم اور بنی غدرہ کی

تحصیل کے لئے پھر روانہ کر دیا تھا کہ شام کی لڑائی پیش آگئی۔ جناب صدیق اکبر نے پھر انہیں طلبی کا خط لکھا جس کے اخیر جملے یہ تھے۔۔۔ انی کنت تدارد ذنک علی العمل الذی ولا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکرر دو عدای بہ اخوی انجاز المواعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد ولیتہ وقد اجبت ان افترک لما هو خیر لک فی الدنیا والاخرۃ الا ان یکون الذی انت فیہ احب الیک،،

یعنی میں نے تمکو تمہارے اوس علاقہ کی طرف واپس کر دیا تھا جس کا والی تمہیں ایک دفعہ رسول اللہ نے بنایا تھا اور آنحضرت کا وعدہ پورا کرینکے۔ لے میں دوبارہ تم سے اوسکا یہ وعدہ کرتا ہوں بیشک میں نے تمکو اوسکا متولی کر دیا۔ میں بیشک تمہیں اوس بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بہتر ہے شاید ایسا ہو کہ جس حال میں اب تم ہو وہ تمکو زیادہ عزیز ہو۔ اس کے جواب میں جناب عمرو بن العاص نے کہا انی سہم من سهام الاسلام وانت بعد اللہ لرا بہما و اجماع لہا فانظر اشدھا و اخشاھا و افضلھا فارم بہ،، یعنی میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور آپ اللہ کے بعد اوس کے پسینے والے اور جمع کرنے والے ہیں آپ جسے زیادہ سخت اور خوفناک اور افضل سمجھیں اوسے پسینگیں۔

پھر جناب صدیق اکبر نے ولید بن عقبہ کو جو صدقات قضا عہ کے تحصیل کو متعین تھے اردن کی طرف جانے کو لکھا۔

یزید بن ابی سفیان کو اوس لشکر کا امیر کیا جس میں سہیل بن عمرو وغیرہ شامل تھے۔

جناب ابو عبیدہ بن الجراح کو لشکر دیکے حصص روانہ فرمایا۔ ہر امیر لشکر کو بتا کید تمام یہ ہدایتیں لیکن اور کد یا کد خبر داران سے سر مو تاجا ورنہ کرنا ورنہ معتب ہو گے، میں نے امتحان اور آزمائش کی غرض سے تمہیں بہت سے مسلمانوں کا سہ در بنایا ہے تاکہ دیکھوں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ کیسا

برتاؤ بہتے ہو اگر تم اُن سے نیک سلوک کرو گے تو خدا اور رسول تم سے خوش اور راضی رہیں گے اور دنیا میں بین تمہارے درجے بڑھا دوں گا۔ اور آخرت میں بھی تم کو اوسکائیک بدلہ ملیگا۔ اگر تم نے مسلمانوں کو ستایا اور برے کام کے تو میں تم کو غوراً معزول کر دوں گا۔ ہر وقت اور ہر حالت میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح تمہارے ظاہر کو۔ اللہ کو محبوب اور بہتر وہی شخص معلوم ہوتا ہے جو با اعتبار اعمال صالح کے اوس سے قریب ہو۔ زمانہ جاہلیت کے کل اطوار اور عادات چھوڑ دینا کیونکہ اللہ اُن عادات اور اُن کے کرنیوالوں سے دشمنی رکھتا، لشکر کے ساتھ سفر کرنے میں اُنکی خاطر داری اور حسن صحبت کا خیال رکھنا اور اگر اُن میں سمجھانے کی ضرورت پڑے تو مختصر گفتگو میں سمجھانا کیونکہ زیادہ کوئی بڑی مفسر چیز ہے۔ نمازوں کے اوقات کا لحاظ رکھنا وہ وقت مقرر ہے پر پڑھی جائیں۔ اور رکوع و سجود باطمینان کرنا۔ اپنے دشمنوں کے اطمینان کی عزت کرنا۔ اپنے لشکر کی حفاظت اچھی طرح رکھنا اور رات کے لئے پہرہ چوکی درست رکھنا ایسا نہ کہ غفلت میں دشمن تمہارے آڑ میں۔ خیر و اراپنا ناہر و باطن کو یکساں رکھنا۔ کوئی کام بغیر مشورہ کے نہ کرنا جو نگہبانی میں غفلت کرے اوسے سزا دینا اگر اعتدال کے ساتھ خیر و اراپنا زیادتی نہ کرنے پاوے۔ گنہگار مستحق عذاب ہوتا ہے اوسکی عقوبت سے نہ ڈرنا۔ لشکر والوں کے افعال اور حرکات کی نگرانی اچھی طرح کرنا۔ لڑکوں بڑھوں اور عورتوں کو کبھی قتل نہ کرنا۔ جو ہتیار رکھدے یا مسلمان ہو جائے اوسے بھی جان سے نہ مارنا۔ ایفاے وعدہ اور سچ کے پابند رہنا۔ بحملہ کہ یہ عمدہ ترین وصیتیں ہیں اپنے عمل کرنا۔ اللہ کے نام پڑھاؤ اور اللہ کے نام پڑھو۔

جب خالد بن سعید کو اطلاع ہوئی کہ میری مدد کو بہت سے لشکر آتے ہیں تو سنہیل گئے اور جنگ شروع کرنے میں جلدی کی۔ اور امراء اسلام کے پوچھنے سے پہلے رومیوں سے جا کے اٹک گئے۔ بطریق ماہان بہت سی فوج لیکر اُن سے لڑنے آیا اور ایک جھڑپ اُن کے

کر کے دمشق کی طرف ہباگ گیا اس سے ابن سعید کا دل اور بڑھ گیا۔

اکثر اہل سیر کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت ابو سعید بن الخراج دروانہ بلقائے رومیون سے لڑے تھے۔ اہل بلقائے نے مجبور ہو کر صلح کر لی یہی پہلی صلح شام میں ہوئی۔ پھر رومیون نے فلسطین کے علاقہ عربہ میں جاؤ ڈالے۔ اون سے مقابلہ کر لیا حضرت زید بن ابی سفیان نے ابو امامہ بلہمی کو بھیجا۔ عربہ میں رومیون اور جناب زید بن ابی سفیان سے منڈ بیٹر ہو گئی۔ رومیون نے نوکرم ہباگ کے واثن بن ہناہ لی۔ ابو امامہ نے اونہیں وہاں سے بھی پٹکار کے بھاگادیا۔ ان لڑائیوں کے بعد مرج صفر کی جنگ ہوئی جس میں خالد بن سعید کے بیٹے سعد شہید ہوئے۔

حضرت ابن سعید شام کو واپس جاتے تھے کہ مرج الصفر میں پہنچے۔ اون کے ہمراہ ذوالکلاء اور عکرمہ اور ولید بن عقبہ بھی تھے۔ دمشق کے پاس مرج الصفر میں ماہان نے چارون طرف سے اونہیں گیر کے راستہ بند کر دیا اور حملہ کی ٹیمہ ادی۔ اتفاق سے سعد ابن خالد اس کے سامنے آگئے اور اونہیں سے لڑائی ہوئی۔ ماہان نے سعد کو شہید کر ڈالا۔ ابن سعید نے نہر کے اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ شام سے ذی المردہ چلے آئے جو مدینہ کے قریب ہے۔ اون کے چلے آئیکے بعد عکرمہ باقی لشکر اسلام کے ساتھ شام کے قریب رومیون کے سامنے اڑے پڑے رہے اس عرصہ میں جناب شریحیل بن حسنہ خالد بن ولید کے بھیجے ہوئے عراق سے مدینہ میں ابو بکر صدیق کے پاس آئے۔ صدیق اکبر نے ایک لشکر اون کے ساتھ کیا اور اونہیں ولید بن عقبہ کی جگہ اردن بھیجا۔

راستہ میں خالد بن سعید اور شریحیل بن حسنہ سے ملاقات ہوئی۔ جناب شریحیل نے ابن سعید کے ساتھیوں میں سے چند لوگ اپنے ہمراہ لئے اور اردن کا رخ کیا۔ اسکے بعد صدیق اکبر نے

ایک مختصر سی فوج حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زید بن ابی سفیان کی مدد کو بھیجی۔ ذی المردہ سے باقی لوگوں کو ہمراہ لیکر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ زید بن ابی سفیان کی طرف چلے۔ جب ابن سعید ذی المردہ میں تنہا رہ گئے تو انہیں دار الخلافہ سے حکم پہنچا کہ اب سید ہے ہمارے پاس چلے آؤ۔ جب امرائے لشکر اپنی اپنی فوج لئے ہوئے شام پہنچے اور ہر قتل کو اطلاع ہوئی تو اوس نے اپنے لشکر کے سرداروں کو جمع کیا اور انکے سامنے اپنی یہ رائے ظاہر کی۔ عربوں سے دریافت کیا جائے کہ تم کیا چاہتے ہو جو وہ مانگیں انہیں دید و مکاروں سے ہرگز ہرگز نہ لڑو اور صلح کرو لیکن کسی نے اوسکی رائے سے اتفاق نہ کیا اور کہا کہ ہم عربوں سے لڑنے کو تیار و مستعد ہیں اور انکی حقیقت ہی کیا ہے اب ہر قتل ہی لاچار ہو گیا اور بدین ترتیب اپنی فوج روانہ کرنا شروع کی۔

میں نے سگے بھائی شقیقہ تدارق کو نوے ہزار آدمیوں کے ساتھ فلسطین عمرو بن العاص سے لڑنے بھیجا۔

بلقاء کی طرف چالیس ہزار سپاہ کے ہمراہ زید بن ابی سفیان سے مقابلہ کرنا کہ جبہ بن نوذر کو روانہ کیا۔

پچاس ہزار آدمیوں کے ہمراہ ذوقین دار بن شمر بن جہل بن حسنہ سے لڑنے بھیجا۔ اور جابیہ کی سمت ابو عبیدہ بن الجراح سے مقابل ہونے کے لئے قیقلان بن نسطورس کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔

یہ شد و مداورہ ہوم دہام اور تیار یان زریق ثانی کی دیکر سرداران فوج اسلام میں باہم مشورے ہونے لگے۔ آخر ش رائے کا اتفاق اس بات پر ہوا کہ الگ الگ اس ٹیٹری دل سے لڑتا تو مسلمانوں کو بجز زوال میں غرق کر دینا اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب ایک مقام پر جمع ہو جائیں

اور متفق ہو کر انکی مزار پر سی کرلو۔ اتفاق بڑی طاقت ہے۔ اسی زمانہ میں مدینہ سے صدیق اکبر کا خط بھی اسی مشعور کا آن پہنچا کہ اب تک تم جو جابجا پیسلے ہو سے ہوا اب وہ موقع نہیں ہے سمٹ جاؤ اس خط کے دیکھتے ہی سب کے سب یرموک میں جمع ہو گئے۔ لشکر اسلام اسوقت صرف اکیس ہزار تھا بہ قتل نے جب مسلمانوں کو ایک مقام پر گھرتا ہوا دیکھا تو اسنے یہی اپنی افواج کے نام احکام جاری کئے کہ تم سب بھی یرموک میں اکٹھا ہو یہ یہی وعدہ کیا کہ میں ملتان کو تمہاری مدد کو بھیجتا ہوں گہرا ناندھن۔ رومی لشکر کا سپہ سالار شقیقہ تدارق تھا۔ اسنے اپنے لشکر کے مقدمہ لکھنیش پر برجہ کو۔ ماہان کو میمنہ پر۔ دراقص کو میسرہ پر اور قیقلان بن نسطورس کو ساقہ پر متعین کیا۔

مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ایک بہت بڑا اور گہرا حندق اگیا تھا جس سے نہ رومی آگے بڑھ سکتے تھے نہ مسلمان اون پر حملہ آور ہو سکتے تھے۔ مدت تک دونوں لشکر آمنے سامنے یوں ہی بیکار پڑے رہے۔ مسلمانوں نے جناب امیر المومنین کو اس بیکاری کی اطلاع کی اور مدد مانگی۔ جناب صدیق اکبر نے عراق کی امارت پر ثنی بن حارثہ کو مقرر کیا اور حضرت خالد بن ولید کو لکھا کہ تم شام جاؤ۔

جناب سیف اللہ نے اپنا آؤ بالشکر رقی کے سنبھالنے کے لئے ثنی بن حارثہ کے پاس چھوڑا۔ اور باقی نصف لیکر فجر اشام کی طرف سد ہارے۔ جب مقام حدوداء میں وارد ہوئے ہیں تو وہاں کے لوگ سد راہ پر گئے اور سیف اللہ کو روکا۔ مسلمانوں نے حدوداء والوں کو شکست دی اور مضعج میں پہنچے۔ وہاں بنی تغلب مسلمانوں سے اٹکے صبح سے دوپہر تک جنگ ہوئی ظہر کے قریب دشمن نوکدم بہا گئے۔ مسلمانوں نے انکو قتل اور قید کیا اور مال و اسباب لوٹ لیا اونہیں قیدیوں میں صبیاء بنت حبیب بن نجیر عمر بن علی مفضل کی والدہ ماجدہ بھی شامل تھیں۔ علی الصباح دوسرے دن جناب خالد بن ولید یہاں سے کوچ فرما کے قراقرم پہنچے جہاں نام

لوگوں نے ماکھب بھی لکھا ہے۔ وہاں شجون مار کے جلدی سے آبِ بہر کی طرف روانہ ہوئے
 رافع بن عیمہ دطانی کو طلب کر کے راستہ کا حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ یہ راہ اس لشکر اور
 ساز و سامان کے ساتھ طے نہیں ہو سکتی۔ ایک تنہا سوار کو بھی اس راستہ میں مصیبتیں پیش آ جاتی
 ہیں اور وہ اپنی جان کو سلامت نہیں لیجا سکتا آج سے پانچ دن تک برابر تھمیں ایک قطرہ پانی
 کا پینے کو نہیں ملیگا۔ خلد نے رافع کی یہ باتیں سن کر فرمایا کہ ہمیں تو اسی راہ سے گزرنا لابدی ہے
 کیونکہ ہم مسلمانوں کی مدد کو جاتے ہیں اگر اپنی آسائش اور خوفِ جان سے دیر لگائینگے اور وہاں خدا
 انکو آستہ ہمارے پیارے بھائیوں کا بال بھی بیک ہو گیا تو ہماری زندگی کس کام آوے گی میں نے اپنی
 جان خدا کی راہ میں وقف کر دی ہے میرے لئے اس سے زیادہ دنیا میں اور کیا کام ہو سکتا ہے
 کہ مسلمانوں کو رومیوں کی تلواروں سے بچانے جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا کیا لوگ تھے
 جتنے ناموں پر عین صبح و شام سر ستر بار قربان ہونا چاہئے۔ سچ ہے کہ ہم اوس درخت کے
 پتے ہیں جسے ان مقدس لوگوں نے اپنے مبارک خونوں سے سینچا ہے اور اوس درخت کو ہم
 نالایق اب سکھائے دیتے ہیں۔ اسے خالد بن ولید تمہاری روح کو خداوند کریم ہر وقت اپنے
 سامنے بہشت کے پہلوں سے دیار کے تمہارے بڑے غمخوار تھے۔ آمین۔ رافع آپ کی ایسی
 بڑبڑی ہوئی محبتیں دیکھ کر دم بخود ہو گئے اور سانس تک نہ لی سمجھے کہ اگر فلو کا آدمی بھی ہوتا تو ایسا
 مضبوط نہیں ہو سکتا تھا کسی شکل اور کسی مصیبت اور کسی ہی کڑی میں تیروری پر بل نہیں آیا اور
 رزم کو ہمیشہ بزم سمجھا۔ اوسی وقت حکم ہوا کہ ہمارے لشکر کے امراء کو بلاؤ۔ سب حاضر ہوئے اپنے
 شفقت کی آنکھ سے اونکی طرف دیکھ کر فرمایا۔ رافع دطانی کہتا ہے کہ میں تمہیں موت کے منہ میں
 لئے جاتا ہوں خیر تم یہ تو کرو کہ اتنا پانی اپنے ساتھ لیلو جو تھمیں پانچ دن کے لئے کافی ہو اور
 اونٹوں کو خوب مکر رہ کر پانی پلاؤ۔ حسب الحکم چچا گلوں اور شکیزوں میں خوب پانی بہر لیا گیا

اور تھوڑی تھوڑی دیر کا وقفہ دیکر اونٹوں کو بھی کئی دفعہ پانی پلا لیا۔ جانوروں کے پیروں پر خوب موٹے موٹے
 کپڑے پیسٹ دئے تاکہ راہ کی تکالیف سے نہ پہنیں۔ لشکر کا پورا پورا انتظام جہان تک ہو سکا
 کر کے خالد اسی راہ سے روانہ ہوئے اور رافع بن عیمر ہطانی کو اپنے ساتھ لیا کیونکہ یہی راہ جلدی
 پہونچنے کی تھی اور راستے پہر ہیار کے اور دیر طلب تھے۔ سب کے آگے آگے جناب خالد اور
 رافع تھے اور پیچھے اونکے لشکر چلا جاتا تھا۔ چار شبانہ روز برابر چلے گئے۔ پانچویں دن جب علی بن
 قریب پہونچے تو رافع نے لوگوں سے کہا کہ تم آگے اور دائیں بائیں دور تک جا کے تلاش کرو کہ کہیں
 عوج کا درخت بھی نظر آتا ہے یا نہیں۔ لوگ دور دور تک دیکھ آئے مگر اس درخت کا پتہ نہ لگا آخر
 رافع سے آگے کہیں کہ عوج کا تو یہاں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی رافع کا رنگ فق ہو گیا
 اور بولے: "انا لله وانا الیہ راجعون" افسس ہم سب مارے گئے اب ہماری زندگی کی امید
 نہیں۔ میں نے پہلے ہی تمہیں سچ لیا تھا کہ اس زمین گز زمین ہو سکتی اسی ہاے توبہ میں پہونچ رہا ہوں
 دور اور آگے بڑھے۔ رافع نے پہر سچ کو یہ نہ سمجھا تھا۔ اب خدا نے اپنا فیصل کیا اور وہ سخت
 قحط پڑا۔ لوگوں نے تکیہ کر کے نعرے بلند کئے۔ رافع نے کہا: اسکی جڑ کے قریب کہو دو۔ ایک گز
 بہر عمیق گڑھا کہو دو اتنا کہ چشمہ پانی کا نکل آئے اور لشکریوں اور جانوروں نے خوب سیر ہو کے پی لیا اور
 مشکیزے اور چھما گلیں بہر لیں۔ تھوڑی ہی دور آگے بڑھے تھے کہ مقام سوی میں پہونچ گئے
 یہی بہر اء کے رہنے کی جگہ تھی۔ لوگ یہاں کے بیٹھے ہوئے غفات میں شرا بہن پی رہے تھے
 اور گانا ہوتا تھا۔ مسلمانوں نے اون پر حملہ کیا۔ اونکے گوتے اور اونکے سردار قحص بن نعمان
 بہرانی کو قتل کر کے اونکا مال اسباب لوٹ لیا۔ یہاں سے جو آگے بڑھے تو ارک اور تدمر والوں نے
 خالد سے صلح کر لی۔ آگے جا کے قرینین والوں سے مقابلہ ہوا۔ لشکر اسلام نے اونہیں شکست دیکر
 لوٹ لیا۔ پھر حوارین میں پہونچے وہاں بھی یہی حال ہوا۔ وہاں سے عصر کے وقت جو روانہ ہوئے

تو دوسرے دن ظہر کے قریب قصہ مین وارد ہوئے یہاں بنی شجرہ رہتے تھے جو قبیلہ قضاہ کی ایک شاخ تھے۔ انہوں نے بھی جناب خالد سے صلح کر کے اپنا پیر چھوڑ دیا۔ پھر مرج رہطین پہونچے قوم غسان کو قتل و قید کیا۔ وہیں سے تھوڑا سا لشکر کنیسہ غوطہ کی جانب روانہ کیا گیا جو وہاں کے مردوں کو قتل کر کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لایا۔ اس جگہ سے کوچ کر کے بصری پہونچے۔ یہ شام کا پہلا شہر تھا جسے جناب سیف اللہ نے فتح کر لیا۔ یہاں مال غنیمت تقسیم کر کے خمس مدینہ بھیجا اور ماہ ربیع الثانی ۳۱ھ کے اخیر پنج کو سب کے پاس یرموک پہونچ گئے۔

یرموک کی لڑائی

جس دن حضرت سیف اللہ یرموک میں وارد ہوئے اسی دن بطریق ماہان اپنے ساتھ ٹھاسے اور قیسوں اور رہبانوں کو لئے ہوئے رومی لشکر سے آملا۔ سر شام ہی سے جناب خالد نے جنگ کی تیاریاں شرفی عکودین صبح ہوتے ہوتے لشکر مترب اور ہر ایک سردار اور سپاہی تیار و لیس اپنی اپنی جگہ کھڑا اور جانتا تھا کہ میں ہی اس لڑائی کے سارے نشیب و فراز کا ذمہ دار ہوں جناب سیف اللہ نامدار اور دیگر امراء لشکر نے آگے بڑھ کے اپنے اپنے مقابل پر وار کیا جو تھا یہ سجھ کے ہتیار چلا آتا تھا کہ میری قسمت میں جو لکھا ہوا آج ہی پورا ہو جائے۔ جی کھول کھول کے طرفین کے جان باز لڑ رہے تھے۔ لشکر روم اپنے مذہبی پیشواؤں کے اوکسانے سے اگر ایک قدم آگے بڑھتا تو مسلمان جناب خالد کے نعرۃ اللہ اکبر سے رومیوں کو دس قدم پیچھے کر دیتے تھے۔ قصہ مختصر سب سے پہلے سیف اللہ نے اپنے مقابل ماہان کو بدحواس کر کے ٹوک دیا۔ پھر اور رومی افسروں کے پانوں کیلے بعد دیگرے اوکھڑے لگے تھوڑی دیر میں جو دیکھتے ہیں تو میدان جنگ دشمنوں کے لشکر سے بالکل خالی تھا کسی جگہ دو اکو بھی کوئی رومی نظر نہ آتا تھا۔ دو لاکھ چالیس ہزار رومی لڑنے آئے اور ان میں سے بہتے تو مار گئے اور بہت سے واقوہہ کے چشمہ مین

ڈوب مرے اور اکثر وہ نے خندق میں گر کر کے جانیں گواہیں۔ رومیوں کے نامی نامی سوار اور سپہ سالار اور مشہور مشہور راہگیرین سلطنت چن چن کے قتل کئے گئے انہیں میں ہر قتل کا ہمائی تدارق ہی شامل تھا۔ قدرے قلیل حصہ لشکر کا جان بچا کے مڑا کپتا ہر قتل کے پاس پہنچا جو لڑائی کے انتظام کے لئے محض میں آگیا تھا۔ اوس نے لشکر کی جو یہ پریشانی اور بجواسی دیکھی تو محض کے محلوں میں بیٹھے بیٹھے لرز گیا اور وہاں سے نکلتے دوسرے شہر میں پناہ لی۔ اور حکم دیا کہ فوراً محض و دمشق کی قلعہ بندی کی جائے۔

اس لڑائی میں لشکر اسلام کی تعداد چھیالیس ہزار تھی۔ تفصیل اونکی یہ ہے کہ مدینہ سے شام پر حملہ کر نیکے لئے ابو بکر صدیق نے پہلے ستائیس ہزار آدمی مختلف امراء کے ساتھ بھیجے تھے پھر عراق سے دس ہزار غازی جناب سیف الدین رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے۔ تین ہزار سپاہی وہ تھے جو ابن سیدہ کے چلے جانیکے بعد باقی رہ گئے تھے۔ اور عمر مہین ابی جہل کے ہمراہی چلے ہزار تھے۔ یہ لڑائی جمادی الاول ۳۳ھ میں ہوئی اس سے پہلے ایسی شد و مد سے کوئی لڑائی نہیں ہوئی نہ ایسی تیاری کہی رومیوں نے کی تھی نہ عربوں نے۔ رومیوں نے اپنے لشکر کو تقسیم کر کے ہر حصہ کا نام کر دوس رکھا تھا اونکی دیکھا دیکھی ابن سیدہ نے ہی اپنے لشکر کے حصہ کو ڈالے اور اونکا نام کر دوس رکھا ہر دوس میں ہزار ہزار آدمی تھے۔ ہر ایک کا امیر بھی جدا جدا مقرر کیا گیا تھا۔ لڑائی اپنی خوفناک حالت میں گرما گرمی کے ساتھ جاری تھی کہ مدینہ کا قاصد ابو بکر کی وفات اور فاروق اعظم کی خلافت اور خالد بن الولید کی معزولی کی خبر لیکر آیا۔ جناب سیف اللہ نے اسے چہاڑا والا اور ان تہزوں کو اسوقت تک نہ مشتہر ہونے دیا جب تک کہ مسلمان اچھی طرح جیت نہ گئے۔ آج کے دن کون ایسا مسلمان ہے جو اپنی معزولی اور تنزلی کی خبر سنکے پھر بھی اسلام پر سرکٹاے جائے۔ ورنہ اسوقت خالد کے ہاتھ میں تھا کہ چھیالیس ہزار مسلمانوں کا قلعہ و قمع کر دیتا

اور اسلام کی چاروں طرف بہہ ہو جاتی اور ایسا دھچکا بیٹھتا کہ پہر کسی کے بوتے پر بیٹھنا ممکن ہی نہ تھا مگر اوس خدا کے شیر کے کان پر جون ہی زمین رنگی اور حکومت اسلام سے اپنی عزت زیون کا انعام ستمزلی اور ذلت پا کے ویسے ہی اپنا خون اور پانی ایک کئے گیا۔ مسلمانوں کو کامل فتح دلوا کے سپہ سالاری ابو عبیدہ بن الجراح کو دیدی اور چپکے سے عام سپاہیوں کی طرح اوسی لشکر میں ملیا جس کا کہ پہلے معزز سپہ سالار تھا۔ پہر سہی خیر خواہی کا پہلا جوش ذرا کم ہوا۔ کیون مسلمان بہائیو۔ کیا تم میں اب بھی اسلام کی خیر خواہی اسی درجہ پر ہے اگر ہے تو خدا مبارک رکھے ہم اپنے میں تو یہ بات ہزاروں کو س تک نہیں پاتے اور سمجھے ہیں کہ مادر گیتی نے ایک ہی بچہ خالد ساجتا تھا یہ لڑائی ہو ہی رہی تھی اور مدینہ کا قاصد دودو اندوہناک خبر میں لیکر آچکا تھا کہ رومیوں کے لشکر سے نکلے جرجہ حضرت سیف اللہ کے پاس آئے اور حقیقت اسلام آپ سے دریافت کی ان دونوں بزرگواروں کی گفتگو کے لئے لڑائی بند کر دی گئی تھی اور دونوں لشکر خاموش کھڑی ہوئے دونوں کا منہ تک رہے تھے۔ وہ گفتگو یہ ہے۔

حضرت جرجہ۔ خالد مجھے امید ہے کہ تم جو کچھ مجھے کہو گے سچ کہو گے۔
حضرت خالد۔ ہمارے مذہب میں جو بٹ کے برابر کوئی گناہ نہیں خدا جو نسطے پر لعنت کرتا ہے۔

حضرت جرجہ۔ تو مہربانی کر کے مجھے یہ بتا دیجئے کہ کیا تمہارے نبی کے پاس آسمان سے کوئی تلو اور تری تھی جو اب تمہارے پاس ہے جبکی برکت سے تم ہمیشہ کا ایسا بھونٹے ہوئے تھے آج تک تمہیں کسی لڑائی میں بہا گئے اور شکست کھاتے ہی نہیں سنا۔

جناب خالد۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں ہے نہ ہمارے نبی کو خدا نے کوئی تلو اور دی نہ رسول اللہ سے کوئی تلو اور مجھے پہونچی یہ جو کچھ ہے خدا کی عنایت ہے اور سچے دین

اسلام کی برکت ہے۔

حضرت جرجہ - پھر لوگ تمہیں سیف الدیکون کہتے ہیں اور تم ہمیشہ کامیاب کیوں ہوتے ہو آخر اسکا ہی تو کوئی سبب ہوگا۔

جناب خالد - اللہ جل شانہ نے ہمارے پاس اپنا پیارا نبی بھیجا پہلے تو میں نے اوسکی تصدیق نہیں کی مدتوں اوسے جھٹلاتا رہا جب رحمت الہی میرے شامل ہوئی اور میں مسلمان ہو کے اوسکا مطیع ہو گیا اور اوسکی خدمت گزار بن گیا رہنے لگا تو اوسنے میرے مزاج میں جنگجوی دیکھ کر مجھے سیف الدکا خطاب مرحمت فرمایا اور میرے لئے خدا سے دعا کی کہ یا اللہ خالد کو ہمیشہ منطوق و متصور کیجیو۔ پس یہ اوس زبان پاک کی دعا کا اثر ہے ورنہ من آثم کہ من میدا تم۔

حضرت جرجہ - تم ہم لوگوں سے لڑنے کیوں آئے ہو۔

جناب خالد - تم لوگ خدا کو بہو گئے ہو اور اوسکے نبی کی تکذیب کرتے ہو یا تو مسلمان ہو جاؤ۔ یا ہمارے مطیع ہو کے جزیہ دیا کرو۔ اور اگر ان دونوں باتوں میں ایک بھی منظور نہیں تو ہم سے لڑو۔

حضرت جرجہ - جو شخص مسلمان ہو جاتا ہے اوس سے تم کیسا برتاؤ کرتے ہو۔

جناب خالد - ہم اوس سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے کہ اپنے پیارے گے بہائی سے کرتے ہیں ہمارے مذہب نے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی ہے اور امیر و غریب ہمارے ہاں یکساں ہیں۔

حضرت جرجہ - کیا مسلمان ہو کے میرا اور تمہارا ایک سادہ ہو جائیگا اور اگر میں بھی اسلام کی غیر خواہی کرنے لگوں تو تمہاری برابر مجھے بھی اجر ملے گا۔

جناب خالد - بیشک - خدا بخیر نہیں ہے نہ اوسکی بارگاہ علیٰ مین کسی چیز کی

کمی ہے۔ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی سے مسلمان ہو جائیگا اور سکا درجہ مجسمہ سے افضل
 ہے۔ اوسکو السیدین و دنیا میں عزت بھی دیگا۔ اسے جرجہ جس مذہب پر تم ہو وہ باطل ہے اور
 اسلام ایک سچا اور پاک اور صاف مذہب ہے اسی کے قبول کرنے سے نجات ابدی ملتی ہے
 خالد کے جوابوں سے جرجہ کا دل بہر آیا اور خدا نے اوسکی چشم بصیرت کھول دی۔ وہ
 صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ خالد نے اوسے غسل کرا کے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اور اپنے ساتھ
 لیکر لڑائی کو نکلے۔ پہلے حاکم بن رومیون نے مسلمانوں کو اوس مورچہ سے ہٹا دیا جس طرف عکرمہ
 بن ابی جہل اور اونکے چچا حارث بن ہشام تھے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی جو
 یہ حالت دیکھی تو کف افسوس ملنے فرمایا کہ اے مسلمانو! تم آنحضرت صلعم کے روبرو تو تمام عمر
 لڑتے رہے اور کبھی ایک قدم پیچھے نہ رکھا اب اونکے بعد پیچھے ہٹ کے کیا اسلام کو ڈبو دو
 آج میں دیکھ رہا ہوں کہ دشمنان خدا کے سامنے تمہارے پیرو پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ تم نے
 یہ بھی سوچ رکھا ہے کہ خدا و رسول کو جا کے کیا منہ دکھاؤ گے پھر باؤز بلند لپکا رحم من بیابغ الموت
 یعنی کون شخص اس بات پر بیعت کرتا ہے کہ مکرر جنگ کے میدان سے ہٹے یا منظر و منظر ہو کر
 حضرت عکرمہ کی یہ باتیں سنکر ضرار بن الازور اور حارث بن ہشام نے معہ چار سو تالی نامی اور چیدہ
 و منتخب جنگ آوروں کے اس بات پر حلف اوٹھایا کہ جان دیدینگے مگر میدان جنگ سے ایک
 قدم پیچھے نہ ہٹائینگے۔ اور سب کے سب ایک ساتھ الد اکبر کہتے ہوئے تلواریں لئے رومیون
 کے لشکر میں گس پڑے۔ اوسوقت عجیب حالت تھی۔ آندھی کے آموں کی طرح سر گر رہے تھے
 اور ایک طوفان ہلاتا کسی کوتن بدن کی خبر نہ تھی خون کے دریا جاری تھے۔ بہت سے زخمی
 ہو کر بیکار ہو گئے اور بہت سے شہید اور قتل ہوئے۔ خالد اور جرجہ پہلو بہ پہلو رات تک لڑتے
 رہے۔ اوسدن مسلمان سپاہیوں نے ظہر اور عصر کی نمازین اشاروں سے پڑھیں مغرب کی

نماز کے وقت مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی تنگ آ کے بہا گئے کی فکر میں ہیں پس اوہ اوہر ہٹ گئے
 اونکو راستہ دیدیا جس سے بہت سے سوار جان بچی لاکھوں پاسے پر عمل کر کے بہا گئے اور
 پیادے جو باقی رہ گئے تھے وہ طعمہ تیغ اجل ہوئے۔ علاوہ معرکہ جنگ کے اوس دن بارہ ہزار
 رومی بہا گئے میں مار گئے۔ بہت سے سردار اونکے گرفتار ہوئے۔ دوسرے دن سب قیدیوں
 کی گردن مار دی گئی۔ فتح کے بعد خالد تدارق کے خیمہ میں داخل ہوئے۔ عکرمہ بن ابوجہل اور
 اونکے صاحبزادہ کو لوگ حالت جراحت میں میدان مصاف سے اوٹھالائے۔ جناب سیف اللہ
 نے حضرت عکرمہ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھا اور چند قطرے پانی کے اونکے منہ میں ٹپکائے
 عکرمہ کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جنت کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
 اس اڑائی میں عکرمہ اور اونکے صاحبزادہ اور تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔

روایت ہے کہ جرجہ کے مسلمان ہو جانے سے رومی لشکر میں بڑی کھلبلی مچ گئی تھی۔
 اور کوئی ایسا نہ تھا جو متزلزل نہ ہو گیا ہو اس سے رومیوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور پھر اونکی
 ہوا نہ بند ہی آخر سخت ذلت کے ساتھ منہزم ہوئے۔

بعض ارباب سیر فرماتے ہیں کہ جب مسلمان بصری کو گیر پے پڑے تھے تو وہیں
 حضرت خالد عراق سے آکر اونچین مل گئے اور بصری والوں نے جزیہ دینا منظور کر کے خالد ہی
 سے صلح کی تھی۔ وہاں سے لشکر اسلام عمرو بن العاص کی لاکھ کو فلسطین روانہ ہوا۔ اس
 زمانہ میں عمرو بن العاص غورین اور رومیوں کا لشکر جلق میں ہرقل کے بہائی تدارق کے ساتھ
 چڑھا ہوا تھا۔ جلق سے رومی امہ کے پاس باجنادین میں آ گئے۔ غور سے مسلمانوں نے حملہ
 کر کے بڑی کوشش و ہمت و عزیزی سے اونکو ہٹا دیا۔ یہ ماجرا وسط جمادی الاول کا ہے۔
 اسی جنگ میں تدارق کام آیا۔ ہرقل بیان سے بہا گا تھا کہ اٹنا سے راہ میں یرموک کے متصل

قا قوصمین اوس سے اور مسلمانوں سے سامنا ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ اجتادین کے بعد ماہ حیب میں رموک کی لڑائی ہوئی ہے۔ اور مسلمانوں کے پاس جناب صدیق اکبر کی وفات کی خبر اور سوقت پہنچی ہے جبکہ جمادی الثانی کے آٹھ دن باقی تھے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شام کے فتح کرنیکو چھالیس ہزار مسلمان مامور تھے بچھاؤ مکہ ایک ہزار سا جزو انصار تھے جنہیں صحبت بابرکت نبوی میں تعلیم ملی تھی۔ انہیں میں سو صحابی ایسے تھے جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ چھالیس ہزار مسلمانوں سے لڑنے کو دو لاکھ چالیس ہزار رومی اکٹھا تھے اور ہر قتل کا بہائی ساری فوج کا سپہ سالار تاجکے ماتحت سینکڑوں نامی منتخب اور مشہور تجربہ کار سردار کام کرتے تھے۔ ایک مہینہ پہلے سے بطریقوں۔ رہبانوں۔ قسیسون اور پادریوں نے وعظ و نصائح سے رومیوں کو اوہارنا اور مرد بنانا شروع کیا تھا۔ ہزاروں ترکیبون اور لاکھوں جتن سے اونکو اوکساتے تھے۔ کہی تو مسلمانوں کے کٹر پنے اور ظلم و ستم کو اس طرح بیان کرتے کہ سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور مسلمانوں کی شکل و صفات انہیں جنگی و زندوں کی سی چج جاتی تھیں اور کہی یہ سمجھایا جاتا تھا کہ بھائیو۔ ظالم اور بیرحم مسلمان تمہاری عورتوں اور کتواری نوجوانوں کو بیہرست کرینگے لڑکوں کو مار ڈالینگے اور لڑکیوں کو اپنی ہوا سے نفسانی کے فرو کرینگے لئے زندہ رکھینگے۔ غرض کہ انواع و اقسام کی مصیبتیں خبیالی اور دہی بنائی جاتی تھیں اور مسلمانوں سے لوگوں کو خواہ مخواہ نفرت دلائی جاتی تھی۔ غرض صرف یہ تھی کہ ہمیں اپنے فسق و فجور اور فواحش پر قائم رہنے دو۔ اس پر طرہ یہ تھا کہ ہم تمہاری رعیت بھی نہیں بننا چاہتے اگر نالایق اور بدکار ہیں تو رہنے دو تم کو کیا۔ یہاں تک کہ بطریق اعظم انجیل کو اطلس کے غلاف میں پیٹے صلیبی نشان کے تلے بیچا بیچ لشکر میں کھڑا تھا اور پکار پکار کے کہتا تھا کہ بھائیو۔ دین تمہارا ہاتھ سے جاتا ہے اوسکے لئے لڑو اور جان دو جناب سیف اللہ

اوس طرف کا جو یہ ڈھنگ دیکھا تو اپنے لشکر کو ترتیب سے کھڑا کر دیا۔ ہر ایک سردار کو موقع موقع سے جہاں کے قاریاں لشکر کو حکم دیا کہ باواز بلند سورہ انفال پڑھنا شروع کر دو اور مہاجرین و انصار کو اپنے گرو لیکے فرمایا کہ آمین کہو اور یہ دعا کی کہ اے کس بیگمان۔ و اے فریادرس در ماندگان۔ تو پرو روگہا عالم ہے یہ تیرے وہ خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے نبی صلعم کا ساتھ بڑی بڑی مشکلوں میں دیا ہے اسوقت انکے دشمن ان سے دولا کہہ زیادہ ہیں۔ صدقہ اپنی خدائی کا انہیں تلف ہونے سے محفوظ رکھ یہ تیری خوشنودی کے لئے تیرے پیارے نبی کے معاون و مددگار رہے ہیں تو اسوقت انکی مدد کر انہوں نے تیرے سچے دین کی خاطر اپنے جو رو۔ بچے۔ گہ بار کو چوڑا ہے تو انکو نہ چوڑ۔ اے ارحم الراحمین۔ ہماری یہ درخواست تجھے نہیں ہے کہ ہماری عزت رکھہ بلکہ ہم گڑ گڑا کے یہ التماس کرتے ہیں کہ اپنے سچے دین اور اپنے پیارے نبی کی عزت رکھلے۔ ہماری یہ استدعا نہیں ہے کہ تو ہماری مدد کر بلکہ اپنے دین کی مدد کر کے اوسے مغفور و منصور کر دے۔ اے عاجزون کے چارہ ساز تو مجیب الدعوات ہے ہم عاجزون کی سنلے اور اپنے دین کو کافروں کے ہاتھوں سے ذلیل و خوار ہونے سے بچا لے۔ جناب خالہ نے یا سوزو گداز یہ دعا کی اور مہاجرین و انصار نے رو رو کے آمین کہی۔ فتح نے رکاب سیف المہ کو چوم کے عرض کی کہ حاضر ہوں۔ حضرت خالہ نے لشکر کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ اے مسلمانو! آج کا دن تمہاری آزمائش کا ہے۔ یہ دن فخر کرنے اور ریا کو دخل دینے کا نہیں ہے۔ چاہئے کہ آج جو کرو خالص المہ ہی کے لئے کرنا۔ تم لوگ آج اپنی شجاعت اور دلیری اور نیک کاموں سے خدا کو راضی کر دو۔ یاد رکھو۔ یہ وہ وقت ہے کہ اگر مارے گئے تو سیدہ جنت میں چلے جاؤ گے کوئی یہ بھی تم سے نہ پوچھے گا کہ تمہارے منہ میں کسے دانت ہیں اور جو دشمنان خدا پر غالب آئے تو غازی کہلاؤ گے۔ میرے کہنے کی کیا نفرت ہے

تمہیں خود یاد ہو گا کہ سرور کائنات علیہ التیجۃ والصلوٰۃ فرمایا کرتے تھے کہ جنت تلواروں کے سایہ کے تلے ہے۔ اگر تم لوگوں کو جنت لینا اور خدا اور رسول خدا کو خوش کرنا ہے تو دین کی حمایت میں جانیں دو۔ قومی سلطنت پر قربان ہو جاؤ۔ اسلام کی عزت قائم کرینگے لئے لڑو۔ شاہِ بغیر لڑے بڑھے ہی تمہاری موت جلد آجائے اس زندہ گی کا کیا اعتبار اور تم گھر بیٹھے ہی بیٹھے مرجاؤ تو پھر یہ موقع کہاں ملیگا جس میں مرنے اور فتح پانے دونوں کا نتیجہ نجات اخروی ہو۔ بھائیو۔ اپنے بہادری کے جوہر دکھاؤ اور تاریخ کے صفحوں پر اپنے نام آب زر سے لکھو الوہ پچلی نسلیں تمہارے ناموں سے عزت حاصل کیا کرینگے۔ سنلو۔ کہ ذلت کی حالت میں بستر پر مڑنا چھانہیں اور اللہ کی راہ میں سر میدان سرکھٹانا اوس سے بدرجہا بتر ہے۔ اگر خون آلودہ کپڑوں میں یہیں دفن کر دئے جاؤ گے تو وہی کپڑے قیامت کے دن گواہی دینگے کہ یہ شخص خدا کی راہ میں اپنی قومی حمایت اور اسلام کی عزت کے لئے لڑتے لڑتے مرا ہے اس نے خدا کی راہ میں جان تک دیدیتے سے دریغ نہیں کیا پھر تم سے کسی بات کی پرسش نہوگی اور جنت تمہاری ہے۔ بھائیو۔ آج خدا نے تمہارے لئے جنت کے دروازے کھول دئے ہیں۔ جو رہیں تمہارے اشتیاق میں چشم تمنائی ہوئی آغوش کھولے کٹری ہیں۔ رضوان استقبال کو حاضر ہے۔ ادھر آنکھ بند ہوئی اور پہلا قدم بہشت میں بچو۔ کہاں کے منکر نکیر اور کیسا حساب کتاب۔ خدا کے گھر کے مالک تم ہو۔ یہ بات میری گانٹھ میں باندھ لو کہ یہاں سے تم جان بچا کے بھاگ نہیں سکتے۔ مضرعہ۔ این خیال است و محال است و جنوں۔ مدینہ یہاں سے دور ہے اگر تم نے بھاگنے سے جی لگایا تو ادھر یہ دولا کہ چالیس ہزار دشمن جو تمہارے سامنے کھڑے دانت بیس رہے ہیں تم کو کچا چبا جائینگے مدینہ تک پہنچ کیسے سکتے ہو۔ اور ادھر اگر پہلا قدم تنھے پیچھے رکھا تو دوسرا دوزخ میں ہو گا۔ غرض کہ آج بہشت یا دوزخ

یہی دو مفر یا مقرر تمہارے لئے رکھے ہیں اور سب دروازے خدا نے تمہارے لئے بند کر دئے ہیں ان دونوں میں سے جسے چاہو پسند کر لو۔ تمہاری نیکی نیتی اور سعادت مندی سے مجھے امید ہے کہ تم بہشت کے پسند کر لیو اے ہو۔ دیکھو وہ خدا کی رحمت تم پر نازل ہوا چاہتی ہے۔ بیشک خدا کی عنایت سے تمہاری ہی فتح ہوگی۔ ثابت قدمی اور نیک نیتی سے اوسکی راہ میں کوشش کرو۔ سمجھو کہ اب دنیا نے تمہیں چھوڑ دیا پہر تم بھی ایسی مکارہ کولات مارو اور بیعتی کے ساتھ کفار کے ہاتھوں سے مارا جانا گوارہ کرو۔ یہ دہرہ ہمیشہ کے لئے تمہارے ناموں پر لگا رہ جائیگا اور کاغذ کے صفحے قیامت تک تمہاری ناموں سے سیاہ رہیں گے بسم اللہ کر کے زاد آخرت اپنے لئے تیار کرو اور لڑ کر شہید ہو پھر خدا کے نزدیک تم سے زیادہ پیارا کوئی نہ ہوگا۔ اگر لڑنے میں تم نے ذرا بھی کور کسر رکھی تو رحمت خدا تم سے دور ہو جائیگی پھر خدا اور اسکے رسول اور اس رسول کے خلیفہ کو منہ دکمانے کے قابل نہ رہو گے۔ بس چلو۔ چلو اور آگے بڑھو اپنی مراد میں حاصل کرنیکی تدبیر میں لگو۔ دیکھو دیکھو۔ سہمنا۔ وہ دشمنان خدا نے تمہاری طرف بڑھنے کا ارادہ کیا ہے انکے حملے سے پہلے تم اون پر ٹوٹ پڑو۔ بہائیو۔ اگر تم نے اونہیں کھدیر کے خندق کی طرف بھگا دیا تو پھر کیا ہے اونہیں شکست ہو گئی اور تم کامیاب ہوے آئین ہے کیا۔ ذرا سی تو بات ہے۔ آگے بڑھو کھڑے کیا دیکھتے ہو۔ ایک ایک قدم پر نہر نہر اڑی گئے فرشتے تمہارے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں اور نہر نہر ارب دیوں پر قلم پڑ رہا ہے جنت اور ہی تو ہے۔ ایسا غضب نہ کرنا کہ پیچھے مڑ کے بھی دیکھو۔ دوزخ جوش مار رہی ہے جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ چلو چلو۔ میرے ساتھ چلے آؤ اور جو کچھ خدا سے لینا ہے آج ہی لیںو کل کا جگر کھڑا کون رکھے۔ ان پر اثر اور پر معنی باتوں نے مسلمانوں کو آپ میں نہ رکھا سب کے سب ہلکے اور جناب خالد تلوار تان کے جو آگے بڑھے تو سارا لشکر اللہ اکبر کے نعرے مارتا ہوا آگے کھینچ پڑا۔

یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک بجز ذخار ہے جو اٹھا چلا آتا ہے اور کسی طرح رکنے والا نہیں جو اس کی روئین
 آجائیکہ غرق ہو جائیگا۔ خالد نامدار نے عکرمہ بن ابی جہل اور قعقل بن عمرو کو اور بھی زیادہ تیز کرنے
 کے لئے لکھا۔ اون دونوں صاحبوں نے سب سے آگے بڑھ کر صفین کی صفین اولٹ دین ٹھیک
 سمندر کا طوفان ترا جی کی موجیں لہریں لے لیکے جسے چاہتی تھیں لے چلی جاتی تھیں۔ رومیوں
 نے جو دیکھا کہ مسلمان بہت بڑے چلے آتے ہیں تو تیر دن کا سینہ برسانے لگے مگر اوس بارش نے
 دیر یاے اسلام کی حرکت کو اور جوش و خروش پر کر دیا۔ اونکا بڑھنا رک نہ سکا۔ پھر تلوار اور نیزے
 لے لیکے پل پڑے۔ لڑائی نہایت صفائی اور تیزی سے ہونے لگی۔ ہر لشکر اس پر اڑا ہوا تھا کہ
 کوشش کر کے اپنے مخالف کو پسپا کر دوں۔ اسی ہنگامہ رستم بن مدینہ سے مخیمہ بن زینم آئے
 اور خالد نامدار کے پہلو میں کھڑے ہو کے آہستہ سے کہا کہ صدیق اکبر نے ہمیں چھوڑ دیا اور فاروق
 اعظم خلیفہ ہوئے۔ آپ مغزول ہیں۔ ہمارے شیر نے فرمایا کہ خاموش رہو۔ یہ وقت اس خبر کے
 مشتہر کرینا نہیں ہے تم منہ چپا کے ایسی جگہ دیکر رہو جہاں تم سے کوئی مل نہ سکے۔ خبردار
 یہ بہنک بھی کسی کے کان تک نہ پہنچے۔ اتنا کہا اور پھر بے تیور رہے اوسی عہد خلافت کی
 خیر خواہی میں مصروف ہو گئے جنہ اونکا تنزل کیا تھا۔ باقی اس لڑائی کا حال بہت سا آپ کو
 اوپر معلوم ہو چکا ہے۔

جناب واقدی علیہ الرحمہ کا بیان حملہ شام کی بابت

جناب واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حفصہ انور محبوب رب اکبر صلی اللہ علیہ وسلم
 حجۃ الوداع سے مدینہ طیبہ میں رفق افزو رہوئے تو چھ بیس ۲۶ ماہ صفر کو ایک لشکر اجلہ معاجرین و انصار کا
 قرب فرمایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے ایک نشان تیار کر کے جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

مرحمت کر کے ارشاد کیا کہ اے اسامہ۔ اس اللہ کے لشکر کیساتھ تسخیر بلاد شام و انتقام اعدائے نافرمان
 پر کرمِ رحمت چست باندہ ہو مگر حضور انور کی علالت اور وفات کے باعث سے یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا جب
 توفیق آسمانی اور زمین کے اتفاق و اجماع سے جناب صدیق اکبر سدا آراے خلافت ہوئے
 تو آپ نے حضرت اسامہ کو شام کی طرف بھیجا۔ جناب اسامہ منتر لہن طے کرتے ہوئے قوم جہینہ پر
 پہنچے۔ وہاں ایک جاسوس کی زبانی معلوم ہوا کہ دشمنوں کا لشکر موضع انبار میں غافل پڑا ہے
 جناب اسامہ نے اون پر شیخون مار کے اونہیں درہم برہم کر دیا اور چالیس یا ستر دن کے بعد مظفر
 و منصور مدینہ واپس آگئے۔ اونکے آجائیکے بعد جناب صدیق اکبر نے فوراً تسخیر شام کا ارادہ مصمم
 کر لیا اور اطراف و جوانب سے مجاہدین جان نثار اور غازیان نصرت شعار کو طاب فرمایا۔

حاکم شام کی تسخیر کے لئے لشکر اسلام کی روانگی

جب سپاہ تیار ہو چکی اور سامان جنگ لیس ہو گیا تو امیر المومنین خلیفہ سید المرسلین جناب
 ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب عمر فاروق۔ عثمان بن عفان۔ علی رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر
 اصحاب کو اپنے ساتھ لیا اور مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اور ایک ہزار سواروں کی
 سرداری کا نشان یزید بن ابی سفیان کو دیا اور ایک ہی ہزار سوار ربیعہ بن عامر کو دیکے فرمایا کہ
 تم یزید بن ابی سفیان کے ماتحت ہو۔ یزید بن ابی سفیان سے ارشاد ہوا کہ اسی بن ابی سفیان
 ربیعہ بڑے بہادر اور عزت والے ہیں انکا ہر وقت خیال رکھنا اور کوئی کام بغیر انکے مشورہ کے
 نہ کرنا اور لشکر میں سب سے آگے انہیں کو رکھنا۔ اب غازیان اسلام اور دیوان خوش انجام نے
 ہتھیار سنبھالے۔ مکرین کسین اور گھوڑوں پر سوار ہو کر ایک بخود دی کے جوش میں وادی تری کی
 راہ سے تبوک کا قصد کیا۔

جب ہر قافل شاہ روم کو یہ خبر پہنچی تو او سنے اپنے اراکین سلطنت اور افواج کو جمع کر کے

یہ گفتگو کی کہ اسے بھی انصاف چاہتا تھا کہ تم نے اپنے دین کو بھنہ قائم رکھا اور محض انجیل پر ثابت قدم رہے۔ نمازین پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے پھر نیک عمل کرتا اور اچھی باتوں کا مشورہ لوگوں کو دیتے رہے نیک صحبت رکھتے۔ برائیاں نہ خود کرتے نہ دوسروں کو کرنے دیتے اور اللہ کی باندہی ہوئی حدوں میں رہا کرتے تھے تو اسی کی برکت سے تمہارے دشمن خوار اور ذلیل اور مغلوب ہوتے تھے۔ پھر جب تم نے خدا کے حکموں سے منہ موڑا اور اپنے پروردگار کی نافرمانی کرنے لگے تو اقبال نے تمہاری طرف اپنی پیٹیمہ کر لی۔ اور بارے تمہارا پچھالیا اور خدا نے تمہاری گوشمالی کو وہ قوم متعین کی جس سے زیادہ ضعیف دنیا میں آج کوئی قوم نہیں۔ لوگو۔ رسول عربی کے خلیفہ نے انہیں تمہارے ملک میں اسلئے بھیجا ہے کہ وہ تمہیں کان پکڑ کے تمہارے ملک سے بدر کر دیں۔ اب کہو تمہاری کیا راہ ہے جو رکی ڈاڑھی میں تنکا۔ ہم تو کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر قتل اس چودہویں صدی کے مسلمانوں پر یہ پستی ان اڑا رہا ہے۔ ہمیں تو وہ روشن ضمیر معلوم ہوتا ہے۔ دیکھتا بھائی مسلمانو۔ کہیں یہ تمہارے اوصاف مجیدہ اور صفات پسندیدہ نہوں۔ بہت پوچھا کرتے ہو کہ اسلام کے منزل کے اسباب کیا ہیں۔

خوب سمجھو جو خدا کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے حکم سے کوئی سر نہیں پھیر سکتا لوگ ہر قتل کی یہ باتیں سنکر بالاتفاق بول اٹھے کہ جہاں پناہ آپ یہ کیا فرماتے ہیں ان بہو کے تنگے عربوں کی ہمارے سامنے کیا حقیقت ہے ہم ایک دہشتکار میں اور نین نوک دم بگمادینے اور صحت بھی نہوگا بلکہ اونکا تعاقب کر کے ہم مدینہ پہنچینگے اور اسے تباہ و برباد کر کے اونکے کبیر کی اینٹ سے اینٹ بچا دیں گے۔ آپ ہر طرح اطمینان رکھیں۔

اپس ہر قتل نے اپنے پانچ نامی افسردہ کو آٹھ ہزار سوار ہزار دیکر روانگی کا حکم دیا۔ انہیں ایک بظاہر ایک تھا۔ دوسرا خاص اور کا بھائی۔ تیسرا شریہ کا حاکم جرجیس چوتھا لوقا۔ پانچواں سردار

صلیاً تھا۔

جب یہ سب کمزور باندہ باندہ کے چلنے کو تیار ہو گئے تو اونکی فتح کیواسطے نماز پڑھی گئی۔ گرجا کی خوشبو یوں کی دھوئی اونکو دی۔ معمور یہ کاپانی اون پر چڑھ گیا اور سب پادریوں نے ملکر دعا مانگی کہ یا اللہ جو حق پر ہوا اسی کو فتح ملے۔ اس دعا پر ہم بھی آمین کہتے ہیں۔

لشکر اسلام تین دن پہلے سے تیوک میں پہنچ چکا تھا۔ چوتھے دن صبح کو سب مسلمان شام جانے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ دشمن کی سپاہ کی آمد معلوم ہوئی۔ شیران اسلام سنبھل گیا۔ یہ ٹھہری کہ جناب ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے ہزار سواروں کو لیکر کین گاہ میں پوشیدہ ہو جائیں اور باقی ہزار غازی مقابلہ پڑٹے زمین۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جناب زید بن ابی سفیان شمشیر پرستہ ہاتھ میں لیکر سامنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے مسلمانو! تم خوب جانتے ہو کہ بارہا مسلمانوں کا ایک چوٹا سا گروہ کثرت کفار پر غالب ہوا ہے فتح اور شکست آدمیوں کی کثرت اور قلت پر موقوف نہیں۔ میرے بہادر و قوت اور فتح اوی گروہ کے ساتھ ہوتی ہے جو حق پر ہو اور خدا اوی قوم کی مدد کرتا ہے جو خدا کے کام میں مشغول ہو۔ ہائیو جنت تلواروں کے سایہ کے تلے ہے۔ اتنے میں رومیوں کا طلیعہ بھی قریب آگیا۔ کفار نے جو دیکھا کہ مسلمان تھوڑے سے ہیں خوب بغلین بجائیں اور خوشی سے اوچھلے کودے کہ ان ٹھی بہر آدمیوں کو اب مارا۔ پھر سب نے ملکر ایک دم سے لشکر اسلام پر دھاوا کر دیا۔ اصحاب رسول کریم بھی جم گئے اور دشمنان دین کو نیزوں اور تلواروں پر دھریا۔ رومیوں نے یہ معاملہ دیکھ کے چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا اور سمجھے کہ اب انہیں پیسے ڈالتے ہیں کمان ہم آٹھ ہزار اور کمان یہ تھوڑے سے۔ کب تک لڑینگے کہ اوی وقت حضرت ربیعہ اپنی فوج کے ساتھ نعرۃ اللہ کہہ رہے تھے کہ گاہ سے نکل آئے اور درودوں کی آوازوں سے میدان گونج گیا۔ کفار تو اپنی فتح سمجھ چکے تھے عین کربال میں

یہ گلہ جو لگا تو بجلی کا سادھ چکا دل پر بیٹھ گیا اور حواس بکھر گئے۔ مومن قوی دل ہوے۔ پہر کیا تھا فتح ہاتھ باندھے سامنے کھڑی تھی۔ مسلمانوں نے زور لگا لگا کے وہ وہ حملے کئے کہ لگتے بکیر دئے زمین تلے اوپر ہونے لگی۔ اس عرصہ میں حضرت ربیعہ کی نظر بطلایت پر پڑی جو رومیوں کو لکار لکار کے لڑا رہا تھا۔ سمجھے کہ یہ کوئی بڑا سردار رومیوں کا ہے لپک کے ایک نیزہ مارا جو جگر کے پار ہو گیا اور بطلایت زمین پر سجان ہو کر گر پڑا۔ رومیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ خداوند کریم نے اپنے تابعداروں کو مظفر کیا اور بارہ سو رومی اسی وقت مارے گئے۔ ایک مہینے مسلمان شہید ہوئے۔ ہر جیس نے بہا گئے ہوئے رومی سپاہیوں کو دم دلا سے دیکر ہر اپنی خیمہ گاہ پر روک لیا۔

ہر جیس نے ایک آدمی بطور سفیر کے مسلمانوں سے طلب کیا

ہر جیس نے جب اپنے خیمہ میں تھوڑی دیر دم لیا اور ہوش و حواس اوسکے بچا ہوئے تو ایک عیسائی عرب کو جس کا نام قلعوچ تھا لشکر اسلام میں یہ پیام دیکر بھیجا کہ آپ کسی عزت دار اور عقیل و فہیم شخص کو ہمارے پاس بھیجیں تاکہ ہم اوس سے یہ دریافت کریں کہ مسلمان ہم سے کیوں لڑنے آئے ہیں اور کیا کوئی صورت صلح کی بھی نکل سکتی ہے یا نہیں۔ قلعوچ نے لشکر اسلام میں آکے جب یہ بات بیان کی تو جناب ربیعہ وہاں جانیکو مستعد ہو گئے اور مسلمانوں سے کہا کہ تم کھڑے ہوئے دیکھتے رہنا اگر ذرا سا بھی غل شور ادا ہو تو فوراً حملہ کر دینا۔ اسکے بعد اٹھے اور قلعوچ کے ساتھ دشمنوں کے لشکر میں پہونچے جب سردار کا خیمہ نظر آیا تو قلعوچ بولا کہ یہ جاے ادب ہے یہاں سے گھوڑے کو چوڑ دیجئے اور پیادہ چلئے۔ حضرت ربیعہ عین بچپن ہو کے بولے کہ اوگستاخ۔ اپنی زبان سنبھال۔ ہم جس طرح چاہیں گے چلینگے تیرے سردار کو نہر بار غرض پڑی تھی تو ہمیں بلایا تھا ہم کیا اوسکے پاس بیک مانگتے جاتے ہیں جو بیعتی سے اوسکے سامنے حاضر ہوں۔ او سے

سود فقہ غرض ہو تو بلائے نہیں تو واپس جاتے ہیں۔ جب یہ خبر جرجیس کو پہونچی تو او سنے کھلا بھیجا
 کہ اون سے زیادہ نہ او لکھو جیسے آئینہ آئند و غرض کہ جناب ربیعہ جرجیس کے خیمہ کے دروازہ
 تک ویسے ہی گھوڑے پر سوار گئے اور دخیمہ سے او تر کے سیدھے ہاتھ میں ننگی تلوار اور او لٹے
 ہاتھ میں گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے مع گھوڑے کے اندر داخل ہوئے اور بیچ خیمہ میں
 پہونچکے اسی ڈھنگ سے پالتی مار کے بیٹھ گئے۔ جرجیس بولا اے برادر عربی۔ تم نہایت
 ضعیف اور کمزور تھے سارے جہان میں عرب ایک ہو کئی ننگی قوم مشہور ہے۔ تعجب ہے
 کہ اب تمہیں یہ جرأت ہوئی کہ ہماری برابری کرتے ہو اور ہم سے لڑنے آئے ہو تو بتاؤ کہ تم
 چاہتے کیا ہو۔ جناب ربیعہ نے فرمایا کہ ہم تم سے چاہتے ہیں کہ صدق دل سے مسلمان ہو جاؤ
 یا جزیہ دینا قبول کرو یا ہم سے لڑو۔ جرجیس نے جواب دیا ہم اہل کتاب ہیں تم پہے شرک
 آتش پرستوں کی طرف فارس کیوں نہیں گئے۔ جناب ربیعہ نے فرمایا کہ تم ہمارے بڑے سی ہو اور
 خدا نے تم کو بھی حکم دیا ہے کہ ہم اونہیں کافروں سے پہلے لڑیں جو ہمارے پاس رہتے ہوں
 جرجیس نے جواب دیا کہ اچھا ہمارے بہت سال اسباب لیکر اپنے گھر چلتے بنو۔ جناب ربیعہ نے
 ارشاد کیا۔ ایسا نہیں ہو سکتا یہاں تو تین یا تین ہیں۔ مسلمان ہو یا جزیہ دیا لڑو۔ جرجیس نے
 کہے بولا کہ دیکھیں تم ہمارا کیا کئے لیتے ہو تمہاری جو درخواستیں ہیں اونکے ماننے سے مرنے بہتر ہے
 تم ہم سے لڑے لڑنے والے نہیں ہو نہ تو اعدادان ہو ہمارے پاس تک کے برابر ہی تمہارے پاس
 ساز و سامان نہیں۔ ہماری دلیری اور جرأت زبان زد خاص و عام ہے۔ ہم بڑے شجاع۔ بڑے
 بہادر۔ نہایت قوی ہیں کیا تمہیں نہیں معلوم کہ شاہ ایران نے ہم سے لڑکے نچا دیے ہمارے
 سامنے پڑا او سنے منہ کی کمانی۔ اچھا میں قیس صفالیہ کو بلاتا ہوں وہ زبردست عالم اور بڑا فصیح
 و بلیغ ہے تم او س سے گفتگو کرو۔ چنانچہ پادری صاحب تشریف لائے اور باتیں ہونے لگیں۔

قیس - برادر بڑی - تم اپنے نبی کا کچھ حال بیان کرو۔

جناب ربیعہ - وہ نبی عربی اور ہاشمی و قریشی ہیں۔ حجاز میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث کیا۔ انہیں کے طفیل سے غلٹ شرک و بت پرستی سے نکلے ہم خدا پرستی و عرفان کی روشنی میں آگئے۔ معایب کو چھوڑ کے نیکیاں اختیار کیں اور یہ انہیں کی برکت ہے کہ ہماری قوم جسے تم تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہو تمہاری سرکوبی کے قابل ہو گئی۔

قیس - سچ ہے۔ ہماری کتابوں میں بھی یوں ہی لکھا ہے اور ہمارا علم ہی یہی کہتا ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے نبی خدا کے پاس آسمان پر بھی تشریف لیگئے تھے یا نہیں جناب ربیعہ - ہاں ہاں۔ بیشک گئے تھے جسکا اقرار خود حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں فرمایا ہے سبحان الذی اسدی بعد الخ یعنی پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ خاص محمد کو راتوں رات مسجد اقصیٰ تک لیگیا۔

قیس - کیا تم پر کسی زمانہ میں روزے رکھنا بھی فرض ہیں۔

حضرت ربیعہ - ہاں رمضان میں ہم روزے رکھتے ہیں کیونکہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ کا ہمارے لئے یہ حکم موجود ہے کتب علیکم الصیام الخ یعنی اے مسلمانو تم پر رمضان کے روزے فرض ہیں۔ اور قرآن رمضان ہی میں اتارا گیا ہے۔

قیس - کیا مسلمانوں کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملے گا۔

جناب ربیعہ - ہاں۔ بلاشبہ کیونکہ خداوند کریم فرماتا ہے من جاء بالحسنة فله

عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزئ له الا مثلهما وهم لا يظلمون، یعنی جو شخص قیامت کے دن نیکی لیکے ہمارے سامنے آئے گا تو ہم اسے اس کا دس گنا ثواب دینگے اور جو بدی لیکر آئے گا تو بس اتنی ہی سزا ملے گی اور قیامت میں لوگوں پر کیس طرح کا زور و ظلم نہیں کیا جائیگا۔

قیس - کیا تم کو اپنے نبی پر درود بھیجنے کا بھی حکم ہے -

حضرت ربیعہ - ہاں ہاں - صلوا علیہ وسلموا تسلیما - یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے کہ اے مسلمانو اپنے نبی پر درود و سلام بھیجا کرو -

قیس حضرت ربیعہ کی اس گفتگو سے حیرت میں آگیا اور اپنی قوم کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ حق انہیں لوگوں کی طرف ہے -

لیکن امیر من کی صحبت کی ایک بڑی کنجش یہ ہے کہ ان کی مجلس میں اوکھاڑ پھاڑ کرنے والے ہر وقت لگے رہتے ہیں انہوں نے جو دیکھا کہ پادری صاحب کو حضرت ربیعہ نے بالکل لاجواب اور ساکت کر دیا چپکے سے جرجیس کے کان میں یہ پوچھ لیا کہ حضرت - یہ وہی شخص ہے جس نے کل تمہارے بہائی بطلان کو مار ڈالا ہے - یہ سنتے ہی جرجیس آگ بگولا ہو گیا اور غصہ سے لال پیلا ہو کر آپے میں نہ رہا - جناب ربیعہ کو اس وقت اکیلا دیکھ کر چاہا کہ میں خود ہی بدلہ لینا ربیعہ اس کے تیور بہانہ کے معاً اوٹھ بیٹھے اور ایک جست کی - اتنے میں جرجیس نے اون پر وار کیا جو خالی گیا - جناب ربیعہ نے بھی اس کے جواب میں ایک ہاتھ ایسا دیا کہ جرجیس نے سانس تک نہ لی - حضرت ربیعہ اسے ملک الموت کے حوالہ کر کے گھوڑے پر چڑھ کر چلا گیا وہ جا - پیچھے سے رومیوں میں غل مچا کر لینا - پکڑنا - خیردار جاتے نہ پاسے - تمام رومی لشکر تلوار ہاتھوں میں لے لیکے دھڑوڑا - مسلمان بھی پہلے ہی سے مستعد و آمادہ کھڑے ہوئے تھے شیر بھر کی طرح پیکے - تلواریں چلنے لگیں اور خوب ہی گھسان کی لڑائی ہوئی - یہ ہنگامہ میدان حشر کا نمونہ رہا ہو ہی رہا تھا کہ ناگاہ کاتب وحی جناب شریعت بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوبکر صدیق کے بیچے ہوئے مع فوج کے آن پہونچے - مسلمان اپنے تازہ دم بہاؤن کو اپنی مدد کو آیا ہوا دیکھ لیکے اور بھی پہر گئے اور اس شد و مد سے مقابلہ کیا کہ رومیوں کو بہا گئے کا بھی ہوش نہ رہا -

نہر بان میں نہان جنگ۔ نے اسی جگہ آٹھون کے آٹھون ہزار رومیوں کو تہ تیغ کر کے لمبا لمبا زمین پر سلا دیا۔ اسکے بعد مال غنیمت جمع کیا گیا اور لوگ جناب کاتب وحی اور اونکے ساتھ والوں سے خوب دل کھول کے ملے اور چاروں طرف مبارک سلامت کا غل چھنے لگا۔ اصحاب پاک کے مشورہ سے مال غنیمت اور فتح کی مبارکباد لیکر شہزاد بن اوس معہ پانسو سواروں کے مدینہ بھیجے گئے۔ اونکے پہونچتے ہی جناب خلافت مآب سجدہ شکر میں زمین پر گر کے پیشانی نورانی صفحہ خاک پر رگڑے لگے اور اہل مدینہ نے نعرۃ اللہ اکبر بلند کر کے خوشیاں منائیں۔

جہاد و اجتماع فوج کی غرض سے فرامین خلافت مسلمانان عرب کے نام جاری کی گئے اس فتح نمایان کے بعد دارالخلافت بانی فیض و برکت سے فرمان جاری ہوئے کہ سب مسلمان کفار سے جہاد کرنے اور اسلام کی مدد کے لئے تیار و کمربستہ ہو جائیں اور ہر طرقت سے مجتمع ہو کے مدینہ پہلے آئیں۔ عبد الدین خدا فہ نامہ نامی اور مکتوب گرامی لیکر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور اوسکو مجمع عام میں یون سنایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد و صلوة کے بندہ خدا ابو بکر کی طرف سے مسلمانان مکہ کو معلوم ہوا کہ میں نے اشاعت اسلام اور اہل اسلام کی بیبودی اور آرام کیلئے لشکر شام کی طرف روانہ کئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ابھی تک فتوح نمایان بھی حاصل ہو چکی ہیں۔ اے مسلمانان مکہ یہ نسبت اور مسلمانوں کے تم زیادہ حق رکھتے ہو کہ محمد رسول اللہ کے دین کی مدد کرو اور اللہ جل شانہ کے احکام کی تعمیل کرو۔ پس تم پر لازم و فرض ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے تیار و لیس ہو جاؤ بہشت تمہارے واسطے آراستہ اور تیرین ہمہ تن تمہاری مشتاق ہیں۔

اس نامہ پر آنحضرت صلعم کی مہر ثبت تھی۔ اے سنتے ہی سب بلیک بلیک کھکے اؤٹھ کھڑے ہوئے اور بالاتفاق پکارے کہ ہم بسیر و چشم خلیفہ برحق کی فرمانبرداری اور اسلام کی

مددگاری کو حاضر ہیں۔ سہیل بن عمرو۔ حارث بن ہشام اور عکرمہ بن ابی جبل نے کہا کہ ہمنے اللہ کی طرف سے پکارنے والے کو قبول کیا اور ہم اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنے کو حاضر ہیں۔ پس پانسو آدمی مکہ سے اور چار سو طائف سے آ کے جرف میں جمع ہوئے اور پس دن تک اطراف و جوانب سے فوجیں آئے آ کے مدینہ میں جمع ہوتی رہیں۔ جب حکم خلافت جبل بن سلمہ اور بنی کلاب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ہتیا رے لیکے تعین کو کھڑے ہو گئے۔ حضرت ضحاک صحابی نے اوس قوم کو بہت ترغیب جہاد کی دی۔ اوس وقت ایک آدمی جو بارہا شام جا چکا تھا اور اوسے وہاں کے لوگوں کا تمول۔ ساز و سامان اور شجاعت و بہادری بہت دیکھی بہالی تھی اوٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے لوگو! ہم ایسی قوم سے بھرنے کے لئے بلائے جاتے ہیں جو ہم سے بدرجہا قوی ہے۔ اوس کے سامنے عرب محض پیچ و پلٹ جہین۔ اے میرے بھائیو! تم مفت میں اپنی جانیں گنوائے اور ہاتھوں سے گئے کہانے نہ جاؤ۔ مگر اس بات کی ترویج جناب ضحاک رضی اللہ عنہ نے بہت ہی پر زور الفاظ میں کی اور فرمایا۔ دیکھو۔ آنحضرت صلعم صحت اکیلے تھے اور اوپر مفلس و نادار پہراؤ مکے مخالفوں پر نظر ڈالو کہ کیسے کیسے قوی پہل پہلوان اور جتنے والے تھے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے بڑے بڑے لوگوں نے لاکھوں سر پیٹے لیکن کسی کی ایک نہ چلی۔ پس اے لوگو! فتح اور ظفر۔ کثرت و قلت۔ مال و دولت اور زور و قوت پر منحصر نہیں ہیں بلکہ خدا داد چیزیں ہیں۔ خدا چاہتا ہے جسکو دیتا ہے۔ وہ اوسی کو ملتی ہیں جو نیک نیت ہو اور حق پہرہ۔ دیکھو ایک آدمی نے تھوڑے سے لوگوں کو مسلمان کیا اور وہ تھوڑے سے تمام ملک عرب کے بادشاہ ہو گئے پھر اس میں کون سی بات محال اور خلاف عقل ہے کہ عرب کے بادشاہ شام کے بھی حاکم ہو جائیں اور ہو گئے ہیں ابھی تک مٹی بہر مسلمانوں نے اپنے سے دس گے شامیوں کے دانت کٹے کر دئے اور بہت سی غنیمت مدینہ کو بھیجی ہے۔ میرے پیارو! اسباب پرست

جنکے ہاتھوں میں چوڑیاں نہ پہنو۔ خدا کی دین کے دیر کا بہاؤ تمہاری طرف ہی اوسے تمہارے گھر پہونے کے لئے ذرا سپردہ چاہئے اللہ کے اٹھ کھڑے ہو پہ پہرین بہر بہر کے موتی اور جواہرات لو اور بشت اوسکی دستوری میں۔ بہائیو۔ کیا تم خدا اور اوسکے رسول کو راضی کرنا نہیں چاہتے اور اونکی پکار کو نہ سنو گے۔ ابو بکر خلیفہ برحق میں اونہوں نے تمکو بلایا ہے چلو۔ اور اس ساری چون و چرا کو چوڑو ویزدلی نامہ دہانے کے لئے ایسے ہی تھوڑے دہندہ پیش کر دیتی ہے۔ حضرت ضحاک کی یہ پراثر باتیں سنکے بنی کلاب کی آنکھوں کے آگے سے پروے اٹھ گئے اور چلو چلو پکارنے لگے۔ یہ لشکر مدینہ آہاتا اور حضرت صدیق اکبر مہاجرین اور انصار کے مجمع میں مثل آفتاب چمکتے ہوئے غازیوں کی فوج کے معائنہ کو جرت تشریف لئے جا رہے تھے کہ راہ میں آمناسا منا ہو گیا۔ جب معلوم ہوا کہ یہ ساری کارروائی حضرت ضحاک کی ہے تو آپ ضحاک سے نہایت خوش ہوئے اور اونکی بیٹیمہ ٹھونکی۔ پہر بنی کلاب کا نشان اونہیں کو مرحمت فرمایا۔ حضرت ضحاک بہت سے اونٹ اور گھوڑے بھی سکین وغریب غازیوں کی اعانت کے لئے اپنے ساتھ لائے تھے وہ جناب خلافت مآب کے حضور میں نذر کر گئے۔

روایت ہے کہ جناب سعید بن خالد نے امیر المومنین سے درخواست کی کہ لشکر طلیعہ کا نشان مجھے عنایت ہو۔ اونکی درخواست قبول ہوئی اور نشان اونہیں مل گیا۔ تھوڑی دیر میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صدیق اکبر کے پاس آئے اور کہا کہ سعید سے بہتر وزیر اور افضل صحابی اور موجود ہیں آپ نشان اونہیں کیوں نہیں دیتے۔ میں نے سنا ہے کہ نشان ملتے ہی وہ کچھ ابلے پہو لگتے ہیں اور سب سے کہتے پھر تے ہیں کہ میرے دشمن عمر بن الخطاب نے بہانہ ہی ماری مگر امیر المومنین نے مجھے سردار فوج کہہ ہی دیا۔ بہلاہ میں نے آپکو ب روکا تھا اور میرا اونہوں نے کیا لیا ہے جو میں اون سے دشمنی رکھتا ہوں۔ یہ سنکر صدیق اکبر کو بڑا ملال ہوا اور آپ متفکر و ملول نظر

گہر میں چلے گئے۔ وہاں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی پد بزرگوار سے عرض کی کہ اباجان عمر کی خیر خواہی اور رے۔ دین کے باب میں مسلم اور قابل قدر ہے آپ انہیں ہرگز رنجیدہ نہ کریں۔ سید سے نشان واپس کر لیجئے لہذا اون سے نشان لیلایا گیا۔ حضرت سید بھی تنہا ہو گئے اور اپنی معزولی کو اپنی لغزش کی سزا سمجھ کے ذرا بھی برا نہ مانا اور خوشی بخوشی عام سپاہیوں کی طرح محض خدا و رسول کی رضامندی کے لئے جہاد میں جانا قبول کر لیا۔

اب جناب امیر المؤمنین کو یہ فکر ہوئی کہ اس سارے لشکر پر امیر کو بتاؤں اسی زمانہ میں مکہ سے سیل بن عمرو۔ عکرمہ بن ابی جہل اور حارث بن ہشام آ گئے۔ یہ تینوں صاحب چاہتے تھے کہ ہم امیر مقرر ہوں۔ جناب صدیق اکبر نے اس بارہ میں حضرت فاروق اعظم سے رے طلب کی حضرت عمر نے ان تینوں کے خلاف رے دی۔ جناب حارث بول اٹھے کہ اے عمر جب تک ہم لوگ مسلمان نہوے تھے تم ہمارے حق میں نیکی شمشیر تھے مگر اب تو ہم مسلمان ہیں ہمارے اوپر رحم کرو حق قرابت و رشتہ داری کو نگاہ رکھو اور ہماری مدد کرو جناب فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ سلطنت اور حکومت میری یا ابوبکر کی موروثی یا زبردستی نہیں ہے جو میں اس میں اپنی قرابت اور رشتہ داری کو ملحوظ رکھوں۔ اس میں حق انہیں کا مقدم ہے جہتوں نے اپنا خون بہا کے اسے پیدا کیا اور سابق الایمان اور جان نثار رسول رحمن ہیں۔ سیل نے کہا کہ نہیں۔ نہیں۔ ہم آپ دونوں صاحبوں پر جبر نہیں کرتی کہ رشتہ دار سمجھ کے خواہ مخواہ سرداری ہم کو دو۔ جو مستحق ہو اسی کو دیکھئے اور ہمارے لئے دوسروں کی حق تلفی نہ کیجئے ہم راضی اور ہمارا خدا راضی۔ ہم آپ کے فرمانبردار ہیں جیسی کوشش ہم نے یا ہم جاہلیت میں کافروں کے ساتھ ملنے کی تھی اور مسلمانوں سے لڑے تھے اوس سے دو چند سعی اب اسلام کی حمایت میں کریں گے۔ جناب عکرمہ نے فرمایا کہ میں اپنا جان و مال خدا کی راہ میں وقف کر چکا ہوں مجھے بغیر سرداری ہی اپنی خدمت میں قبول کیجئے۔ جناب صدیق اکبر نے یہ بات

سکے دعائی کہ اے اللہ انکی دلی مرادیں برلا اور انکے کاموں سے بہتر انکو اجر دے۔

غرض کہ حضرت عمرو بن عاص کو نشان دیکے مکہ اور طائف اور ہوازن کے لشکر کا سردار بنایا گیا اور انہیں حکم ہوا کہ تم امین الامتہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت رہو بغیر انکے مشورہ کے ہرگز کوئی کام نہ کرنا۔ جناب عمرو بن العاص سیدنا عمر فاروق کے پاس پہنچے اور کہا کہ آپ میری سفارش حضرت امیر المومنین سے کریں تاکہ میں جناب ابو عبیدہ کا ماتحت نہ کیا جاؤں بلکہ وہ میرے ماتحت رہیں۔ جناب فاروق اعظم بولے۔ یہ تمہنے کیا کہا۔ خیر دار۔ پھر ایسی بات میرے سامنے منہ سونہ لگا لیا۔ ابو عبیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامتہ فرمایا ہے تم ان سے افضل و برتر نہیں۔ جاؤ میں ایسی سفارش ہرگز نہ کروں گا۔ حضرت عمرو بن عاص نے جناب فاروق کا فرمانا بخوشی منظور کیا اور اس خیال سے بالکل باز آ کے اپنے کام پر روانہ ہو گئے۔ والد کیا اچھو لوگ تھے کہ اگر کبھی احیانا بشریت کے باعث کوئی غلطی کرتے ہی تھے تو سمجھانے سے فوراً سیدہ ہو جاتے تھے ایک ہم صددی لوگ ہیں کہ چاہے ناک تدارد ہو جیساے مگر اڑ پوری ہو کے رہے۔ اگر وہ لوگ ایسا کرتے تو کام بالکل نہ چلتا۔ اور جو ہم لوگ ویسا کریں تو ہمارے یہ بڑے دھاڑے نہوں۔

چلتے وقت جناب صدیق اکبر نے عمرو بن عاص سے فرمایا کہ اے عمر و خدا سے ڈرتے رہتا۔ ہر کام میں اور ہر وقت اوسی کی رضا جوئی میں مشغول رہتا۔ اپنے ماتحتوں پر باپ کی طرح شفقت رکھتا۔ یہ زید بن ربیعہ جس راہ سے فلسطین گئے ہیں تم اس راستہ کو چھوڑو بلکہ اتبار کی طرف سے وہاں پہنچو۔ بلچیون کو اپنے سامنے بلو اگر خود ان سے گفتگو کرنا۔ جاسوسوں کے ذریعہ سے ابو عبیدہ بن الجراح کی حالت کی خبر منگو اتے رہنا اگر دیکھو کہ وہ دشمنوں پر غالب ہیں تو تم فلسطین پر حملہ کرنا ورنہ انکی مدد کو دھڑ جانا۔ سہیل اور عکرمہ اور عارث اور عبیدہ کو اپنا مقدمہ الجیش بنانا۔

دیکھو سستی اور پست ہمتی برے مرض ہیں انکو اپنے پاس نہ پٹکنے دینا آج کا کام آج ہی نبٹ جیادیا کرے۔ اکثر مہاجر اور انصار اور اہل بدر تمہارے ساتھ ہیں انکے حقوق نظر انداز نہ ہونے پائیں علاوہ بریں اپنے ساتھیوں کی رعایت ہر موقع پر ملحوظ رہے انکی عزت و توقیر میں کمی نہونے پاسے تاکہ اونہیں رنج نہ پہونچے۔ اپنی امارت کے گم ہونے میں نہ آجانا۔ ہر بات میں ساتھیوں کے صلاح و مشورہ لیتے رہنا۔ اپنی فوج کی نگرانی رکھنا۔ دشمن کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونا۔ مسلمانوں کی پردہ دری نہ کرنا۔ وعظ میں اختصار اور دشمنوں کے مقابلہ میں ثبات و قرار اختیار کرنا۔ تلاوت قرآن کی تاکید تمام فوج اسلام کو کرتے رہنا۔ ایام جاہلیت کے تذکرے تمہاری فوج میں نہونے پائیں۔ لوگوں کو اپنے نفس کی اصلاح ہر وقت مد نظر رہے۔ ان باتوں کی پابندی سے تمہارے ماتحت سب ٹھیک اور درست رہینگے ورنہ بڑی مشکل میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ نماز کی حفاظت کرنا اور بے اذان کبھی نماز نہ پڑھنا۔

ان ہدایتوں کے وقت جناب ابو عبیدہ بن الجراح بھی موجود تھے صدیق اکبر نے اونہیں بھی مخاطب کر لیا تھا۔ اسکے بعد مسلمانوں نے ایک دوسرے کو سلام کئے اور نشان فوجوں کے بلند ہو گئے۔ لوگوں نے باگین چھوڑ دیں اور یہ نوہزار کا لشکر روانہ ہو گیا۔ اسکے دوسرے دن ایک لشکر حضرت امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کیلئے تیار کیا گیا اور انکو حکم ہوا کہ جابہ روانہ ہوں۔ اسی دن ایک نشان جناب سیف الدہ خالہ بن ولید کو دیکر قبیلہ نحم اور خزام کے ہمراہ عراق و فارس بھیجا۔

مسلمانوں کی فتحیابی اور لشکر روم کی خرابی

جب رومیوں کی شکست اور مسلمانوں کے ان لشکروں کی روانگی مدینہ سے ہر قل نے سنی تو اپنے سرداروں اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور کہا کہ مجھے اسی حالت سے ڈر لگتا تھا اور میں

خوب جانتا ہوں کہ یہ قوم میرے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر قابض و متصرف ہو جائیگی۔ پھر مخبر سے کہا
 کہ اچھا مسلمانوں کے خلیفہ کی صورت اور سیرت بیان کر۔ اوسنے کہا۔ مثل عام لوگوں کے بسر کرتے
 ہیں۔ مسلمانوں میں اور ان میں ایک رتی بہر کا فرق نہیں اگر نادان واقع آدمی دیکھے تو نہیں پہچان سکتا کہ یہ
 بادشاہ ہیں۔ صرف دو کپڑے پہنے ہوئے بازار میں پھر اترتے ہیں اور وہیں مقدمات بھی فیصل
 کر دیتے ہیں۔ اونکے انصاف کے آگے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی پہو جاتا ہے۔ قوی سے
 ضعیف کا عوض لینے میں نہایت سخت ہیں۔ شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پانی پہلا دیا ہے۔ کوئی
 چیز اونکا قدم انصاف سے ڈگا نہیں سکتی۔ سب مسلمان اونکے آگے یکساں ہیں۔ اپنے پرے
 کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں نہ کوئی اونکے آگے پتا ہے نہ پرایا۔ اسلام کے خیر خواہ
 کو اپنا خیر خواہ اور اسلام کے بدخواہ کو اپنا بدخواہ جانتے ہیں۔ ذاتی دوستی۔ رشتہ داری اور قربت
 اونکے ہاں کوئی چیز نہیں۔ نہ ایمر کی خاطر داری اور پاس کرین نہ غریب سے نفرت رکھیں گندمی
 رنگ اور لاغر اندام ہیں۔ ہر قل بولاد السیدی رسول عربی کے جانشین اور خلیفہ ہیں۔ اونکے بعد ایک
 اور آدمی دراز قد باہیبت شیر کی مانند خلیفہ ہو گا جو ہمو جلا وطن کر دیا۔ ایک اور عیسائی بول اوٹھا۔ میں نے
 اونہیں ہی دیکھا ہے وہ موجودہ خلیفہ کے شیر اور مصاحب ہیں۔ کسی وقت اون سے جدا نہیں
 ہوتے تاہم اونکا عمر فارق ہے۔ یہ سنکر ہر قل بولا۔ افسوس میں نے ہر چند تم سب کو سمجھایا کہ
 نہ لڑو مگر میری کسی نے نہیں سنی۔ خیر ترین یہ تقدیر آپ کیا ہو سکتا ہے۔ اچھا رو میں لشکر لے کے
 فلسطین جاے۔ وہ ہماری ارض مقدس ہے اوسکی حفاظت بخوبی کرے۔ غرض کہ عمر بن عباس
 کا لشکر اور رومی فوج دونوں ایک ہی دن فلسطین میں داخل ہوئے۔ عدی بن عامر نے اسلامی
 لشکر میں آکے خبر دی کہ دشمن بھی آپہونچے۔ حضرت عمر بن عباس نے رومی لشکر کی تعداد دریافت
 کی۔ عدی نے جواب دیا کہ میں نے پہاڑ پہر چڑھکے دیکھا تھا میری رائے میں ایک لاکھ آدمیوں کے

کم نہیں۔ اس وقت جناب عمر بن عاص نے مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی اور تائید اسی کی ایسہ دلائی اور لوگوں سے صلاح پوچھی۔ کوئی بولا۔ میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ ہم لوگ یہاں سے اوٹنے کے بہت دور میدان میں جا پڑیں تاکہ رومی شہر سے باہر نکل پڑیں اور پرگندہ ہو جائیں پھر ہم کسی موقع پر انہیں غافل پا کے شجخون ماریں۔ انشاء اللہ اونکو شکست ہوگی۔ سیل بن عمرو نے یہ کلام سن کر کہا کہ یہ کام عاجزون کا ہے ہمیں منظور نہیں۔ اس میں مہاجرین و انصار نے فرمایا کہ ہم لوگ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب ہوتے تھے اور تھوڑے سے ایک جماعت کثیر کو بہکا دیتے تھے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ صبر والوں کی مدد کرے گا۔ سیل بن عمرو بولے اٹھئے کہ ہم اونکو خبردار کر کے سر میدان لڑینگے دیکھیں وہ ہمارا کیا کئے لیتے ہیں۔ ہمکو اپنی تلواریں دشمنوں کے سامنے غلاف میں رکھنا منظور نہیں جسکے دل میں آئے ہمارا ساتھ دے اور جسکے دل میں آئے ہیں سے اپنے گھر واپس چلا جائے۔ جناب عبد اللہ بن عمر فاروق نے سیل کے کلام کی تائید کی اور سب مسلمان جوش میں بہر کے بالاتفاق پکارے کہ ہم حاضر ہیں۔ یہیں مر کے یا مار کے ٹپکتے نہیں تو مدینہ میں منہ نہ کھلائینگے۔

جناب عمر بن عاص نے ہزار آدمی حضرت عبد اللہ بن عمر کو دئے اور کہا کہ آپ آگے جائیں شہزادہ عالم و عالیان ایک دن اور ایک رات برابر اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے چلے گئے صبح کو سامنے سے ایک غبار عظیم اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ رومی لشکر کی آمد ہے اسی وقت اپنی صفیں آراستہ کر لیں اور جہان سے وہیں ڈٹ کے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں رومیوں کا دستہ دس ہزار سوار کا جو بطور طلیعہ کے آگے آگے آتا تھا سامنے آگیا۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ مسلمان بہت ہی کم ہیں بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے کہ اس مشہد خاک کو ایک ہی پہونک میں اڑا دیں گے۔ ہمارے غازیوں نے اونکو دیکھا کہ تیرے ہیں کہیں۔ سب سے پہلے

عمر بن ابی جہل اُن کے بعد سبیل و فحاک اور اُن کے پیچھے تمام مہاجرین و انصار نے ایک تاننا
 بانہ کے لشکر مخالف پر حملہ کر دیا۔ آخر دونوں لشکر غٹ پٹ ہو گئے اور تلواریں چلنے لگیں۔ نیزے
 جگر کے پار ہوتے تھے تیر سینہ کو براتے ہوئے نکلتا تھے تھے۔ فوج کی نقل و حرکت کیا تھی
 گویا دیارے سولج کی روانی تھی جو اُس کے سامنے آجاتا غلطان بچاں بہا چلا جاتا تھا۔ زمین
 پانیوں کے نیچے سے نکلی جاتی تھی۔ موت ورنہیں پاتی تھی کہ کسی کے پاس آئے۔ غازیوں کے
 ہاتھ اوسکی قائم مقامی کر رہے تھے ایک کے دو اور دو کے چار ہو کر گر رہے تھے۔ اسی ہنگامہ
 دار و گیر میں شاہزادہ بلند مرتبت نے دیکھا کہ ایک بطریق فوج مخالفین دایین یا مین دوڑتا پھرتا
 ہے اور لشکر کو لگا لگا کر کے مستعد کر رہا ہے۔ لیکن اوسکی صورت سے ہراس اور بدحواسی
 معلوم ہوتی ہے آثار فکر و تدو اسکی پیشانی سے عیاں ہیں۔ آپ نے سوچا کہ اسکو ٹھکانے
 لگانا چاہئے پس اوسکی طرف پلک کے وار کیا۔ وہ بہت تو پہلے ہی سے ہار ہوا تھا حرکات
 مذہبی کی طرح سے لشکر کو لگا رہا تھا۔ سامنے سے موت جو آئے دیکھی گہرا کے اپنی فوج
 کے قلب میں بہا گنا چاہا۔ شہزادہ صاحب نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے مفت لکھا جاتا ہے
 سوچے کہ اسے کوئی چاٹ دینی چاہئے اس لئے اوسکے پیچھے جھپٹے اور موڑی دور جا کے
 گھوڑے کو پہر اپنے لشکر کی طرف موڑ دیا۔ وہ سمجھا کہ حریف نے منہ موڑا اسلئے اُنکے پیچھے ہو لیا۔
 جب وہ حضرت عبداللہ کی زور اگیا تو آپ نے تیرہ دست مبارک سے پھینک کے تلوار سوت لی
 اور ایک ہی ہاتھ میں اوسے سینت کے دہر دیا۔ یہ دیکھ کر رومیوں کے چمکے چوڑ گئے چپنے کو
 چوہوں کے بلی ڈھونڈنے لگے۔ دلیران اسلام اللہ اکبر کہتے ہوئے آگے بڑھے اور رومیوں کو
 تلواروں کی باطن پر رکھ لیا۔ اوسدن فحاک اور حارث کی شجاعت قابل دیکھنے کی تھی۔ دونوں
 صاحبوں نے دھڑا دھڑا ہر دم اُن کے ڈھیر لگا دئے غرض کہ رومی بالکل متہزم ہو گئے اور میدان

مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ فتح کا پہرہ اڑایا گیا۔ مال غنیمت جمع ہوا۔ شاہزادہ عبد المدرضی المدینہ ابھی تک غائب تھے۔ چاروں طرف ڈھونڈنا جب نظر نہ آئے تو ایک کہیلی بڑگئی۔ ہر شخص پر غم کا آسمان ٹوٹ پڑا سب کے سب اس فتح کو حقیر سمجھنے لگے۔ اتنے میں جناب عبد المدینہ نے نشان کے نیچے سے یہ دسوزی کی باتیں سنیں اور نعرۃ المد اکبر مارتے ہوئے نکل آئے۔ تمام لشکر کو اطمینان ہوا اور سجدہ شکر ادا کیا گیا۔ اس لڑائی میں صرف سات مسلمان شہید ہوئے اور چہ سو رومی قید کئے گئے۔

فتح فلسطین

جناب واقعہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاہزادہ بلند مرتبت حضرت عمرو بن عاص کے پاس تشریف لائے۔ لوگوں نے لڑائی کے سب واقعات اونہیں سناے اور شاہزادہ کی شجاعتیں بیان کیں۔ حضرت عمرو بن عاص نے خوش ہو کے پیٹھہ ٹھونکی اور گلے لگایا پہر لوگوں سے مخاطب ہو کے بولے کہ کیوں نہویہ اوس شیر کا بچہ ہے جس کے نام سے تمام عرب کانپ جاتا ہے پر قیدیوں سے باتیں کر نیکی نوبت آئی۔ اونہیں چند عربی عیسائی بھی تھے اون سے پوچھا کہ روہیں کا لشکر کتنا ہے اور یہ طلیعہ کس قدر تھا۔ اونہوں نے جواب دیا کہ کل لشکر ایک لاکہ تھا اوسمیں سے دس ہزار آدمی اس طلیعہ میں چلے آئے تھے۔ اسکے بعد اون سے کہا گیا کہ تم مسلمان ہو جاؤ وہ نمانے اسلئے سب کی گردنیں مار دی گئیں۔ علی الصبح لشکر اسلام نے آگے کو کوچ کیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ نو صلیبیں دکھائی دیں ہر صلیب کے تلے دس دس ہزار سوار تھے مسلمان اونہیں دیکھتے ہی مستعد ہو گئے اور صفیں آراستہ کر لیں۔ یہمنہ پر ضحاک جزار یہ مسرہ پر حضرت عمرو بن عاص کے اخیانی بہائی سعید بن خالد اور مقدمۃ الجیش پر ابو درداء متعین ہوئے حضرت عمرو بن عاص قلب لشکر میں متلن ہو گئے۔ حکم ہوا کہ قاری تلاوت قرآن مجید شروع کریں۔

مسلمانوں کو مستعد اور لیس دیکھ کر وہیں بہت گہرا ہوا۔ اونکی نورانی شکلین اور شیروں کی سی صورتیں دیکھ کر خوف کھایا۔ تلواروں کی چمک سے ہوش پران ہو گئے۔ دلیں کہہ رہا تھا کہ یا الہی اب کیا ہو گا یہ ہشت دہاتی دیوارین صفت لصف سامنے جمی ہیں ان سے کیسے نمٹو گا کہ اتنے میں سید بن خالد نے گھوڑا آگے بڑھا کر لشکر مخالفت کے میمنہ کو تہ و بالا کر دیا۔ جبروت لا الہ الا اللہ لکھ کر حکم کرتے تھے رومیوں کی صفین کاٹی کی طرح پٹپٹاتی تھیں۔ سارے میمنہ کا صفیا کر کے اور کتوں کی طرح بھاگے کیسہ کو ملیا میٹ کر دیا۔ شیر مست کی مانند ہر طرف پہرتے پہرتے تھے کہ رومیوں نے چاروں سمت سے اونہیں گہرا لیا اور شہید کر ڈالا۔ مسلمانوں کو اونکی شہادت سے سخت صدمہ ہوا۔ حضرت عمر بن عاص یہائی کے غم میں ڈاڑھیں مار مار کے روئے اور فرمایا۔ واسیعہ۔ بیشک تنہی اپنی جان خدا کی راہ میں دیدی اور رسول اللہ کے دین کی خوب ہی حمایت کی خدا اسکے بدلہ میں تجھ کو بہشت برین عطا فرمائے گا پہراپنے لشکر کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ ہے تم میں کوئی ایسا جوان مردودوں سے اس بہادر کا بدلہ لے۔ یہ سنکے مسلمانوں میں سے شہر نامی گرامی شجاع رومیوں کی طرف دہرچکے۔ اونہیں ذوالکلاع حمیری۔ عکرمہ۔ ضحاک۔ حارث۔ معاذ۔ ابودرداء اور شہزادہ عبدالمد وغیرہ شامل تھے۔ سب یہی کہتے ہوئے گئے تھے کہ چاہے ہم میں سے ایک ایک کے مقابلہ میں لاکھ لاکھ کافر ہوں تو یہی خدا کی راہ میں کمی نہ کریں گے۔ سہون نے پرچیان سید ہی کر لین اور گھوڑوں کو بیابا کا تہ دوڑا دیا۔ زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا رب نصر امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں نے اونکو چاروں طرف سے گہرا لیا۔ ابودرداء نے فرمایا ہے کہ اسوقت ہمیں یہ خبر نہ تھی کہ ہمارے ہاتھ دشمنوں پر چل رہے ہیں یا دوستوں پر۔ شاہزادہ عبدالمد بن عمر فاروق کا بیان ہے کہ دو پہر کامل ہی کیفیت رہی۔ اسوقت ہم نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا یا رب نصر امتہ محمد، فوراً آسمان کے

دروازے کھل گئے اور سرخ پوش سوار نشان ہاتھوں میں لئے ہوئے اترے اور غیب سے
 آواز آئی۔ اے امت ختم المرسلین خاطر جمع رکھو کہ رب العالمین نے تمہارے لئے مدد بھیج دی
 تھوڑی دیر نہ گزرنے پالی تھی کہ رومی نوکرم بہا گئے نظر آئے اور سنان بیٹے کرتے ہوئے ان کو
 پیچھے دوڑے۔ پندرہ ہزار سے زیادہ رومی مارے گئے اور سورج غروب ہونے تک ان کا آلتا
 جاری رہا۔ یہاں عمرو بن عاص بیٹھے ہوئے چپا کرنے والوں کے لئے متفکر تھے اور فرما رہے
 تھے کہ جو کوئی انہیں سمجھاؤ جہاں کے صحیح و سلامت پیہ لائیگا خدا اس کی کمائی ہوئی چیز کو اس کے
 ملوادیگا۔ ناگاہ یہ گردہ شجاعان جبر اور بہادران شہ نکار کا سامنے سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت
 عمرو بن عاص اوتکی طرف ایسے دوڑے جیسے گائے اپنے کبوترے ہوئے پچھڑے کی طرف
 پیار سے دوڑتی ہے۔ سبھون نے باہم گئے مل کے ایک دوسرے کو مبارکباد دی اور
 چاروں طرف خوشی ہونے لگی۔

اوس دن سیف بن عباد۔ واسب بن شداد۔ نوفل بن دارم اور اہالیان یمن وحوالی
 مدینہ میں سے ایک سو تیس مسلمانوں کا پتہ نہ چلا۔ مسلمان اپنے ان بھائیوں کی جدائی سے
 نہایت رنجیدہ ہوئے۔ پھر نماز پڑھی اور جو غازیین اس معرکہ عظیم میں نہوئے پائین تھیں ان کی قضا
 پڑھی گئی۔ تھکے ماندے سپاہی بستر وں پر آرام کرنے لگے۔ نماز صبح کے بعد مال غنیمت جمع ہوا
 اور شہیدوں کی لاشیں ڈھونڈ ڈھونڈ کے دفن کیں۔ مال میں سے خمس الگ کر کے باقی
 غازیوں پر تقسیم ہوا۔ اور ایک نامہ باین مضمون ابو عامر کے ہاتھ پہ سالار عالی مقدار یعنی
 ابو عبیدہ بن الجراح کو روانہ کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے عمرو بن عاص کی طرف سے امین الامتہ
 حضرت ابو عبیدہ بن الجراح امیر لشکر کو معلوم ہوا کہ ہم فلسطین میں آگئے ہیں رومیس رومی ایک لاکھ

سواروں کے ساتھ ہم سے لڑا خدا نے ہماری مدد کی اور اوسے شکست فاش ہوئی۔ اب فلسطین فتح ہو گیا ہے۔ اس جنگ عظیم میں پندرہ ہزار رومی کام آئے اور ایک سو تیس مسلمان شہید ہوئے اگر آپ کو میری مدد مطلوب ہو تو حاضر ہوں۔ والسلام۔

جناب امین الامتہ اس نامہ کو پڑھتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور سب مسلمانوں کو خوشی حاصل ہوئی۔ بعد ازاں امین الامتہ نے فرمایا کہ والدہ مجھے ایک سو تیس منتخب اور نامی مسلمانوں کے ضالیع ہونے کا کمال رنج ہوا۔ مگر جب خالد سعید کے والد کو سعید کے مارے جانے کی خبر ملی تو بہت روئے اور پکارے۔ وا ابناہ۔ اتنا کہ ککے گر پڑے اور غش آگیا جب غش سے افاقہ ہوا تو آگے بڑھے کو کستان شرف کیا۔ سب مسلمان بھی اونکے ساتھ اوٹھ کھڑے ہوئے۔ خالد نے چاہا کہ اسی وقت فلسطین چلا جاؤں اور اپنے بیٹے کی قبر کو چھاتی سے لگاؤں۔ امیر ابو عبیدہ نے فرمایا کہ ذرا توقف کرو عمر دین عاص کے خط کا جواب لیکے عام کے ساتھ چلے جانا راہ میں ایک سے دو ہو جاؤ گے اچھا ہے۔ بہر نامہ کا جواب یہ لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے عمر دین عاص تم ہمارے مقدس خلیفہ کے بھیجے ہوئے آئے ہو اگر انہوں نے تمکو میرے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے تو شوق سے چلے آؤ چشم مار روشن دل ماشاؤ ورنہ دہن قیام کرو۔ والسلام۔

یہ جواب لیکر سعید کے باپ خالد اور عامر دوقون روانہ ہوئے اور حضرت عمر بن عاص کو جا کر دیا۔ پھر خالد اور عمر دین عاص ملکر سعید کی یاد میں بہت روئے۔ سب مسلمانوں نے انہیں پر سادیا۔ اسکے بعد خالد نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کے پوچھا کہ اے گروہ مومنین اور مددگار دین متین مجھے یہ بتاؤ کہ میرے بیٹے کی تلوار خون کفار میں رنگین ہوئی تھی یا نہیں۔ سب ایک ساتھ بول اٹھے کہ تمہارا بیٹا بڑی شجاعت اور دلیری سے لڑا اور بہت سے کافروں کو مار کے پوری پوری

مدد دین کی کی۔ یہ سنکے خالد بوئے کہ اب مجھے اوسکی قبر پر چلو۔ لوگوں نے تربت پاک بتادی
 خالد نے سر ہانے کھڑے ہو کر فرمایا کہ بیٹا تم تو اس بڑے ہا پے میں میری مروت گئے اب میں بھی نہ جیونگا
 اور تمہارے خون کا بدلہ کفار سے لوں گا۔ یہ کہہ کر انا للہ وانا الیہ راجعون، پڑھا اور وہاں سے
 اہل کے اکیلے تنہا کفار سے مقابلہ کرنے چلے اور نہیں جاتا دیکھتے تین سو سوار حمیری اوسکے ساتھ
 ہوئے اور کہا کہ ہم ہرگز اپنے ایک بھائی کو تنہا نہ جانے دیں گے۔ دن بھر یہ لوگ چلتے رہے شام کو
 ایک جگہ قیام کا ارادہ کیا۔ سامنے جو نظر پڑی تو پہاڑ پر چنہ آدمی چلتے پھرتے دیکھے خالد گھوڑے
 سے اتر پڑے اور کہا جسے چلنا ہو میرے ساتھ چلے اور اپنی جان خدا کی راہ میں دے۔ پورے
 تین سو کے تین سو اوسکے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔ اونکو جا کے پہاڑ پر گھیر لیا وہ دور سے
 انہیں دیکھنے پہاڑوں میں بھاگ گئے مگر پھر بھی انہوں نے انہیں سے تیس کو قتل کیا اور چار کو
 زندہ گرفتار کر لیا۔ اونی زبان سے معلوم ہوا کہ ہم اہل شام میں لڑائی کے خون سے یہاں جنگوں اور پہاڑوں
 میں چلے آئے ہیں۔ پھر اون سے روم کے لشکر کی خبر پوچھی گئی۔ انہوں نے جواب دیا کہ فوج تو
 اجنادین میں پڑی ہے مگر ایک سردار یہاں بھی رسید لینے آیا تھا ابھی گیا ہے۔ خالد نے اوج سے
 کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس سے انہوں نے انکار کیا تو ایک مسلمان نے یہ ماسے دی کہ اچھا
 انکی جان بخشی کر دو مگر اس شرط سے کہ یہ ہمیں ردیوں کا پتا لگا دین اسپر وہ راضی ہو گئے اور مسلمانوں کو
 اپنے ساتھ ایک سمت کو لیچلے۔ توڑی دور جا کے ایک ٹیلہ ملا اور پھر سب کے سب چڑھ گئے دیکھتے
 کیا ہیں کہ ٹیلہ کے اوسط رومی رسد لاد رہے ہیں اور وہ سب چہ سو آدمی ہیں یہ دیکھ کر خالد مسلمانوں
 سے کہنے لگے کہ اے بھائیو۔ خدا تمہاری مدد پر ہے اوسنے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تم جہاد کرو
 میں تمہارا حامی ہوں اسلئے میں حملہ کرتا ہوں تم بھی میرا ساتھ دو اگر چہ یہ بہت اور ہم توڑے ہیں
 لیکن خدا کے فضل سے ہم میں کا ایک بھی ان سے کو کافی ہے۔ یہ کہنے سب کے سب دشمنوں پر

جا پڑے اور لڑائی ہونے لگی۔ اس وقت ذوالکلاع حمیری نے اپنی قوم سے پکار کے کہا کہ بھائیو۔ جنت کے دروازے تمہارے لئے کھول دئے گئے ہیں۔ دیکھو جو زمین سانسے کھڑی تمہیں بھاری ہیں۔ مجھے بہشت کے پہلوں کی خوشبو آگئی ہے۔ سمجھاؤ کہ جو قدم تمہارے آگے پڑتے ہیں ان پر قصور جنت تمہارے نام لکے جاتے ہیں۔ بڑے بڑے تلواریں لگاؤ اور دین کی مدد کرو پھر خدا سے کریم کے ہاں تمہارے لئے کس بات کی کمی ہے۔ یہ کلمات سنکے کوئی مسلمان آپے میں نہ رہا اور ایک ہی دم میں ادن میں جا لیا۔ خالد کے ایک ہی ہاتھ میں رومی افسر فی النار داخل ہو گیا۔ قصہ مختصر میں سورجی مار لیگئے اور باقی بھاگ گئے۔ رسد کو اپنے قبضہ میں کر کے حضرت عمر و بن عاص کے پاس واپس آگئے اور اس فتح کے واقعات ادن میں سنا کے خوش کیا۔ پہر ایک عرضی میں سب فتوحات کے واقعات لکھ کر حضرت عامر کو دئے اور مدینہ روانہ کیا۔ جب یہ بھی ایک مجمع عام میں جناب صدیق اکبر کو سنائی گئی تو آپ خداوند کریم کا شکر بجالاے اور سب مسلمان خوش ہوئے۔ پہر جناب امیر المومنین نے عامر سے حضرت ابو عبیدہ کا حال دریافت کیا۔ ابو عامر نے عرض کی کہ وہ سرزمین شام میں پڑے ہوئے ہیں وہاں ادن میں تحقیق ہوا ہے کہ اجنادین میں مخالفین کا ایک ٹیٹری دل پڑا ہے جسکے آگے انکے لشکر کی کچھ حقیقت نہیں اسلئے وہ اپنی جگہ سے آگے قدم رکھنے کی جرأت نہیں کرتے تاکہ مسلمان مصیبت میں نہ پڑیں۔ یہ سنکر جناب خلافت پناہ نے فرمایا کہ امین اللہ علیہم الطبع اور ضرورت سے زیادہ محتاط ہیں کوئی اور تدبیر کھینچنا انکے بعد مسلمانوں کے مشورہ سے سیف اللہ حضرت خالد بن ولید کو شام کی سپہ سالاری کا یہ فرمان بھیج دیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوة کے بعد عبد اللہ عتیق بن ابی قحافہ کی طرف سے خالد بن ولید کو معلوم ہوا کہ میں نے تم کو تمام لشکر شام اور ابو عبیدہ بن الجراح پر امیر کیا۔ مناسب ہے کہ اپنے

کار مفوضہ کو آمادگی اور استعدادی سے انجام دو۔ اور نصرا راے روم کی تسخیر پر کمر بستہ چست
یا نہ ہو۔ والسلام۔

نجم بن مقدم اس فرمان واجب الاذعان کو لیکر عراق روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں
سیف اللہ نے قادیسیہ کی طرف تاک لگائی تھی۔ خلیفہ برحق کا حکم پاتے ہی اپنے ارادہ سے
بار آئے اور اسی رات کو بے چون و چرا کوچ کر دیا اور جناب ابو عبیدہ کو اطلاع دی کہ آپ معزول
ہوئے اب ایسے شکر شام اور سپہ سالار اسلام میں ہوں آپ جس مقام میں ہیں وہیں رہیں آگے بڑھنے
کا ارادہ نہ کریں۔ سرزمین سماوہ میں پہونچکے جناب خالد بن ولید کو میدان خشک بے آب و دانہ ملا
جس سے گزرنے کا حال رافع بن عمیر و طائی کی رہنمائی سے آپ اوپر معلوم کر چکے ہیں۔ جب
ایرکے سے ایک منزل ادھر پہونچے ہیں تو میدان میں ایک سرخ خیمہ نظر پڑا جسکے ادھر ادھر
کچھ اونٹ اور بکریاں چر رہی تھیں۔

مسلمانوں نے اس خیمہ کے پاس جا کے جو دیکھا تو ایک قوی ہیکل روئین تن چرواہا
شراب پی رہا تھا اور ایک عربی مشکین بندھا ہوا اس کے پاس پڑا تھا۔ غور سے دیکھا تو عامر بن طفیل
رضی اللہ عنہ نکلے جنہیں جناب سیف اللہ نے اپنا نامہ دیکھے امین الامتہ کے پاس بھیجا تھا جناب
خالد انہیں دیکھ کے سکراے اور پوچھا۔ عامر۔ یہ کیا حال ہے۔ جناب عامر بولے۔ حضرت
میں آپ کا نامہ لئے ہوئے چلا جاتا تھا جب اس دشت پر غار میں پہونچا دھوپ کی شدت
پریاس کی کثرت سے زبان خشک ہو گئی۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ ہوش و حواس جاتے رہے
طلب آب میں ادھر ادھر دوڑ چسٹ کی لیکن پانی کا نام و نشان نہ پایا آخر زندگی سے مایوس ہو
چاروں طرف نگاہ حسرت سے تنکٹا تھا کہ دور سے مجھے یہ نحو خیمہ نظر پڑا۔ اسکے دیکھتے ہی جان میں
جان اگئی اور اسکی طرف دوڑا۔ اسوقت بھی یہ مرد دوشربا نوشی میں مشغول تھا۔ میں نے

اسے نصیحت کی کہ اسے دشمن عقل خدا نے شراب حرام کی ہے اور تو بیٹھا اوس کی پی رہا ہے
 اس شقی نے جواب دیا کہ داد۔ یہ شراب ہے۔ ابھی کھی۔ تمہیں بالکل تمیز نہیں۔ میں تو آب سرد
 و شیرین پی رہا ہوں اور تم اسے شراب بتاتے ہو اگر یقین نہ تو گھوڑے سے اتر کے دیکھو۔
 مجھے پیاس نے تو ستا ہی رہا تھا گھوڑے سے اتر کے اسکے پاس بیٹھ گیا اور جبک کے
 چاہتا تھا کہ سوئگوں ناگمان اوپر سے میری کمپری پر اس زور سے لطمہ پڑا کہ میں اوس گرمی اور
 پیاس کی تکلیف میں بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور اس موذی نے میرے ہاتھ پیر کے مجھے
 بے بس کر دیا اور کہا کہ معلوم ہوا تو محمد کے اصحاب میں سے ہے۔ اب جب تک میرا مالک بادشاہ
 کے پاس سے نہ آئے گا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ میں نے اسکے مالک کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا
 کہ قہار بن وائلہ ہے۔ پس اس وقت سے اب تک اسکے ظلم میں گرفتار ہوں۔ شراب پی پی کے
 بچی ہوئی میرے اوپر چڑھ گیا ہے۔ جناب سیف الدیہ بائیں سنکے بہت غضبناک ہوئے
 اپنے سامنے کھڑے ہو کر اس کا سر اوڑوا دیا اور سب مال و اسباب جو وہاں پایا لٹوا لیا۔ عامر
 کی مشکین کوئی گتیں اور پلو چماک ہمارا خط کہاں ہے۔ عامر نے جواب دیا۔ میرے غلام میں موجود
 ہے۔ اون سے ہی پوچھا گیا کہ اچھا اسے لیکے تم جلدی امین الامتہ کی خدمت میں پہنچو ایسا
 نہ کہ وہ کوئی ایسی کارروائی کر بیٹھیں جس سے خدا نخواستہ اون کی ذات کو نصرت پہنچے۔ پھر
 لشکر ظفر پیکے شام و عراق کی حد پر موضع اریکین میں قیام کیا۔ اثناء قیام میں وہاں کے روحی سردار
 برات کو بخون مارا۔ وہ بہاگ کے قلعہ میں جا چھا۔

سمعان حکیم اوس قلعہ میں رہتا تھا وہ لشکر اسلام کی آمد سنکے ڈر گیا اور بولا قسم ہے خدا کی
 وہ زمانہ آگیا۔ لوگوں نے گہرا کپے پوچھا کہ حکیم صاحب آپ نے یہ کیا کہا۔ سمعان نے جواب دیا کہ
 میرے پاس ایک جنگ نامہ ہے جس میں ان لوگوں کے تمام کارنامے مندرج ہیں یہی پہلا

نشان مجھے اونکا معلوم ہوتا ہے۔ پہر ایک کتاب نکال کے دیکھی اور کہا۔ اچھا سپہ سالار کو جاکے دیکھو اگر اونکی ڈاڑھی گنتی۔ کند ہے چوڑے۔ منہ پر چپک کے داغ اور قوی الجثہ بارعب و داب آدمی ہون اور غم سہی اونکا سیاہ ہو تو سمجھ لینا کہ وہی سپہ سالار شام ہین۔ وہ ضرور ہمارے ملک کو فتح کرینگے اور ہین یرمان سے نکالہ نیگے۔ ایک کوالے لشکر اسلام مین آسے او جو جو نشان سماعان نے بتا دئے تھے وہ جون کے تون حضرت سیف الدین پائے۔ وہاں سے دوڑے ہوئے اپنے حاکم کے پاس پہنچے اور ساری کیفیت بیان کی۔ حاکم تو بڑی دیر تال کر کے بولا۔ اچھا مین سوچ سچکے کل اسکا جواب دنگا۔ دوسرے دن حاکم نے سب قوم کو مجتمع کر کے رائے طلب کی۔ سہون نے بالاتفاق یہی کہا کہ ہم صلح اور امن کے شایق ہین۔ پس شہر کے تمام عمر سیدہ اور بڑے کارٹر لیت و امیر جمع ہو کے خدمت سیف الدین حاضر ہوئے۔ اپنے اونکی بڑی عزت و توقیر کی اور اونکے حسب دلخواہ صلح کر لی۔ شجاعت کا خاصہ ہے کہ سید ہوا سے ہمیشہ سید ہی رہتی ہے۔ جو لوگ خالہ کو سخت اور تند خو اور بد مزاج بتاتے ہین وہ اب دیکھین کہ ایکہ والون سے کان بھی نہیں ہلائے اور جو انہون نے کہا منظور کیا۔ یعنی ایسے معترض اور مضمون نگار بہت دیکھتے ہین جن پر ہم ہر کے ناصر برائے دیگران۔ کی مثل صادق آتی ہے۔ مگر دنیا کے نبض شناس اور زمانہ کے تیور چچانے والے ہی بخوبی سمجھ سکتے ہین کہ یرمان سید ہی اونگیون سے گئی نکل سیکے گا اور یرمان جیڑ ہی اونگیون کا کام ہے۔

بصری کی فتح اور روماس کا مسلمان ہو جانا

بب مسلمانوں کی شجاعت اور شجاعت سے زیادہ اونکے اخلاق و کرم نے چار دانگ عالم مین اپنا سکھ جالیا اور ایکہ والون کی حالت سب نے دیکھی تو سختہ اور قد امہ کے حاکم کو کب نے اپنی رعایا کو طلب کر کے مشورہ لیا کہ اگر چہ قلعہ ہمارا مضبوط و پائدار ہے مگر یہ بھی سمجھ لینے کی بات ہے

کہ سنا بھی اڈگٹ لوگوں سے بہت - میری راے تو یہ ہے کہ مسلمان عادل اور کریم ہیں اور ان کے صلح کر لیجئے۔۔۔ عیا۔۔۔ لے ہی اپنے حاکم کی صلاح مان لی اور مسلمانوں کی دعوت کا سامان کیا جسوقت سیف اللہ نامہ میں پہنچے ہیں امین سومعز ترین دست بستہ خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ چارے سے کیا حکم ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر تم لوگ صلح کے خواہاں ہو تو جیسے چاہو صلح کرو ہر قسم کوئی شرط بھی نہیں کیا چاہتے کیونکہ ہم بن چکے ہیں کہ تم نے مسلمانوں کی دعوت کا سامان کیا ہے میرا بن کا درجہ اسلام نے بہت بڑا کر دانا ہے۔ پس انہوں نے سو اوقیہ سونا سپہ سالار والی اقتدار کے حضور میں پیش کیا۔ جناب سیف اللہ نے اپنے دستخط خاص سے صلح کی دستاویز انہیں لکھ دی۔ وہ لوگ دعائیں دیتے اور شاد ہوتے ہوئے اپنے گہروں کو چلے گئے۔ وہاں سے فوج ظفر موج اسلام نے حوران کا رخ کر کے بصری فتح کر لیا غزم بالجزم کیا۔

اسی زمانہ میں عامر بن طفیل نامہ سیف اللہ جناب امین الامتہ کی خدمت میں لے پہونچے۔ آپ سکرارے اور فرمایا سمعاً وطاعت میں جان و دل سے اللہ اور اس کے رسول اور اس رسول کے جانشین اور خلیفہ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ اسکے بعد اپنے منہ سے یہ خبر اپنی تمام فوج کو سنادی کہ میں معزول ہوا اب تمہارے سپہ سالار حضرت خالد نامہ رہیں وہ جو کچھ فرمائیں او سے جان و دل سے مانو۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔

ان واقعات کے گزرنے سے پہلے جناب شرجیل بن حسنہ چارنہرا آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بصری پہونچ چکے تھے۔ وہاں ایک حکم روماس تھا جو بڑا عالم ذرا ہذا اور دانا مقرب بادشاہی میں سے تھا۔ وہاں کے سب لوگ اس کی عقل و حکمت کو ماننے ہوئے تھے۔ سال میں ایک دن عید مقرر کر کے دور دور سے لوگ روماس کی زیارت کو آتے اور اس کی وعظ و نصیحت

سنتے تھے۔ اسی عید کا دن تھا کہ شرجیل بن حسنہ کے نشان بصری میں پہنچے میلہ میں ایک
 تلامذہ سا پڑ گیا۔ روماس بولا۔ تم لوگ سر اسیمہ نمونین خود جا کے ان لوگوں کا عندیہ دریافت کرتا
 ہوں۔ غرض کہ روماس گھوڑے پر سوار ہو لشکر اسلام میں آیا اور کہا۔ اپنے سردار کو خبر کر دو کہ روماس
 آپکی ملاقات کا اشتاق ہو کر آیا ہے۔ حضرت شرجیل خیمہ سے نکلے خود اس کے پاس آگئے
 روماس نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں۔ شرجیل نے جواب دیا کہ میں نبی امی قریشی ہاشمی محمد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہوں۔ ہمارے نبی کے اوصاف تو ریت وانجیل میں
 مندرج ہیں۔ روماس نے دریافت کیا کہ اب تمہارے نبی کا کیا حال ہے۔ جناب کا تب وحی
 نے فرمایا کہ انہیں تو حق جل و علانے اپنے پاس بلالیا۔ روماس بولا اب کوئی اونکا جانشین
 ہو گا۔ شرجیل نے جواب دیا۔ ہاں اس زمانہ میں ابوبکر صدیق اونکی جگہ پر ہیں۔ یہ سن کر روماس بول
 او طما کہ قسم ہے خدا کی تم حق پر ہو اور شام و عراق کو ضرور فتح کر لو گے۔ مگر تمہاری تو بڑی سی جماعت
 دیکھ کے مجھے ترس آتا ہے کہ تم کیسے ہمارے لشکر سے لڑ سکو گے جو بڑی دل سے بھی زیادہ ہے
 خیر اسی میں ہے کہ سید ہے اپنے گھر چلے جاؤ۔ میں تم سے کچھ باز پرس نہ کروں گا۔ تمہارے خلیفہ
 ابوبکر میرے گھرے اور پڑانے دوست ہیں اگر وہ خود یہاں آتے تو مجھے ہرگز نہ لڑتے۔ جناب
 شرجیل نے جواب دیا کہ اے روماس۔ اب یہ خیال خام اپنے دل سے دور کر دو اس زمانہ کی جب تم
 اون سے ملے ہو گے اور بات تھی مگر اب تو وہ اگر اپنے بیٹے یا بہانی کو بھی خدا اور رسول کا مطیع
 نہ کیسے تو اسکی بھی رعایت نہ کریں گے۔ وہ اللہ کی طرف سے مامور ہیں اور ہم انہیں کے پیچھے
 ہوئے یہاں آئے ہیں واپس نہیں جاسکتے یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو یا لڑو۔ روماس بولا۔
 خدا کی قسم کما کے کتا ہوں کہ اگر میرا بس چلتا تو میں تم سے کبھی نہ لڑتا مگر یہاں تو بڑے بڑے لشکر اور
 فرعون جمع ہو رہے ہیں کاہیکو مانتینگے۔ خیر جاتا ہوں سمجھاؤ لگاؤ کہ کون کیا ٹیپرتی ہے۔ روماس

میلہ میں جا کے لوگوں سے کہا کہ یقین ہے تمہیں مسلمانوں کی نمایاں فتوحات اور ہر قتل کے لشکروں کی بربادی اور تمہے ہاتھوں سے بخوبی سنی ہوگی اور ہماری کتابوں میں بھی ہماری ہلاکی انہیں لوگوں کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہے جسکے دل میں اسے دیکھ لے۔ یہ بھی گوش زد ہوا ہے کہ ایک بہت بڑا لشکر اولکاسادہ کی طرف سے بھی آرہا ہے جسکے افسر خالد بن ولید ہیں۔ انہوں نے ایک اور سختہ وغیرہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں تمہارے لئے بستر بھی بچتا ہوں کہ جزیہ دیکر ان سے اپنا پیچھا چھوڑالو۔ رومی یہ سنتے ہی اس قدر طیش میں آئے کہ بیان سے باہر ہے اور چاہا کہ روماس کو مار ڈالیں۔ روماس نے چونکہ حکیم تھا اور انکے تیور جوید لے ہوئے دیکھے غوراً بدل گیا اور بولا۔ اے میرے پیارے بھوپٹو۔ شاباش میں صرف تمہاری جرأت و ہمت کا اندازہ کرتا تھا۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ اسی وقت سے لڑائی کا سامان ہونے لگا۔ ادھر لشکر اسلام نے اپنی صف آرائی ان کین۔ جناب شرجیل بن حسنہ مسلمانوں سے مخاطب ہو کے بولے کہ اے غازیان اسلام! اے شیران نیک فرجام جانو اور آگاہ ہو کہ جو خون کا قطرہ خدا کی راہ میں گرتا ہے نہایت بیش قیمت ہوتا ہے اور جو آنسو خوف پروردگار میں بہتا ہے نہایت عزیز ہے اس سے بہبودی دارین اور اس سے عزت کو نین مقصور ہے۔ بہائیو۔ جانیں دو اور خدا کی خوشنودی حاصل کرو۔ قصہ مختصر دونوں لشکر آگے بڑھ کے باہم مل گئے۔ ادھر صرف چار ہزار سوار اور ادھربارہ ہزار کفار۔ دو پہر تک برابر تلوار چلتی رہی رومیوں کو زخم تھا کہ ہم جیتینگے۔ ماخذ بن رومی نے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا۔ جناب کاتب وحی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا کی یا حییٰ یا قیوم یا بدیع السموات والارض یا ذوالجلال والاکرام اللہم انصرنا علی القوم الکفرین ابھی یہ دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت سیف الدمہ لشکر حوران سے بیان پہنچ گئے۔ نشان اسلام دور سے چمکتے دکھائی دئے۔ دن بھر سے لڑتے ہوئے اور تمکلی ہوئے

سپاہیہ میں کی جان میں جان آگئی۔ اپنے حمایتیوں کے آنے سے خوش ہو گئے۔ دیکھا کہ آگے آگے دو سوار بے تاب اور گہراے ہوئے بہاگے چلے آتے ہیں۔ ایک نے انہیں سے چاہا کہ کہا کہ اے بہائیو۔ گہرا نا نہیں ہیں خالد بن ولید قاتل کفار اشراکین ہو چکا۔ دوسرے نے لکارا کہ اے امت محمدی۔ ہمت کو ہاتھ سے نڈیا میں عبد الرحمن ابن ابوبکر تمہارا عاشق زار اور دشمن اقوام ناہنجار ہیں۔ اسکے بعد نشان عقاب کو رافع بن عیمہ اڑھا ہے ہوئے آپہنچے۔ جناب سیف اللہ کی لکار سنتے ہی ردعی سر دھو گئے۔ مسلمانوں میں اسلام علیکم۔ وعلیکم السلام کی دھوم مچ گئی۔ حضرت شرجیل بن حسنہ نے آگے بڑھ کر اس آئی ہوئی فوج کا استقبال کیا۔ خالد بن ولید نے کہا کہ کیا الیگوریہ بات نہیں معلوم تھی کہ یہ بستی مشہور ہے۔ شام و عراق دونوں اسے اپنی ناک سمجھے ہوئے ہیں۔ دوسرے یہ موسم یہاں ایک بڑے میلہ کا تھا۔ بارہ ہزار تو اس وقت آپ کے سامنے آئے اور ایک لاکھ انکے پیچھے انکی مدد کو موجود ہیں۔ یہ آپ نے غضب کیا جو ایسے موقع پر صحت چار ہزار مسلمانوں کو معرض خطر میں ڈال دیا۔ یہاں روم کے بڑے بڑے لشکر اور نامی نامی سردار ہر وقت موجود رہتے ہیں اس تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ یہاں آنا محض نادانی تھا۔ جناب شرجیل نے جواب دیا کہ مجھے امین الامتہ کے حکم کی تعمیل فرض تھی۔ جیسا اونہوں نے کہا ویسا میں نے کیا۔ جناب خالد بولے حضرت ابو عبیدہ پیشک نیک اور خدا پرست اور قابل التعظیم ہیں مگر لڑائی کے ڈھنگ نہیں جانتے۔ بہر حکم دیا کہ آج جنگ بند رہے۔ لشکر آرام کرے کل دیکھا جائیگا۔ دوسرے دن بصری کی فوج آگے بڑھی۔ امیر خوش تدبیر نے بھی شیران اسلام کو لکارا۔ حضرت رافع اپنا نشان لئے ہوئے ہمہ تن مستعد تھے ضرابین از در میسرہ کی قوت بڑھا رہے تھے۔ عبد الرحمن بن ابی بکر مقدمہ الجیش کی زینست دو بالا کئے ہوئے تھے۔ فوج زحمت کے ایک حصہ پر مسیب بن بختہ الفزازی امیر شہی اور

دوسرے حصہ پر عبور بن غانم اشعری متعین تھے۔ جناب خالد نامدار انکمہ کی تہی کی طرح قلب
 مین جاکر تین ہوئے اور حکم دیا کہ آج ہمارے ساتھی لڑیں۔ جناب شرجیل کا لشکر تماشا دیکھے۔
 ناگاہ ایک شہسوار کشید و قامت۔ حسین و وضع دار زرق برق لباس پہنے ہوئے فوج مخالفت
 سے برآمد ہوا اور پانچ مین استادہ ہو کے عربی زبان مین کہا کہ اے مسلمانو۔ مین تمہارے
 امیر سے لڑنا چاہتا ہوں اور کوئی مجھ سے دو چار نہو۔ مین روماس حاکم بصری ہوں۔ یہ سنتے ہی
 خالد اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ روماس نے دریافت کیا کہ آپ ہی مسلمانوں کے سردار
 ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ ہاں۔ مین نے مسلمانوں کو ایسا کہتے سنا ہے مگر جب ہی تک کہ مین خدا
 و رسول کے سامنے اپنا سر جہکائے ہوں اور اونکا مطیع و فرمانبردار ہوں اور جسدن مین نے کوئی
 کام خلاف شرع شریف کیا اوسی دن میری گردن پکڑ کے اپنے لشکر مین سے نکال باہر کرینگے
 پھر میری یہ عزت و آبروز ہیگی۔ روماس نے کہا۔ والد تم حق پر ہو مین ہی مسلمان ہو گیا ہوں مگر
 قوم سے ڈرتا ہوں۔ مین نے اونہیں ہر چند سنجایا مگر وہ نہانے۔ خیر اب مین پہر جا کے اونہیں
 سنجاتا ہوں شاید رو براہ ہو جائیں۔ جناب خالد نے کہا۔ اچھا۔ جاؤ مگر اونکے دکھلائی گئے لئے
 مجھ سے لڑ کے ایک آدھ زخم کھاتے جاؤ تاکہ تمہارے بطریق دیر جان کو ہماری تمہاری سازش
 کا گمان نہو۔ روماس کو یہ بات پسند آئی اور دونوں مین لڑائی ہونے لگی۔ روماس جناب خالد
 کے ہاتھ سے زخم کھاکے بھاگا اور اپنے لشکر مین جا کے عربوں کی شجاعت کی تعریف کی اور کہا کہ تم
 اون سے نہ جیت سکو گے صلح کر لو۔ لوگوں نے یہ سنکر اس سے بہت گھر کا جھڑکا اور معزول کر کے
 دیر جان کو اوکی جگہ مقرر کر دیا۔ باقی بصری پر اسلامی قبضہ ہو جانے اور دیر جان کے مارے
 جانے اور روماس کی مدد سے بصری کے اندر فوج اسلام کے داخل ہونے کا حال ہم پر
 لکھ چکے ہیں۔ دوسرے دن بصری والے اپنی حرکت سے نادم ہو کر جناب خالد کے حضور مین

حاضر ہوئے اور بعد غزوہ اہی کے پلوچھا۔ یہ تو فرمائے کہ بصری کے پرانے آپ کے لئے
 یکے کے لکھے جو آپ اندر داخل ہوئے۔ خالد نامہ مارنے روماس کی کارستانی کا حال بتانا مانتا
 نہ سمجھا شرم سے سر جھکا لیا۔ لیکن خود روماس بول اڑے کہ یہ میرا کام ہے اور میں مسلمان ہو گیا
 ہوں۔ رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبالکفایت قبلۃ وبالقرآن۔ اے مال اللہ اکبر
 اللہ ﷻ رسول اللہ حضرت سیف المذنبی المدینہ روماس کے اس کلام سے باغ باغ ہو گئے
 اور اہل بصری بہت ہی برا فروختہ ہوئے۔ پھر حضرت روماس نے جناب خالد ہی کے ساتھ رہنا
 پسند کیا۔ عمر بن سالم فرماتے ہیں کہ روماس ہمارے ساتھ ہمیشہ بڑی سعی و کوشش سے
 جمادین بہت تن مشغول رہے یہاں تک کہ تمام ملک شام صبح اسلام سے منور ہو گیا۔ حضرت
 ابو عبیدہ کی سفارش سے جناب فاروق اعظم نے اونکو امارت بصری کی سند مرحمت فرمائی۔
 روماس چند دن بصری کی امارت کر کے انتقال فرما گئے۔ قصہ مختصر جناب خالد نے حکم دیا کہ
 حضرت روماس کے لئے سامان سفر مہیا کیا جائے اور اہل و عیال اونکے عزت و اکبر کے
 ساتھ اونکے ہمراہ رہیں لیکن اونکی بیوی سیف المد کے حضور میں حاضر ہوئیں اور درخواست
 کی کہ مجھے میرے شوہر سے طلاق دلوا دی جائے۔ اسکا باعث دریافت کرنے سے یہ بیان کیا
 کہ اے امیر باتوقیر کل رات کو میں نے ایک بزرگ صاحب عظمت و جلال کو خواب میں دیکھا جو
 مجھ سے فرماتے ہیں کہ یہ شہر اور تمام شام و عراق مسلمانوں کے قبضہ میں آجائینگے۔ تو یہی مسلمان
 ہو جا۔ میں نے عرض کی کہ حضور کون ہیں۔ ارشاد ہوا کہ میں محمد عربی خدا کا پیغمبر ہوں۔ میں نے
 اوسی وقت دین اسلام قبول کر لیا اونہوں نے دو سورتیں بھی کلام مجید کی مجھے یاد کرادی ہیں جناب
 خالد نے فرمایا کہ اچھا وہ سورتیں یہیں بھی سناؤ۔ اونہوں نے سنائیں تو معلوم ہوا کہ وہ ”الحمد“
 اور ”قل ہو اللہ“ ہیں پھر جناب خالد نے پلوچھا کہ اب تم اپنے شوہر سے جدا ہونا کیوں چاہتی ہو۔

اونہوں نے جو اب دیکھا کہ وہ کافر ہیں اور مین مسلمان میں کٹا رہا اونکے ساتھ کیسے ہو گا۔ امیر لشکر شام سکراے اور فرمایا کہ نہیں وہ تم سے پہلے مسلمان ہو گئے ہیں خاطر جمع رکھو اور روماس کو طلب فرما کے اونکے سامنے کلمہ شہادت پڑھو ادیا۔ کلمہ سن کر وہ نیک سیرت اور خوش قسمت عورت خوش ہو گئی اور دونوں میان بیوی میں کوئی مخالفت نہ رہی۔ اسکے بعد اہل بصریٰ پر اونہیں کی تجویز سے ایک حاکم مقرر کر کے جزیرہ ٹھیرا دیا اور حضرت ابو عبیدہ کو لکھا کہ اے امین الامتہ صاحب عزت و برکت ہم دمشق کو جاتے ہیں۔ آپ بھی وہیں تشریف لائیں۔ جناب صدیق اکبر کی خدمت میں بھی عرضی بھیجی گئی حسین فتح بصریٰ کی مبارکباد تھی اور لکھا تھا کہ اب ہم دمشق جاتے ہیں حضور اور ب اصحاب ہماری فتح کے لئے روضہ رسول اقدس پر جا کے دعا کریں۔ جب قاصد یہ دونوں نامے لیکر اپنی اپنی منزل مقصود کو سد ہارے تو لشکر اسلام نے دمشق کا رخ کیا اور جس مقام پر قیام ہوا اوس جگہ ایک بستی جناب خالد کے نام سے دیر خالد بسائی گئی۔

جناب خالد بن ولید کا دمشق کی جانب کوچ فرمانا

بصریٰ کے انتظام سے فارغ ہو کر حضرت سیف الدنیا خاتمہ جبرار رضی اللہ عنہ نے دمشق کی طرف رخ کیا۔ ایک گائون میں پہنچکے اپنا نشان رایت العقاب گاڑ دیا اس لئے اوس موضع کا نام ثنیۃ العقاب مشہور ہو گیا۔ وہاں سے غوطہ کی جانب چلے اور ایک دیر میں جا کر اترے جو اب تک دیر خالد کے نام سے بولا جاتا ہے۔ اوپر لائقہ ولا تھمی فوج گرد و نواح سے سمت کے دمشق کی حفاظت کے لئے مجتمع ہوئی تھی۔ بارہ ہزار سے زیادہ سوار وہاں پہلے سے موجود تھے۔ اونہوں نے شہر پناہ کو نشانوں۔ جھنڈوں۔ بیرقوں اور صلیبوں سے آراستہ کر رکھا تھا جناب خالد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے انتظار میں چند روز دیر خالد مین ٹھیرے رہے۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہر قتل کو اطلاع ہوئی کہ خالد بن ولید ارک (اریک) تدمر حوران
 سخنے (سخنہ) اور بصری کو فتح کرنے کے بعد دمشق کی طرف چلے آتے ہیں تو اپنے سرداروں کو پہر
 طلب کر کے بولا کہ میرا کہنا تمہارے آگے آتا جاتا ہے۔ میں ہر چہ بگو شیب و فراز سمجھایا۔ ڈرایا
 مگر تم انجام کار سے بخیر لوگ نہانتا ترانہ مانے غرض کہ وہی ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے۔ افسوس
 صد افسوس۔

از شمایک حق نشد اسرار جو

گفتہ گفتہ من شد مبیار گو

اب اہل عرب نے تدمر ارک۔ حوران۔ سخنہ۔ بصری کو فتح کر لیا ہے اور عنان عزیمت دمشق
 کی طرف منعطف کی ہے اگر دمشق بھی اونہوں نے لیل یا تو سمجھ لو کہ تمہیں بہیک مانگے بھی نہ ملیگی
 قصہ مختصر ادبار تمہارے آگے ہے اور مصیبت پنجہ جہاڑ کے تمہارے پیچھے پڑی ہے۔
 شہر دمشق ملک شام کا بہشت ہے میں نے قسمت آزمائی کے لئے وہاں اتنی فوج بھیج دی ہو
 جبکہ شمار حملہ آور لشکر سے دو چند ہے۔ پس یہ تم میں کوئی ایسا شخص جو میری طرف سے سلامتی
 سے لڑنے جائے۔ اونکے مقابلہ میں میرا ہاتھ بٹاے اور میرا قوت بازو بنے۔ جو شخص اونکو
 ہزیمت دیگا اور میرے ہاتھ سے نکلا ہو ملک اون سے چین کے اونہیں میری عملداری سے
 نکال باہر کر لیگا میں اسے وہ ملک معہ دمشق کے بالکل دید و نگاہ اور اس سے ایک کوڑی بھی
 خراج یا محصول کی کبھی نہ لوں گا۔ ہر قتل کی یہ باتیں سنکے اس کے سرداروں میں سے ایک
 سردار کلوں (کلوس) بول اڑھا کہ جہاں پناہ میں اون سے مقابلہ کروں گا اور آپ کے اقبال سے
 اونکو آپ کی عملداری سے بدر کر کے کسی مسلمان کا نام و نشان ملک شام میں باقی نہ چھوڑوں گا۔
 یہ کلوں وہ سردار ہے جسے اس زمانہ میں بڑی شجاعت اور بہادری ظاہر کی تھی جبکہ کسری شاہ
 ایران نے ملک شام پر چڑھائی کی ہے۔ ہر قتل نے کلوں کی باتیں سنکے اسے ایک صلیب

طلانی دئی اور پانچزار سو ارادہ کی جلو کے لئے متعین کئے اور کہا کہ اس صلیب کو ہر وقت اپنے آگے رکھنا یہ تمہاری مدد کر لگی۔ کلوں اسی دن انطاکیہ سے کوچ کر کے حمص میں پہنچا۔ حمص کو فوج اور آلات حرب و ضرب سے بھرا دیا۔ اور اس کے آئینے تیر ستر کے قیس اور راہب خوشبو میں جلاتے ہوئے اور انجیلین ہاتھوں میں لئے ہوئے اس کے استقبال کو حمص سے باہر نکلے۔ معمور دیہ کا پانی ادھر چڑھا اور فتح کے لئے دعائیں مانگیں۔ کلوں ایک دن اور ایک رات وہاں رہے شہر جو یہ کے طرف روانہ ہوا۔ یہاں بھی لوگوں نے حمص کی طرح ادھکی آؤ بگت کی۔ جب شہر بعلبک میں پہنچا ہے تو وہاں کی عورتیں اور مرد منہ پٹیتے۔ بال تو پتے اور سینے کو مٹتے اور سکی پاس آئے اور بیان کیا کہ عربوں نے ارکہ۔ تدمر۔ حوران اور بصری کو فتح کر لیا ہے اور ارادہ دمشق کا کرتے ہیں۔ کلوں نے جواب دیا کہ وہ اب جابیہ میں ہیں اور میں تعجب کرتا ہوں کہ اونہوں نے کیسے اتنے شہروں اور قلعوں پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اہل بعلبک نے کہا کہ بیشک آئے ہوئے عرب جابیہ میں ہیں مگر جس شخص نے اتنے مقام فتح کئے ہیں وہ عراق سے یہاں بھیجا گیا ہے۔ وہ بڑا بھری اور صاحب تدبیر ہے۔ لوگ اسے خالد بن ولید کہتے ہیں۔ کلوں نے پوچھا کہ۔ بتاؤ۔ اونکی تعداد کتنی ہے۔ اہل بعلبک نے کہا کہ صرف پندرہ سو سو ہیں۔ کلوں بولا کہ قسم ہے اپنے دین و ایمان کی میں اس کا سر کاٹ کے تمہارے دکھانیکو یہاں بھیج دوں گا۔ پھر کلوں وہاں سے کوچ کر کے دمشق کی طرف چلا۔

ہر قل کی طرف سے اون دنوں دمشق کا حاکم عزرائیل رومیوں میں نہایت معزز اور ابرو دار تھا۔ اس کے پاس میں ہزار سو ارادہ پیدل تھے۔ جب کلوں دمشق میں داخل ہوا تو بڑے بڑے رئیس اور سردار اس سے ملنے آئے اور بادشاہ کا وہ فرمان پڑھا جس کی رو سے وہ دمشق کی حفاظت اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے متعین ہوا تھا۔ کلوں نے اون سے کہا کہ

آپ سب صاحب خاطر جمع رکھیں میں آپ کی طرف سے مسلمانوں سے لڑوونگا اور انہیں مار
یہاں سے ہٹا دوں گا مگر شرط یہ ہے کہ عزرائیل کو اپنے شہر سے نکال باہر کرو میں ایک ماہ اس کام کو
تمہارے لئے انجام دوں گا۔ اہل دمشق نے جواب دیا کہ دشمن ہمارے سردن پر چڑھے چلے
آئے ہیں۔ وقت نازک ہے۔ زمین و آسمان ہم لوگوں کے مخالف ہو گئے ہیں۔ ایسے مصیبت
کے موقع پر ہم عزرائیل سے لگاڑنا اور اسے شہر سے نکال دینا خلاف مصلحت سمجھتے ہیں بلکہ
یہ وقت تو ایسا ہے کہ اگر دس سردار اور میں تو ہم اپنی ہمت بندہ ہانے کے لئے سمیٹ لیں۔
لوگوں نے یہ سب باتیں عزرائیل سے ہی جالگائیں۔ وہ بڑا گیا اور اہل دمشق سے کہا کہ اچھا اگر
تمہیں کلوص کی زیادہ خاطر منظور ہے اور میری بے غرتی تمہاری نگاہ میں سما گئی ہے تو جب
اہل عرب دمشق کا محاصرہ کر لیں اس وقت ایک ایک دن باری باری سے میں اور کلوص اپنے
مقابلہ کو جایا کریں اس سے میری اور اس کی شجاعت کا امتحان تمہیں ہو جائیگا۔ ہم دونوں میں
سے جو مسلمانوں کو بے گناہ دے دہی دمشق کا حاکم رہے۔ اہل دمشق نے اس رائے کو پسند کیا
اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مگر ان باتوں سے کلوص اور عزرائیل میں عداوت قلبی ہو گئی اور
دمشق کی کبجی آگئی۔ اب کوئی صورت بچنے کی نہیں۔ جہاں حضرت نفاق کو قدم رکھنے کو
جگہ مل گئی وہاں کا پھر اللہ ہی پہلی ہے۔ اتفاق ہی قوت ہے اور اسی سے سب کچھ ہو سکتا ہے

بیدولتی از نفاق خیزد

دولت ہمہ ز اتفاق خیزد

یاد رکھو کہ جس قوم کو خدا بنانا چاہتا ہے اس میں اتفاق دیتا ہے اور جس کو لگاڑنا منظور ہوتا ہے
اوسے نفسانیت۔ خود غرضی اور نفاق سے بہر دیتا ہے چنانچہ اس وقت دو قومیں آپکے سامنے
ہیں۔ دیکھو اتفاق اور کبجی نے کس کا بول بالا کیا اور نفاق اور نفسانیت نے کس کا منہ کالا کیا۔
اگر اس وقت خالد بن ولید اور ابو عبیدہ بن الجراح نے لگتے تو کیا دور تھا۔

واقعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رومی ہر روز دُشَق کے بابِ جابیہ سے نکلے
کئی کوس تک جناب امین الامتہ کے آنے کی خبر لینے جایا کرتے تھے۔ اونکا تو پتا نہ چلا لیکن
جناب سیف الدملک الموت کی طرح اونکے سرِ دُن پر اُن دہکے جو ثینۃ العقاب کی طرف سے
تشریف لائے تھے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

رفاعہ بن سلم نے روایت کی ہے کہ خالد بن ولید اُکے دیر غوطہ پر اوپر تر پڑے۔ یکایک
دُشَق کی فوج کو طبری دل کی طرح اپنی طرف آتے دیکھا۔ جناب سیف الدن نے سبیلہ کذاب سے
چسبنی ہوئی نرہ پس لی۔ اپنے غامہ سے کمر کو چست کسلیا اور اُسکے کنارہ کو گلے میں لٹکایا اور
مسلمانوں کو آواز دی کہ اے ایمان والو۔ دیکھو دشمنوں کے لشکر کے سوار و پیادے آپہونچے
خبردار جانے نہ پائیں۔ انکو ایسے آڑے ہاتھوں کو کہ چٹنی کا دودھ یا آجائے بہا گئے کوراہ
نہ لے۔ بہائیو۔ تمہارے ساتھ خدا ہے۔ اے خدا کے مددگارو۔ آمادہ ہو جاؤ۔ قدم ہمت آگے
بڑھاؤ۔ جانیں جان آفرین کی نذر کرو۔ ایسے مرتے میں لطف حیات ہے خدا اور رسول تمسے راضی
ہو جائیں تو بڑی بات ہے میرے پیارو۔ کلمۃ الحق بلند ہونا چاہئے سر جاے تو جاے
لیکن اسلام کی عزت رہے۔ اگر تم خدا کے دین کو مدد دو گے تو خدا تمہاری مدد کر لگا۔ مسلمانو۔ تم
اس آیت کے مصداق ہو۔ ان اللہ اشتري من المؤمنین انفسهم واموالهم بان لهم
الجنة یتقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون وعدا علیہ حقاً فی التورۃ
والانجیل والقرآن ومن اوفیٰ بعہدہ من اللہ فاستبشروا یمعکم
الذی یایعتم بھ وذلک ہوا لغوز العظیہ

یعنی بیشک اللہ نے مسلمانوں سے اونکی جان اور مال بشت کے بدلہ میں خرید لئے ہیں وہ رٹتے
ہیں خدا کی راہ میں پہرارتے ہیں اور مرتے ہیں اسکا سچا وعدہ ہو چکا ہے توریت اور انجیل اور

قرآن میں اور اللہ سے زیادہ وعدہ کا سچا کون ہو سکتا ہے پس خوشی مناؤ اس بیوہ پر جو تم نے کیا ہے اللہ سے اور اسی کو بڑی مراد ملنا کہتے ہیں۔ اے مسلمانو! تمہارے اور بہائی بھی امین الامتہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تمہاری مدد کو آتے ہیں اون کے آنے سے پہلے ایک چمکتی سی فتح حاصل کر لو تاکہ اونہیں تمکو مبارکبادی دینا پڑے۔ مسلمان جناب سیف اللہ کی یہ تقریر سنکے جوش میں بہر گئے اور جلدی سے ہتھیار بدن پر سج سجا کے سوار ہو دشمنوں کی چہایتوں پر جا چڑھے۔ یہ حال دیکھکے رومیونکا لشکر مسلمانوں کے سامنے آکے ٹھہر گیا۔ جناب سیف اللہ نے رافع بن عیمرة الطائی کو میمنہ میں سبب بن نجہ الفزازی کو میسرہ۔ دایئین بازو کی طرف شرجیل بن حسنہ۔ بائین بازو کو عبد الرحمن بن ابی بکر۔ ساق پر سالم بن نوفل کو مقرر فرمایا اور خود اپنے ساتھیوں سمیت قلب لشکر میں قیام کیا۔ اسکے بعد ضرار بن الازور سے کہنے لگے کہ تم اسوقت اپنے باپ اور قوم کی روش اختیار کرو اور اللہ کے دین کو مدد دو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ اے ضرار۔ تم اپنے حملہ سے رومیوں کو ہلا دو۔ تمہاری شجاعت سے رستم کا کلیجہ پانی ہوتا ہے۔ پس ضرار حضرت خالد کا حکم پاتے ہی میلے کپڑے پہنے۔ پرانا عامہ باندھے ایک لاغری گھوڑی پر سوار فوج اسلام سے باہر نکلے۔ ایک ایڑ جو لگائی تو وہ گھوڑی ہوا سے باتیں کرتی ہوئی فوج کفار میں نظر آئی گویا ایک بجلی تھی جو چشمِ نردن میں ادھر سے ادھر ہو گئی اور رومیوں پر حملہ کر کے اونکی صفوں کو درہم و درہم کڑا لا۔ چار سوار رومیوں کے مارے۔ دوسرے حملہ میں اونکے چہرے پیدل قتل کئے۔ اگر رومی تیر اور پتھر پھینکنا نہ شروع کرتے تو ضرار لڑائی سے ہرگز منہ نہ موڑتے جب وہ اپنے لشکر میں چلے آئے تو حضرت سیف اللہ اور مسلمانوں نے اونکا شکریہ تدل سے ادا کیا۔ اونکے بعد جناب عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق زورہ پہنکے لشکر سے برآمد ہوئے۔ سدھارنے کے وقت حضرت خالد نے اون سے کہا کہ اے شاہزادہ بلند اقبال تم جا کے اپنے رعب سے دشمنوں میں کلبلی ڈال دو۔

اللہ تعالیٰ تمہیں برکت اور بہت دے۔ غرض کہ جناب عبدالرحمن نے بھی ضرار بن الازد کو طرح
 رومیوں کی فوج پر قیامت ڈھادی اور بہت سے دشمنوں کو خاک میں ملا کے واپس آئے۔
 اب جناب سیف اللہ القصار خالہ نامہ از خود لشکر کفار پر جبکہ اور اپنی نیزہ بازی اور شجاعت کا جوہر
 دکھایا۔ لوگ تحیر اور حیران کھڑے دیکھ رہے تھے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ شیر غضبناک
 سپہر رہا ہے یا تلوار کی بجلی گر رہی ہے۔ سارے لشکر کے دانت کٹنے کر ڈئے۔ گو تیر برس
 رہے تھے مگر خالہ میں رومیوں کا صفایا کر کے دونوں لشکروں کے درمیان میں اکھڑے ہوئے
 اور پکارے کہ اے کفار تابکار۔ ہے کوئی تم میں ایسا جو میری تلوار کے منہ پر چڑھے جب
 کلوص نے خالہ بن ولید کے یہ تیور دیکھے تو سمجھا کہ سپہ سالار لشکر ہی ہیں اور میرا ترک و احتشام
 دیکھ لیتے چاہتے ہیں کہ میں اوتار کے مقابلہ کو نکلیں۔ یہ سوچ کے چاہا کہ دیک جاؤں مگر حضرت سیف اللہ
 کی تاک اوی پر لگی ہوئی تھی جھجکتا دیکھ کے اوس پر جھپٹے۔ رومی سرداروں نے سیف اللہ کو
 ڈانٹا اور تیر برس اتنے لگے۔ حضرت خالہ نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ گوڑے کو اڑانگا کے بجلی
 کی طرح صفت دشمنان میں داخل ہو گئے اور دس رومیوں کو ملک الموت کے سپرد کر کے
 پنج میدان جنگ میں اکھڑے ہوئے اور فرمایا اے۔ کفار تاہنجار۔ تم نے ابھی تک میری
 بات کو نہیں سنا۔ یہ جو میرے سامنے جسکو بھیجنا ہو۔ اس پر ہی کوئی نہ کیا۔ سپر امیر شیر گیر نے فرمایا
 کہ اچھا اگر ایک کی بہت نہیں پڑتی تو دو آئیں بلکہ چار یا دس تک بھیج دو۔ مگر کسیکے منہ سے خالی
 جواب تک نہ نکلا۔ خالہ بن ولید بولے کہ اے زردلو۔ خرابی ہو تمہاری۔ میں اکیلا کھڑا ہوا اپنا
 وقت ضائع کر رہا ہوں اور تمہارے کان پر جون نہیں رہن گتی پہر کیا منہ لیکر گھر سے لڑنے چلے
 تھے۔ اے نامرد و عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ میں کیوں نہ بیٹھ رہے۔ میں اکیلا اور
 تمہارے دس۔ سپر امین کیا کلام ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ لشکر اسلام کا ہر آدمی شجاعت

مین مجہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیا ابھی تم نے ایک لڑکے عید الرحمن کے ہاتھ لڑائی مین نہیں دیکھے۔ واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب خالد کی یہ تقریر عربی زبان مین تھی جسے بہت سے رومی نہیں سمجھے مگر عزرائیل نے کلوں سے چین بچدین ہو کے کہا کہ تمہیں بادشاہ نے مسلمانوں سے لڑنے بھیجا ہے پس تمہارا فرض ہے کہ شہر اور رعیت کو انکے ہاتھوں سے بچاؤ تم خالد سے مقابلہ کرنے کو کیوں نہیں جاتے۔ کلوں نے جواب دیا کہ یہ کام تمہارا ہے تم حاکم شہر اور مجہ سے پہلے سے یہاں ہو۔ کیا تمہیں یہ زعم ہے کہ بغیر حکم ہر قتل کے مین شہر سے نہیں نکل سکتا نہیں مین بھی تمہیں مضرول کر سکتا ہوں۔ اچھا مین حکم دیتا ہوں کہ تم اس عرب سے جا کر مقابلہ کرو۔ عزرائیل نے جواب دیا کہ مین نے شہر والوں سے شرط کر لی ہے کہ ایک دن تمہیں لڑنا پڑیگا اور ایک دن مجھے۔ پس آج تم میدان جنگ مین جاؤ مین تمہارا حکم نہیں مانتا۔ کلوں بولا نہیں۔ تمہیں جانا پڑیگا تم پہلے سے یہاں ہو۔ اس مین مین تو تو نے طول پکڑا یہاں تک کہ لوگوں نے اگر یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے نام پر قرعہ ڈالا جاے جسکے نام کی چٹھی نکلے وہ لڑنے جاے۔ کلوں کا دل تو اندر سے ڈھڑپا کر رہی رہا تھا بول اوٹھا کہ نہیں۔ اس وقت سب ملے حملہ کر دو تاکہ عزت رہ جاے۔ عزرائیل نے کہا کہ مجھے اس بات سے کچھ بحث نہیں اگر تم سب ملے لڑنا چاہتے ہو تو لڑو۔ کلوں نے عزرائیل کی یہ باتیں جو سنیں تو اپنے دل مین ڈرا کہ اگر ہر قتل کو اس قیل وقال کی خبر ہو گئی تو مجھے اپنی مصاحبت سے نکال دیگا اسلئے فوراً زبان بد لگیا اور کہنے لگا کہ اچھا قرعہ ہی ڈال لو۔ شامت اعمال سے قرعہ کلوں ہی کے نام نکلا۔ عزرائیل بولا۔ اب تشریف لیجائے اور اپنی مردانگی کے جوہر دکمائے۔ جب مین مقابلہ کو نکلے گا تو ب کو معلوم ہو جائیگا کہ ہم دونوں مین شجاع کون ہے۔ خیر سنگ آمد و سخت آمد مین کلوں ڈرتے ہوئے دل اور کاپٹتے ہوئے ہاتھ بیرون سے مسلح ہو کر چون توں گھوڑے پر لہ گئے

اور لشکر والوں سے کہتے گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری بہت میرے ساتھ متعلق رہے۔ اور میرے ساتھیو۔ اگر تم اڑائی میں میری طرف سے کچھ کمی یا عجز نہ دیکھو تو سب یکبارگی حملہ کر کے مجھے بچالینا۔ راوی کہتا ہے عہ۔ سائے کہ نکو ست از ہار ش پیدا ست۔ اچھا تشریف لے جائے دیکھا جائیگا۔ پہر کلو ص بچکا اور ایک جیلہ یہ اور نکالا کہ یہ آدمی جو میرے مقابلہ کے لئے کھڑا ہے بدوی ہے۔ میں اسکی زبان میں بھونکا ایک آدمی میرے ساتھ چلے تاکہ میری بات اوسے سمجھاوے اور اوسکی مجھے کہدے میں اس بدوی سے باتن بھی کیا چاہتا ہوں۔ پس ایک نصرانی نہایت دانشمند و فصیح جب کا نام جرجیس تھا اوسکے ساتھ ہوا۔ جاسکے میں کلو ص نے جرجیس سے کہا کہ مشفق من۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ عرب جس سے میرا مقابلہ ہے نہایت شجاع اور دلیر ہے اگر اسکے ہاتھ سے میری بگڑتی دیکھنا تو مہربانی فرما کہ میری مدد کرنا۔ اگر میں جیتا رہا تو تمکو اپنا وزیر اور صاحب کر لوں گا اور جو گفتگو مجھ میں اور اس عرب میں ہو اوسے یہی لوگوں سے پوشیدہ رکھنا۔ خیر میں اوسکے پاس جاتا ہوں اور کوئی جیلہ بنا کے ابھی لوٹا آتا ہوں۔ کل کے دن عزرائیل کی باری ہے اوسے الہ کہے یہ کہا ہی جائے تاکہ وہ جیتا جاگے ہمارے لشکر میں نہ پہنچے۔ آنکھوں سکھ کیچہ ٹھنڈک میرا مطلب بن جائیگا۔ خدا آج کی آئی ہوئی ٹال دے۔ بہائی جرجیس۔ ذرا میری ڈھارس بندھاؤ۔ یہ سنکے جرجیس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور کانوں پر ہاتھ رکھکے بولا۔ نا۔ صاحب۔ میں بیچارہ لڑنا بھڑنا کیا جانوں میرا کام ترجائی ہے اوسے بخوبی ادا کر سکتا ہوں آپ چاہیں تو مجھے پھلین ورنہ میں چوڑ جائیں۔ کلو ص بولا۔ افسوس تم بھی ایسی چاہتے ہو کہ مجھے دشمن کے حوالہ کر دو۔ جرجیس نے جواب دیا کہ نہیں نہیں۔ تمہارے دل میں یہ ہر کہ میں تمہاری حمایت میں مارا جاؤں اور تم بچے رہو۔ جب میں مارا گیا تو تمہارا انعام و اکرام میرے کس کام آئیگا۔ آخر اسی رد و بدل میں کلو ص جیسے تیسے خالہ کے پاس پہنچا۔

سابع بن عمیر الطائی نے لپک کے کلوں پر حملہ کرنا چاہا۔ جناب سیف اللہ نے روکا کہ دین کی مدد کرتا میرا کام ہے تم اپنی جگہ پر رہو۔

روایت ہے کہ جب کلوں اور جرجیس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو کلوں نے جرجیس کی معرفت خالد سے یہ دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو اور ہمارے ویدہ اور کثرت فوج سے کیوں نہیں ڈرتے اور تمہارا ارادہ کیا ہے۔

جرجیس جناب سیف اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار مسلمانان مین تم سے ایک مثال کہا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ ایک شخص کے پاس بہت سی بکریاں تھیں انہیں چرانے کے لئے اس نے ایک چرواہا مقرر کیا جو بڑا ڈرپوک تھا اور درند جانوروں کے مقابلہ کی جرأت اوس میں نہ تھی پس ایک جنگلی درندہ رات کو ہر روز آتا اور ایک بکری اٹھا کے لیجاتا اسی طرح ہوتے ہوتے بکریوں کی تعداد بہت کم ہو گئی۔ جب بکریوں کا یہ حال مالک نے دیکھا تو چرداہے کی بزدلی اور غفلت و سستی اس سے ثابت ہوئی اور ایک مضبوط اور دیر آدمی کو بکریوں کی نگرانی سپرد کی۔ یہ کار گزار اور بہادر آدمی رات بہر بکریوں کے گرد ہتھیار لگاے ٹھکتا رہا جب وہ درندہ اپنی عادت کے موافق آیا تو اسے اپنی برجھی سے مار ڈالا اور مالک کے مال کو نقصان سے بچا لیا۔

یعنی یہی کیفیت ہماری اور تمہاری ہے کہ تم دست درازیاں کرتے رہے اور ہم نے تمہارے معاملہ میں غفلت اور سستی کی یہاں تک کہ تم ہمارے سر پر چڑھ بیٹھے اور یہ نوبت پہنچی جو آج پیش ہے۔ ورنہ تم لوگ ہمارے سامنے ایک قوم ضعیف ہو کے پیاسے تنگے محتاج ہو۔ غذا تمہاری ہمیشہ موٹا تاج جو چینا وغیرہ رہی ہے۔ روغن زیت پر ہمیشہ تنے بسر کی جب تم ہمارے شہروں میں آے تو ہزار ہا نعمتیں تمہیں میسر ہوئیں تنے عمدہ عمدہ کمانے کماے اور شہر ہو کے چین پر گہرانے لگے۔ مگر اب بادشاہ کو تمہاری طرف توجہ ہوئی ہے اور تمہاری سرکوبی کے لئے ایسا

رستم دوران و پہلوان زمان بیجا ہے جو دم بہرین تمہاری شیخیان کر کر کے نوک دم بگا دیگا۔
 وہ یادگار افراسیاب و اسفندیار یہ ہے جو میرے پہلو میں شیر زکی طرح کھڑا ہے۔ یاد رکھنا کہ
 شجاعت اور بہادری میں اپنا مثل آپ ہی ہے اسلئے میں تمکو دوستانہ سمجھتا ہوں کہ میں تمہارا
 حال ہی ہمارے اس تیس ارخان کے ہاتھ سے دیا ہی ہو جیسا کہ اوس درند جانور کا حال
 اوس جری اور کار گذار چرواہے کے ہاتھ سے ہوا تھا۔ اس میرے پہلو شیر کی شجاعتیں تو
 اوس سے کہیں بڑھ کر ہیں جو میں نے تم سے بیان کیں مگر یہ اپنے ذاتی حلم اور جبلی شفقت
 و مہربانی سے مجھے روک رہا ہے کہ میں زیادہ بیان اوسکی قوت و بہادری کا تم سے نہ کروں
 ورنہ تمہارا کلیجہ اسی وقت پھٹ جائیگا۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ یہاں کیوں آئے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ ہمارے
 اس روئے تن فولاد باز و جوان ہمت کو تمپر ترس آتا ہو کہ تم ایسے دریا کی ناپید اکٹار اور بزدل خاریں کیوں آئے
 جسکی موجودگی میں ڈوبا ہوا آج تک ترانہ میں۔ افسوس۔ تمہنے ایسے لوہے کے چنے چاٹنے کیوں جرات کی جو ہشت
 دہات کے دانتوں سے بھی کبھی نہ چبائی گئے اور ایسا نوالہ کیوں حلق میں رکھا جو نہ نیچے اتر لگتا نہ اوگلا جائیگا
 اگر تم مسلمانوں کے سردار ہو تو اپنے دل میں ہی غور کرو اور اپنی ہوائی مسلمانوں سے ہی مشورہ لو اور پہلے اس سے
 کہ یہ ہنر نرستان شجاعت تمپر حکم کرے اور اپنے زبردست پنجوں سے تمہارے پرچے اوڑا دیں تم اپنا لوریا باندھا
 لیکے یہاں سے چنیت بنو اور اوسی اپنے ریگستانی ملک میں شیر شتر اور سوسمار پر بس کر دو۔
 جناب سیف اللہ نے جو برجیس کی یہ لسانی اور فصیح بیانی سنی تو فرمایا کہ اے خدا کے
 دشمن۔ خاموش۔ زبان اپنی بند کر یہ تیرا شیر جو تیرے پہلو میں نظر آتا ہے اور جسکی تونے اتنی
 بیعتے تعریف کی مجھے وقعت میں بہتر سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ کیا پتہ دی اور کیا پتہ دی کا شور با
 ہم اسے پشتہ سے بہتر نہیں سمجھتے۔ ہم تجربہ کار اور جری شکاری ہیں اور تم سب حقیر اور ذلیل چڑیا
 ہو جو بالکل ہمارے دام میں پھنس چکین اب کتنا ہی پھر پڑاؤ اس سے کہیں نکل سکتیں شکاری

یہ گڑیوں کی کثرت سے ہرگز نہیں ڈرا کرتے۔ البتہ تو نے ہمارے ملک اور اسکی قحط سالی کا ذکر ٹھیک کیا۔ اسی واسطے حق سبحانہ تعالیٰ اوس سے اچھا ملک ہمیں دینا چاہتا ہے جہاں جو کے بدلہ میں گیہوں اور میوے اور ردغن اور شہد ہمیں مرحمت ہوں گے۔ اب یہ ملک ہمارا ہو چکا خدا نے اسے ہمارے لئے تجویز کیا ہے اور ہمارے نبی سے اسکے دینے کا وعدہ ہو چکا ہے۔ ہمارا قصد اور ارادہ اگر جاننا چاہتے ہو تو یہ سنلو کہ ہم تم سے تین باتیں چاہتے ہیں۔ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو یا ہم گڑ و حتیٰ بحکمہ اللہ بحکمہ دھو خیر الحاکمین یہاں تک کہ اللہ اپنی تجویز سے ہمارا تمہارا فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بڑا فیصلہ کنندہ ہے۔ یہ شخص جو تیرے پاس کھڑا ہے مجھے تو سب سے زیادہ ذلیل معلوم ہوتا ہے۔ اگر یوں کہو کہ یہ ایک بادشاہ کا کارندہ ہے تو ہم اپنے دین کے کارندہ ہیں۔ نام میرا خالد بن ولید ہے اور قاتل اور حاکم ہوں تدمر۔ ارکہ حوران سخنہ اور بصری کا۔

جرجیس حضرت خالد کے اس کلام بلاغت الیتام سے زرد پڑ گیا اور کلو ص سے یہ کہنے کہ اب آپ جانیں اور آپ کا کام پیچھے ہٹ گیا۔

کلو ص نے جب جرجیس کا یہ حال دیکھا تو کہا کہ پہلے میں نے تجھے اس معاملہ میں بڑا دلیر پایا تھا اب کیا ہوا کہ تجھے گھبرایا اور سٹ پٹایا ہوا دیکھتا ہوں۔

جرجیس بولا۔ قسم ہے اپنے دین و ایمان کی میں پہلے اس شخص کو ادب و باش اور آوارہ لوگوں میں سے سمجھتا تھا اور جانتا تھا کہ اپنی لاف زنی سے اسے گڑبازوں کا گلاب اوس سے باتیں ہوتی ہیں تو معلوم ہوا کہ یہ بڑا جری شہسوار اور مرد میدان ہے۔ یہ سردار اوس قوم کا ہے جس نے زمین کو لابی دہشت سے لرزادیا ہے پس اب تم اپنے جوہر ظاہر کرو اور اس سے بٹو۔

کلو ص یہ بات سنتے ہی پشت زمین پر کانپ گیا۔ ہوش و حواس باختہ ہو گئے اور کہا۔

اے بہائی جرجیس۔ تو ان سے درخواست کر کہ لڑائی کو کل پراوٹھا کر مین آج مجھے مہلت دیں۔
جرجیس نے چونکہ اپنی تقریر میں وہ وہ ڈینگیں ماری تھیں کہ زمین و آسمان کے قلابہ ملا دئے
تھے جلیگیا اور کئے لگا کہ میان۔ تمنے تو میری بھی کر کرمی کر دی۔ مجھے تو یقین نہیں کہ یہ منظور کرے
خیر کتا ہوں۔

غرض کہ جرجیس جناب خالد کی طرف مخاطب ہو کر بولا کہ اے سردار عالیجاہ۔ میرا ساتھی تم سے
اجازت مانگتا ہے کہ میں اپنی قوم کے پاس جا کے اون باتون میں مشورہ کروں جو آپ چاہتے ہیں
خالد بن ولید بولے کہ اے نابکار۔ تو مجھے فریب کرتا ہے میں ایسے لوگوں کی نبض خوب
پہچانتا ہوں۔ میرے ہاتھ سے تمہارا پچنا دشوار ہے۔ اتنا کہ جناب سیف اللہ نے نیزہ جرجیس
کی طرف تانا۔ اوسکی زبان بند ہو گئی۔ حواس باختہ ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کے کئے لگا کہ حضور۔ میری
تقصیر معاف کریں۔ یہی ہے جو کچھ ہے یہاں سے جانے نہ پائے۔ اتنا کہ روہانے گریز کی۔
حضرت خالد نے گلوں سے کہا کہ ہوشیار ہو جا اور مجھ سے مقابلہ کر۔ گلوں نے
جبراً قہراً لڑائی کی ٹھان لی اور نیزہ بازی ہونے لگی۔ دونوں یہاں تک جُٹے کہ تیزوں سے چنگاریاں
نکلنے لگیں۔ آخر کار گلوں کے اوسان جاتے رہے۔ حضرت سیف اللہ اوسکا یہ رنگ دیکھ کر اپنا
گھوڑا اوسکے پاس لے گئے۔ اوسکے نیزہ کو بیکار کر دیا اور اپنے نیزہ کو اوسکے حلق پر مار کر فرمایا۔
لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیمؑ پھر جو اوسے اپنی طرف کھینچتے ہیں تو گلوں پشت زمین
سے الگ تھا۔ مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھ کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے جن سے زمین و آسمان
سب گونج گئے اور کچھ اور مسلمان سردار حضرت سیف اللہ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے اونسے فرمایا
کہ اس مردود کی مشکین خوب کسے باندھو۔ مگر گلوں اس حالت میں کچھ بڑبڑا رہا تھا اسلئے حضرت
رواس حاکم بصری بلائے گئے کہ سمجھو یہ کیا کہتا ہے۔ رواس نے کہا۔ یہ کہتا ہے کہ میری مشکین

کیون باندھے ہو۔ جتنا مال چاہو مجھ سے لیلو لیکن خالد نے فرمایا کہ نہیں یہ سہوار ہے اسکی مشکین ہی باندھی جائیگی۔ پھر خالد بن ولید اپنے گھوڑے سے اتر کے اوس گھوڑے پر سوار ہوئے جو حاکم تدمر نے اونکی نذر کیا تھا اور میدان جنگ کا عزم کیا کہ ضرار بن الازور بولے۔ آج آپ نے بڑی محنت کی ہے اب ہم آپ کو کسی طرح نہ جانے دیں گے۔ مین جاتا ہوں اور آپ کی طرف سے لڑوں گا۔ جناب سیف اللہ نے فرمایا کہ بمائی ضرار۔ ہمارے تمہارے واسطے دنیا میں راحت و آرام کہاں۔ جو آج کے دن مشقت کر لیگا کل آخرت میں فرے لوٹے گا۔ اللہ تمہارا نگہبان اور مہربان خلیفہ تمہارے سر پر ہے۔ ہم سے تمہارے لئے بہت مہین ہمیں جانے دو یہ کہا اور باگ اڑھا میدان رزم میں جا دیئے۔ حملہ کرنا چاہتے تھے کہ کلو ص نے چلائے کہ اون سے کہا اے خالد بن ولید قسم ہے تمکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میدان سے واپس آؤ کہیں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مسلمانوں نے باواز بند جناب سیف اللہ سے کہا کہ حضور یہ قیدی آپکو بلاتا ہے۔ حضرت خالد چلے آئے اور فرمایا کہ۔ کیا کہتا ہے۔ حضرت روماس نے اوسکی طرف سے بیان کیا۔ حضور یہ کہتا ہے کہ میں ہر قل کا مصاحب خاص ہوں پانچ ہزار سواروں کے ساتھ تم سے لڑنے کو بھیجا گیا تھا۔ یہاں اگر عزرائیل حاکم دمشق میں اور مجھ میں تنازعہ ہو گیا اور اوس نے میری بڑی تحقیر کی خیر اب میں آپ کی قید میں ہوں ایک مہربانی میرے حال پر یہ کیجئے کہ اگر عزرائیل کو آپ گرفتار کر لیں تو آپکو اپنے دین کی قسم ہے اوسے زندہ نہ چھوڑنا۔ جو ڈر کے مارے مقابلہ میں نہ آئے تو خود استاد عاکر کے اوسے بلواتا۔ جب تم اوسے مار لو گے تو دمشق کے مالک ہو جاؤ گے۔ جناب سیف اللہ نے روماس سے فرمایا۔ تم اس سے کہ دو کہ ہم کسی مشرک کو زندہ نہیں چھوڑ سکتے اور مسلمان کو مار نہیں سکتے۔ پھر خالد بن ولید ریز پڑ پڑتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچے۔

واقعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جرجیس نصرانی بدحواس اپنی قوم میں پہونچا تو بیان کیا کہ اے دمشقویو۔ تمہاری موت آن پہونچی اب کوئی صورت بچنے کی نہیں۔ ان لوگوں کو آدمی نہ مجبور یہ شیر تمہیں کمانیکو آسے ہیں۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بیان پہونچا اور تمہارے پہلے کے لئے تمہیں سمجھاتا ہوں کہ جیسے بنے ان سے صلح کرلو۔ رومی بولے۔ کبخت ایک تو خود منہ کالا کر کے بہاگ آیا دوسرے ہمیں ڈراتا ہے۔ ہم تجھی کو مار ڈالینگے پس جرجیس اونکے پاس سے بھی بہاگ۔

اب رومی عزرائیل کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ کلوص توقید ہو گیا اب تم مسلمانوں سے لڑو۔ عزرائیل نے جواب دیا کہ تم اس بات کو سمجھ لو کہ خالد بن ولید اگر مارے گئے تو فوراً اون کی جگہ دوسرا مقرر ہو جائیگا اور جو میں مارا گیا تو تم بے والی اور وارث ہو جاؤ گے۔ پھر کوئی تمہارا سردہر اتہ رہیگا اور ایسے رہ جاؤ گے جیسے بکریان بغیر چرا ہے کے ہوتی ہیں اسلئے میری رائے ہے کہ ہم تم سب ملکے حملہ کریں۔ رومی بولے۔ یہ نہیں ہو سکتا اس صورت میں بہت سے آدمی جیسینگے اور بہت عوتین رانہ ہو جائینگے۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کلوص کے ساتھی بھی وہاں آن پہونچے اور چلائے عزرائیل سے کہا کہ تم ہمارے مالک سے زیادہ بادشاہ کے عزیز نہیں ہو پس شرط کے موافق تم بھی مقابلہ کو نکلو ورنہ ہم تم سے لڑینگے۔ عزرائیل بولا۔ تم یہ سمجھتے ہو گے کہ میں اس بدوی سے ڈر گیا ہوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ خیر تمہاری ہی مافی ہے تو میں بھی جاتا ہوں تم میری دلاوری بھی دیکھ لینا۔

پھر عزرائیل سلاح جنگ بدن پر سرج کے ایک بادر قمار کوٹڑے پر سوار ہوا اور خالد بن ولید کے سامنے آیا۔ آکر کہا۔ اے برادر عربی میرے پاس آؤ تاکہ میں تم سے کچھ باتیں کروں۔ سیف اللہ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو ہی میرے پاس چلا آ تاکہ میں تیرا سر توڑوں۔ یہ کہہ کر خالد

ادھر چل گیا جاتے تھے کہ عزرائیل نے کہا۔ اچھا۔ تامل کیجئے مین ہی آپ کے پاس آتا ہوں
 خالد سمجھے یہ شخص مجھ سے ڈر گیا ہے اسلئے تھکے۔ عزرائیل اونکے پاس گیا اور بولا۔ اے برادر
 عربی۔ تمہارے ساتھ بہت سے عرب موجود ہیں اونکے ہوتے ہوئے تم خود کیون لڑنے
 آئے اگر تم مارے گئے تو یہ سب بے سر رہ جائیگے انہیں کون سنبھالے گا۔ خالد نے
 جواب دیا کہ اے دشمن خدا۔ کیا تو نے مجھ سے پہلے اون دو شخصوں کی لڑائی کا حال نہیں دیکھا
 جو تم سے لڑنے آئے تھے۔ قسم ہے خدا کی اگر میں اونکو زبردستی نہ روکتا تو وہ تم سیکو شیر غضبناک
 کی طرح چیر پھاڑ کے کچا چھا جاتے اور بیوقوف۔ میرے ساتھی ایسے نہیں ہیں جنہیں میرے
 مرنے کے بعد کسی سنبھالنے والے کی ضرورت ہو وہ خود سنبھلے سنبھلائے ہیں جو زندگی سے
 موت کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو خدا کا عذاب جانتے ہیں۔ خیر اس سے کیا مطلب
 ہے اب تو یہ بتا کہ تو کون ہے۔

عزرائیل نے جواب دیا۔ مین شمسواروں کا سردار ہوں، ترک اور جرأت مند، لشکر و کھانا مین والا ہوں
 خالد تامل کرنے کا ہم تجھ سے یہ نہیں پوچھتے۔ اپنا نام بتا۔
 عزرائیل بولا کہ ملک الموت کا ہمنام عزرائیل ہوں۔

جناب سیف الدیہ سنکر ہنسے اور کہا کہ اے دشمن خدا۔ تیرا ہمنام تیری ملاقات کا
 مشتاق ہے اور چاہتا ہے کہ تجھے جلدی سے دوزخ میں پہنچا دے۔
 پھر عزرائیل نے پوچھا۔ آپ نے کلوں کا کیا حال کیا۔
 خالد بولے کہ دیکھ لے وہ سامنے بندھا اور جکڑا ہوا بیٹھا ہے۔
 عزرائیل نے کہا او سے مار ڈالتا چاہتے تھا وہ اس قوم کے لئے بلاؤید ہے او سے
 آپ نے زندہ کیوں رکھا۔

جناب خالد نے فرمایا۔ اس لئے کہ تم دونوں کو ایک ساتھ ہی قتل کراؤنگا۔

عزرائیل بولا۔ اب جہا ایک ہزار انتقال سونا اور دس ریشمی تہان کپڑے کے اور پانچ

حمہ گھوڑے مجھ سے لیلو اور ادسکا سرتن سے جدا کر کے مجھے دیدو۔

سیف الدین نے جواب دیا۔ اچھا یہ کلوں کے سر کی قیمت ہوئی اب تو اپنے سر کے

عوض میں مجھے کیا دیگا۔

عزرائیل جینجھلا کے کہنے لگا۔ تم مجھ سے کیا لے سکتے ہو۔

جناب خالد نے فرمایا۔ اے شقی۔ لونگا کیا۔ جزیہ میں تیرا سر لونگا اور تو خوار و ذلیل بن

عزرائیل برہم ہو کر بولا۔ ہم تمہاری عزت و توقیر کرتے جاتے ہیں اور تم ہم سے اڑے

چلے جاتے ہو اور ہمارے ساتھ زبان درازیاں کرتے ہو۔ ہو شیار ہو جاؤ میں نے

اب تمہارا سراوتارا۔

جناب سیف الدین سنتے ہی آگ ہو گئے اور عزرائیل پر حملہ کیا۔ وہ بھی اپنی حفاظت

کرتا ہوا ان کے سامنے آیا۔ بڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کے گرد گھومتے رہے۔

عزرائیل کی شجاعت و بہادری ملک شام میں زبان زد خاص و عام تھی۔ وہ سیف الدین سے

بولا کہ قسم ہے اپنے دین کی۔ اگر میں چاہوں تو تم پر غالب ہو سکتا ہوں مگر عداوت میں چوڑے

دیتا ہوں۔ مجھے تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے حال پر رحم آتا ہے۔ تم میری قید میں

آجاؤ میں تم لوگوں سے صلح کرونگا اور تم سے یہ شرط کر کے کہ تم بیان سے چلے جاؤ تم رہا کر دے

جاؤ گے اور جن شہر دن پر تم نے قبضہ کر لیا ہے وہ واپس کرنا پڑینگے۔

سیف الدین القہار حضرت خالد نامہ دار نے فرمایا کہ چپ اے دشمن خدا۔ تو ہاتھیوں سے

گتے کھانا چاہتا ہے۔ منہ دہور کہہ۔ مسلمانوں سے اور ایسی امید۔ یہ تو تیرا شیخ چلی سے بھی

بڑا ہوا خیال ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ جن لوگوں نے تدمر۔ ارکہ۔ حوران۔ سجنہ۔ بصری فتح کیا ہے وہ وہ لوگ ہیں جو موت کو زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں یہ تو بشت کے بدلہ میں اپنی جانیں خدا کے ہاتھ بیچ چکے۔ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ ذرا سی دیر میں تجھے معلوم ہوا جاتا ہے کہ میں غالب آیا یا تو۔ پھر خالد نے اپنی ہوشیاری اور شجاعت کی بہت سی کماتیں اوسے دکھائیں۔ عزرائیل اپنی پہلی گفتگو سے نہایت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ اے برادر عربی۔ تم ہم سے دل لگی کرتے ہو۔

خالد کو اسکی یہ بات بری معلوم ہوئی اور کہا کہ اے نابکار۔ خدا کی راہ میں تلوار مارنا ہمارا کیل ہے۔ خیر دار ہو جا اور بیچ۔ اتنا کہ کے ایک تلوار لگائی مگر ہاتھ اوچھاڑا اور عزرائیل کے خراش تک نہ آئی تاہم خالد کا رعب اوسکے دل میں ایسا بیٹھ گیا کہ وہ مجھاسہ میں خالد کے ہاتھ سے بیچ نہیں سکتا اور بیٹھ پیر کے بہاگا۔ خالد بھی اوسکے پیچھے ہوئے۔

عامر کہتے ہیں کہ میں اوس وقت لشکر کے قلب میں تھا میں نے بچشم خود دیکھا کہ عزرائیل کا گھوڑا خالد کے گھوڑے سے تیز رفتار تھا۔ جناب سیف اللہ اوسکے پاس پہنچ نہ سکے۔ عزرائیل سمجھا کہ یہ مجھ سے ڈر گئے اور میرے تعاقب کرنے سے رک رہے ہیں۔ اب مجھے چاہئے کہ میں انکو گرفتار کر لوں۔ کیجی جو آئی تو ٹھیر گیا اور خالد اوسکے پاس پہنچ گئے۔ اونکا گھوڑا اوس وقت شل اور پسینہ میں تر ہو گیا تھا۔

عزرائیل بولا۔ تم یہ سمجھے ہو گے کہ میں تم سے ڈر گیا ہوں۔ یہ خیال دل سے دور رکھنا بلکہ یہ میری ایک چال تھی تاکہ تمہیں تمہارے لشکر سے دور لا کے گرفتار کر لوں۔ پس اے برادر عربی خصوصت بڑھانے سے کیا فائدہ۔ اپنی جان پر رحم کر واد میری قید میں آ جاؤ۔ اگر نہیں مانتے تو موت کو اپنی آیا جانو۔

اسوقت خالد بن ولید آپ سے باہر ہو گئے اور فرمایا کہ میں سو دہ کیا بکتا ہے۔ میرا گھوڑا بے قابو ہو گیا ہے اسلئے تو سمجھا کہ میں ڈر گیا ہوں۔ یہ لکے خالد گھوڑے سے نیچے کود پڑے اور تلوار سونت کے اس کے پیچھے دوڑے۔

عزرائیل سمجھا کہ اب یہ موقع اچھا ہے میں خالد کو گرفتار کر لوں گا۔ بڑبکروا کر ناچا پا کہ خالد اس کی طرف چبٹے اور للکار کر ایک ضرب قوی ایسی لگائی کہ عزرائیل کے گھوڑے کی کوخین کٹ گئیں اور وہ منہ کے بل نیچے نظر آیا۔ پہر لوٹ پلوٹ کے اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ خالد اس کے پیچھے چلے اور فرمایا اے دشمن خدا تیرا ہمتاں تجھ سے بہت خفا ہے اور تیری جان نکالنے کو آپہنچا ہے تیار ہو جا۔ یہ لکے زور سے اس کو زمین سے اٹھالیا اور ویٹکا۔ چاہتے تھے مار ڈالیں۔ یہ دیکھ کر رومیوں میں غل مچا کہ غضب ہو گیا۔ سہون نے اس کی رہائی کے لئے اکبر کی حاکم کرنا چاہا۔ ناگہان اسی وقت مسلمانوں کا لشکر امین الامتہ کے ہمراہ آئے ہوئے تھا۔ اتنا راہ میں اونکو سیف الہد کا خط ملا تھا اور وہ جلد ہی جلدی اسی وقت پہونچے جبکہ عزرائیل اور خالد میں یہ گرما گرمی ہو رہی تھی۔

جب دُشمن والوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی مدد کو اور لشکر گیا تو خوف زدہ ہو کر حملہ نہ کر سکے اور حضرت خالد نے عزرائیل کو گرفتار کر لیا۔

حضرت واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جناب امین الامتہ نے سیف الہد کو دیکھا تو چاہا کہ گھوڑے سے اتر پڑیں مگر حضرت خالد نے انہیں قسم دیکے اترنے سے منع کیا کیونکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم امین الامتہ کی بہت عزت کرتے تھے۔ پہر باہم دونوں میں سلام ہوئے اور امین الامتہ نے سیف الہد سے کہا کہ بیٹا۔ میں صدیق اکبر کے خط سے بہت خوش ہوا۔ اونہوں نے بہت اچھا کیا جو تمہیں افسر اعلیٰ کر دیا تم اسی کے لائق ہو۔ مجھے

قسم ہے اوسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں نے ذرا بھی بُرا نہ مانا۔ مجھے ادن سب لڑائیوں کا حال معلوم ہے جو تم نے عرب اور فارس میں مشرکوں سے سرکین دہ تمہارا ہی کام تھا میں کبھی کوئی کام تمہاری مرضی کے خلاف نہ کر دے گا۔

اسکے جواب میں جناب خالد بولے۔ آپ ایسا فرما کے مجھے کیوں مجبور کرتے ہیں بلکہ مجھے آپکا مطیع و فرمانبردار ہونا چاہئے۔ قسم ہے خدا کی۔ یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اگر امام اور خلیفہ کا حکم نہ تھا میں ہرگز اسے نہ مانتا۔ تم مجھ سے پہلے مسلمان اور خاصان رسول اللہ میں سے ہو۔ یہ دونوں نے باہم مصافحہ کیا۔ خالد نامہ اگر کوڑے پر سوار ہو کے دونوں سرداران رومی کی گرفتاری کا حال جناب امین الامتہ سے بیان کرتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلے اور مقام دیر میں جا کے اترے۔

سب مسلمانوں میں باہم ملاقاتیں ہوئیں۔ دوسرے دن مسلمانوں کا لشکر پہ آراستہ اور تیار ہو گیا۔ اہل دمشق نے ہر قل کے داماد تو ما کو اپنا سردار کیا اور اوسکی ماتحتی میں ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کو آئے۔

خالد بن ولید نے جناب ابو عبیدہ بن الجراح سے کہا کہ رومیوں کو ہنسنے بہت ذلیل و خوار کیا ہے اور انکے دوسرے داروں کو گرفتار کر لیا ہے گو اس سے ہمارا عجب اونکے دلوں میں سما گیا ہے مگر بہر ہی وہ آج جی توڑ کے ہم سے لڑینگے اور کوئی دقیقہ لڑائی کا فرو گذاشت نہیں کریں گے اس لئے چاہئے کہ آج ہم تم ملے ادن پر حملہ کریں۔ امین الامتہ نے اس بات کو منظور کر لیا اور سب مسلمانوں نے یکبارگی ہلا بول دیا۔ تکبیر دین کی گونج سے دشت و جبل سب کانپ اٹھے۔ دونوں لشکر باہم جھٹ گئے اور تلواریں چلنے لگیں۔ سوائے زناٹے کے کان میں دوسری آواز نہ تھی۔ آخر رومی منہزم ہوئے۔

عامر بن الطفیل فرماتے ہیں کہ اوس دن ایک ایک مسلمان نے دس دس سے زیادہ کافراں سے۔ رومی ایک ساعت سے زیادہ ہمارے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بہاگ نکلے اور ہم مقام دیر سے دمشق کے شرقی دروازہ تک اونہیں مارتے چلے گئے۔ جب اہل دمشق نے اپنی ہزیمت دیکھی تو شہر کے پہاگ بند کر لئے۔

قیس بن ہبیرہ نے بیان کیا ہے کہ بعضوں کو پہنے مار ڈالا اور بعضوں کو گرفتار کیا اور اپنی جگہ پر واپس چلے آئے۔

پھر خالد بن ولید دروازہ شرقی پر اتر پڑے اور ابو عبیدہ بن الجراح اونکے مشورہ سے دروازہ جابیہ پر فزوکش ہوئے۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حجاز و یمن و حضرموت و ساحل عمان و حوالی مکہ کے ۳۷ ہزار مسلمان حضرت امین الامتہ کے ہمراہ تھے۔ ڈیڑھ ہزار آدمی عراق سے سیف اللہ کے ساتھ آئے تھے۔ اور فلسطین میں نو ہزار مسلمان حضرت عمرو بن عاص کے پاس تھے۔ پس کل تعداد مسلمانوں کی دمشق کی اطالیٰ میں ساڑھے سیٹالیس ہزار تھی۔ انہیں سے نصف جناب خالد کے پاس دروازہ شرقی پر رہے اور نصف دروازہ جابیہ پر حضرت ابو عبیدہ کے ساتھ تھے اہل دمشق یہ معاملہ دیکھ کر گمراہ گئے۔

حضرت خالد نے کلوص اور عزرائیل کو اپنے پاس بلا کے ارشاد فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ اونہوں نے مطلق انکار کیا اسلئے سیف اللہ کے حکم سے ضرار بن الازور نے عزرائیل کو اور رافع بن عقیقہ الطائی نے کلوص کو قتل کر ڈالا۔

اہل دمشق نے یہ سب حال لکھ کر ہرقل سے لگا کی درخواست کی اور رات کو قاصد کی کمر میں سی باندھ کے فصیل سو نیچے لٹکا دیا۔ وہ قاصد انطاکیہ میں ہرقل کے پاس پہونچا۔

ہرقل نے خط پڑھ کر پہنک دیا اور ڈاڑھ میں مار مار کے رویا پر اپنے شیریں کی صلاح سے وردان
حاکم حمص کو لڑنے بھیجا۔ لشکر فارس کے مقابلہ میں اس نے بھی بڑی مردانگی ظاہر کی تھی۔ وردان
جب الطلب جب ہرقل کے پاس آیا تو بیان کیا کہ اسے بادشاہ اگر مجھ کو تیری خفگی اور غضب کا
خیال نہ دے گا تو میں ہرگز اہل عرب سے لڑنے نہ جاتا کیونکہ تو نے اس معاملہ میں مجھے اپنے سب
امرا کے بعد پوچھا ہے۔ ہرقل نے کہا۔ قاعدہ یہی ہے کہ اپنی قوت بازو اور پشت پناہ سے
اوسی وقت کام لیتے ہیں جب کوئی اور تدبیر بن نہیں پڑتی۔ پس میں نے بارہ ہزار رومیوں پر
تجے سردار کیا تو اسی وقت روانہ ہو جا اور جب بلبلک پہنچنا تو اجنادین کے لشکر کو ارض بلقا
اور جبال سواد میں پہنچانے کا حکم دیدینا اور حکم دینا کہ عمرو بن عاص اس نواح میں پڑے ہوئے ہیں
اونکے پاس کسی طرف سے کسی مسلمان کو نہ آنے دین۔

وردان نے کہا کہ آپ کے حکم میرے سرانگہوں پر سب کی تعمیل کروں گا۔ خالد بن ولید
اور اوس کے ساتیوں کے سر لیکر حضور کے دربار میں حاضر ہوں گا اور کعبہ اور بیتہ کی بنیادیں تک
کو دوڑاؤں گا۔ ہرقل نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر تو نے اپنا قول پورا کیا تو جو ملک مسلمانوں نے
لے لئے ہیں وہ میں تجھی کو دیدوں گا اور سند لکھ جاؤں گا کہ بعد میرے تو ہی بادشاہ ہو۔ اس کے
بعد ہرقل نے اسے ایک بہاری خلعت اور سونے کی صلیب دی جس کے کناروں پر پیش قیمت
جواہرات چڑھے تھے۔ اور کہا کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت اسے اپنے آگے رکھنا یہ
تمہاری مدد کر لگی۔

جناب واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ وردان صلیب کو لیکر گرجے میں گیا
اور محمودیہ کے پانی سے نہایا۔ پادریوں نے اوس کی فتح کے لئے نمازیں پڑھیں اور خوشبوؤں
کی دھونی دی۔ اوسی وقت وردان نے شہر سے نکلکے باب فارس پر اپنا خیمہ نصب کیا اور

رومی او سکے ساتھ جانے کے لئے جوق جوق جمع ہونے لگے۔ جیب سب لشکر لپٹا اور یکجا ہو گیا تو ہر قتل مع اپنے اراکین سلطنت کے اور سے رخصت کرنے کے لئے لوہے کے پل تک آیا۔ وہاں ٹھہر کے بڑے تپاک اور عزت سے اسے دوا کیا۔ وروان معات ہوتا ہوا حماۃ پہونچا اور وہاں قیام کر کے فوراً ایک قاصد اجنادین بھیجا اور وہاں کی فوج کو حکم دیا کہ چاروں طرف سیلجاؤ اور رابین اور نا کے بند کو اور عمر دین عباس کے لشکر کو خالد بن ولید کی فوج سے ہرگز نہ ملنے دو۔ اسکے بعد اپنے ساتھ کے رئیسوں اور سرداروں کو جمع کر کے یہ مشورہ لیا یہ مسلمانانہ ہے کہ میں غفلت میں عربوں پر حملہ کروں اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں۔ سب نے اس کی رائے کو پسند کیا اور جب رات ہوئی تو وروان سلیتہ اور وادی الحیاۃ کی راہ سے روانہ ہوا۔

یہاں جیب خالد بن ولید، کلوص اور عزرائیل کو قتل کر اپنے کو حکم دیا کہ اب دمشق پر حملہ کرو۔ مسلمانوں نے اس حیثیت سے اس حکم کی تعمیل کی کہ اکثروں کے ہاتھوں میں تیرہ دن اور پتھروں سے بچنے کے لئے چھڑے کی ڈھالیں تھیں۔ اکثروں کے پاس زے ہتھیار تھے۔ اہل دمشق نے یہ دیکھ کر تیرہ پتھر چلا کر شام شروع کیا۔ مسلمان بھی اون پر تیرہ مارتے تھے۔ اور ایک ہنگامہ اور غل وشور برپا ہوا یہاں تک کہ اہل دمشق محاصرہ سے تنگ ہو گئے اور یقین کر لیا کہ اب نہ بچینگے۔

شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ میں دن دمشق کو گھیرے رہے اور وقت ہمیں پہنچ گیا کہ رومیوں کا ایک بڑا بھاری لشکر اجنادین میں جمع ہو رہا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب سیف اللہ سوار ہو کر باب الجابیہ پر امین الامتہ کے پاس پہونچے اور کہا۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب یہاں سے جا کے اجنادین میں ان کا مقابلہ کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح دی تو پھر یہاں آ کے نہٹ لیٹے۔ جناب ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا کہ میں آپ سے اتفاق نہیں کر سکتا اس واسطے کہ ہم اہل دمشق کے واثق کٹے کر چکے ہیں۔ ہمارا رعب اون کے دلوں میں سما گیا ہے اور وہ ہمارے

محاصرہ کے باعث جان سے تنگ ہیں۔ ہم نے یہاں سے قدم اٹھائے اور وہ شیر ہوئے۔
 سمجھ لینا کہ سب کی کرائی محنت خاک میں بلیا ہو گئی۔ علاوہ برین اب سامان رسد انکے پاس اندر نہیں
 پہنچ سکتا جب ہم اس جگہ کو بالکل خالی کر جائیں گے تو وہ کہانے پینے کا سامان برسوں کے لئے
 اندر جمع کر لینے کے پہرہ ہڑپے ہوئے شہر پناہ کی تفصیلات سے سر مارا کرتا۔ خالد بن ولید بولے۔
 قسم ہے خدا کی میں ہرگز تمہاری رائے کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا۔ یہ مکہ سوار ہو گئے
 اور سرداران فوج کے پاس جو مختلف دروازوں پر متعین تھے احکام بھیجے کہ اپنی اپنی طرف اہل دمشق
 پر سخت حملہ کرو۔ بذات خود بایں شہر ترقی پر حملہ آور ہوئے۔ ہرگز پڑھتے تھے اور مسلمانوں کو لڑنے کی
 ترغیب دیتے تھے۔ لوگ خوشی بخوشی مستعد ہوئے آگے بڑھے۔ اسی طرح ۲۱ راتیں گزر گئیں اور
 دمشق والے زندگی سے تنگ ہو گئے۔ چونکہ بادشاہ کے پاس سے کوئی لشکر آتا ہوا نہ معلوم ہوا
 اسلئے انہوں نے صلح کا ارادہ کیا اور جانلیقا کی معرفت خالد بن ولید سے کھلا بیجا کہ ہم ایک ہزار
 اوقیہ چاندی۔ پانسواوقیہ سونا اور سو تمان ریشمی کپڑے کے تئیں دیتے ہیں تم یہاں سے چلو جاؤ
 خالد نے منظور نہیں کیا اور کہا۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ یا جزیہ دو یا لڑو۔ اہل دمشق کو یہ باتیں شاق گذرین
 اور معاملہ جون کالتوں رہا۔

علاء بن شداد فرماتے ہیں کہ اہل دمشق جناب ابو عبیدہ کی طرف بہت میل کرتے تھے
 کیونکہ خالد سخت گیر و میداں اور تیغ زن تھے اور امین الامتہ حلیم و متین و سن رسیدہ۔ وہ اہل دمشق
 سے صلح بھی کرنا پسندتے تھے۔ خالد کی رائے تھی کہ انکا بیجا نہیں چھوڑنا چاہئے جہاں تک بنے
 انکو پیٹے جاتا لازم ہے۔

جس حالت میں کہ مسلمان بڑی کوشش اور تندہی سے لڑ رہے تھے دیکھا گیا کہ دمشق
 تالیان بجا رہے ہیں۔ خوش ہوتے ہیں۔ گاتے ہیں۔ ناچ کود رہے ہیں اور نوجوانوں کی طرح

کہتے ہیں۔ خالد بن ولید نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ شہر پناہ کی تفصیل پر لوگ کھڑے ہوئے پہاڑ اور بیت لہیا کی طرف اشارے کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے جو اوسط نظر کی تو ایک بہت بڑا غبار معلوم ہوا جس سے زمین و آسمان سب تاریک ہو گیا تھا۔ خالد سمجھے کہ یہ بیشک رومیون کا لشکر ہے جو دمشق کی مدد کو آتا ہے۔

پس جناب سیف اللہ نے مسلمانوں کو آواز دی۔ سب کے سب فوراً مسلح ہو کے سوار ہو گئے اور ہر دستہ اپنے سرداروں کے پاس جمع ہوا۔ اسی وقت غلہ فروشوں نے آ کے خالد کو خبر دی کہ ہننے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ایک لشکر جا رہا ہے۔ وہ دیکھا ہے وہ بلا شک رومیون ہی کا لشکر ہے۔

جناب سیف اللہ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا پرواہ ہے خداوند کریم کی مہربانی چاہئے۔ یہ کہہ سوار ہو کر باب جابیہ پر امین الامتہ کے پاس پہنچے اور دریافت کیا۔ اے امین الامتہ اب آپ کا کیا ارشاد ہے۔ میں تو سب کو لیکر اس لشکر سے لڑنے جاتا ہوں۔ ابو عبیدہ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی تم سے اختلاف کرتا ہوں کہ سوا سٹے کہ ہمارے جاتے ہی وہ اس مقام پر پہنچنا قبضہ کر لینگے جہاں ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ خالد نے جواب دیا کہ پہر فرمائے ہم کیا کریں۔ امین الامتہ بولے۔ میری صلاح یہ ہے کہ اپنے سرداروں میں سے کسی ہوشیار اور تجربہ کار سردار کو ادھر بھیج دو اگر وہ دیکھے کہ میرے قابو کاروگ ہے تو اون سے بڑھ جائے ورنہ ہمارے پاس واپس چلا آئے۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولید نے فرمایا کہ میں فوج اسلام میں صرف ایک آدمی کو ایسا جانتا ہوں جو موت سے ڈرنا نہیں ڈرتا۔ لڑائی میں بڑا دلیر اور تجربہ کار ہے۔ بڑے بڑے شجاعوں اور رستم خانوں سے کبھی نہیں گھبرایا اور اس کے باپ اور چچا بھی جہاد ہی میں شہید ہوئے ہیں۔ امین الامتہ نے نام دریافت کیا۔ جناب سیف اللہ نے

کہا کہ آپ ضرار بن الازور بن سنان بن طارق کو نہیں جانتے۔ امین الامتہ بڑک گئے اور کہا۔
خدا کی قسم تم نے اس وقت ایسے آدمی کا نام لیا ہے جسکے اوصاف محتاج بیان نہیں۔ شجاعت
نے قسم کھائی ہے کہ میں ضرار کی لوٹدی نبی نہ ہو گی۔ والدہ تم نے اچھی سوچی۔ اونہیں کو اس کام
کے لئے بیجوا نشاء اللہ وہ دشمنوں کا قلع و قمع کر کے آئینگے۔

جناب سیف اللہ اپنے مقام پر تشریف لائے اور ضرار کو طلب فرمایا۔ وہ آئے اور سیف اللہ
کو سلام کر کے پوچھا کہ اے ہمارے لایق سپہ سالار۔ کیا خبر بن ہین مجھے حضور نے اس وقت کیلنا
یا فرمایا۔ حضرت خالد نے کہا کہ اے ابن الازور۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایسے منتخب اور چمپہ
پانسو سواروں کا افسر بناؤں جنہوں نے اپنی جانیں بہشت کے بدلہ میں خدا کے ہاتھ سچی ہوں
اس دار فانی پر عالم جاودانی کو ترجیح دیتے ہوں۔ اونہیں اوس لشکر کے مقابلہ کے لئے بھیجوں
جو اہل دمشق کی مدد کو آتا ہے۔ اگر تمہاری رائے میں تمہارا قابو اون پر چل سکتا ہو تو اون سے
لڑنا اور نہ چلے آتا۔

ضرار جناب خالد کا یہ کلام سن کر بہت خوش ہوئے اور بولے کہ آج آپ نے مجھے
خوب ہی خوش کیا اگر آپ منع نہ کرتے تو میں اکیلا لڑتا اور پھر کے نہ آتا۔

خالد بن الولید نے فرمایا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تم ایسے ہی بہادر اور جری ہو۔ برائی
اللہ کا یہ حکم نہیں ہے کہ تم لوگ دیدہ و دانستہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالو۔ اسلئے میں نے تمہارے
ساتھ کے لئے بھی تم سے ہی جری لوگ تجویز کئے ہیں۔

ضرار بن الازور نے اسی وقت اپنے ہتھیار سنبھالے اور اکیلے ہی چلے گئے۔ خالد نے
پکار کے کہا کہ ایسی خفگی اچھی نہیں یہ کیا کرتے ہو ذرا اپنے نفس پر ترس کر دلاشکر کو یکجا ہو جائے
دو جیب سدھارتا۔

ضرار ہوئے۔ والدہ آپ نے مجھے حقیر کیا آج میں سب مسلمانوں میں ذلیل ہوا ہوں کیا میں ساتھ والوں کے بہرہ و سہ پر آپ کے علم کی تعمیل کرتا تھا ایسے قدر شناس سردار کے حکم سے میں کیسا ساری دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔ والد اب میں نہ پرزنگا جسے غرض ہو وہ آئے یا نہ آئے اتنا کہ جناب ضرار یہ جاوہ جا۔ بیت لیا پہنچ گئے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آذر بیت تراش بت بنایا کرتا تھا۔

حضرت خالد نے جلدی جلدی پانسو سواروں کو تجویز کر کے حکم دیا کہ سر پر پانوں دہر کے چشم زدن میں ضرار سے چالو۔ کہیں ایسا نہ کہ وہ اکیلے دشمنوں میں گھر جائیں چنانچہ اون لوگوں نے بیت لیا ہی میں ضرار کو چالیا۔

وہاں پہنچے ضرار جو دیکھتے ہیں تو دشمن کا لشکر ٹھیری دل کی مانند پہاڑ سے اتر چلا آتا تھا۔ اور زرہین اور اونکے آفتاب اور خود اور سواروں کی زرق برق و رویان اپنی جگہ سے آنکھوں کو چوندھیاے دیتی تھیں۔ اسلئے صحابہ رسول صلعم نے ضرار سے کہا کہ بیشک یہ لشکر بت ہے ہمارے بوتے کا روگ نہیں بہتر ہے کہ پہر چلو۔

ضرار نے کہا۔ اچھا۔ آپ سب صاحب تشریف لیجائیں میں تو غذا کی راہ میں لڑوں گا وہ مجھ کو اس دن کے لئے جیتا نہ رکھے کہ میں لڑائی سے بیٹھہ موڑوں۔ اللہ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے فلا تو لوہم الا دبار یعنی لڑائی میں بیٹھہ پہر کے بہاگ نہ جایا کر دیں اگر میں بہاگ تو خدا مجھے ناراض ہو جائیگا اور میں گنہگار و نافرمان ہر ڈھیر ونگا۔

یہ سنکر رافع بن عمرہ الطائی بول اوٹے کہ اے مسلمانو۔ یکوشید و جامہ زنمان نہوشید۔ آج یہ کیسا ڈر ہے جو تم پر مسلط ہو گیا۔ تم ان گہروں سے دھل گئے۔ کیا اللہ جل شانہ نے بہت سی لڑائیوں میں تمہیں مدد نہیں دی ہے۔ یاد رکھو کہ صبر فالون کو خدا ضرور مدد دیتا ہے اور یہ تو

ہمیشہ ہوتا رہا ہے کہ ہماری قلیل جماعت گردہ کشی سے لڑا کرتی ہے۔ پس تمکو چاہئے کہ اپنے
انگھون کے طریقہ کو نہ چھوڑو اور منت و زاری سے خدا کی طرف رجوع کرو۔ رافع کے اس کلام سے
مسلمانوں کے دل ہل گئے اور سب بالاتفاق بول اٹھے کہ خدا اہمکو بلاگتا ہو انہ دیکھئے ہم لڑینگے
اور خدا کی راہ میں سر دینگے۔

ضرار بن الازور اپنے ساتھیوں کا یہ کلام سن کر خوش ہوئے اور سب کو لیکر بیت لبیا کے پاس
ایک گہات کی جگہ میں چپ رہے۔ ضرار اوس دن تنگے بدن عربی گھوڑے پر سوار اور ہاتھ میں
ایک بڑا لمبا نیزہ لئے ہوئے تھے۔ جب رومیوں کی فوج نزدیک پہنچے تو سب سے پہلے
ضرار ہی ادا اکبر کہتے ہوئے نکلے اور اوتکے پیچھے سب مسلمانوں نے تکبیر کی صدائیں بلند کیں
مشرکین کے دلوں میں خوف بڑھ گیا اور تھرانے لگے۔ ضرار بن الازور اسی حیثیت سے تمام
روحی لشکر کو کھنگالتے پھرتے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اون کے منہ لگے۔ خود وردان
مقتدہ انجیش تھا۔ اوسکے آگے صلیب اور لشکر کے نشان باہم ملے ہوئے اور اوسکے اوپر
چماے ہوئے تھے اسلئے ضرار تار لگئے کہ سارے لشکر کا سر داری ہی ہے۔ اپنی تلوار سونت کے
نیخوت اوسی جماعت پر پل پڑے اور اوس سوار پر ایک ضرب لگائی جو نشان پر پڑے ہوئے تھا۔
وہ ٹپ کے گھوڑے سے گر پڑا اور نشان اوسکے ہاتھ سے گر گیا۔ پھر میمنہ میں ایک اور آدمی
کی طرف متوجہ ہوئے۔ اوسے بھی اوسکی مدد کو روانہ کیا۔ اور دوبارہ قلب لشکر پر حملہ کیا تو وردان
کے سر پر صلیب کے جواہرات چمکتے دیکھے۔ ایک سوار جسکی ران کے تلے تا تارسی گھوڑا تھا اوس
صلیب کو تھامے ہوا تھا۔ ضرار اوسی کی طرف جھکے اور ایک ضرب نیزہ کی لسی لگائی جسے سر میں
سے لگا کے آنتوں تک پہنچا دیا۔ سوار بیہوش ہو کر گر پڑا اور صلیب اوسکے ہاتھ سے الگ
جا پڑی۔ اس معاملہ کے دیکھتے ہی وردان کو اپنی موت سامنے کھڑی ہوئی دکھائی دی۔ چاہا کہ

گھوڑے سر نیچے جا کر یار کاب میں جھک کے صلیب کو اوٹھا لے مگر ممکن نہ ہو گیا کیونکہ مسلمانوں نے اپنے اپنے گھوڑے چوڑے چوڑے صلیب کو گھیر لیا تھا۔ ضرار نے لڑتے ہی لڑتے یہ کہا کہ خبردار اسے کوئی ہاتھ نہ لگنا یہ صلیب میرا حق ہے۔ جب میں اس رومی اور اسکے ساتھیوں سے بڑھ لونا تو اسے اوٹھا لونا۔ وردان زبان عربی سمجھتا تھا جب اس نے ضرار کا یہ کلام سنا تو بہا گئے کے ارادہ سے قلب لشکر سے لوٹا۔ اس کے ساتھیوں نے طعنا اوس سے کہا کہ اسے دلاور سردار کہہ کر کا قصد ہے۔ اس نے ضرار کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس شریر آدمی کے ڈر سے بہا گا جاتا ہوں۔ آیا تم نے اس شخص سے زیادہ بد صورت اور سینٹال کوئی آدمی دیکھا ہے۔

ضرار بن الازور نے وردان کو جو مڑتے دیکھا تو تار گئے کہ یہ بہا گا جاتا ہے تو مسلمانوں کو پکارا اور اپنے گھوڑے کی بی باگ وردان ہی کی طرف پھیر دی۔ ٹڈر ہو کر اوس کا پیچھا کیا اور نیزہ بڑھا کے گھوڑے کو لڑ دی۔ رومیوں نے یہ حالت دیکھ کے ایک شور مچایا اور سب نے ضرار کی طرف باگین موڑ دیں۔ اوس وقت ضرار بن الازور یہ شعر پڑھتے تھے۔

الموت حق این لی منہ مفر	جنت الفردوس خیر من سقر
-------------------------	------------------------

یعنی موت حق ہے۔ میرے لئے اوس سے فراہم کی جگہ کمان۔ اسے دل۔ دوزخ سے بہشت بہر حال بہتر ہے۔

ضرار بن الازور رومیوں کی جماعت کو چیرتے پہاڑ تھے ہوئے اونکے لشکر میں گس گئے اور ادن پر حملہ کیا مگر وردان کی جتو میں اور اس کے درپے تھے۔ جزاران روم نے اسے اپنے ہجوم میں گھیر رکھا تھا اور کسی طرف سے وردان پر حملہ نہ کرنے دیتے تھے اور جب کو نیزہ مارتے اوس کا کام تمام کر دیتے تھے۔ جو کوئی اونکے پاس پہنکتا اوس سے سخت مقابلہ کرتے تھے۔ یہ حالت دیکھ کے جناب ضرار کو غصہ آگیا۔ اونہوں نے بہت سے رومیوں کو تیغ کیا

اور با از بند مسلمانوں سے کہا ان اللہ یحب للذین یقاتلون فی سبیل اللہ صفًا کانہم بنیان صوب
 بیشک اللہ دوست رکھتا ہے اُن لوگوں کو جو اوسکی راہ میں بنیاد مضبوط کی طرح صفین باندھ کر
 لڑتے ہیں۔ اسی وقت رومیوں کا لشکر مسلمانوں پر اڑا اور انکو ڈانٹا۔ اب لڑائی بھی بڑے زور
 و شور سے ہونے لگی۔

حمران بن وردان نے ضرار کے پاس آکے ایک نیزہ اونسکے بایں بازو میں مارا جس سے
 اونہیں سخت تکلیف ہوئی اور وہ سست پڑ گئے۔ پہر جو سنبھلے تو وردان کے بیٹے کو نیزہ سے
 مار ڈالا۔ آخر رومیوں نے چار دن طرٹ سے گیسر کے ضرار کو گرفتار کر لیا۔
 مسلمانوں نے جب ضرار کو دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار دیکھا تو سخت جدوجہد کی لیکن
 جب کوئی صورت اونکی رہائی کی نہ نکلی تو بہاگنے کا قصد کیا۔

اوسوقت رافع بن عیمہ الطائی لشکر اسلام کی طرف مخاطب ہو کے یوں کہ اے حالات
 قرآن مجید۔ واے حافظانِ قرآن حمید جس شخص نے جماد سے بیٹھیم پیری وہ کمین کا زہا
 اور خدا کے غضب میں گرفتار ہوا تمہارے کیا ارادے ہیں اگر بہاگنے کا قصد ہے تو بہاگ کے
 کمان جاؤ گے۔ اے لوگو۔ بہشت میں ایسے ہی دروازہ ہیں جو مجاہدین صابریں کے سوا
 اور کسی کے لئے نہیں کھولے جائینگے۔ اے حامیانِ دین۔ صبر کرو۔ صبر کرو۔ اور صلیب کے
 بندوں پر حملہ آؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہارے آگے رہوں گا اگر تمہارے سردار ضرار
 بن الازر گرفتار ہو گئے یا مار ڈالے گئے تو کچھ پردہ نہ کرو خدا تو زندہ ہے وہ تمکو دیکھتا ہے۔
 یہ سنکر مسلمانوں نے حضرت رافع کے ساتھ حملہ کیا اور بہت سے رومیوں کو مار ڈالا اور
 بہت سے بہادروں کے دانت کٹے کر دئے۔

جب ضرار کی گرفتاری اور بہت سے مسلمانوں کے مارے جانے کی خبر جناب خالد کو

پہونچی تو دنیا اونکی آنکھوں میں سیاہ ہو گئی اور نہایت شاق گذرا یہ پوچھا کہ رومیوں کی تعداد کتنی ہے مخمرون کی زبانی معلوم ہوا کہ بارہ ہزار۔ جناب خالد ہوئے۔ والدہ میں اتنی نہیں سمجھتا تو رنہ تھوڑے سے آدمی اونکے مقابلہ کو نہ بھیجتا۔ اب یہ بتاؤ کہ اونکا سردار کون ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ دوران مہاکم محض۔ فرار نے اوکے بیٹے کو بھی ماڈا لیا ہے۔ یہ سن کر خالد ہوئے لاجوں (لا حقہ) إلا باللہ العلی العظیم۔ یہ ایک شخص کو امین اللہ کے پاس بھیجا مشورہ طلب کیا۔ جناب ابو عبیدہ نے کھلا بھیجا کہ تم اپنے معتقد اور بہادر آدمیوں کو دروازہ شرفی پر چوڑے نموداروں سے لڑنے چیلے جاؤ۔

اسلئے مسرہ بن مسروق العیسیٰ کو ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ اپنی جگہ دروازہ شرفی دمشق پر چوڑے کے خالد اور ہر چیلے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ گھوڑوں کی باگیں چوڑے دو۔ اور تیرے سیدھے کر لو اور پوچھتے ہی دشمنوں پر حملہ کر دینا ایک دم کی دیر نہ لگانا۔ شاید اس تدبیر سے خسار کو ہم چھوڑ لیں۔ پھر جناب خالد بڑبڑاتے ہوئے سب کے آگے آگے روانہ ہوئے ناگاہ اونہیں ایک شخص بلند قامت۔ کوتاہ گردن۔ کیت گھوڑے پر سوار نظر آیا۔ ایک بڑا نیزہ اوکے ہاتھ میں تھا۔ سوائے آنکھوں کے اور کچھ اوکے بدن کا نہیں دکھائی دیتا تھا۔ اوکے شکل اور وضع سے شہسوری اور ہوشیار غلام ہوئی تھی۔ زرہ کے اوپر سیاہ لباس پہنے تھا۔ خالد بن ولید اوکے پیچھے پیچھے چلے اور وہ سوار شہسوری کی طرف سب سے آگے چلا جاتا تھا یہاں تک کہ منزل مقصود پر پہونچ گئے۔

اس اثنا میں حضرت رفیع اور اونکے ہمراہی بڑے استقلال اور نہایت کوشش سے رومیوں کے ساتھ لڑ رہے تھے حضرت خالد نے دیکھا کہ سوار مذکورہ بالا نے باز کی طرح رومیوں پر چھٹا مارا۔ اونکے سارے لشکر کو ہلادیا اور ایک ساعت کے لئے قلب لشکر میں غائب ہو گیا۔

جس وقت وہ نکلا ہے تو نیزہ اور سکا خون میں تر تر تھا۔ بہت سے بہادر دن کو اس نے مار ڈالا تھا۔
 واپس آنیکے وقت اس کے چہرہ سے حزن و ملال ٹپکتا تھا۔ اپنی جان کو اس نے بالکل ہلاکت
 میں ڈال دیا تھا۔ دوبارہ اس نے ٹڈرہو کر بہر حمل کیا اور لوگوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا ایک گردہ کی طرف
 متوجہ ہوا اور مسلمانوں کی نظروں سے پر غائب ہو گیا۔ بیٹابی اور قلع اس کا ہر دم بڑھتا ہی جاتا
 تھا اور جتنا اضطراب اور سکا زیادہ ہوتا تھا اور تنہا ہی زیادہ غضبناک شیر کی طرح وہ پہرے کرتا تھا۔ اس کے
 حملوں میں سب ڈھنگ خالد بن ولید کے حملوں کے سے تھے۔ رافع تو بالکل بھی سمجھے کہ ہوں
 نہ ہوں۔ یہ خالد ہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور خالد لگ کھڑے ہوئے اس فخر میں
 ہیں کہ یا اَللّٰہی یہ کون ہے جس نے میرے اوپر بھی حاشیہ لکھا ہے۔ رافع حیران و پریشان کھڑے
 ہوئے اپنے ساتھیوں سے یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھو سیف الدفرار کے فراق میں کیسی جانکاہی کر رہے
 ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں۔ اور خالد کھڑے ہوئے یہ سوچ رہے ہیں کہ خدا اس لڑائی کا
 جلدی منہ کالا کرے جو میں اس ہنگام میں ان وفاء کے دست و بازو چوموں۔ غرض کہ سب اپنے
 اپنے سوچ بچار میں تھے کہ جناب خالد نے ایک طرف سے نکلنے والا کب کا لغو مارا۔ حضرت
 رافع نے باؤز بلند پوچھا کہ حضور آپ تو یہاں ہیں لیکن یہ سوار کون ہے جو اس شجاعت سے اپنی
 جان خدا کی راہ میں صرف کر رہا ہے۔ خالد بولے۔ والد اعلم بالصواب۔ مجھے خود معلوم نہیں
 کہ یہ کیا معاملہ ہے ہاں البتہ دور سے میں اس کے پیچھے لگا چلا آتا ہوں۔ رافع نے کہا کہ اگر آپ
 چہرے رہتے اور لڑائی ختم ہو جاتی تو ہم بھی سمجھتے کہ یہ آپ ہی ہیں بہرین آپ کے انکار کا بھی یقین
 نہیں آتا کیونکہ سب ہنگام سے اس کے آپ ہی کے سے ہیں۔ خالد نے جواب دیا۔ نہیں بہائی۔
 اس وقت تو یہ مجھے بھی اچھا لڑ رہا ہے میرے ہی ہاتھ پاؤں پہو لے جاتے ہیں اگر کوئی آدمی
 ایسی جرات کار و میون میں ہوتا تو ہمارا ٹھکانا نہ تھا۔

اسوقت خالد بن ولید کو ہوش آیا اور کہا - لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
ایک آدمی تو ہمارے سے اپنی جان خطرہ میں ڈال رہا ہے اور ہم کھڑے تماشا دیکھتے ہیں - اچھا
کوئی خدا کا پیارا محمدؐ کا دلا را ہو گا - اے مسلمانو - تم سب ملکے ایک بار لگی حملہ کرو اور اس بیچارے
کا ہاتھ بٹاؤ -

یہ سنے مسلمانوں نے باگین اوٹھائیں - اپنے اپنے تیرون کو سیدھا کر لیا - باہم
شانہ نشانہ اور پہلو بہ پہلو بڑے مثل دیوار کے ہو گئے - خالد بن ولید سب کے آگے تھے کہ
دفعۃً ہی سوار رومی فوج کے قلب سے خون میں نہایا ہوا نکلا - اس کے گھوڑے کے جسم سے
پسینہ کی ندیاں روان تھیں - اگر اچھا ناگوئی رومی اس سوار کے پاس ہو جاتا تو مثل بیگ کا پٹ
کرا اپنے لوگوں کی طرف بھاگتا تھا - اسی حالت میں خالد بن ولید اور مسلمانوں نے رومیوں پر پہلو بولیا
اور اس سوار کو رومیوں کے زرعہ سے پچا لیا - سب مسلمانوں کا لشکر اس سے جاملتا - غور سے
جو دیکھتے ہیں تو وہ ایک ارغوانی ہول بالکل خن میں ڈوبا ہوا معلوم ہوا - خالد بن ولید بولے
کہ اے شخص - اللہ جل شانہ تجھے جزا سے خیر دے - بتا کہ تو کون ہے - اپنے ڈھائے اور
اس بیس کو الگ کر دے شاید کہ ہم تجھے پہچان لیں - مگر وہ سوار خالد کی آواز سے جھپکا اور نہ چاہا
کہ ظاہر ہوں - سب عرب بھی چارون طرف سے یہی کہتے تھے کہ اے نیکمرد - تو نے اپنی جان کو
خدا کی راہ میں گنوا نا پسند کر لیا ہے - اللہ - اپنا نام میں بتا دے - کیا تو اپنے سردار کا کتنا ہی
نہیں مانتا دیکھ یہ سپہ سالار شکر شام اس لڑائی کے ہنگام میں تیرا مشتاق ہے - وہ تیرا
مرتبہ بڑھائینگے اور خلیفہ کے حضور میں تیری تعریف لکھینگے - مگر وہ ان باتوں کا بھی جواب نہ دے
تھا - آخر خالد خود اس کے پاس پہنچے اور فرمایا - اے نبخت - تو نے میرے اور سب مسلمانوں
کے دلوں کو کیوں درطہ تیر میں ڈال رکھا ہے کہ ہم سب ایسی لڑائی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے

ہو گئے ہیں۔ کچھ نہ کچھ تو جواب دے۔ سوار جہاز نے اسی نقاب کے نیچے سے عورتوں کی
 زبان میں جواب دیا کہ اے سپہ سالار نامدار۔ میں پردہ کی بیٹھنے والی آپ کے سامنے کیا جواب دوں۔
 میں ایک دکیاری ہوں جو اپنے ایک عزیز کی غارت میں یہاں تک چلی آئی ہوں۔ مجھے میرے
 سال بچپن سے دیکھئے۔ کچھ نہ چھنے میں نے آپ کی حکم عدولی نہیں کی بلکہ شرم و حیا سے میرے ساتھ
 بات نہیں نکلی۔ اتنا سنتے ہی جناب سیف اللہ کا دل ہل گیا اور کلیجہ پکڑ کے اوس سے کہا کہ چما
 انگ ہو کے ہم سے باتیں کرو۔ پھر خالہ اوس سے ایک کنارہ لے گئے اور فرمایا۔ اب میں تم سے
 حاکمانہ پوچھتا ہوں کہ سچ بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ بولی کہ حضور میں خولہ ضرار کی بہن ہوں۔ اس وقت
 میں قوم مذبح کی عورتوں میں بیٹی تھی کہ دفعتاً اپنے پیارے بھائی کی گرفتاری سنی۔ کلیجہ لوٹ لوٹ
 ہو گیا اور خون کے جوش میں جو مجھ سے ہوا کر گزری۔ آپ جانتے ہیں کہ خاندان مارا جاسے تو
 دوسرا شوہر اوس سے اچھا موجود ہو سکتا ہے۔ اولاد جاتی رہے تو اور جن لی جاسکتی ہے
 لیکن ایسا عزیز بھائی کمان سے لاؤنگی۔ میری زندگی اب وبال ہو گئی ہے۔ مجھے تو یوں ہی
 مرجانے دیجئے۔ خالہ بن ولید خولہ کے باتیں سن کر روئے اور کہا۔ خاطر جمع رکھو۔ اگر ضرر زندہ
 ہیں تو انہیں زمین کے ساتھ پردوں میں سے بھی ڈھونڈ لے لائونگا اور جو مصیبت ان کی رہائی
 میں مجھ پر پڑے گی سب برداشت کر لوں گا اور اگر وہ شہید ہوئے تو میں بھی نہ جیوں گا۔ تم اب عورتوں میں
 جا کے بیٹھو۔ خولہ نے عرض کی کہ نہیں میں بھی ہر کام رہوں گی۔ خالہ نے حکم دیا کہ اے مسلمانو۔
 اپنا کام کرو۔ خدا سے امید ہے کہ ہم اپنے بھائی کو دشمنوں کے پھندہ سے چھوڑا لینگے۔
 حضرت عامر بن الطفیل فرماتے ہیں کہ اس حکم میں خولہ سب سے آگے تھیں۔ خالہ
 اونسکے پیچھے اور میں خالہ بن ولید کے دائیں پہلو میں تھا۔ خولہ بنت الاذور نے خالہ سے بھی پہلے
 حملہ کر دیا اور اونسکے بعد جناب سیف اللہ اور سب مسلمان رومیوں پر جبک پڑے۔ اوس دن خولہ

کے ہاتھوں سے رومیوں پر ایک قیامت پڑی تھی۔ تمام رومی بالاتفاق یہ کہتے تھے کہ اگر سب اہل عرب اسی سوار کے برابر سادہ بین تو ہم سے انکا مقابلہ ہو چکا۔ ہمارا لڑائی کو سلام ہے۔ جب مخالفہ بھی منہ اپنے ساتھیوں کے اون پر جا پڑے تو اور بھی گہرا ہے۔

دردان نے جب اپنے لشکر کا یہ حال دیکھا تو کہا کہ اے لوگو۔ ثابت قدمی اختیار کرو۔

اہل دمشق تمہاری مدد کے لئے نکلتے وا۔ بے بین جسوقت اونکی طرف سے ملک آگئی تو یہ لوگ بیٹھہ پیہ جانیگے اور انہیں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ غرضکہ دردان کے سچا منے سے رومیوں کی کچھ ڈھارس بند ہی اور ایک جان توڑ حملہ مسلمانوں پر کیا جناب سیف اللہ نے بھی معہ اپنے ہمراہیوں کے نہایت ثبات اور استقلال سے اسکا جواب دیا۔ جس سے رومیوں کا جمع ادھر ادھر ہر متفرق اور پریشان ہو گیا۔ مسلمانوں نے چاہا کہ دردان تک پہنچیں مگر بڑے بڑے دیس اور مسلح سردار اسکے گرد جمع تھے اسلئے وہاں تک نہ پہنچ سکے۔ جو مسلمان جس رومی کے پاس پہنچ گیا اوسی سے بھر گیا اس طور سے مختلف مقامات میں لڑائی ہونے لگی۔ رافع بن عیمرۃ الطائی اسوقت بہت سختی کے ساتھ لڑے۔ بخولہ بنت ازور کا یہ حال تھا کہ رومیوں کے لشکر کو چیر پھاڑ کے دائیں بائیں لڑتی پرتی تھیں اور اپنے بھائی کی تلاش میں بیقرار ہو کر یہ اشعار پڑھتی تھیں۔

ولایراہ معشری وقوسے

این الضرار لاراہ یسے

کدرت عیش واذلت نوے

باواحدی یا بن اے

یعنی اے ضرار۔ تم کہہ ہو میں کج کے دن تھیں نہیں دیکھتی۔ میرے اقربا اور میری

قوم تمہارے ندیکے سے بیقرار ہے اے میرے اکھوتے بھیا اور اے میرے مان چاہے تمہیں میرے آرام کو کہہ کر دیا اور نیند کو میری آنکھوں سے اوڑا دیا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جناب خولہ کے ایسے ایسے پروردگار سے مسلمانوں کے سینہ شق ہوے جاتے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا جسکی آنکھوں سے اشکوں کا دریائہ جاری ہو۔ سب اپنی اپنی جان کپاے دیتے تھے مگر ضرر کا پتہ نہ لگتا تھا۔ دوپہڑ ہلے تک یہ لڑائی ہوتی رہی اور مسلمانوں نے بہت سے رومیوں کو خاک میں ملا دیا۔ آخر لڑائی ختم کی گئی اور ہر ایک اپنی اپنی جگہ آیا۔ گو خدا کے فضل سے غلبہ اسلام ہی کار ہا مگر ہر مسلمان مغموم و خزون تھا۔ کسی کو نہ روٹی ابھی لگتی تھی نہ پانی خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔ ضرر کی تصویر سب کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی۔ رومی بھی مسلمانوں کی جنگ سے پریشان اور خائف تھے۔ اگر دوران کا خوف انہیں نہ ہوتا تو بیشک بہا گیتے۔

جب مسلمان اپنی فروگاہ پر آگئے تو جناب خولہ ایک ایک کے پاس گئیں اور اپنے بہائی کا حال پوچھا مگر کسی سے اپنے یوسف گمشدہ کا پتہ پانچا کے زمین پر لوٹنے لگیں اور فرماتی تھیں یا ابن اخی لیت شعری فی البیداء طر حوک ام بداء عک ضحوک یا لیت لختک لک القدا انرای انی اراک بعد ما ابدل ترکک اللہ فی قلب خنت جمرة لا یطقی لیبہا ولا ید احت تحت بابیک المحدث بنید علیہ المصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام علیک منی السلام الیوم اللقاء

ترجمہ۔ اے میرے بہائی۔ کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تمہیں کسی جنگل میں درندوں کے آگے ڈال دیا اور وہ تمہیں کہا گئے یا تمہیں قتل کر کے تمہیں ہمارے خون میں نہلا دیا تو تمہاری بہن بھی تمہیں فدا ہو کے اپنا قصہ پاک کر لیتی۔ اے میرے ملن جامی اپنی غمزدہ بہن کو اتنا تو بتا دو کہ وہ بہر بھی تمہیں دیکھ سکیگی۔ قسم ہے خدا کی۔ تم نے اپنی اس عاشق زار بہن کے دل میں ایسی چنگاری لگ کی جو پڑی ہے جسکی سوزش کہی نہ ٹھنڈی ہوگی اور تم خود محمد مصطفیٰ اصلی المد علیہ وسلم کی صحبت میں اپنے باپ سے جا ملے جو قاتل

کفار تمہیں پس روز ملاقات تک کے لئے میرا سلام تمہیں پہنچے۔

خالد بن ولید نے خولہ کا یہ نوحہ جو سنا تو کلیجہ اونکا پاش پاش ہو گیا۔ ابھی کمربھی نہ کھولی تھی جو پہرا رہا کہ حکم کر کے اسی وقت جگر اچکا لین۔ کل پر کیون موقوف رکھیں۔ ناگاہ اسی حالت میں فوج روم کے میمنہ سے سواروں کے ایک گروہ کو نکلتے دیکھا۔ وہ گھوڑوں کی باگیں چوڑے ہوئے بے تحاشہ بہاگے چلے جاتے تھے۔ خالد سمجھے کہ کسی کے تعاقب میں چلے ہیں۔ فوراً مسلمانوں سے کہا کہ ایسی جلدی کرو گویا انکے سروں ہی پر تھے۔ دیکھنا چاہئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مسلمان اوسی وقت تیار و مستعد ہوئے کہ جناب خالد کے ہمراہ ہوئے اور باد صحر کی مانند اون سواروں کے پاس جا پہنچے۔ سواروں نے موت کو سر پر آئی جان کر اپنے ہتھیار پھینک دیے اور امان۔ امان۔ پکارنے لگے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تمہیں امان دیجاتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور کہ ہر چلے تھے۔ سواروں نے عرض کی کہ ہم وردان کے لشکر کے ہمین ہمیں خوب یقین ہو گیا ہے کہ ہم لوگ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے اسلئے تم سے امان مانگنے آئے ہیں۔ جتنا مال طلب کرو گے ہم تمہیں دینگے اور جو لوگ ہمارے شہر حمص میں ہیں وہ بھی تم سے صلح کر لینگے۔ خالد نے فرمایا کہ ہم ابھی صلح نہیں کر سکتے جب تمہارے شہر میں پہنچینگے تو دیکھا جائیگا البتہ تمہیں امان دیدی گئی۔ تم لوگ اس وقت تک ہمارے ساتھ رہو کہ ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں خدا اپنی مرضی کے موافق کوئی فیصلہ کرادے۔ اتنا کہراؤن بکو حراست میں کر لیا۔ پہراؤن سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں ہمارے اوس آدمی کا حال بھی معلوم ہے جس نے وردان کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ سواروں نے عرض کی۔ کیا حضور اوس شخص کا حال دریافت فرماتے ہیں جو ننگے بدن تھا اور جس نے ہمارے لشکر پر قیامت ڈھادی تھی۔ اوسکا تو وردان اپنے بیٹے کے قتل کے باعث جانی دشمن ہو گیا ہے۔ خالد نے فرمایا۔ ہان۔ ہان۔ ہان۔

سوار ہوئے کہ جس وقت وہ آپکا آدمی وردان کے قابو پر چڑھ گیا تو اس نے اونٹ پر سوار کر کے تلو سوار کے ساتھ کئے اور حص روانہ کر دیا۔ وہاں سے وہ ہرقل کے پاس پہنچا جانا گیا تاکہ وردان کی شجاعت کی تعریف ہو۔

یہ حال سن کر خالد بیت خوش ہوئے۔ فوراً رافع بن عیمہ الطائی کو طلب کر کے فرمایا کہ تم اس ملک کی راہوں سے خوب واقف ہو اور تمہاری ہی تجویز و تدبیر سے ہم نے ارض سادہ وغیرہ دشوار گزار اور بے آب و دانہ راستوں کو طے کیا ہے۔ تم ہمارے لشکر میں سب سے زیادہ صاحب عقل و تدبیر ہو۔ ضرار بن الازور تلو سواروں کے ساتھ حص بھیجے گئے ہیں۔ تم اپنے دوستوں کو اپنے ساتھ لے لو اور ضرار کو کسی ترکیب سے چوڑا لاؤ۔ رافع نے کہا کہ میں بسیر و چشم حاضہ ہوں۔ ابھی چلا۔ چنانچہ حضرت رافع نے تلو سوار اپنی اہم ہی کے لئے منتخب کئے اور روانگی کا قصد کیا۔ جب یہ فرودہ جان فرما حضرت خولہ کو پہونچا تو وہ بھی مسلح ہو کے ساتھ ہوئیں۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی رہائی

مسلمان جب یہ عینہ میں پہونچے تو جناب رافع نے ادھر ادھر دیکھا لیکن نشان رومیوں کے گھوڑوں کے قدم کے زمین پر کہیں نہ معلوم ہوئے۔ رافع نے مسلمانوں سے کہا کہ اسے بہائیو۔ خوش ہو جاؤ۔ رومی ابھی تک یہاں نہیں آئے ہیں۔ تم اون سے پہلے یہاں پہونچے ہو وہ اب آئینگے۔ پھر رافع مع اپنے ساتھیوں کے ایک پوشیدہ جگہ میں چپ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک غبار نظر آیا۔ حضرت رافع نے لوگوں سے کہا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ دال میں کالا معلوم ہوتا ہے مسلمان مستعد ہو گئے اور انتظار کرنے لگے۔ ناگاہ رومی سوار ضرار کو گیرے ہوئے وہاں پہونچے ضرار بن الازور اس وقت یہ دردناک اشعار پڑھ رہے تھے۔

اسیر من موثق الید ما لقد

الامبلخا قوی وخیلہ انشی

وحوالہ علوج الشام من كل كافر	وما منهم الا محمد - بالشداد
فيا قلب مت غما وحزنا وحسرة	وياد معجودى بفيض علي خد
اتزان الى اهل وخوله مرة	واذ كما لنا عليه من العهد

اسے خیر ہو بچانے والے۔ میری قوم اور خولہ کو آگاہ کر دے کہ تحقیق میں قید میں ہوں اور بالکل جکڑا ہوا اور بے بس ہوں۔ گرد میرے شام کے گہر بالکل کا زہین اور جتنے ہین سب زہ پھنٹے ہوئے اور خوب ہی مسلح ہین پس اسے دل۔ مہربا ہے تجھے کہ تو ایسے غم اور اتنی حسرت برداشت کر رہا ہے اور اسے آنسو جو انفرادی کراؤ و فقیص کے ساتھ میرے رخسار و ن پر جاری ہو جا۔ آیا تو چاہتا ہے کہ میں اپنے اقربا اور خولہ کو ایک بار اور دیکھ لوں اور اپنے حال زار کو اون سے بیان کر دوں خولہ نے ان اشعار کے جواب میں کینک گاہ سے کہا کہ اے میرے پیارے بہائی! اللہ تعالیٰ نے تمہاری گریہ و زاری اور دعا کو قبول کیا اور تمہیں رہائی مل گئی۔ اے میرے یوسف گم گشتہ۔ میں تمہاری عاشق بن خولہ ہوں۔ پھر خولہ نے تکبیر کہی اور بے تاب ہو کر حملہ کر دیا۔ جناب رافع اور اونکے ساتھی بھی اللہ اکبر کے نعرے مارتے ہوئے اونکے ساتھ ہی نکل آئے۔

حمید بن سالم نے روایت کی ہے کہ میں بھی مسلمانوں کے ساتھ اس موقع پر موجود تھا۔ میں اپنا چشم دید حال بیان کرتا ہوں کہ جس وقت مسلمانوں نے تکبیر کہی ہے گھوڑے ہمارے ہٹھکنے لگے۔ ہم میں سے ہر ایک آدمی نے ایک ایک رومی کوتا کا اور ایک گٹری بھی بنین گذرنے پائی تھی کہ سب کے سر زمین پر تھے۔

رافع بن قادم التونخی نے فرمایا ہے کہ میں بھی اس وقت وہیں تھا۔ خولہ اپنے بہائی کی طرف ایسی دوڑیں جیسے شمع پر راتہ جاتا ہے۔ جاتے ہی اونہیں کہولہ یا اور اون سے پھٹ گئے۔ ضرار نے خولہ کو مہربا کہا اور وہیں پڑا ہوا ایک نیلہ و ڈھلیا اور خداوند کریم کا شکر ادا کر کے

ایک گھوڑے پر سوار ہو گئے جو ہر طرف کو دتا پھرتا تھا۔ جسکے سوار کو مسلمانوں نے مار ڈالا تھا۔ مسلمانوں نے رومیوں کے ہتھیار اور گھوڑے جمع کر لئے۔ اسی وقت لڑائی سے بہا گئے ہوئے رومی بھی وہاں پہنچ گئے۔ انکا حال مسلمانوں کے خون سے یہ تھا کہ اگلے آدمی کو پچھلے کی خبر نہ تھی۔ جناب رافع نے فرمایا جہاں شکر ہے کہ خالد بن ولید نے وردان کے لشکر کو بھی نوک دم بہکا دیا۔

اب رافع اپنے ساتھیوں کو لیکر آگے بڑھے۔ راہ میں جو رومی ملتا تھا اسے گرفتار کر لیتے تھے۔ اودھر سے خالد بن ولید اور انکے ہمراہی بھی تعاقب کثرت رومیوں کے پیچھے چلے آتے تھے کہ وادی الحیاء میں خالد اور رافع اور ضرار سے ملاقات ہوئی۔ جناب سیف اللہ نے حضرت رافع کی بڑی تعریف کی۔ ضرار کی سلامتی پر مبارکبادیاں دی جانے لگیں اور سب کے سب دمشق کی طرف چلے۔ وہاں بھی مسلمان اس فتح سے بہت خوش ہوئے۔ امین الامتہ نے یہ خبر سنی تو سیف اللہ کو مبارکباد دی اور کہلا بھیجا کہ اب یقیناً آپ دمشق کو بھی صبح شام میں فتح کئے بیٹھے ہیں۔

جب وردان کی ہزیمت اور اس کے بیٹے ہمدان کے مارے جانے کی اطلاع ہر قس کو ملی تو اس نے اپنا سر پٹ لیا اور اپنے زوال ملک کا اوسکو یقین کلی ہو گیا۔ وردان کو اس مضمون کا خط لکھا۔ ہم نے سن لیا کہ ننگے اور بہو کے عربوں نے تجھے شکست فاش دی اور تیرے بیٹے کو مار ڈالا۔ پس مسیح نے تجھ پر اور تیرے بیٹے پر رحم نہیں کیا۔ مجھے معلوم ہے کہ تو لڑنے میں بہت عقلمند۔ نہایت ہوشیار۔ بڑا سپاہی۔ اچھا تیغزن اور نیزہ باز ہے اگر ایسا نہوتا تو میں تجھے سخت سزا دیتا۔ خیر انچہ گذشت گذشت۔ اب میں تو سے ہزار فوج کا سردار کر کے تجھے اجنادین جانے کا حکم دیتا ہوں تو اس فوج سے اہل دمشق کو مدد دے۔ ادھن سے کچھ آدمی اون عربوں سے بھی مقابلہ

کرنیکے لئے روانہ کرنا جو فلسطین میں ہیں۔ ایسا کیا جائے کہ یہ لوگ ادن اہل عرب کے جو فلسطین میں ہیں اور ادن مسلمانوں کے درمیان جو دمشق میں ہیں حایل ہو جائیں اور تیری طرف سے ادن لوگوں کو برابر بد پوچھتی رہے۔

ہر قتل کا یہ نامہ بسبیل ڈاک وردان کے پاس پہونچا۔ اس کے دیکھنے سے بیٹے کے مارے جانے اور شکست کمانے کا قلعی دل سے دور ہوا۔ پھر فوراً اجنادین چل دیا۔ پوچھتے ہی رومیوں کو لباس اور نشانوں اور صلیبوں سے آراستہ پایا۔ سبکو جمع کر کے ہر قتل کا خط سنایا۔ سہوون نے بادشاہ کے حکم کو بخوشی منظور کیا اور سب کے سب لڑائی کے لئے تیار و لیس ہو گئے۔

وردان کی دوسری کوشش نوے ہزار فوج کے ساتھ

حضرت داقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب خالد بن ولید وردان کے تعاقب سے واپس ہو کر اپنے فرودگاہ پر پہونچے تو اسی وقت عباد بن سعید الحضری حضرت شرجیل بن حسنہ کا تب وحی کے بھیجے ہوئے بصری سے خالہ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ نوے ہزار رومی اجنادین میں بارادہ کا زار آں پڑے ہیں۔ جناب سیف السدیہ خیر پاتے ہی سوار ہو کے امین الامتہ کے پاس پہونچے اور کہا۔ حضرت کا تب وحی کے پاس سے قاصد یہ خبر لایا ہے کہ ہر قتل نے وردان کو نوے ہزار آدمیوں کا سردار کر کے ہم سے لڑنے کی واسطے پہرہ بجا ہے اور یہ لوگ اجنادین میں جمع ہیں اب اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ جناب امین الامتہ نے فرمایا کہ اے اباسلیمان شرجیل بن حسنہ نصیری میں ہیں۔ معاذ بن جبل ارض حوران میں۔ زبیر بن ابی سفیان ارض بقیاعین ثمان بن مقرن تدمر میں اور عمرو بن العاص فلسطین میں ہیں۔ بہتر ہے کہ ان سبکو اس مضمون کے نامہ روانہ کر دو کہ تم سب ہماری پاس چلے آؤ مجب سب یہاں آجائیں تو ہم دشمن کا مقابلہ شروع کریں ہماری دستگیری اور اعانت خدا کے ہاتھ ہے۔ جناب سیف السدیہ نے حضرت امین الامتہ کے حکم کی

تفیل میں اس مضمون کے نامہ سکروانہ کئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عاید ہے کہ تمہارے مسلمان بھائیوں نے

اجنادین جانے کا ارادہ اسلئے کیا ہے کہ وہ ان دشمنوں کی نوے ہزار فوج ہمیں حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئی ہے تاکہ اللہ کے نور یعنی اسلام کی شمع کو بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہیگا کافراؤں سے برا جانیں تو جاننا کریں۔ پس جبوقت یہ نامہ تمہارے پاس پہونچے اسی وقت اپنے اپنے لشکر کو لیکر اجنادین کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ہم تمکو وہیں ملینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔ سلامتی ہو تمپر اور تمہارے ساتھی مسلمانوں پر۔ راقم خالد بن ولید۔

جب یہ نامے نام بنام روانہ ہو چکے۔ تو اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اونٹوں پر پہلے تو مال و اسباب اور لوٹ کا حاصل بار کیا پھر اوپر سے خیمے لاد دئے۔ حضرت سیف اللہ نے اسن اللاتہ سے کہا کہ میں تو حفاظت کے لئے لشکر کے اسباب اور عورات کے ساتھ رہوں۔ آپ اصحاب خاص رسول اللہ صلعم کو ہمراہ لیکر سب کے آگے رہیں کیونکہ آپ کی شان کو یہی بات زیبا ہے۔ جناب ابو عبیدہ نے فرمایا کہ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تم آگے رہنے کے لئے ہو اور میں پیچھے رہوں گا۔ شاید اثنائے راہ میں برومیں سے منہ بہیر ہو گئی تو تم انہیں عورات اور مال و اسباب تک پہونچنے نہ دو گے۔ خالد بولے کہ جو حکم۔ مجھے آپکا ارشاد منظور ہے۔

پھر جناب خالد نے مسلمانوں کے لشکر کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا کہ اے میرے بھائیو! جانو اور آگاہ ہو کہ تم اسوقت ایک بہت بڑے لشکر سے مقابلہ کرنے چلے ہو جس سے بڑا آج تک مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آیا اور یہ خیال ایسا ہے کہ آئندہ بھی نہ آئےگا اگر تمہنے اس پر فتح حاصل کر لی تو بڑا نام حاصل کیا۔ پس اسے بھائیو۔ ہو شیار ہو جاؤ اور پہلے ہی سے موت کے ساتھ دوستانہ پیدا کرو تاکہ جبوقت میدان جنگ میں وہ تمہارے سامنے آوے تو تمہیں اوس سے

خوف نہو۔ خوشی بخوشی اسے اپنے گلے لگالو۔ اور تمہارے قدم میدان جنگ سے نہ ڈکیں۔ بہائیو۔ چسپید اہوگا۔
 اسے ایک دن مرنا ہے پھر اس طرح کیون نہ مر دیکھ چلی لسلین تمہاری شجاعت پر ناز کریں اور
 یوں پوچھو تو خدا تم سے مدد دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ یہ کمر خالد بن ولید آگے ہوئے اور
 تمام لشکر تکبیر کرتا ہوا اونکے پیچھے چلا۔ جناب ابو عبیدہ بن الجراح معہ ایک ہزار آدمیوں کے
 پیچھے کے لئے رہ گئے۔

روایت ہے کہ جب اہل دمشق نے مسلمانوں کو جاتے ہوئے دیکھا تو خوش ہونے اور
 اوچھلنے کودنے لگے اور سمجھے کہ انہوں نے اجنادین میں جو رومیوں کے لشکر کے جمع ہونے کی
 خبر سنی ہے اسلئے اس کے خوف سے بہاگے جاتے ہیں۔ مگر دمشق میں جو اہل الرائے
 تھے انہوں نے کہا کہ پہلے دیکھ لو۔ یہ بلبلک کی طرف جاتے ہیں یا مرج شحور اور رہط کی جانب
 اگر بلبلک کی جانب جائیں تو جانتا کہ حص اور بلبلک کو فتح کرنیکا ارادہ ہے اور جو مرج شحور اور رہط کی طرف متوجہ
 ہوں تو سمجھ لینا کہ اپنے گھر چلے اور انہوں نے اُن مقامات کو بھی چھوڑ دیا جن پر قبضہ کر چکے ہیں
 جناب واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دمشق میں ایک بطریق تھا جسے لوگ
 بولص بن بلقا کہتے تھے۔ لوگوں کی نظر میں اس کی بڑی عزت تھی۔ جب ہرقل کے پاس کہیں سے
 ایچی یا پیام آتا اور ہرقل اس کا جواب نہ دے سکتا تو جواب لکھنے کے لئے بولص بلایا جاتا تھا اور
 وہ نہایت معقول جواب لکھ دیتا تھا۔ بولص تیر انداز بھی اچھا تھا۔ اس کے گھر میں ایک بہت مضبوط
 اور پرانا درخت تھا۔ اس نے اپنی کمان سے اس درخت پر تیر لگایا جو اوسمیں پیوست ہو کر رہ گیا۔ اس نے
 وہیں لکھ دیا کہ جسے شجاعت کا دعویٰ ہو میرے تیر کے برابر تیر لگا کے اپنی قوت بازو پہلے مجھے
 دکھلائے جب مجھے اس نے کا ارادہ کرے۔ اس وقت تک بولص کبھی مسلمانوں سے لڑنے کے
 لئے میدان میں نہیں آیا تھا اب اہل دمشق اس کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہمارے سردار بٹکے

مسلمانوں سے لڑنے چلو۔ بولس بولا۔ تم لوگ بزدل اور کم ہمت ہو اسی واسطے اب تک میں تم سے
الگ تھلگ رہا تھا۔ دشمنوں نے جو ابیدیا۔ ہم عہد وثاق کرتے ہیں کہ تیرے ساتھ سے ایک قدم
پیچھے نہ رکھینگے بولس اون سے استوار قول و قرار لیکے اونکے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ اپنے
گھر میں جا کر ہتھیار لگاے اور زرہ پہنی۔ بیوی نے پوچھا۔ عہ۔ کے حضور آج ارادے کہاں کی ہیں
بولس نے جواب دیا۔ ذرا قہر بچا یہ ارادہ کیا ہے کہ اور لوگ تو مجھ سے اور لچھ اور لچھ کے رہ گئے کسی سے
کچھ نہ ہو سکا آج ہمارے میرے پاس فریاد لاے ہیں۔ میں جا کر اونہیں بگاؤں۔ میری ایک ہشت
میں اونکے پیشاب خطا ہو جائینگے اور پھر پیچھے چڑ کے بھی نہ کیہینگے۔ بیوی نے کہا کہ میان اپنی
عزت لئے ہوئے گھر میں بیٹھے رہو کیون اپنی کرکری کراتے ہو۔ یہ درخت نباشد کہ تیر لگا کے
خاتمہ کر دیا۔ مسلمانوں کی قادر اندازی سے تو اوپر یہ درخت دونوں چہد جائینگے رات کو میں نے
خواب میں دیکھا ہے کہ تو اپنی کمان لئے ہوئے اوڑتے پرندوں پر تیر لگا رہا ہے۔ بعض چڑیا
تیر کما کے گرین مگر پہر اڑ گئیں۔ میں یہ حال دیکھ کر تعجب کر رہی تھی کہ چند طائر تیر بال۔ درخت
چنگل ہوا سے تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور تم لوگوں کے سروں اور مونہوں پر
پنچہ مارتے تھے اور تم اون سے بھاگتے تھے مگر وہ تمہارا پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ اونہوں نے
تم میں سے جس پر چنگل مارا او سے یہوش و بیتاب کر دیا۔ یہ دیکھ کے میں ڈری اور چونک پڑی۔
بولس نے بیوی سے پوچھا کہ تو نے مجھے بھی یہوشوں میں دیکھا تھا۔ بیوی نے جواب دیا۔ قسم ہے
خدا کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک بڑے غکاری پرند نے تجھے اپنے چنگل سے زخمی کیا اور تو بھی یہوش
ہو گیا ہے۔ اتنا سنتے ہی بولس غصہ سے اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ بیوی کے منہ پر اس زور سے
تھپڑ مارا کہ اس کا منہ پہر گیا اور کہا۔ تیرے منہ میں خاک۔ خرابی ہو تیری۔ تو نے کوئی خوشخبری تو
سنائی نہیں اور کہا تو یہ کہا۔ ضرور تیرے دل میں اہل عرب کا خوف سما گیا ہے جو تو خواب میں بھی

ایسی ایسی باتیں دیکھتی ہے۔ دیکھ لہجہ کہ میں سردار عرب کو لاکے تیرا غلام بنادو لگا اور او کی فوج والوں کو گرفتار کر کے اونے سو پر واؤ لگا وہ دیکھا کہ لگی کہ میں تجھے سمجھا چکی اب مانتا یا نہ مانتا

تیرے اختیار میں ہے۔ مسلمانوں کی چند عورتوں کی گرفتاری اور جناب سیف الدکاؤنکی مدد کو پہنچا بولص نے بیوی کی ایک نہ سنی اور مسلح ہو کے لڑائی کیو اسلے گھر سے نکلا۔ سب دشمنی او کے ساتھ ہوئی۔ تعداد اونکی دس ہزار پیدل اور چہ ہزار سوار تھے۔ وہ سب تجربہ کار صاحب عقل و دانش۔ میدان رزم کو بزم رندان سمجھنے والے اور سرد گرم زمانہ چشیدہ تھے۔ اوس طرف جناب سیف الدخالہ بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقدمہ لشکر میں تھے اور حضرت امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اون سے بہت فاضلہ پر عورتوں اور بال بچوں کے ہمراہ سب کے پیچھے آہستہ خرامی سے چلے جاتے تھے۔ یکا یک اونکے ایک لشکر نے دور سے غبار اٹھتے دیکھ کر عرض کی کہ مجھے کچھ کٹکا معلوم ہوتا ہے۔ ضروریہ دشمنوں کا لشکر ہے جو ہمارے پیچھے لگا چلا آتا ہے۔ حضرت امین الامتہ نے کہڑے ہو کر او دہر نگاہ کی اور فرمایا۔ بیشک دشمنی والے ہمارے اوپر آپہنچے۔ یہیں ٹھہر جاؤ۔ سب اونکے ساتھی تم گئے یہاں تک کہ مستورات کی سواری کے ہودج اور مال غنیمت کے اونٹ وہاں پہنچ گئے۔ اتنے میں کالے بادل کی طرح دشمنوں کا پرابی سامنے تھا۔ سب سے آگے بولص تھا۔ اونے ابو عبیدہ پر حملہ کر نیکا ارادہ کیا۔ او کے ساتھ چہ ہزار سوار تھے۔ بولص کے بھائی بطرس نے دس ہزار پیدل کے ہمراہ عورتوں کو آن لیا اور دن میں سے چند عورتوں کو گرفتار کر کے دشمنی کا راستہ پکڑا۔ نہرا ستر یاق کے کنارہ اسلے ٹھہرا ہوا تھا کہ اپنے بھائی بولص کا حال سنوں تو آگے بڑھوں۔

جناب امین الامتہ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ والدہ۔ اسے خالد بن ولید کی ٹھیک تھی۔
 اولیٰ الشکر کے پیچھے ہی رہنا مناسب حال تھا۔ جب بولص نے اس کے پاس پہونچنے اور ان پر
 حملہ کیا اسی وقت بقیہ عورتوں اور بے بس بچوں کی چیخیں اس کے کان میں آئیں۔ اسی وقت
 سیل بن صلیح ایک سفید بٹیاں اور سفید ہی پیردن والے یعنی گھوڑے کو دوڑاے ہوئے
 آئے اور جناب سیف اللہ سے عورتوں کی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ اگرچہ اس وقت خالد بن ولید
 کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ نشان اور صلیبیں دشمنوں کی اون کے اوپر چک رہی تھیں مگر اس
 حادثہ جانکاہ کے ستے ہی انہیں تاب نہ رہی۔ اپنی جان پر کیل کے گھوڑے کی باگ موڑ دی
 اور لشکر کے پیچھے چلے۔ اتنے میں جناب ابو عبیدہ بولص کے سامنے آگئے۔ بولص نے
 اون پر حملہ کیا اور دونوں میں لڑائی ہوئے لگی۔ صحابہ اور رومی باہم گتہ گئے۔ غبار زمین سے اوٹکے
 آسمان پر پہونچا۔ زمین شجر پر بار دھاڑ ہونے لگی۔ بولص کے مقابلہ میں جناب امین الامتہ کو بہت
 سی دشواری پیش آئی مگر انہوں نے صبر والوں کی طرح نہایت ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیا
 جب سیف اللہ نے عورتوں کے گرفتار ہونے کا حال سنا تو انا للہ وانا الیہ راجعون
 کہے فرمایا کہ مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ قسمت کا لکھا مسط نہیں سکتا پھر حکم دیا کہ رافع بن عمرہ الطائی
 ایک ہزار سوار لیکر عورتوں کی سوار یوں سے جا ملین۔ جناب رافع روانہ ہو کر تھوڑی ہی دور پہونچ
 تھے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر کو ایک ہزار سوار دیکر دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بھیجا اور ان کے
 بعد ہی ضرار بن الازور کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان کے ہمراہیوں میں قیس بن
 مسیرہ المرادی بھی تھے۔ ان کے پیچھے خود سب لشکر لیکر چلے۔

یہاں جناب ابو عبیدہ بن الجراح بولص سے لڑ رہے تھے کہ ناگاہ مسلمانوں کا لشکر
 ان کے پاس پہونچ گیا اور کفار کو چاروں طرف سے گیر لیا۔ صلیبیں سرنگوں کر دی گئیں اور رومیوں کو

اپنی خواری و ذلت کا یقین و اُثق ہو گیا۔ ضرار بن الازدرگ کے شعلہ کی طرح آگے بڑھے اور بولص پر حملہ کر نیکا ارادہ کیا۔ رومی و انہیں دیکھتے ہی کانپ گئے۔ بولص نے پکار کے امین الامتہ سے کہا کہ اے عربی۔ تجھے قسم ہے اپنے دین کی۔ اس شریر سے کمدے کہ میرے سامنے نہ آے بیت لیسائین کلوص و عزرائیل کے مقابلہ میں جو جو شجاعیتیں اور کرتب ضرار نے دکھائے تھے وہ بولص نے دمشق کے شہر بیتاہ کی فصیل پر سے دیکھے تھے۔ اس وقت و انہیں ہچان کے ابو عبیدہ سے بولا کہ اس شیطان کو میری پاس سے دور کر دو۔ ضرار نے جو ادس کا یہ کلام سنا تو فرمایا کہ اے ثقی مین شیطان تو جب ہی ہونگا جب تمہ سے لڑنے میں کمی کر دے گا۔ یہ کہنے نیزہ او کی طرف مارا۔ وہ ڈر کر گھوڑے سے گر پڑا اور اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ جناب ضرار بھی گھوڑے سے کود کر او کے پیچھے لگے اور کمال حول و لافوقہ **إبلا للہ العلیٰ العظیم** اے شیطان کیوں بھاگا جاتا ہے۔ بولص بولا اے بدوی مجھے چھوڑ دو کیونکہ میری بقا میں تمہاری عورتوں کی سلامتی ہے۔ ضرار یہ سن کر رگڑ کے اور او سے گرفتار کر لیا اور مسلمانوں نے دشمنان خدا پر سخت حملہ کیا۔

ماجد بن روم البسی فرماتے ہیں کہ میں جنگ شجور میں شامل تھا اور عبید الرحمن بن ابی بکر کے ساتھ تھا۔ ہم نے کفار کو ہر طرف سے گیسر کے خوب ہی تیغ زنی کی۔ ہمارے مقابلہ میں چھ ہزار کافر تھے۔ رفاعہ بن قیس نے بیان کیا ہے کہ ان چھ ہزار میں سے صرف سو آدمی ہماری تلواروں سے بچکے بھاگے تھے۔

جب ضرار بن الازدرگ کو معلوم ہوا کہ گرفتار عورتوں میں میری بہن خولہ بھی ہیں تو بیٹ پکڑے ہوئے سیف اللہ کے پاس آئے۔ جناب خالد نے فرمایا کہ ضرار صبر کر دو۔ ہمنے اونکے بدلہ میں رومیوں کے سردار اور بہت سے نامور دن کو پکڑ رکھا ہے۔ غمگین ہم اپنی عورتوں کو چھڑا لینگے۔ مگر یہ بات جب ہی ہو سکیگی جب ہم دمشق پہنچینگے۔

پہر سیف اللہ نے امین الامتہ سے کہا کہ آپ عورتوں کو لیکر آہستہ آہستہ آگے چلیں۔ ہم عورتوں کی ٹوہ مین پیچھے جاتے ہیں۔ سب لشکر تو ابو عبیدہ کے ساتھ رہا صرف دو ہزار سوا لیکر خالد پیچھے لوٹے۔ اونٹنے آگے آگے رافع بن عمیرۃ الطائی، ہبیرہ بن مسروق العبسی، ضرار بن الازور اور بہت سے مسلمان سردار تھے سب نہایت گرم رفتاری سے چلے جاتے تھے اور ضرار بن الازور کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

ولا یستفی عاجلاً بحسرتی
ذاک منالئ ثم ذاک بعینہ
عسی انال لعین و نیقی

یارب فہم ماتری من کربتی
حق ارمے بنا طری اختی
سیر و ابنا الی العدی و للجلتی

ارلما قاتل فاخلقوا الی الحیتی

یعنی اس پروردگار میرا بیخ و اندوہ جو تو دیکھتا ہے اسے دور کر ورنہ حسرت کے ساتھ جلدی سے مجھے موت دے یہ بات تک کہ میں اپنی آنکھوں سے اپنی بن کو دیکھوں یہی میری خواہش اور یہی میری مراد ہے۔ اے میرے یارو۔ میرے ساتھ دشمن کی طرف چلو قریب ہے کہ اپنی مراد کو پہنچو ننگا۔ اگر میں جی کہول کے نہ لڑوں تو میری ڈاڑھی منڈوا دیتا۔

جناب خالد بن ولید کو یہ شعر سن کر بے اختیار ہنسی آگئی اور چلنے میں پہلے سے زیادہ عجلت کی یہاں تک کہ نہر استریاق کے قریب پہنچ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ غبار کے بیچ میں تلواریں چمکتی ہیں۔ خالد بن ولید نے کہا کہ لوگو! تعجب کا مقام ہے۔ یہاں لڑائی کیسی۔ غور سے دیکھو یہ کیا معاملہ ہے۔ قیس بن ہبیرۃ المرادی بولے۔ حضور! ہمیں یہ گروہ دمشق کا بقیہ معلوم ہوتا ہے جو ہمارے ڈر کے مارے جنگاہ سے بہا گا ہے۔ سیف اللہ نے فرمایا۔ خیر جو کچھ ہو گا ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔ تم لوگ اپنے نیزوں کو تان لو اور تلواریں برہنہ کرلو۔ اس حکم کے ساتھ سب

مستعد بیکار ہو گئے اور آگے بڑھے۔

روایت کے کہ بولس کا بانی بطرس عورتوں کو لئے ہوئے نہر پر پڑا تھا اور منتظر تھا کہ بولس کا حال سنلوں تو آگے بڑھوں۔ یہاں پر عورتوں کو اپنے سامنے طلب کیا۔ حضرت خضر کی بن خولہ کو سب سے زیادہ حسین دیکھ کے والد شیدا ہو گیا اور بولا کہ یہ معشوق میرے لئے ہے اور میں اس کے لائق ہوں۔ کوئی اسکی حث نظر بد سے نہ کیے اور نہ اس کے منے کی آرزو کرے ورنہ مجھے برا کوئی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ والوں نے بھی ایک ایک عورت اپنے اپنے واسطے پسند کر لی۔ پہر مال غنیمت کو اکٹھا کر کے بولس کا انجام کا رستے کے لئے ٹھہرے رہے۔

ان عورتوں میں قوم حمیر اور اولاد عمالقه اور نسل تبا یعلیٰ بڑھی بڑھی مستورات بھی شامل تھیں جو گوڑے کی سواری اور اتوں کے چلنے اور لڑائی کے ڈھنگوں سے خوب واقف تھیں۔ روایت کے کہ جب ان عورتوں نے دمشق کی نظا پنی طرف بددیکھی تو ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ خولہ بنت ازور نے کھڑے ہو کر ان سے کہا کہ اے قوم حمیر اور عمالقه اور تبع کی بیٹیو! تم نے گہراں روم کے منہ سے اپنی عصمت کی خرابی کا حال سن لیا۔ بس اس سے زیادہ شرم کی بات نہیں ہو سکتی۔ کیا تم شکر کوں کی مدخولہ بننے کو راضی ہو اگر ایسا ہے تو کہاں گئی تمہاری قوم کی وہ شجاعت اور کیا ہوئی تمہارے خاندان کی وہ بہادری جو آج تک زمانہ میں یادگار ہے۔ مجھے تمہاری خاموشی اور جان چورانے پر نہایت افسوس ہوتا ہے۔ ایسی ذلت اور خواری سے تو تمہارا مرجانا بہتر ہے یہ سن کر غیفہ بنت عفار الحمیریہ اوٹھ کر کھڑی ہوئیں اور بیان کیا کہ اے بنت الازور۔ خدا کی قسم دانشمندی اور شجاعت اور لڑائی کے معاملات میں تو ہم ایسے ہی ہیں جیسا تم نے بیان کیا مگر اس قید و بند میں کیا کریں۔ جہاں ہمارے پاس نہ سواری کو گوڑے ہیں نہ ہاتھ میں تلوار اور ہم مثل بیڑ اور بکریوں کے درندوں کے خنجر کے منہ میں ہیں۔ تمہیں بولو کہ کیا کریں اور کیسے بنے۔

خولہ بولیں۔ سبحان اللہ۔ جب سامان ہوا تو خنکے کیا بہادری کی۔ وہ تلوار اور گھوڑے کی شجاعت ہوئی۔ اسے تباہی کی تنگ و ناموس۔ ان ناکسون پر حملہ کر نیکے لئے تو خیموں کی چوبین ہی ہمارے ہاتھوں میں تلواروں سے زیادہ کام دینگی۔ یہ بھی امیہ قوی ہے کہ خدا ہماری مدد کریگا اگر ہم اون پر غالب آجائیں تو دنیا میں ہمارا نام بچا بیگا اور اگر جان سے گئے تو بلا سے۔ باپ بہا بیوں کی عزت تو رہیگی۔

عفیہ بنت عفار نے جو ابیداکہ خولہ خدا کی قسم۔ تنہا جی سوچی اس سے بہتر ہمارے لئے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب کو تمہارا شکر گزار ہونا چاہئے بیشک ہم وہی کریں گے جو تم کہتی ہو۔ اس گفتگو کے بعد کسی عورت نے تو خیمہ کی چوبلی اور کسی نے بانس بی سیٹی غرض کہ جو جسکے ہاتھ آیا اسنہ مال کے سب عورتیں کیا رگی خیمہ سے نکل پڑیں اور رومیوں پر ہلا بولیا۔ خولہ بنت ازدوخیمہ کی ایک چوب کند ہے پردہ ہرے ہوئے سبکے آگے تھیں اونکے پیچھے عفیہ بنت عفار اور ام ابان بنت عتبہ اور سلمیہ بنت النعمان بن المقرن وغیرہ تھیں۔

اسوقت حضرت خولہ نے حکم دیا کہ سب سمٹ کے اکجا ہو جاؤ اور خبردار ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہو تا کہ پریشانی سے ورطہ ہلاکت میں نہ پڑو اور شمشیر دن اور نیترون سے شکست کھا جاؤ۔ یہ کہہ کر خولہ آگے بڑھیں اور ایک رومی کے سر پر تپاک کے ایک چوب ماری کہ وہ یہوش ہو کر زمین پر گرا۔ تڑپ کر بانی بھی نہ آ لگا اور گیا۔ اس ہنگامہ میں غل شور جو ہوا تو ادھر ادھر سے اور رومی آؤ کے مجتمع ہو گئے اور عورتوں کو اس صورت سے دیکھ کر بطرس کو اطلاع کی۔

اوسنے آتے ہی چلا کے کہا کہ اے عورتو۔ خرابی اور سختی پڑے تم پر یہ کیا ہنگامہ ہے اور تم نے اپنے دلوں میں کیا ٹھانی ہے۔

عفیہ بنت عفار نے جو ابیداکہ اے موذی ملعون یہ چپ رہ گیا بکتا ہے ہم تمہارے

ہاتھوں نے اپنی عصمتوں کو خاک میں ملا کے اہل عرب کے ناموں کو بٹانہ لگائے تھے تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ آج انہیں چوبون سے تمہارے بیچے داغوں سے نکال نکال کے زمین پر کٹوں کوؤن کے آگے ڈالینگے اور تمہاری عمروں کو منقطع کر دیں گے۔

غیرہ کی یہ باتیں سننے بطرس نے ایک فریاشی قسمہ لگایا اور اپنے آدمیوں کی طرف مخاطب ہو کے بولا کہ اے نامردو! در زدلو۔ حیف ہے کہ تم سے عورتیں نہیں چلتی۔ چلو بہر پانی میں ڈوب مرد اور کسی کو اپنا منہ نہ دکھاؤ۔ خیر اب تمکو تلواروں سے تو انہیں نہ مارنا چاہئے صرف اتنا کرو کہ یہ ششہ ہو جائیں پھر انکو گرفتار کر لینا۔ مگر خبردار خولہ کو جو کوئی پکڑے بہت ادب سے پیش آئے اور اداسی طرف نگاہ بد سے نہ دیکھے۔

بطرس کا حکم پاتے ہی رومیوں نے چاروں طرف سے عورتوں کو گھیر لیا اور چاہتے تھے کہ وہ تک پہنچیں مگر وہ عورتیں بھی بلا کی تھیں۔ پہرہ مٹا کیا نہ کرتا۔ جو اونکی زد تک پہنچ گیا بجلی کی طرح تڑپیں اور اسکا سر پاش پاش کر ڈالا۔ گھوڑے کے پیرو توڑ دئے۔ اسی طرح سے ان بہادر اور جراتور عورتوں نے تیس رومیوں کو سر کے بوجھ سے سبکدوش کر دیا۔

جب بطرس نے یہ حال دیکھا تو غصہ سے آگ بگولا ہو گیا اور چلا کے کہا کہ اب تک میں نے انکی بہت رعایت کی اب یہ معاملہ حد سے گزر گیا ہے اور یہ کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ اچھا۔ تلواریں اور نیزے ہاتھوں میں لے لو اور انہیں اس بے اعتدالی کا مزہ چکھا دو۔

یہ سنکر عورتیں ایک دوسرے کے پاس دوڑ دوڑ کے جاتی تھیں اور کتنی تھیں کہ اپنے بزرگوں اور بڑوں کی طرح موت کو اختیار کروا دینا کسوں اور ذلیلوں کی موت سے غلڑ کر ہو۔

بطرس نے جو دیکھا کہ عورتیں بھی اب تیز ہو گئیں تو بہت رنجیدہ ہوا۔ سوائے اسکے اور کچھ نہ سوچی کہ اب تشدد ہی سے کام لیا جائے۔ مگر جب خولہ کی طرف نظر کی تو وہ شیر کی طرح

دھاڑتی تھیں اور یہ شعر انکی زبان پر جاری تھے۔

وخری بنا فیکم لیس منکر
الیوم تلقون العذاب الاکبر

نخن بنات تبع وحسیر
لانتا فی الحرب نار تسعر

یعنی ہم تبع وحمیر کی بیٹیاں ہیں اور ہمارے ہاں تم مارا مارتا بڑے ثواب کی بات ہے۔ اسی واسطے ہم لڑائی میں خوب دیکھتی ہوئی آگ کی مانند ہو جاتی ہیں۔ اسے ملو تو یاد رکھو کہ آج تم بڑے عذاب میں ڈالے جاؤ گے۔

بطرس نے خولہ کے پاس جا کے کہا کہ اسے جزیہ۔ تم اس کام سے باز رہو میں تمہاری بہت عزت و تعظیم کرتا ہوں۔ تم میرے گھر میں بہت راضی اور خوش رہو گی۔ میرے پاس زرہ زمین اور جانور بہت ہیں۔ ہر قتل ہی میری بہت توقیر کرتا ہے۔ سب نقدانی عورتیں مجھ پر مٹی ہوئی ہیں۔ میرے گھر میں تمہارا بڑا رتبہ ہو جائیگا۔ تم ناحق اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں میں کھٹاڑی مارتی ہو اور بن آئی مری جاتی ہو۔

اسکا جواب خولہ نے یہ دیا کہ اے کافر بدکار اور ذلیل و خوار کے بچے۔ خاموش اگر خدا نے مجھے تجھ پر غالب کیا تو اپنے ہاتھ سے تیرا سر توڑ کے بھیجا نکالونگی۔ خدا کی قسم میں تجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ اپنی بکریوں اور اونٹوں کا چرواہا بناؤں چہ جائیکہ تو میرا مثل اور کفو ہو۔

خولہ کی یہ گفتگو سنتے ہی بطرس بڑک اڑا۔ اپنے ساتھیوں کو اپنے کے لئے یرانگہ بنانے لگا اور ان سے کہا کہ اے لوگو۔ تمہارے لئے اس سے زیادہ شرم اور ذلت کی اور کیا بات ہوگی کہ تمام ملک شام اور عرب میں یہ مشہور ہو جائیگا کہ عورتیں تم پر غالب رہیں۔ پس تمکو سیح اور ہرقل کے غضب سے ڈرنا چاہئے۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رومی بطرس کا یہ کلام سنکے جوش میں آگئے اور

سب نے ملکے ایک ساتھ عورتوں پر حملہ کر دیا۔ ادھر عورتوں نے اونکے مقابلہ میں بڑے صبر و استقلال سے کام لیا جو نہایت تعریف کے قابل ہے۔ اسی حالت میں جناب خالد وہاں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ تلواریں جگمگ رہی ہیں اور گرداؤڑ کے آسمان تک چمائی ہوئی ہے۔ حضرت سیف اللہ نے فرمایا۔ کوئی جا کے خبر لائے کہ کیا معاملہ ہے۔ جناب رافع بن عیمہ الطائی نے اپنے گھوڑے کی باگ اودھ مڑوڑی اور دیکھا کہ عتیق بن لڑ رہی ہیں۔ جلدی سے یہ حال خالد بن ولید سے اگر عرض کیا۔ سیف اللہ پڑک اٹھے اور فرمایا۔ کیوں نہ ہو۔ ان میں تیج بن الاقرن۔ تیج بن ابی کرب۔ ذی رعیں۔ عبدالکلال المعظم۔ تیج بن حسان کی بیٹیاں شامل ہیں۔ جنہیں حسان اوس تیج کے بیٹے بن جنہوں نے جناب سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کے ظہور سے قبل حضور صلعم کی نبوت کی گواہی دی تھی اور آپ کی نعت میں یہ اشعار کے تھے۔

شہدات علیٰ احمد انہ	رسول من اللہ باری السم
لہ امتہ سمت فی الزبور	بامۃ عجل خیر الامم
فلو مل عمر حوالے عصرہ	لکنت وزیر الہ و ابرجم

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق احمد رسول ہیں خدا کے جو لوگوں کا پیدا کر نیا لا ہے اونکی امت ایسی ہوگی جسکے نام زیورین ہیں اور سب امتوں سے بہتر ہوگی۔ اور اگر میری عمر نے اونکے زمانہ تک وفا کی تو بیشک میں اونکا وزیر اور ابن عمر ہوں گا۔ اسے رافع ان عورتوں کی لڑائی بہت مشہور ہے اسوقت بھی انہوں نے ایسا کام کیا ہے کہ جسے سارے عرب کی بدنامی دور کر دی۔

روایت ہے کہ اس خبر سے مسلمانوں کی باچہیں کھل گئیں خصوصاً حضرت خرا بن الازد بہت ہی خوش ہوئے۔ اسوقت جو پیٹھے پرانے کپڑے اونکے بدن پر تھے اونکو نوچ کسوٹ کے دوپہینک دیا اور نیزہ ہاتھ میں لیکر گھوڑے پر کود گئے اور باگ چوڑوڑی۔ خالد بن ولید

چلا اڑے کہ مین مین - ضرار - یہ کیا کرتے ہو ذرا صبر کرو - عم - مرد آخر مین مبارک بندہ الیست - سو جج
 سمجھ کے کام کرنے والا اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے اور جلدی کا کام اکثر پیشانی لاتا ہے -

بمطلب میرے سدا گویاے کام آہستہ آہستہ | زور یا سیکند صبا دوام آہستہ آہستہ

ضرار نے بھاگتے ہی مین باؤر بلند فرمایا کہ اے امیر - اس وقت کی تا فرمانی معاف کیجئے
 مجھے اپنی پیاری بہن کی مصیبت پر صبر نہیں ہو سکتا - ان تلو ارون اور تیرون مین اوس بیچاری پر
 کیا بن رہی ہوگی - جناب خالد نے یہ سن کر فرمایا کہ سچ ہے -

قرار در کف آزادگان نہ گیر مال | نہ صبر و دل عاشق نہ آب در غربال

جیسے وہ بہن اپنے بہائی پر نثار ہے ویسے ہی یہ بہائی بھی بہن کا عاشق زار ہے اچھا
 بہائی مسلمانو - عم - درکار خیر حاجت پیسج استخارہ نیست - بسم اللہ کرو -

پھر کیا تھا خدا سے اور بندہ لے - اودہر تو ضرار بن الازور نے جاتے ہی فوج اعدا
 مین بلچل ڈال دی اور ادہر مسلمان قلب فوج مین جا گئے - خولہ بنت ازور یہ حال دیکھتے ہی بکاش
 ہو گئیں اور پکاریں کہ اے تبا یلع کی بیٹیو بیشک خدا اوسکی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتا ہے -
 دیکھو وہ تمہارے حامی و مددگار سیف اللہ القہار آن پہونچے خدا اودن مین زندہ رکھے - ہمارا اونکو
 ہماری مصیبت سنگ بچین آیا ہوگا - کیا تم نہیں سنتیں کہ یہ شیر غضبناک کی سی دھاڑ کسی اور کو نصیب
 ہو سکتی ہے - یقین کرو کہ یہ بہر اہو شیراب ان کافرون مین سے ایک کو بھی زندہ نہ چوڑیگا - ہاں
 میری بہنو - یہی شجاعت دکھانے کا وقت ہے - قدر دان تمہارا آگیا - دو حملے ایسے کرو کہ دشمنوں
 کے چمکے چوٹ جائیں اور تمہارے معزز اور قابل قدر سردار کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں - خولہ کی
 یہ شرانگیز تقریر سنکے ہر ایک عورت ہاتھ ہاتھ بہراؤچی ہو گئی - مشرکین جو پہلے نظر بد کے ساتھ
 اودن سے لڑ رہے تھے اب اونکی صورتوں مین اپنی موت دیکھنے لگے -

مسلمانوں کی تلواریں چمکتی دیکھ کر بطرس کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ دل
دھڑکنے لگا اور ہاتھ پاؤں ہول گئے۔ رومی کھڑے ہوئے ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے مگر
زبان سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ جب بطرس نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا تو اپنی خفت
مٹانے کے لئے عورتوں سے کہنے لگا۔ اے میری ماں۔ بہنو۔ اسوقت مجھ کو بھی تمہارے حال
پر رحم کیا۔ ہم بھی ماں۔ بہن۔ بہو۔ بیٹیاں رکھتے ہیں اسلئے صلیب کے صدقہ میں تمہیں چھوڑے
دیتے ہیں تم اپنے مردوں سے یہ بات کہہ دینا۔ اتنا کہہ کر چاہتا تھا کہ گھوڑے کو ایڑ لگا کے بھاگے
کہ مسلمانوں کے قلب لشکر سے دوسوا نکلے۔ انہیں سے ایک زرہ وغیرہ پٹنے تھا اور دوسرا بالکل
برہنہ تن تنگی ہی بیٹھ کر عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ دونوں سوار تیرے ہاتھوں میں لے ہوئے
بالکل چھوڑے شیر کی طرح پھٹکتے ہوئے بطرس کے سامنے آہو نچے۔ ناظرین سمجھ گئے ہونگے
کہ یہ خالد بن ولید اور ضرار بن الازور ہیں۔ خولہ نے بھائی کو دیکھتے ہی کہا۔ بیٹا۔ تم نے کہاں کے
ارادے کئے۔ یہاں تو خدا کے فضل سے ہم عورتوں ہی نے ان کفار کا قلع و قمع کر دیا۔ تمہاری
مدد کی ضرورت نہیں۔ بطرس نے خولہ سے کہا کہ اچھا اب تم اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤ میں نے
تمہیں اجازت دیدی۔ یہ کہہ کر وہ بھاگا۔ خولہ یہ کہتی ہوئی اوسکے پیچھے چلیں کہ اے شقی۔ کدھر چلا
ہم عروہ کے خصال میں یہ بات داخل نہیں ہے کہ تو ہم پر شفقت ظاہر کرے اور ہم تجھ سے
دوری چاہیں۔ اب میری محبت تیرے دل سے کدھر گئی۔ یہ کہہ کر خولہ اوسکے سامنے پہنچیں
بطرس چلایا کہ اے عورت۔ میرے سامنے سے دوڑو اب تیری صورت مجھے بری معلوم
ہوتی ہے۔ خولہ نے کہا نہیں نہیں۔ مجھے تیری خاطر ضرور ہے۔ ادھر تو خولہ اوسکی طرف چلیں
اور دوسری طرف سے ضرار اور خالد اور سب مسلمان اودھم مچا رہے تھے۔ بطرس گھبراہٹ اور ضرار کو دیکھ کر
چچا اٹھا کہ اے عربی۔ اپنی بہن کو لیکے میرے سامنے سے دفع ہو جا۔ جناب ضرار نے فرمایا کہ

میں نے یہ تیرا تحفہ قبول کیا اور اسکے صلہ میں نوک نیزہ مجھے انعام میں لیتا جا۔ یہ کہہ کر ضرار نے اوپر حمار
 کیا اور تاک کے دل کی جگہ پر اس کے نیزہ مارا۔ خولہ بھی وہاں پہنچ گئیں اور گھوڑے کے پیروں
 میں چوبین مارا۔ گرا دیا۔ بطرس جھکا کر قرب تھا کہ زمین پر آوے کہ ضرار دھڑکڑا کر اڑ گیا۔
 پیچھے مارا اور دوند ہے منہ زمین پر نظر آیا۔ خالد نے یہ حال دیکھ لیا کہ ضرار۔ اللہم زد۔ کیا ہاتھ دیا ہے
 خدا تمہیں مسلمانوں کے سر میں برسات رکھے اور پروردگار عالم نیک اجر دے۔ اس چوڑے سے
 حملہ میں تین ہزار رومی مارے گئے۔

حامد بن عون الرلیجی نے فرمایا ہے کہ میں نے گناہ کیا اور اس دن ضرار بن الازور نے تجس
 آدمی مارے۔ خولہ نے بھی بہت سے چوب خیمہ ہی سے داخل جہنم کئے۔ عقیقہ و نبت عفا الحیم یہ
 ایسی سخت لڑائی لڑیں کہ باید و شاید۔ رومی بہا گئے اور مسلمانوں نے تاوشق اور نکا پیچا کیا۔ دشت
 میں لوگوں پر ایسا رعب اور خوف چھایا کہ کوئی باہر نہ نکلا اور مسلمان وہاں سے واپس چلے آئے بال
 غنیمت اور گھوڑے اور ہتھیار سب جمع کر کے اپنے قبضہ میں کئے۔

خالد بن ولید کا امین الامتہ کی طرف متوجہ ہوتا

اب جناب سیف اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس چلو۔
 ایسا نہ کہ ہمارے پہونچنے سے پہلے وردان سے اور ان کے کٹ پٹ ہو جائے۔ بطرس کے سر کو جناب
 ضرار بن الازور نے اپنے نیزہ کی نوک پر لٹکالیا اور مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مقام مرج
 بنطین امین الامتہ کے پاس پہونچے۔ آواز میں تکبیر کی بلند ہوئیں۔ عورتوں کے دستیاب
 ہو جانے سے سب خوش ہوئے۔ اب سب کو یقین ہو گیا کہ مدد خدا ہمارے شامل ہے اور
 ملک شام کو ہم ضرور فتح کر لینگے۔

جناب سیف اللہ القمار نے بولیں کو اپنے سامنے بلا کے فرمایا کہ اسلام قبول کرو ورنہ

تم بھی بطرس کی طرح قتل کئے جاؤ گے۔ سر اوسکا بولنص کے آگے ڈلوادیا گیا وہ سر کو دیکھ کر رونے لگا اور کہا کہ بھائی کے بعد لشت زندگی کہاں۔ مجھ کو بھی اسی سے ملاؤ۔ پس سیب بن بختہ الفراء نے سر اوسکا تن سے جدا کر دیا۔

حضرت واقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سیف اللہ نے تادمے شرجیل بن حسنہ۔ معاذ بن جبل۔ زبیر بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص کو روانہ کر دیے۔ ان سب بزرگواروں نے جب اپنے جلیل القدر سپہ سالار کے خطوط پڑھے تو معہ اپنے اپنے لشکروں کے جلدی جلدی اجنادین کی طرف چلے۔

آنحضرت مسلم کے غلام سفینہ نے بیان کیا ہے کہ میں اس لڑائی میں معاذ بن جبل کے ساتھ تھا۔ ہم سب کے سب جمادی الاول ۳۷ھ میں ایک ساتھ خالد بن ولید کے پاس اجنادین پہنچے۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ رومیوں کا لشکر بیٹھا رہا ہے۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی اور بھی زیادہ دکھاوٹ شروع کی۔ لباس۔ زرق برق دریاں اور اپنی صفت بندیان و کمائن اور در و در تک زمین اجنادین پر پھیل گئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نہ ہر نہر آدمیوں کی نو سے صغین تھیں۔

ضحاک بن عروہ نے روایت کی ہے کہ خدا کی قسم۔ میں عراق ہی گیا تھا۔ میں نے لشکر کربلا اور افواج بڑا مقہر دیکھیں مگر رومیوں کے لشکر کی کثرت۔ ان کے ساز و سامان اور اسلحہ سے بڑھ کر کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔ ہم لوگ ان کے سامنے اور تڑپ رہے جب دوسرا دن ہوا۔ ان لوگوں نے جسے لڑنے کا ارادہ کیا۔ جب ہتھے دیکھا کہ وہ سوار ہو گئے ہیں تو ہم بھی ہوشیار ہو گئے۔ جناب خالد بن ولید نے ہماری ہر صفت کے پیچ میں آ کے فرمایا۔ اے مسلمانو۔ تم خوب سمجھ لو کہ اس لڑائی سو بڑی لڑائی تھیں پہلے بھی نہ لڑنی پڑی تھی نہ اس لشکر سے بڑا لشکر اپنے مقابلہ میں تھیں کہیں نظر آویگا۔ آج جات پر کربل کے

ان سے لڑلو اور اپنی شجاعت کے جوہر انہیں دکھا دو اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہیں انکو شکست دیدی تو اپنی عمر بہر کے لئے لڑنے سے نچت ہو جاؤ گے پہر کوئی ان کا حمایتی بنے تم سے لڑنے نہ آئے گا۔ میرے پیارو۔ اسوقت جی توڑ کے خدا کی راہ میں کوشش کرو۔ جماؤین جان لڑا دو۔ دین کی مدد کرو اور پیٹھ دکھانے سے ڈرتے رہنا کیونکہ کفار کے سامنے سے بہا گجنا موجب دخول دوزخ ہے۔ کندہون سے کندہ ملا کے مثل لوسہ کی دیوار کے ہو جاؤ اپنی تلوار دن کو جنبش و جوب تک میں حکم ندون ہرگز حملہ نہ کرنا۔ بس اب ہوشیار ہو جاؤ اور آگے بڑھنے کے لئے اپنی ہمتیں درست کرلو۔

جناب واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ جب وردان نے دیکھا کہ مسلمان مستعد جنگ ہیں تو اوسنے اپنے ملوک اور بلایقون کو جمع کر کے کہا۔ اے بنی الاصفہ۔ اس بات کو کان کہو لکر سنلو کہ ہر قل شاہ روم کو تمہیں ناز ہے اسی لئے یہ بار اوسنے تمہاری گردنوں پر رکھ دیا ہے اور تم سے مدد چاہی ہے اگر تمہیں اس جنگ میں شکست کھائی تو پھر تمہاری قوم کی کمرین ٹوٹ جائیں گی اور کسی کی ہمت نہ بڑیگی کہ مسلمانوں کا سامنا کرے۔ وہ تمہارے شہروں کے مالک ہو کے تمہارے مردوں کو مار ڈالینگے۔ تمہاری عورتوں کو اپنے تحت و تصرف میں لائینگے اور تمہارے بچوں کو لونڈی غلام بنائینگے۔ پس تمکو چاہئے کہ لڑائی میں صبر اختیار کرو۔ سب کے سب الہبارگی اوپر حکم کرو۔ منفرد ہرگز نہ ہونا۔ تمہاری طرف اون سے تلگتی جمعیت ہے پہر کیا تم میں کے تین تین اونکے ایک ایک آدمی کو نیچا نہ دکھا دینگے۔ اے مسیح کے مددگارو۔ صلیب سے مدد مانگو وہ تمہیں فتح دیگی۔

خالد بن ولید نے اسوقت مسلمانوں کی طرقت متوجہ ہو کے فرمایا کہ کوئی شخص دشمنوں کے لشکر کی ٹھیک تعداد دریافت کر کے بہین بتا دے۔ فخر ابن الازور سامنے آکر طرے ہوئے اور

کہا۔ اے امیر یہ کام میرا ہے۔ سیف اللہ نے فرمایا قسم ہے خدا کی۔ تمہارے سوا کوئی اسے
 کر بھی نہیں سکتا۔ بسم اللہ سہ ہارو۔ مگر اے ضرار۔ جب تمہارا سنا دشمن سے ہو جائے تو ہرگز
 اپنے نفس کے قریب میں نہ آجانا۔ اپنی شجاعت اور جرات پر غور کر کے اپنی طاقت سے
 یا نہ کوئی کام نہ کر بیٹھتا۔ خداوند کریم فرماتا ہے وَلَا تَلْقُوا بَايِدًا يَكْمُرُ الْاَلَيْهِ التَّهْلُكَةُ، یعنی
 تم اپنے پیروں سے آپ جاکے کتوئین میں نہ گر پڑو۔ ضرار نے رہوار کی باگ چوڑی اور دشمنوں
 کے لشکر کے پاس پہنچے۔ اونکے ساز و سامان۔ خیموں۔ خودوں اور تلواروں کی چمک دمک
 کو خوب دیکھا۔ اتفاقاً وردان اوس وقت لشکر اسلام کی طرف ہمتن چشم بکاردیکھ رہا تھا۔ اوسنے
 دیکھا کہ لشکر مخالف سے ایک سوار الگ ہو کے ادھر آتا ہے اسلئے اپنے سرداروں سے کہا
 کہ دیکھو یہ سوار تمہاری طرف آتا ہے یہاں سے واپس نہوئے پائے۔ اوسے پکڑ کے میرے
 پاس لے آنا۔ رومی لشکر کے تیس سوار ضرار کی گرفتاری کے لئے چلے۔ ضرار نے جب اونہیں اپنی
 طرف آتے دیکھا تو پیچھے لوٹے۔ وہ سوار بھی اونکے پیچھے لگے اور سمجھے کہ ضرار ہمارے ڈر کے مارے
 بہاگے جاتے ہیں حالانکہ ضرار کا یہ طلب تھا کہ یہ لوگ اپنے لشکر سے فاصلہ پر آجائیں تو انہیں مزہ
 چکھاؤں چنانچہ جب وہ دور آگئے تو ضرار نے اونکی طرف رخ کیا اور انہیں سے ایک کو اپنے نیزہ
 سے چید کر زمین پر ٹیک دیا اور شیر نر کی طرح ایک ڈانٹ جو انہیں بتائی تو وہ کپکپا کے رعب میں
 آگئے اور اپنے لشکر کی طرف بہاگے۔ ضرار نے اونکا تعاقب کیا اور یکے بعد دیگرے اونکو گرانا
 شروع کیا یہاں تک کہ انیس سوار مارے اور لشکر روم کے قریب تک انہیں کھڈیڑ کے واپس
 ہوئے۔ آکے جناب سیف اللہ سے سب حال بیان کیا۔ حضرت خالد بوئے کہ میں نے تو
 تمہیں منع کیا تھا تم لڑے کیوں۔ ضرار نے عرض کی۔ یا امیر۔ وہ خود میرے سامنے آگئے تھے
 میں نے ہی کافروں کے سامنے سے بہاگنا مناسب نہ جانا کہ میں خدا مجھے خفا نہو جائے

اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور میں اون پر غالب آیا۔ خدا کی قسم۔ آپ ہی کے حکم کے ڈر سے میں چلا بھی آیا ہوں ورنہ جس طرح وہ مرد و خواہ مخواہ میرے منہ لگے تھے میں سارے لشکر کا صفایا کر کے حاضر ہوتا۔ اسے معزز سردار۔ یہ گنہ گاروں کا لشکر تو ہمارے لئے مثل شکار ہے۔

روایت ہے کہ جناب خالد بن ولید نے میمنہ پر معاذ بن جبل کو میرہ پر سید بن عامر کو دایمن بازو پر لہمان بن مقرب کو۔ بایمن پر شریک بن حسنہ کو اور ساقیہ بن زید بن ابی سفیان کو چاڑھا اور امیون کے ساتھ عورتوں اور مال و اسباب کی حفاظت کے لئے متعین کیا۔

پھر جناب خالد عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اونہیں عقیقہ بنت عفار اور ام ابان بنت عقیقہ بن ربیعہ کے نکاح انہیں دونوں میں ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھ منہ دی سے رچے ہوئے تھے۔ عطر کی خوشبو سر سے اور کپڑوں سے بوسے عروس کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اور ضرار کی بہن خولہ۔ مزدعہ بنت علق۔ سلمیٰ بنت زراع بن عروہ۔ لینا بنت سوار اور سلمیٰ بنت النعمان وغیرہ ایسی تھیں کہ بہادری اور نکی مشہور تھی۔ سیف اللہ نے اون سے فرمایا کہ اسے اولاد بتالیعہ و یقینہ عمالقاہ اور نسل سرداران اکاسہ۔ تھنے لڑائیوں میں وہ وہ کام کئے ہیں جنہوں نے خدا اور مسلمانوں کو خوش کیا۔ ذکر بزرگ تمہارا ہمیشہ باقی رہیگا۔ کج بھی بہشت کے چند دروازہ خاص تمہارے ہی لئے کھولے گئے ہیں۔ تمہارے دشمنوں کے لئے دوزخ کی آگ بہڑ کا دی گئی ہے تحقیق جمکو جیسا تمہاری ثنابت قدیمی اور وفاداری کا بہرہ دیا ہے ویسا مردوں کا اعتبار مجھے نہیں ہو سکتا۔ اگر رومیون کا کوئی گروہ تجھ پر حملہ کرے تو میں تمکو بھی اون سے لڑنیکی اجازت دیتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو میدان جنگ سے ہماگتے ہوئے پاؤ تو پہلے اس کے جو رو بچے دکھا کر اسے شرماد اگر وہ اسپر ہی نہ مانے تو تلوار سے نہیں بلکہ خنجر کی چوبوں سے اس کا سر توڑ ڈالو۔ یہ سنکر عقیقہ بنت عفار نے التماس کی کہ اسے معزز سردار۔ ہماری خوشی تو یہ تھی کہ حضور اپنے

سب لشکر سے آگے ہمیں رکھتے اور ملاحظہ فرماتے کہ یہ آپ کی لونڈیاں بڑھ بڑھ کے کیسے کیسے ہاتھ رو میوں کے مونہوں پر دیتی ہیں۔ والد آپ امتحان کر لیں کہ ہم میں سے کوئی بھی قدم پیچھے نہ ہٹائیں گی۔ ایک ایک کر کے اپنی جگہ پر مرجائیں گی۔ غولہ بنت ازور نے عرض کی۔ اے امیر بالوقیر۔ ہم رو میوں کی کثرت کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔

جناب خاند بن ولید عورتوں کو دعاؤں کے مردوں کی صفوں میں شہ لیت لے۔ اپنے گھوڑے کو اونٹ کے پیچ میں گشت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے مسلمانو۔ دین کی مدد کرو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدا کی راہ میں کفار سے لڑو۔ اے لوگو۔ اسی میں تمہارے جو رب و بچوں کی حفاظت ہے۔ سمجھ لینا کہ اس لڑائی سے منہ پھیر کے تمہیں دنیا میں چھپنے کی جگہ بھی نہیں ملے گی۔ شانہ سے شانہ ملاؤ۔ تلواروں کو آگے کر دو۔ جب میں حکم دوں تو سب کے سب حملہ کر دینا اور ایک ہی ساتھ سب کے سب تیر چلانا گویا وہ ایک ہی کمان کے تیر ہیں۔

روایت ہے کہ خالد بن ولید کی ایسی ایسی باتیں سننے مسلمانوں نے تلواریں کھینچ لیں اور کمانوں کو چڑھایا۔ جناب سیف اللہ قلب لشکر میں جا کھڑے ہوئے۔ اونٹ کے پاس عمرو بن العاص۔ عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق۔ قیس بن ہبیرۃ المرادی۔ رافع بن عیمقہ الطائی۔ سیب بن یحتمہ انقرازی۔ ذوالکلاع اور ربیعہ بن عامر وغیرہ تھے۔ حکم ہوا کہ سارا لشکر آہستہ آہستہ دشمنوں کی طرف بڑھے۔ وردان نے جب مسلمانوں کی یہ حرکت دیکھی تو اپنے لشکر کو بھی آگے بڑھایا۔ صلیبیں اور نشان بلند کرادئے۔ کلمات کفر و شرک بکے جانے لگے۔ جب دونوں فوجیں بہت قریب ہو گئیں تو رو میوں کے لشکر میں سے ایک بڑھا سیاہ لباس پہنے ہوئے نکلا۔ بہت سے گہراؤں کے آگے آگے تھے۔ بڑھے نے مسلمانوں کے پاس آکے کہا کہ سہارا تمہارا مجھ سے آگے گفتگو کرے۔ جناب خالد اس کے سامنے آئے۔ اوس دانشمند عیسائی نے

پوچھا کہ مسلمانوں کے سردار تمہیں ہو۔ جناب سیف الدین نے جواب دیا کہ ہاں جب تک میں خدا کی
 اطاعت کرتا ہوں اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم ہوں مسلمان لوگ مجھے ایسا سمجھتے ہیں
 اور اگر وہ اسبابی ان دونوں باتوں میں فرق آجائیگا تو یہ بات نرسبگی۔ پادری بولا۔ یہی وجہ ہے کہ
 تم ہم پر غالب رہے اگر تم کچھ بھی اپنے طریقہ میں تبدیل و تغیر کرتے تو ہرگز ہمارے اوپر غالب نہیں
 ہو سکتے تھے۔ تم دونوں شہروں میں داخل ہو گئے ہو جنہیں قدم رکھنے کی بھی کسی بادشاہ کو جرات
 نہیں ہوتی تھی۔ اہل فارس اور جزامقہ بھی ہمارے ملک میں آئے مگر نہ کی کہا کہ واپس گئے صرف
 تم ہی ہم پر غالب آئے ہو۔ یاد رکھنا کہ سداون ایک سے نہیں رہتے ہماری سردار و روان نے ہم کو
 مجھے تمہاری پاس بھیجا ہے۔ وہ تمہارے ہر آدمی کو ایک ایک تھان کپڑا کا اور عمامہ اور دینار دیگا۔
 تمہیں سو دینار اور دس تھان کپڑے کے اور تمہارے خلیفہ ابو بکر صدیق کو ایک ہزار دینار اور سو تھان
 دینے کو راضی ہو تم اپنا لشکر لے ہو یہاں سے ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے جاؤ ورنہ اسکا مزا
 چکھو گے۔ ہماری تعداد مثل مور و ملخ ہے وہ ابھی تم سے لڑنے کو اپنے اپنے گھر وں سے نکلے
 بھی نہیں اونکو ان لوگوں کے مثل نہ سمجھنا جن سے اب تک تمہارا پالا پڑا ہے۔ دیکھو اسوقت
 جو لشکر تمہارے سامنے کھڑا ہے اسی میں بڑے بڑے لایق آزمودہ کار سپاہی اور نامی
 نامی سردار ہیں۔ خالد بن ولید نے جواب دیا کہ خدا کی قسم۔ ہم یہاں سے ایک قدم بھی پیچھے
 نہ ہٹائینگے جب تک کہ تم ہماری تین یا توں میں سے ایک نہ قبول کر لو گے۔ یا تو مسلمان ہو جاؤ
 یا جزیہ دو یا لڑو۔ تمہاری تعداد چاہے چوتھائیوں سے بھی زیادہ ہو مگر خداے تعالیٰ نے ہم سے
 مدد دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔ مال و دولت کی طمع ہمیں ہرگز نہیں۔ ہمارا تم کو کیا دو گے جو کچھ
 تمہاری گانتھہ گروہ میں ہے سب ہمارا ہے اسے چند روز کے بعد تمہارے پاس دیکھ لیتا
 تمہارے ملک بھی ہمارے قبضہ میں آجائینگے۔ راہب بولا۔ جو کچھ تم نے کہا ہے اسے

جون کاتون میں اپنے سردار سے جا کے بیان کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ لوٹ گیا اور سارا حال وروان سے کہا۔ وروان خفا ہو کے بولا کہ وہ بہکو بھی اونہیں لوگون میں سے سمجھے ہوئے ہیں جن سے اب تک اونکی منڈی بڑھ رہی ہے۔ اب بادشاہ نے اون سے لڑائی کو شجاعان اراجیہ واروحانیہ دہرقلیہ و بطارقہ کو بھیجا ہے اب آٹے وال کا بہاؤ اونہیں معلوم ہو جائیگا بس ایک ہی حملہ میں ہم اونکو مار کے خاک میں ملا دیتے ہیں۔

پھر وروان نے اپنے لشکر کو آمادہ جنگ کر کے پیدل صفوں کو آگے کر دیا جبکہ ہاتھوں میں کمانیں اور چھوٹے نیزے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پکار کر کہ اے مسلمانو! بہشت تمہارے لئے آراستہ کی گئی ہے۔ جو میں تمہاری خدمت کو تیار اور فرشتے قریب آپہنچے ہیں۔ بشارت ہو تمکو دائمی زندگی کی۔ خدا بہشت کے بدلہ میں تمہاری جانیں مول لیتا ہے اوسکی راہ میں سرکٹاؤ اور بچاؤ تاخروی ہاتھوں ہاتھ لو۔ یہ سن کر سیف اللہ بولے کہ اے معاذ۔ ٹھیر دین ان لوگون سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفیں مرتب کیں اور کہا۔ تم سب شانوں سے شانے بڑھالو اور جو بھجھو کہ دشمن تمہارے تم سے سہ چند ہیں۔ لڑائی کو عصر کے وقت تک بڑھاتے چلے جانا۔ وہ وقت ایسا ہے کہ اوسی وقت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے۔ ہرگز کفار کے آگے سے منہ نہ پھیرنا۔ خدا تمہاری مدد کو موجود ہے وہی تمہیں برکت دے گا۔

روایت ہے کہ جب دونوں فوجیں قریب ہوئیں تو قوم ازمن نے تیر چلائے۔ بہت سے مسلمان اونکے تیروں سے شہید اور زخمی ہوئے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر جناب خلیفہ نے لوگون کو حکم کرنے سے روکا۔ ضرار بن الازور بول اوٹے۔ حضور کوئی وجہ نہیں کہ ہم ٹھہریں۔ دشمن خیال کریں گے کہ مسلمان ڈر گئے۔ آپ حکم کا حکم دین یا کچھ لوگون کو الگ کر کے کفار کے مقابلہ میں چھوڑ دین تاکہ وہ انہیں اوسوقت تک

انکاے رکین جب تک کہ آپ حکم کرنا حکم کریں۔ سیف الدب لوے۔ ہان۔ یہ دوسری بات تمہاری ماننے کے قابل ہے مگر اسکے لئے تمہیں مناسب ہو۔ ضرار اس شکل کام کے لئے بھی خوشی بخوشی مستعد ہو گئے۔ پس اونہون نے بولیں کہ بہائی بطرس کی زرہ پہنی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے جسپر ہاتھی کے چمڑیکے عرق گیر کسا ہوا تھا اور وہ بھی بطرس ہی کا تھا۔ رومیون ہی کی وردی ڈاٹی۔ نیزہ کو راست کر کے گھوڑے کی باگ چوڑی اور رومیون کی صفوں پر حملہ آور ہوئے۔ اونہون نے ضرار پر تیر چلائے اور تہر پھینکے۔ مگر خدا کے فضل سے ضرار کو کچھ نقصان نہ پہونچا۔ ضرار اونکی صفوں کو چیرتے پہاڑ تے اونکے لشکر میں گس جاتے تھے اور اونکے دلیر دن کو مار تے تھے۔ یہاں تک کہ اونہون نے ایک ہی حملہ میں تیس رومی تہ تیغ کئے۔ لوگ ضرار کی لڑائی اور حملہ سے ڈرے۔ رومی سواروں نے ملے اونکے گرفتار کر لیا اور وہ کیا۔ ضرار نے خود کو اپنے سر سے اوتار کے دوپٹے کی یا اور کیا۔ اسے بنی الا صفر میں ضرار بن الازور ہون۔ کل میں تمہارا ساتھی اور یار تھا آج تمہارا دشمن ہون۔ میں نے ہی مردان کے بیٹے حمران کو مارا ہے۔ میں تمہارے حق میں بلا ہون اور کفار کا مٹانے والا ہون۔ مجھے تمپر غلبہ دیا گیا ہے۔

روایت ہے کہ رومی یہ کلام سنے ضرار کو پہچان گئے اور ان سے ڈر کے بہا گئے۔ ضرار نے اونکا تعاقب کیا۔ اسی حالت میں بطارقہ اور اراحیم دہرقلیہ اور ندیمہ ملے اونپر آپڑے۔ ضرار بھی اپنے لشکر کی طرف لوٹے۔ وردان نے دریافت کیا کہ یہ بددی کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جو کبھی برہنہ بدن نیزہ ہاتھ میں ایکے ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی یون ہی بے نیزہ کے لڑائی میں آجاتا ہے اور کبھی اسکے پاس تیر و کمان ہوتے ہیں۔ وردان اونکے کمالات پہلے ہی سن چکا تھا یہ حال سن کے اوسکا نیچے کا دم نیچے اور اوپر کا اوپر رہ گیا اور کہا اسی نے قومیرے بیٹے کو مارا ہے۔ ہے۔ کوئی ایسا جو میرا بدلہ اس سے لے۔ وہ جو مانگے گا میں اسے

دونگا۔ پس حاکم طبرستان جو قوم اراجہ سے تھا وردان کے پاس آیا اور کہا کہ اے سردار میں تمہاری مدد کروں گا اور اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور ضرار کی طرف چلا تین گھنٹے تک متواتر یہ دونوں کاموں اور گرداؤں دیتے رہے یہاں تک کہ ضرار نے اس کے تیرہ مارا اور اس ملعون کی زہرہ چیر ڈالی وہ کافر باندیش زخمی ہو کر گر پڑا اور مر گیا۔ وردان نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ اس جن سے سوا اے میرے اور کوئی نہ جیت سکیگا۔ یہ کہہ کر وردان اپنے گھوڑے سے اتر پڑا۔ اپنی زہرہ پہنکے اس کے اوپر بڑے بڑے موتیوں کی پوشش ڈالی۔ تاج سر پر لٹکے عربی گھوڑے پر سوار ہوا اور ضرار کے سامنے آیا۔ اتنے میں دریاخان بطریق حاکم عمان جب کانام اصطقان تھا آپہنچا اور آتے ہی وردان کی رکاب کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے سردار۔ میں اس بدوی سے تیرا بدلہ لوں گا۔ اگر تو اپنی بیٹی کا عقد میرے ساتھ کر دینے کا وعدہ کرے تو میں اسکو زندہ پکڑ کے تیرے پاس لے آؤں۔ وردان بولا کہ میں تیری بات منظور کرتا ہوں اور جو ملوک شام اور خاصان بادشاہ اس وقت موجود ہیں انکو گواہ قرار دیتا ہوں۔

میدان اجنادین میں ضرار اور اصطقان کی لڑائی

جب اصطقان نے وردان کا یہ کلام سنا تو جوش شجاعت سے آگ بگولہ ہو گیا اور ضرار سے لڑنے کا ارادہ کیا اور کہا اے ضرار۔ خرابی ہو تیری۔ مے مجھ سے وہ چیز جسکے دفع کرنے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اسکی رومی زبان کو ضرار سمجھے تو نہیں مگر اس کے تیور بگڑے دیکھ کے سنبھل گئے اور اس پر حملہ کیا۔ اصطقان نے اپنے پاس سے ایک سوئینی صلیب نکالی جس میں چاندی کی زنجیر تھی اور اس سے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ بار بار اس سے چومتا تھا اور اس سے مدد مانگتا تھا۔ یہ دیکھ کے ضرار بولے۔ اگر تو میرے مقابلہ میں صلیب سے اعانت چاہتا ہے تو میں تجھے غائب ہونے کے لئے اس سے مدد مانگتا ہوں جو بہت ہی نزدیک ہے اور جو اسے بلاتا ہے فوراً

اوسکے پاس آجاتا ہے۔ پہر اوس پر حمل کیا۔ دونوں نے خوب ہی خوب لڑائی کی گماتین دکھائی۔ یہاں تک کہ لوگ اونکی لڑائی دیکھتے دیکھتے بے قرار ہو گئے۔ جناب خالد بن الولید نے چلا کے کہا کہ اب ابن المازور۔ یہ کیا دیر لگا رکھی ہے حالانکہ دوزخ تمہارے دشمن کے لئے تیار ہے۔ تم اپنے پروردگار کے سامنے ہو۔ بد دلی اور خوف کو ہرگز اپنے پاس نہ بٹھنے دو۔ یہ کلام سنکر فرار جوش شجاعت سے اپنے گھوڑے پر کانپ اٹھا اور سنبھل بیٹھے اور اپنے دشمن پر حملہ آور ہوئے۔ اسوقت رومیون میں ایک شور مچا ہوا۔ وہ اصطفان کو اشتعالک دیتے تھے اور جوش دلاتے تھے۔ اب دونوں میں سخت لڑائی ہوئی یہاں تک کہ آفتاب گرم ہو گیا اور دونوں جنگجو پسینہ میں تر رہے ہو گئے۔ دونوں کے گھوڑے بھی تھک کے شل ہوئے۔ اصطفان نے فرار سے اشارہ کیا کہ آؤ ہم تم بیدل ہو کے لڑیں فرار اور ترنا چاہتے تھے کہ اتنے میں اصطفان کے غلام نے ایک کوتل گھوڑا لے کے حاضر کیا اصطفان اوس پر کودا چاہتا تھا کہ فرار نے اپنے گھوڑے سے کہا اے گھوڑے۔ اسوقت میرے ساتھ چلتی دھال کی دھمکانیکاموقع ہے۔ تیرا یہ کیا حال ہے۔ ایک گھڑی کیواسطے چاق و چوبند ہو جائیں تو میں تیری شکایت روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کے کروں گا۔ لوگوں نے فرار کی یہ باتیں سنیں اور دیکھا کہ گھوڑا اونکی یہ گفتگو سنکر تنگیا۔ کان کھڑے کر لئے اور ہنسنے لگا اور بازو کھول کر اصطفان کے غلام کی طرف چمپٹا۔ فرار نے غلام کو اپنے نیزہ سے مار ڈالا اور اوسکے کوتل گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اپنا گھوڑا چھوڑ دیا۔ وہ بہاگ کے مسلمانوں کی فوج میں جا ملا۔ فرار اصطفان کی طرف چلے۔ اوسنے جب دیکھا کہ میرا غلام مارا گیا اور گھوڑا چن گیا تو اوسے یقین ہو گیا کہ میں بھی مارا جاؤں گا۔ فرار نے جب اصطفان کی پریشانی دیکھی تو اوسکے قتل کا ارادہ کیا۔ اور وردان نے دیکھا کہ اصطفان کا حال تباہ ہے اور قریب ہے کہ وہ مارا جائے تو بہت گھبرایا اور سمجھا کہ اگر اوسکی مدد نہ کی جائیگی تو خیر نہیں ہے۔ پس وردان نے اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ

اسے قوم۔ اس شیطان نے میرے جگر کے ٹکڑہ کو تو کر لیا اب یہ ہماری بربادی چاہتا ہے۔
اگر یہ نہ مارا جائیگا تو میں خودکشی کر لوں گا۔ مجھے اسکا مقابلہ کرنا ضرور ہے چاہے لوگ میرے اوپر
اعتراض ہی کیوں نہ کریں کہ میں نے ایسے ذلیل شخص سے مقابلہ کیا۔

وردان کا دس آدمیوں کے ساتھ آنا اور خالد بن ولید کا بھی دس مسلمانوں
کے ہمراہ تشریف لانا

وردان کی یہ باتیں سن کر کسی نے جواب نہیں دیا۔ ضرار کے خوف سے کسی میں سکت نہ تھی
کہ کچھ کہے۔ آخر کار وردان نے اونہیں صلیب کی قسم دلائی۔ طوعاً و کرہاً و تل آدمی اس کے ساتھ
نکلنے کو راضی ہوئے۔ لوہے میں سر سے پیر دن تک خرق تھے کوئی عضو اونکا لوہے سے
خالی نہ تھا یہاں تک کہ پیر دن میں ہی لوہے کے جوڑے تھے۔ آہنی عمود ہاتھوں میں لئے ہوئے
تھے۔ وردان بھی فولادی زردین لیٹا ہوا تھا اور سر پر تاج رکھا تھا۔ یہ لوگ اصطفان کی مدد کو آئے
وردان مثل شعلہ آتشین سب کے آگے تھا۔ اصطفان یہ حال دیکھ کے سنبھل گیا اور پہلا کے فرار
سے کہا کہ اے یدوی۔ خیر دار ہو جا۔ میں نے اب تیرا کام تمام کیا۔ ضرار نے نہ تو اس کے کہنے
کی کچھ پرواہ کی نہ اس کے حمایتیوں کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا مستعدی کے ساتھ بارہوں آدمیوں
سے مقابلہ کر نیکو تیار ہو گئے۔ خالد بن ولید نے جو دیکھا کہ اوپر سے اصطفان کی مدد کو گیارہ آدمی
اور آگے ہیں اونہیں سے ایک کے سر پر تاج ہی چمکتا ہے تو لوہے کے تاج تو بادشاہ کے
سر پر ہوتا ہے۔ ضرور یہ کوئی بہت بڑا سردار فرار کے مقابلہ میں آیا ہے اس لئے ہم پر بھی لازم آیا کہ
اپنے آدمی کی مدد کریں۔ اچھا دس آدمی ہمارے ساتھ بھی لڑنیکو جلیں۔ فوراً دس مسلمان مستعد
ہو گئے۔ سب نے گھوڑوں کی بالین فرار کی طرف سوڑیں اور طرفتہ لیں۔ وہاں چایا ہو چکے۔ خالد
نے پکار کے کہا کہ فرار۔ ہم بھی تمہاری لڑائی دیکھتے آئے ہیں۔ ضرار نے جواب دیا۔ اے سردار

نامدار۔ آپ نے مجھ ناچیز کے لئے اتنی تکلیف کیوں گوارا فرمائی مجھے خدا ہی کی مدد کافی تھی۔
 جب بارہ کے مقابلہ میں بارہ ہو گئے تو ایک ایک سے لڑائی کی ٹھیسری۔ سیف اللہ
 نے وردان کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا۔ ضرار بن الازور تو اصطفان سے لڑ رہی رہے تھے
 اصطفان کے بازو اب تھک گئے اور وہ کانپنے لگا جب اس نے دیکھا کہ خالد بن ولید بھی آپہنچے
 ہیں تو بالکل اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ دائیں بائیں کسی طرف نہیں دیکھتا تھا نہ اس کے گھوڑے
 میں اب حس و حرکت رہی تھی۔ ضرار اس کی رومی حالت سمجھ کے اس پر حملہ آور ہوئے۔ اصطفان سمجھا
 کہ اب میرے مرنے میں دیر نہیں ہے تو گھوڑے سے گر پڑا اور بہاگا۔ ضرار بھی گھوڑے سے
 کودا اسکے پیچھے تھے۔ قریب پونچھکے اسے زمین پر دے پٹکا۔ نیزہ کو ہاتھ سے پھینک کے
 دونوں کشتی لڑنے لگے۔ ایک نے دوسرے کا شانہ پکڑ لیا۔ اصطفان مثل تپھر کے پہاڑ کے
 تھا اور ضرار پتلے دبے آدمی تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں جیلے اور قوت ایسی عطا فرمائی تھی
 جبکہ زمانہ میں نظیر نہ تھا۔ ضرار نے کمر بند پکڑ کے اسے زمین سے اوٹھالیا اور چاروں خانے
 چت دے پٹکا۔ اصطفان رومی زبان میں چلایا کہ اے وردان۔ مجھے بچاؤرنہ میں دینا سے چلا۔
 وردان نے جواب دیا کہ خدا تجھ سے سمجھے۔ تیرے ہی بچانے کو تو میں آیا تھا سو میں بھی ان دونوں کی
 جان ورون میں گرفتار ہو گیا۔ خالد بن ولید نے وردان کا یہ مایوسانہ کلام سن کر بڑے زور و شور سے
 اس پر حملہ کیا۔ ضرار نے بھی اپنے شکا پر سختی کی یہ حال دیکھ کر رومیوں کے لشکر سے ایک شور
 اٹھا۔ ان کے دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کئے جن کی گونج سے زمین و آسمان
 کانپنے لگے۔ آخر ضرار اپنے دشمن کی چماتی پر کھڑے ہو گئے۔ وہ شل سید لرز رہا تھا اور فریاد کرتا تھا
 جسے دونوں لشکروں نے سنا۔ تھوڑی سی دیر میں ضرار نے تلوار مار کے اسے قتل کر دیا۔ یہ
 دیکھ کر تمام رومی لشکر ٹوٹ پڑا۔ ان کے میمنہ والے معاذ بن جبل پر آئے۔ میسرہ والوں نے سعید بن عامر

کو اکلیا اور قوم ابن اور عرب ایک دوسرے کی طرف تیر چلانے لگے۔ یہاں تک کہ تیروں کی کثرت نے آفتاب کو بھی چھپا لیا۔ سعید بن زید بن عامر بن نفیل نے چلا کے کہا کہ اے گروہ مسلمانان۔ پیٹھ پہیر کے بہا گجنا خدا کو بالکل ناپسند ہے۔ اے دین کے بچانے والو اور اے قرآن کے پڑھنے والو۔ صبر سے کام لو۔ خدا تمہیں اجر نیک دیگا۔ اس کلام نے مسلمانوں کی خوشی اور دلیری و جرات کو زیادہ کر دیا۔

روایت ہے کہ دونوں لشکر عصر کے وقت تک لڑتے رہے پھر دونوں جہاں ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کی بہ نسبت مشرکین بہت سے مارے گئے۔ اجنادین کی پہلی لڑائی مین جو مسلمان شہید ہوئے ان کے نام نامی یہ ہیں۔

حضرت سلمہ بن ہشام المخزومی رضی اللہ عنہ۔

حضرت نعیم بن صحراء العدوی رضی اللہ عنہ۔

حضرت نعمان العدوی رضی اللہ عنہ۔

حضرت ہشام بن العاص السهمی رضی اللہ عنہ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو الدوسی رضی اللہ عنہ۔

حضرت ذہب بن عوف النیمیری رضی اللہ عنہ۔

حضرت ہیان بن سفیان رضی اللہ عنہ۔

حضرت راعب بن ربیع الخزرجی رضی اللہ عنہ۔

حضرت قادم بن مقدم الزہری رضی اللہ عنہ۔

حضرت ذوالیسابین خزرجیہ التیمی رضی اللہ عنہ۔

حضرت خزام بن سالم الغنوی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سعید بن عاص بن لیلی الکلابی رضی اللہ عنہ۔

حضرت حازم بن بشر السکسی رضی اللہ عنہ۔

حضرت امیہ بن حبیب بن یسار رضی اللہ عنہ۔

حضرت احمد بن عبد الباق بن عبد الدار رضی اللہ عنہ۔

حضرت مرہف بن واثق الیروعی رضی اللہ عنہ۔

حضرت محلی بن خنظلہ الثقفی رضی اللہ عنہ۔

حضرت عدی بن یسار اسدی رضی اللہ عنہ۔

حضرت مالک بن نعمان الطائی رضی اللہ عنہ۔

حضرت سالم بن طلحہ الغفاری رضی اللہ عنہ۔

سوائے انکے بارہ اصحاب اور یہی شہید ہوئے جنکے نام معلوم نہیں رضی اللہ عنہم اجمعین
واقفی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ اس معرکہ میں قریب تین ہزار رومیوں کے

مارے گئے اور ان میں سے چند بادشاہوں کے نام یہ ہیں۔

عمان اور اسکے نواح کا حاکم مارس بن منات۔

سیمن ویرالوب ونوی کا حاکم مرقس بن لبنا۔

جولان سے لگا کے کہتہ وقیم تک کا حاکم ددر بن قالا۔

جبل السواد اور عمال کا حاکم لادن بن جنبہ۔

غزہ اور سقلان کا حاکم مزعون بن رومیس۔

علحول اور اسکے بلاد متعلقہ کا حاکم نجاب بن عبد المسیح۔

یا قیادہ ملکہ کا حاکم جوقیاس بن یرون۔

ارض بلاقا کا حاکم یونس -

نابیس کا حاکم کویرک -

زمین عراض کا حاکم جس کا نام معلوم نہیں ہوا -

پھر دونوں لشکر جدا ہو گئے اور وردان اپنی فرود گاہ کو لوٹ آیا۔ لڑائی میں مسلمانوں کا صبر و استقلال دیکھ کر دلاور رعب و دہشت سے بہ گیا۔ پس اس نے اپنے آزمودہ کار سپاہیوں اور جنگجو یوں کو جمع کر کے پوچھا کہ آج کی لڑائی کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے تحقیق میں تو انکو غالب دیکھتا ہوں کسی طرح مسلمانوں کو مغلوب نہیں پاتا اور انکی تلواروں میں بڑا کاکٹ ہے۔ انکے گھوڑے نہایت دم دار اور بجاہلہ انکے تم مغلوب ہو۔ تمہاری تلواریں کند اور گھوڑے ہانپنے والے ہیں۔ انکے بازو قوی اور تمہارے ضعیف ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ تم سے زیادہ اپنے پروردگار کے مطیع ہیں۔ تم لوگ اپنے ظلم و فریب و مکاری کے باعث خراب و خستہ ہو۔ اگر تم خدا کی نافرمانی اپنے دلوں سے دھوڑا لو گے تو تمہاری حکومت باقی رہے گی ورنہ یہ تمہارے ہاتھوں سے چلی۔ خدا سبقت اوی کو دیتا ہے جو اس کا فرمانبردار ہو۔ ظالم اور حاسد نہو۔ اسے لوگوں گناہوں سے توبہ کرو تا کہ تمہاری دولت کو بقا حاصل ہو۔ تحقیق تم اپنی شامت اعمال کے باعث ایسی قوم کے ہاتھوں ذلیل و خوار کراؤ گے جو ہر دنیا میں نہایت حقیر شمار کی جاتی تھی۔ کوئی اونکی پرواہ بھی نہیں کرتا تھا۔ وہ اونٹوں اور بکریوں کے چرانے والے اور غریب اور بہو کے ننگے ہیں۔ ملک حجاز کے قحط اور تنگی نے اونکو یرمان تک پہنچا دیا ہے۔ اب اونہوں نے تمہارے ملک کی ابھی ابھی چیزیں اور میوے کھائے ہیں۔ جو کی روٹی کی جگہ یرمان اور نکو گیہوں کی روٹیاں ملی ہیں اور سرکہ اور زیت کی جگہ یرمان اور ہون نے شہدہ مکمن اور دودھ دیکھا اور سب سے بڑھکے اس بات نے اونہیں رجہایا ہے کہ تمہاری عورتوں کو اونہوں نے پکڑ لیا

اور انجیر اور انگور کھا کے تمہاری ماں بہنوں کے ساتھ عیش کئے۔ اب یہاں سے کیوں ٹپٹنے لگے تھے۔ مگر افسوس تو اسکا ہے کہ تنہ اپنے بڑی بڑی پر کیسے صبر کر لیا۔

وردان کی یہ تقریر سننے کوئی رومی ایسا نہ تھا جو ڈاڑھیں مار مار کے نہ رویا ہو اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر نہ پیٹ لیا ہو۔ آخر وہ سب لوگ غصہ سے بہر گئے اور بولے کہ جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی رہیگا وہ یہ باتیں نہ کر سکیں گے جو تم نے میان کین ہم اونکو تلواروں اور نیزوں سے مار کے خاک میں ملا دیں گے اور اونکو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔

جب وردان نے اونکی یہ گفتگو سنی تو بہت خوش ہوا اور رئیسوں اور بطارقہ اور سرداروں کو بلا کے کہا کہ سنو بادشاہ کا لشکر کیا کہتا ہے۔ اسپر ایک شخص بول اٹھا کہ اسے وردان۔ تو ان لوگوں کے کہنے پر کچھ اعتماد نہ کریں لوگ جو کہتے ہیں اسے نہ گز نہیں کرتے بیشک تو بڑی مصیبت میں پڑ گیا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کی برابری نہ گز نہیں کر سکتے کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہیں کایک ایک ہمارے سارے لشکر سے مقابلہ کرنا ارادہ رکھتا ہے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ ہماری کثرت کی انہیں کچھ پرواہ نہیں۔ اونکا کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ہم میں سے بہتوں کو قتل کر کر اپنے لشکر میں نہ واپس جاتا ہو۔ اونکے نبی نے ان سے کہہ دیا ہے کہ جو مسلمان دین کی حمایت میں مارا جائیگا وہ بہشت میں داخل ہوگا اور ہماری طرف سے جو مارا جاتا ہے وہ فرخ میں جوں لگا جاتا ہے۔ انہیں اپنے نبی کے قول کا ایسا یقین ہے کہ ہم موسیٰ و عیسیٰ کی بات کو ویسا نہیں مانتے اسی لئے وہ موت کو زندگی سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مسلمان کم مارے جاتے ہیں اور ہمارے آدمی زیادہ پیچھے ہیں۔ مجھے سوائے اسکے اور کوئی امید تیری فتح کی نہیں معلوم ہوتی کہ تو اونکے سردار تک پہنچے اور او سے مار ڈالے تو البتہ یہ لوگ یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ پس کوئی حیلہ اونکے سردار سے ملنے کا بیہ کر۔

وردان کا فریب کرنا خالد بن ولید کے ساتھ

وردان بولا کہ میری دانست میں تو کوئی فریب اوٹکے آگے نہیں چل سکتا کیونکہ وہ اس
 فن کے بھی اوستہ و بہن۔ مابطلق بولا کہ میں تجھے ایک بات بتاؤں جو ضرور چل جائیگی یعنی تو
 اوٹکے سردار کو اپنے پاس مشورہ کے لئے بلاؤ اور اُسے چلے آویں گے جب بائیں تمام ہو چکیں تو اچھا
 اوٹکے پاس پہونچکے اونکی گردن پکڑ لینا اور اپنے آدمیوں کو بدو کے سے پکار لینا جو پہلے سے اس کام
 کی واسطے گمات کی جگہ پہونچے ہوں۔ وردان بولا۔ وہ سخت سرکش ہیں میری یاد سے۔ سے کا ہیکو
 آئینگے۔ بطریق نے کہا میں اسکی تدبیر بھی تجھے بتاتا ہوں۔ اپنے لشکر میں انہیں بلایا ہوا کیون جا
 ملاقات کی جگہ ایسی مقرر کرو جو تمہارے اور اوٹکے لشکر کے وسط میں ہو۔ وہاں پہنچے سے اپنے
 دس آدمی چھپا دو اور یہ کام کرو۔ وردان کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور محض کے رہنے والے ایک
 عیسائی داؤد نام کو بلا کے کہا کہ تم خوش فکر اور بڑے مضبوط ہو۔ مسلمانوں کے لشکر میں چلے جاؤ
 اور کہو کہ آج لڑائی موقوف رہے۔ کل صبح اوٹکے سردار بذات خود ہم سے ملاقات کر میں تاکہ شرائط
 صلح طے ہو جائیں اور یہ بندگان خدا کا خون بہتا بند ہو جھوڑا مال وہ مانگینگے ہم اوٹکو دینگے۔ داؤد
 نے جواب دیا کہ افسوس تو بہ قیل کے حکم کا خلاف کرتا ہے اوستے تجھے لڑنے کا حکم دیا ہے نہ کہ صلح
 کرنا۔ اگر تو ایسا کرے گا تو بزدل اور ڈرپوک مشہور ہو جائیگا۔ میں یہ پیام لیکے اہل عرب کے پاس ہرگز
 نہ جاؤں گا۔ اگر بہ قیل کو میرے درمیان ہونی کی خبر ملے گی تو میں مورد عتاب ہوں گا۔ وردان بولا کہ اے
 داؤد۔ تیرا بڑا ہو۔ میں نے تو اس میں ایک فریب سوچا ہے اصل مطلب یہ صلح نہیں ہے۔ طاؤس
 بولا۔ اے وردان۔ فریبی اور مکار ہمیشہ خوار رہتا ہے جسے کہی اسکا انجام خیر ہوتے نہیں دیکھا۔
 پس تو اس ارادہ سے باز رہو اور لشکر لیکر روانہ واراؤں سے لڑو اور ان واہیات باتوں کو اپنے
 دماغ سے دور کر دو۔ داؤد کی یہ باتیں سنکر وردان غصہ سے لال پلا ہو گیا اور جھڑک کر بولا کہ

مین نے تجھ سے مشورہ نہیں طلب کیا تھا نہ تو مجاز ہے کہ میری بات مین دخل دے تجھے جو کچھ
کہا جاتا ہے اوسے کر۔ ورنہ مین تجھ کو حکم عدولی کی سزا دوں گا۔

داؤد کی گفتگو خالد بن ولید سے

داؤد مجبور ہوا اور کہنے لگا مجھے بخوشی تمہارا کہنا منظور ہے۔ دردان کے حکم سے چلا تو گیا
مگر دل مین اوسکے فریب پر نہ رہا نہ ہر نفس مین کرتا تھا۔ اوسنے لشکر اسلام کے پاس پہنچکے کہا کہ اے
گروہ عرب۔ کیا تم لڑائی اور خونریزی کو پسند کرتے ہو یا تمہیں خدا کا کچھ خوف بھی ہے۔ تحقیق خدا قیامت
کے دن تم سے اسکی باز پرس کریگا۔ مین ایک پیام تمہارے پاس ایسا لایا ہوں جس مین صلح کی
امید ہے مگر مین اوسکو تمہارے سردار ہی سے کہوں گا اور کسی سے کہنے کی اجازت نہیں ہے۔
یہ سنکر جناب سیف اللہ شعلہ جوالہ کی مانند اوسکے سامنے آکھڑے ہوئے۔ زرہ
پسے تھے اور ہاتھ مین نیزہ تھا جسے آپ نے گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان رکھ لیا
تھا۔ داؤد نے اون سے کہا کہ اے سردار۔ دم لو اور اچھی طرح آرام سے کھڑے ہو جاؤ۔ مین
تم سے لڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ پیغام مین اس نیزہ کو میرے سامنے سے ہٹائے اور اطمینان
سے میری دو باتیں سن لیجئے۔

خالد بن ولید نے نیزہ کو گھوڑے کے زین مین رکھ لیا۔ اوسکے پاس آئے اور کہا اے
شخص۔ سچائی اختیار کر۔ جو نٹ کو چوڑوے اور کہہ جو کچھ کہا چاہتا ہے۔ سچے کے لئے
نجات ہے اور جو نٹا کہسی پہلتا پھر تمہیں تو خوب جانتا ہو گا کہ چاہ کن را چاہہ دپیش۔ داؤد خالد
کے اس کلام سے چونک اڑھا اور سمجھا کہ بڑے اڈل آدمی سے اسوقت کام چڑا ہے جسپر بغیر
کے سنے پہلے ہی سے میری بات کا اثر پیدا ہے ایسے آدمی سے کوئی نہیں جیت سکتا
جب کا دل خود آئینہ ہو۔ پھر لو لاکہ اے اعرابی۔ دونوں جانب کے مقتولوں کو دیکھئے ہمارا سردار

بہت غمگین نہوا۔ اوسے خونریزی سے بالکل نفرت ہو گئی ہے وہ چاہتا ہے کہ مال دیکے بندگان
 خدا کی بنائیں بچاے بشرطیکہ جائیں میں لکھت پڑھت ہو جاے اور طرفین کے بڑے بڑے
 لوگ اوس معاہدہ پر اپنے اپنے دستخط کر دیں۔ مضمون اوس دستاویز کا یہ ہونا چاہئے کہ تم ہمارے
 سردار اور اوس کے ساتھیوں سے کچھ تعرض نہ کرو۔ یہاں سے چلے جاؤ اور ہمارے قلعہ چھوڑ دو
 اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہارے قول کو سچا سمجھیں گے اور تمہارے فعل سے رضامند رہیں گے۔ پہر ہمارے
 سردار کی تم سے یہ درخواست ہے کہ آج جتنا دن باقی ہے اس میں لڑائی موقوف رہے۔ کل صبح
 تم تنہا ہمارے سردار سے ملاقات کر کے بالمشافہ سب امور طے کر لو۔ شاید اللہ تعالیٰ تم
 دونوں کے باپ ہو جانے سے اپنے بندہ کی خونریزی بند کر دے۔ خالد بن ولید یہ سن کر بڑی
 دیر تک بکرتفکر میں غوطہ زن رہے۔ پہر پوچھا۔ سچ بتا۔ اس میں دو غالو نہیں ہے۔ خدا کی قسم۔ یہ
 سمجھ لینا کہ ہم کمزور و غریب کی جڑ ہیں اس میں اپنا مثل نہیں رکھتے اوسے بھی جیتا نہ رکھیں گے اور تمہاری
 نسل تک منقطع کر دیں گے۔ داؤد کے دل میں سیف اللہ کے کئے سے رعب سما گیا۔ تہہ ترانے
 لگا اور بولا۔ حضور جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں۔ خالد بولے کہ سچ کہہ جسے ہم چھوڑ دیں گے۔
 داؤد نے عرض کی کہ میرے بال بچہ اور مال واسباب کی بھی حفاظت رہے۔ خالد نے فرمایا
 کہ جسے تو اپنی پناہ میں لے لیا اوسے ہم میں سے کوئی آنکھ نہ ہی نہیں دکھائیگا مگر اصل اصل جو حال
 ہو بتا دے۔ داؤد نے پوست کندہ سارا حال کہہ دیا۔ اس بات کا بھی اقرار اوس سے لے لیا
 گیا کہ وہ جا کے یہاں کی کیفیت و ردان سے یا اپنی قوم میں سے کسی سے نہ کہیگا۔ پہر اوس سے
 یہ پوچھا گیا کہ انہوں نے اپنے آدمیوں کے چپانے کی جگہ کون سی مقرر کی ہے۔ داؤد نے
 عرض کی کہ ہمارے لشکر کے دائیں جانب جو ریت کا ٹیلہ ہے وہاں آدمی تمہاری گہات میں رہیں گے۔
 اسکے بعد داؤد رخصت کر دیا گیا اور اوس سے کہہ دیا گیا کہ اچھا۔ وردان سے جا کے کہہ دو کہ ہم کل

اوس سے ملینگے۔ راؤ کو نے وردان سے اطلاع کر دی کہ تمہاری بات منظور ہو گئی۔ وردان نہایت خوش ہوا اور بولا کہ اب صلیب ضرور بہین فتح دیگی۔ پھر دس بہادر اور دلیہ آدمی اوسنے بلائے اور اونہیں اوسى مقام پر پوشیدہ کر دیا جو داؤد خالہ کو بتایا تھا۔

اب اوس کا حال سنو کہ سیف العجبناہ امین الامتہ کے پاس پہونچے اور اون سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا۔ جناب ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا کہ بیٹا خالہ۔ خدا ہمیشہ تمہیں خوش رکھے۔ تم اسلام کی پشت پناہ ہو۔ جو کالم تم نے دین کی خدمت میں کئے ہیں دوسرے سے نہیں ہو سکتے۔ میری رائے میں تم بیشک اونکے لئے کافی ہو مگر خود بخود ہلاکت میں پڑنا اور اکیلا دھانا جانا ٹھیک نہیں سمجھتا ہوں۔ وہاں تمہارے مقابلہ میں سترہ وردان کے گیارہ آدمی ہو گئے گو تم اون گیا رہو نہ پر بہاری پڑو گے مگر بہر سہی اپنے ساتھ دس آدمی رکھنا ضرور ہیں۔ ہم سب بھی اپنے گھوڑوں پر مستعد کھڑے رہینگے جب تم اوس ملعون سے نبٹ چکو گے تو ہم سب اونپر ایک ساتھ حملہ کر دینگے۔ خالہ بولے۔ مجھے آپکے ارشاد کی تعمیل بہر حال منظور ہے انشاء اللہ اوسکے خلاف ہرگز نہ ہوگا۔ پھر جناب سیف اللہ نے یہ دس آدمی اپنے ساتھ جانے کے لئے طلب فرمائے۔

رافع بن عیمہ الطائی۔ سیب بن نجبتہ القراری۔ معاذ بن جبل۔ ضار بن الازور۔ سید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی۔ سید بن عامر بن جریج۔ ابان بن عثمان بن سیدہ۔ قیس بن ابیہ۔ زفر بن سجد الیاضی اور عدی بن حاتم طائی۔ جب یہ سب صاحب آگئے تو سیف اللہ نے اصل کیفیت اونکے سامنے ظاہر کی اور فرمایا تم دونوں اوس نشیب تک چلے جاؤ جو ریت کے ٹیلہ کے دائیں طرف ہے اور وہاں چپکے بیٹھ رہنا جو وقت میں تمہیں آواز دہن اوسى وقت میرے پاس آجانا۔ ضار بن الازور نے جواب دیا کہ حضور آپ کی جان سے دور رہیں یہ معاملہ بہت خطرناک معلوم ہوتا ہے جب وہاں آؤں تو دنیا ٹھیک تو کون امر کا مانع ہے کہ ایسے وقت میں اونکا سارا لشکر اپنے سردار کی مدد کو

نہ آجائے اور خدا کو استہانکہ مصرت پہونچاے۔ میری صلاح یہ ہے کہ ہر لوگ اسی وقت رات میں وہاں چلے جائیں اگر اونکے آدمیوں کو وہاں سوتے پائیں تو اونہیں ٹھکانے لگا کے اونکی جگہ سو رہیں ایسا کرنے سے ایک بڑا کٹکامٹ جائیگا۔ خالد بن ولید ضرار کی یہ باتیں سنکر ہنسے اور فرمایا کہ اچھا ایسا ہی کرو۔ غرض کہ ضرار کے ساتھ سب لوگ اسی وقت روانہ ہو گئے۔ خالد نے اونکے لئے دعا کی۔ تہائی رات گزر چکی تھی جب یہ لوگ چلے تھے۔ ضرار سب کے آگے آگے بڑھ رہے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اوس ریت کے ٹیلے تک پہونچ گئے۔ ضرار نے سب کو ٹھہرا دیا اور اپنے کپڑے اوتارے اور تلوار لیکر دبے پانوں آہستہ آہستہ سٹار اوٹیا کی آڑ میں اون لوگوں کو تلاش کرتے ہوئے چلے۔ ناگاہ ایک جگہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ دن بھر کی لڑائی کے تنکے مانہ بے نیجر پڑے سو رہے ہیں۔ ضرار نے چاہا کہ اونکے پاس جائیں مگر ڈرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انہیں سے جاگتا ہو تو پہرہ سوتے ہوؤں کو بھی جگا دیگا اور ہماری چال کھلی جائیگی۔ اس لئے اوٹے پانوں پر کے اپنے ساتھیوں سے اُنکے کہا کہ بشارت ہو تمہیں۔ تمہارا مقصد حاصل ہو گیا انشاء اللہ تم کا میاب ہو گے۔ اپنی تلواریں نکال لو اور چلکے اونہیں مار ڈالو۔ مگر جہاں تک ہو سکے احتیاط کر کہ کھٹکانہوئے پائے اور چاہئے کہ سبکی ضرر میں ایک ساتھ لگیں۔ سہو نے کہا کہ ہمیں آپکا فرمانا بخوشی خاطر منظور ہے۔ پس سب نے اپنی زہین اور کپڑے اوتار اوتار کے جہاں تھے وہیں رکھ دیے اور تلواریں سونت سونت کے ضرار کے ہمراہ ہوئے۔ ضرار اونکے آگے چلے یہاں تک کہ دشمنوں کے سر بانے جا کھڑے ہوئے۔ اون لوگوں کے ہتھیار اونکے سروں کے نیچے رکے تھے۔ ایک ایک مسلمان جدا ہوا کے ایک ایک کے سر پر جا کھڑا ہوا ایک ہی ساتھ سبکی ضرر میں اوپر تلگین اور وہ دسوں ایک ہی وار میں فنا ہو گئے۔ مسلمانوں نے اونکے ہتھیار اور کپڑے لے لئے۔ ضرار نے کہا۔ مبارک ہو۔ یہ پہلی فتح ہے جو تم لوگوں کے ہاتھ رہی۔

انشاء اللہ گل پوری فتح بھی حاصل ہو جائیگی تم نے اس کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے۔ شکر ہے
خدا کا کہ اوس نے جتنے وعدے ہم سے کئے تھے سب پورے کر دئے وہ رات قرار نے خدا کی
شکر گزاری ہی میں صرف کر دی اور حق سبحانہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہے یہاں تک کہ صبح کا پسیدہ
نمودار ہوا۔ اوس وقت اون سہون نے اپنے اپنے کپڑے اتار ڈالے۔ ادن مقتول رومیوں کی
وردیاں پہن لین اور پوشیدہ ہو کے ایک جگہ چپ چاپ بیٹھ رہے۔ مقتولوں کی لاشوں کو
ریت میں چھپا کے اون پر اور طبی ڈال دی تاکہ شاید کوئی رومی ادھر آئے ہی تو اون کی لاشیں دیکھ کے
اوس کا ماتہ نہ ٹھنکے۔

واقعی رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ صبح کو حضرت سیف الدین القمار خالہ نامہ ارفضی
تعالیٰ عنہ نے نماز نہایت خفیف و خشوع کے ساتھ پڑھ کے دعا کی کہ اے وحدۃ لا شریک لہ مجھے
ناچیز حقیر بندہ کی طرف نہ دیکھ۔ اتنے مسلمانوں کی بیکسی ولا چاری پر نظر کر جو تیرے دین کی مدد کیو
اس لشکر میں جمع ہیں تیرے سوا کوئی ان کا حامی و مددگار نہیں۔ اے ذوالجلال۔ انہیں بہمت و حرأت
عطا فرما تاکہ لڑائی کی ہر مصیبت میں صبر اختیار کریں اور تیرے دین کو قائم رکھیں۔ میری مجال نہیں
جو کچھ کر سکوں۔ ایا زقدار خود بٹناش کا معاملہ ہے نہ اس لشکر کا بوتا ہے کہ اس ٹیڑی دل کا بال
بیگا بھی کر سکے جو کچھ کیا تو نے کیا اور جو کرتا ہے تو کرتا ہے اور جو ہو گا تیرے کرنے سے ہو گا۔ عہ
بے رضاے تو یکے برگ پنجبد زودخت۔ اپنے دین کی عظمت پر قرار رکھنے کے لئے جو مناسب
ہو کر۔ سارا لشکر جماعت میں شامل تھا۔ سہون نے ایسے شیر کے گڑ گڑانے پر رور وکے آئیں کی۔
فتح و ظفر نے خالہ کی رکاب کو آکے بوسہ دیا۔

پھر خالہ بن ولید نے سرخ ریشمی لباس زیب کیا۔ عمامہ زرد سر مبارک پر باندھا اور مسلمانوں
کی صفوں کو لڑائی کی صورت میں مرتب کر کے کھڑا کر دیا۔ اسی طرح رومیوں نے بھی نشان اور

صلیبین بلند کین۔ اپنے پُر آب چمکدار ہتیار ظاہر کئے اور صفین کٹری کر دیں۔ دشمنوں کے لشکر کے قلب سے ایک سوار جدا ہو کر فوج اسلام کے سامنے آیا اور بولا۔ اے گروہ عرب۔ کیا تم بد عہدی اور فریب کرنے پر آمادہ ہو جو تمہارے لئے اپنے لشکر کو بجا لیا پس تمہیں دیکھ کر ہمارے سردار کو بھی اپنی فوج کی راستگی کرنی پڑی۔ وہ معاہدہ کدھر ہے جو کل تمہارے ہم سے کیا تھا۔ یہ سن کر خالد بن ولید نے اسے اور فرمایا ہمارا شیوہ غدر اور بیوفائی نہیں ہے۔ اوس سوار نے کہا تو میرے ساتھ آشریف لے چلئے وردان نے آپکو بلایا ہے۔ خالد بڑے اچھا تم جا کے کہدو کہ میں آتا ہوں۔

اوس سوار نے جا کے وردان کو اطلاع کی کہ لشکر اسلام کے سپہ سالار آتے ہیں۔ اوسی وقت وردان نے اپنی نمائی زورہ بستی۔ جزاؤں کو بند لگے مین ڈالا اور سر بند و تاج سر پر رکھا۔ خالد بن ولید نے اسکا بناؤ دیکھ کر فرمایا کہ انشاء اللہ تمہارے یہ سب مال غنیمت مین مسلمانوں کے ہاتھ آئیگا۔ پھر جناب امین الامتہ کی طرف مخاطب ہو کر التماس کی۔ یقین ہے کہ ضرر اور اونکے ساتھی دشمنوں تک پہلے سے پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنا کام کر لیا ہے۔ جسوقت آپ مجھے حملہ کرتے ہوئے دیکھیں آپ بھی لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیدیں۔ پھر تمام لشکر کو سلام کیا۔ اور بکی دعائیں لیتے ہوئے بسم اللہ کر کے یہ اشعار پڑھتے چلے۔

فاغفر لھما ان ونامنی الاحمل
واغفر لھما علمت من دال
مالی سواک فی الامور متکل

علیک الھی فی الامور الحکل
وفقی الھی الخیر العمل
والقمع بسیفی الشر حتی یتضحل

یعنی اے خدا سب کاموں مین مجھے تیرا ہی بہرہ دے۔ یا اللہ العالمین اگر میری موت قریب آئی ہے تو مجھے بخش دے۔ اے خدا مجھے بہتر کاموں کی توفیق دے اور میری لغزشوں کا تجھے

اچھی طرح علم ہے اور نہیں معاف کر دے۔ میری تلوار سے تو فقر و شرک کو یہاں تک کہ وہ ڈال کہ وہ معدوم ہو جائیں میں اپنے کاموں میں سوائے تیرے کسی کا بہرہ و سائین کرتا۔

روایت ہے کہ جب خالد بن ولید و ردان کے سامنے پہنچے تو وہ اونکا لباس دیکھ

بہت متعجب ہوا اور انہیں دیکھتے ہی اپنے اونٹ سے اتر پڑا۔ سیف الدہی گھوڑے سے

نیچے آئے اور دونوں زمین پر بیٹھ گئے۔ خالد بن ولید کے خوف سے اونے اپنی تلوار کو مضبوطی

سے ہاتھ میں تھامے رکھا۔ خالد بولے۔ اچھا۔ کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ مگر خبردار جو کہیو سچ کہیو

جھوٹ کو اس وقت بالکل چھوڑو۔ اور سمجھو کہ ہم لوگ مکار اور فریبیوں کی موت ہیں۔ و ردان بولا

کہ پہلے تم بیان کرو۔ تم کیا چاہتے ہو۔ تم کو مناسب ہے کہ خلق اللہ کی غوزیزی سے پرہیز کرو۔ اگر تم

دنیا کے مال و متاع کے طلبگار ہو تو مجھ سے مانگو میں ہرگز اوسکے دینے میں نخل نہ کروں گا اور سمجھو نہ گنا

صدقہ دیا رہا کیونکہ ہمارے نزدیک تم سے زیادہ محتاج اور بیک منگی قوم دنیا کے پردہ پر اور

کوئی نہیں ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ تم قحط کے مارے ہو۔ ملک کے رہنے والے ہو۔

تنگے ہو۔ اور لا غری کے ستارے ہو۔ خالد اوسکی یہ ڈینگین سنے کر ہم ہوئے اور فرمایا۔ اے

عیسائی کتے۔ بکتا کیا ہے۔ ہمیں خداوند کریم نے تیری خیرات سے بے پردہ کر دیا ہے۔ تمہارے

مال۔ تمہاری عورتوں اور اولاد کو ہم پر حلال کیا ہے۔ ہمیں جب وہ چیزیں مل جاتی ہیں تو یا ہم بانٹ

لیتے ہیں۔ اگر تمہیں اس سے بچنا ہے تو۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہلو۔ جو اس سے

انکار ہے تو جزیہ دو۔ اور جو یہ بھی منظور نہیں تو تلوار سے ہمارا تمہارا فیصلہ ہو جائیگا۔

واقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سنکے و ردان بغیر تلوار نکالے ہوئے اوٹھ کھڑا ہوا۔

کیونکہ اوسے یقین تھا کہ خالد اکیلے ہیں اور میرے حمایتی پاس ہی موجود ہیں خالد کے ٹکڑے اوڑھ کر

البتہ اونے اتنا کہہ دیا کہ اوچھل کے خالد کے دونوں بازو پکڑ لئے۔ خالد بھی اوس سے لپٹ گئے

اور اوسے پکڑ لیا۔ وردان نے اپنے آدمیوں کو لپکا رکھ دوڑو میری مدد کو یہ عربی مجھ سے گستاخی کرتا ہے۔ صلیب نے سپہ سالار عرب کو اب ہمارے بس میں کر دیا ہے۔ اوسکا یہ کلام بہنو تمام نہیں ہونے پایا تھا کہ ضرار بن الازور اور انکے ساتھیوں نے لپک کے وردان کی مشکین کس لین جب وردان نے یہ حال دیکھا تو اوسکے اوسان خطا ہو گئے اور کانپنے لگا۔ سیف اللہ سے کہا کہ اے خالد۔ تمہیں قسم ہے اپنے معبود کی تم اپنے ہاتھ سے مجھے مار ڈالو مگر ضرار کی طرف اشارہ کیا کہ یہ شیطان مجھے نہ مارے۔ خالد بولے کہ مردود۔ تو نے میرے ساتھ دغا کی اب سوائے انکے اور کوئی تیرا قاتل نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ سنتے ہی ضرار نے ایک ہاتھ میں اوسکا سترن سے جدا کر دیا۔ خالد نے اون لوگوں سے کہا۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں یہ حال رومیوں کو نہ معلوم ہو جائے وہ کھڑے دیکھ رہے ہیں پس تمام اون پر حملہ کر دو اور جب انکے قریب پہنچو تو تکبیر کے نعرے بلند کرنا جنہیں سنکر ہمارا لشکر بھی تمہاری مدد کو آجائیگا۔ پس خالد اور ضرار یکے آگے ہوئے اور باقی آدمی مقتول رومیوں کی وردیاں پہنے اور اونہیں کے ہتھیار لگائے ہوئے انکے پیچھے چلے۔ رومیوں نے وردان کے سر کو جو خالد کی تلوار کی نوک پر تھما دیا اور سے خالد کا سر سجھا اور اپنی وردی والوں کو وردان کے ساتھی خیال کیا۔ خوشی سے ہو لگے اور تالیان بجانے اور اوچلنے کودنے لگے۔ صلیب بن بلند کر دین اور شور و غل ہو ڈلگا۔ خالد بن ولید نے جلدی سواونکے لشکر کے پاس پہنچنے کی آواز دی کہ اے رومیو۔ دیکھو یہ تمہارے سردار وردان کا سر ہے اور میں خالد بن ولید ہوں۔ یہ کہنے اوسکے سر کو انکے لشکر میں پھینک دیا اور زور سے تکبیر کا ایک نعرہ مارا۔ انکے پیچھے سے ضرار اور انکے ساتھی بھی تکبیر مین کتے ہوئے نکل آئے اور رومیوں پر حملہ آور ہوئے یہ آواز جناب امین الامتہ کے کان میں جو پہنچی تو فرمایا کہ اے دین امتین کے حامیو اور نگہبانو۔ دیر کیا ہے۔ فتح تمہاری ہے حملہ کر دو۔ سارا لشکر اسلام رومیوں پر جبک پڑا۔ رومیوں نے

جو اپنے سردار کا سر دیکھا ہاتھوں کے طوطے اوڑ گئے۔ سمجھ کہ وردان کے مرنے اور بھی رہا سہا
تباہ کر دیا براگ نکلے۔ ہر جگہ تلوار نے اونکا پیچھا لیا۔ غرض کہ صبح سے عصر کے وقت تک تلوارین
رومیوں ہی کے سر وں پر چلتی رہیں اور وہ سب متفرق اور پریشان ہو گئے۔

حضرت عامر بن طفیل الدوسی فرماتے ہیں کہ جنگ اجنادین کے زمانہ میں ہم امین الامتہ
کے لشکر کے ساتھ تھے۔ دمشق کوڑے میری نگرانی میں رہتے تھے۔ ہمنے دعتک مشرکین کا
پیچھا کیا۔ وہاں دفعتاً ایک غبار نمودار ہوا۔ ہم سمجھے کہ یہ رومیوں کا لشکر ہے جسے ہر قتل نے وردان
کی مدد کو بھیجا ہے پس ہم سب لوگ تم گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے مدینہ سے ہماری اعانت کے لئے فوج بھیجی ہے جو اثنا سہ راہین مفرور رومیوں کو پکڑتی
دیکھتی مارتی دھاڑتی چلی آتی ہے۔

روایت ہے کہ مشرکین کو جسد شکست ہوئی ہے اسی دن حضرت عمرو بن العاص
بن وائل السهمی مع اپنے لشکر کے آگئے تھے اور جنگ اجنادین میں وہ اور اونکا لشکر دونوں سالانوں
کے ساتھ تھے۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجنادین کی لڑائی میں رومیوں کی تعداد نو ہزار
تھی۔ اونہیں سے پچاس ہزار مارے گئے۔ چونکہ لڑائی کے گرد و غبار اور بدحواسی میں اونہیں کچھ
سوچتا نہ تھا اس لئے آپس میں ایک رومی نے دوسرے کو قتل کیا اور اسطور سے بہت سے
رومی کام آئے۔ جو متفرق ہو کے براگ گئے اونہیں سے بعضے تو قیساریہ پہنچے اور بعضوں نے
دمشق کی دھن باندھی۔

غیمت میں سوئے کی بے تعداد زنجیریں اور سونے اور چاندی کی صلیبیں اور اتنا
مال و اسباب ہاتھ لگا کہ اس وقت تک کسی لڑائی میں نہ ملا تھا۔ جناب سیف اللہ کے اوس

تمام مال کو معہ وردان کے تاج کے جمع کر لیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ جب دمشق کو فتح کر لینگے تو سب مال غنیمت اکٹھا تقسیم کیا جائیگا۔

۲۸۔ جمادی الاول ۳۱ھ میں سیر کے دن جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے تیرہ دن پہلے اجنادین کی لڑائی فتح ہوئی۔ اس کی اطلاع جناب خالد نے بذریعہ اس عرشی کے خلیفہ رسول اللہ کو دی۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ من خالد بن الوليد الى خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم سلام عليك فاني احمل الله الذي لا اله الا هو واصلي على نبيه محمد صلى الله عليه وسلم ثم ازيد حمد او شكر على سلامته المسلمين ودماء المشركين واتحاد جمرتهم والفضل عنيتهم وانا لقبنا جموعهم باجنادين مع وردن صاحب حمص۔ وقد اشرنا وكتبهم ورفعوا صلبانهم وتقاسموا بدينهم الا يفرور۔ ولا يهزبون فخرنا اليهم وايقنوا بالله متوكلين على الله فعلم ربنا ما اخبرنا في اشدتنا وسرايرنا فزقنا الصبر وايدنا به بالنصر وكتب اعداء الله بالقهر وقتلنا منهم فكل فخر وشعب واد وجلة من احصينا من الروم قتل خمسون الفا وقتل من المسلمين ذوال يوم وثانيسه اربع مائة وخمسة وسبعون رجلا غنم الله لهم بالشهادة ويوم كتبت اليك هذا الكتاب وهو يوم الخميس ليلة مئتمنا من جمادى الاخيرة ونحو راجعون الى مشقة فادع الله لنا بالنصر والسلام عليك وعلى جميع المسلمين بسم الله الرحمن الرحيم۔ یہ خط ہے خالد بن ولید کا خلیفہ رسول اللہ کے نام۔ سلامتی ہو تم پر۔ پس تحقیق میں اوس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور روزِ ہیبتاً ہوں خدا کے نبی محمد صلعم پر۔ پس مسلمانوں کی سلامتی اور مشرکین کی ہلاکی اور اونکی آگ کے پھانے اور اونکے خودوں کے پہاڑ ڈالنے کی واسطے اوسکی حمد و شکر اور زیادہ کرتا ہوں۔ اجنادین میں مجھ سے

اور اونکی ایک فوج سے مقابلہ ہوا جو وردان حاکم حمص کے ماتحت تھی تحقیق انہوں نے اپنے لشکر کو خطا ہر کیا۔ صلیبوں کو بلند کیا اور آپس میں اپنے دین کی قسم کھائی کہ ہم میدان جنگ سے نہ ہٹا گینگے۔ ہم الصبر پر بہرہ ور سا کر کے اونکے سامنے ہوئے۔ جو کچھ ہمارے دلوں میں تھا اوسکو اللہ نے جانکے ہمیں صبر دیا اور ہماری مدد کی اور دشمنان خدا کے ناموں پر متھوری لکھی۔ پس ہننے اونکو ہر راہ اور گہائی اور میدان میں مارا۔ اونکے پچاس ہزار آدمی مارے گئے۔ چار سو پچتر مسلمان شہید ہوئے دو تین ماہ جمادی الآخر کی گزری ہیں جمعرات کا دن ہے جب میں نے یہ خط لکھا تھا ہے۔ اب ہم دمشق جاتے ہیں ہمارے لئے خدا سے فتح کی دعا کیجئے۔ اور سلامتی ہو آپ پر اور سب مسلمانوں پر۔ اس نامہ کو سیف اللہ نے عبد الرحمن بن حمید الحجی کو دیکے دربار خلافت میں مدینہ روانہ کیا اور خود معہ فوج ظفر موج دمشق کی جانب کوچ فرمایا۔

روایت ہے کہ جناب صلیب اکبر کے دل کو ایسی لگی ہوئی تھی کہ ہر روز شام کی خبروں کے تجسس میں مدینہ سے نکلکے باہر چلے آتے تھے اور ہر آنے والے سے وہاں کے حالات دریافت فرماتے تھے۔ اسی حالت انتظار میں عبد الرحمن بن حمید پہنچے۔ صحابہ نے پوچھا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ خالد بن ولید کا بیجا ہوا شام سے آیا ہوں۔ لوگ اونکو ہاتھوں ہاتھ حضور صلیبی میں لے گئے۔ جناب ابوبکر اونکے چہرہ سے بشارت ٹپکتی دیکھکے سجدہ شکر کیا اسطے زمین پر گر پڑے۔ عبد الرحمن بن حمید نے عرض کی السلام علیک۔ یا خلیفہ رسول اللہ اپنا سر مبارک سطح خاک سے اوٹھمائے تحقیق خدا نے آپ کا دل ٹھنڈا کرنے کے لئے مسلمانوں کو شام میں نمایان فتح عطا فرمائی، حاجب آپ نے یہ سن لیا تو سجدہ سے سر اوٹھایا۔ عبد الرحمن نے سیف اللہ کا نامہ حضور میں گزارنا۔ وہ امین الامتہ کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔ پہلے تو آپ او سے خاصوشی کے ساتھ تظری سے ملاحظہ فرما گئے پھر باوازد بن لوگون کو ستایا۔ اوسوقت بڑا ہجوم

ہو گیا تھا اس لئے خبر تمام مدینہ میں شہر ہو گئی اور سارا شہر مسجد نبوی کے دروازہ پر اومٹ آیا چنانچہ وہاں تین بار تواتر آپ کو وہ خط پہنچا دیا۔

روایت ہے کہ جب یہ خبر اور مال غنیمت کی کیفیت اہل مدینہ پر منکشف ہو گئی تو مسلمانوں نے حصول ثواب کے لئے آپس میں شام جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ جب اس فتح کی خبر مکہ پہونچی تو وہاں کے بھی بڑے بڑے رئیس اور سردار مثل ابوسفیان بن صخر بن حرب اور عیداق بن ہاشم وغیرہ کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کے ساتھ نہایت رعب اور دبدبہ اور ہیبت سے آن موجود ہوئے اور صدیق اکبر سے التماس کی کہ ہمیں بھی جہاد کے لئے شام جانے کی اجازت مرحمت فرمائے جناب فاروق اعظم نے فرمایا کہ انکی درخواست منظوری کے لایق نہیں کیونکہ اس قوم کے دل و زمین ابھی تک مسلمانوں کی دشمنی جاگزیں ہے۔ تعریف ہے خدا کی جب کلام برتر ہے اسی نے اس قوم کا چیتا نمونے دیا یہ لوگ اب بھی حالت کفر میں ہیں انہوں نے خدا کے نور کو پہونکا ہے بھگانا چاہتا ہے ہماری تلواروں کے خوف سے مسلمان بنے ہوئے ہیں اب ہماری فتح کی خبر سنکر مال کی طلب میں شام جانا چاہتے ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر! میں تمہاری رائے کے خلاف کوئی کام نہیں کرنا چاہتا۔

جب اہل مکہ کو اسکی خبر ہوئی تو وہ سب مسجد نبوی میں خلیفہ کے حضور میں حاضر ہوئے جناب علی مرتضیٰ صدیق اکبر کے داہنی جانب اور عمر فاروق بائیں طرف تشریف فرما تھے اور چاروں طرف سے مسلمانوں نے گیر رکھا تھا۔ فتح شام کے ذکر ہو رہے تھے کہ قریش بھی وہاں پہونچکے پیٹھم گئے۔ ابوسفیان بن صخر بن حرب نے جناب فاروق کی خدمت میں کہہ دی ہو کہ عرض کی کہ اے عمر! تم زمانہ جاہلیت میں ہمارے سخت دشمن تھے اور اب کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں پھر بھی تم ہماری دشمنی کو اپنے دل سے نہیں نکالتے۔ تمہاری قرابت کو بالکل چھوڑ دیا ہے

اور ذرا ہی محبت ہم سے نہیں رکھتے۔ ایک باپ کی اولاد میں ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بات سن کر جناب عمر رضی اللہ عنہ کو پسینا آگیا اور فرمایا۔ میں نے محض دین کی خیر خواہی سے یہ کہا ہے ورنہ ذاتی دشمنی تم سے کوئی نہیں۔ تم اپنے سب کی بڑائی بیان کر کے سابق الایمان لوگوں پر ترجیح چاہتے ہو۔ ابو سفیان نے جواب دیا کہ میں آپ کو اور خلیفہ رسول اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنی ذات کو خدا کی راہ میں قید کر دیا ہے اور میری حال سب رؤسائے مکہ کا ہے اب ہماری تقصیر میں معاف کر دیجئے اور ہمارے ہمال پر مہربان ہو جائے۔ جناب عمر اونچی یہ گفتگو سُن کر راضی ہو گئے اور جناب صدیق اکبر سلمے اون لوگوں کو وعادی۔

روایت ہے کہ تمہارے ہاتھ میں گزرنے والے سے ایک گروہ گذر گیا۔ اس کے سردار عمرو بن معدی کرب الزید تھا۔ عورتیں اور لڑکے بھی اون کے ہمراہ تھے۔ اون کے بعد ہی مالک اشتر فتحی آئے۔ اونہیں جناب علی مرتضیٰ سے بہت محبت تھی اس لئے اونہیں کے پاس فروکش ہوئے۔ وہ اکثر معرکوں میں جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ رہ بھی چکے تھے اسی طرح قوم جرحم بھی حاضر ہوئی اور سہون نے حیلہ اسکے قصد سے شام جائیکا ارادہ ظاہر کیا پس یہ سب ملے سات ہزار آدمیوں کا لشکر ہو گیا۔ جناب ابو بکر صدیق نے اونہیں خالد بن الولید انحرزونی کے پاس روانہ کیا اور یہ خط لکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ مَآبِیْ بَکْرٍ خَلِیفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ الْمُخَرَزَمِيِّ وَمِنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَا بَعْدَ فَاذِ احْمَدُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَصْلَى عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَواتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتَقْوَى اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْجَهْرِ وَالرَّفْعُ بِالْمُسْلِمِينَ إِلَى الْحُلِّ بِضِعْفِهِمْ وَالْجَوَازُ عَنْ مَسِيئِهِمْ وَالْمَشَاوِرُ وَهُوَ وَقَدْ فَرَحْتَ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَأَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ مِنَ النُّصْرَةِ وَهَزَمَ الْكَفَّارَ فَاجْلِ السَّيْرَ وَابْتَاعِ الْإِلَافَةَ لَهَا وَاقْضِ أَرْضَهُمْ وَأَنْزِلْ عَلَيْهِمْ خِلَةَ الشَّامِ إِلَى أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ تَعَالَى يَفْتَحَهَا عَلَى

یדיک ثم انا حص والمعرات واطلب انطاکیه والسلام علیک وعلی
من معک من المسلمین ورحمة الله وبرکاته وقد نفذت الیک ایتال
الیمین والیموت النخج وافیال مکة ویکفیک عمر ومعد یکرب وما لک الا شتر
وان نزلت علی المدینة العظمی ذات الجبل المطل انطاکیه فان الملك
هناک فان صا لحک فصا لحه وان جاسریک فجاریه ولا قدخل
الدوب وکنا بتنی بذلک مع انی اظن ان الاجل قد اقترب هرقل کل نفس ایهة الموت الشیطان

سبحم المد الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے خالد بن الولید انخرومی اور
اونکے ساتھی مسلمانوں کو۔ اما بعد۔ تحقیق میں تو لیت کرتا ہوں اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور درود
بہت جتا ہوں اللہ کے نبی محمد صلعم پر اور تمہیں حکم دیتا ہوں پرہیزگاری اور خوف خدا کرینکا۔ ہر پویشیدہ اور
ظاہر حال میں اور حکم کرتا ہوں نرمی رتنے کا مسلمانوں کے ساتھ اور ضعیف مسلمانوں کے بار اور ٹپکا
اور اونہیں سے برائی کر نیوالوں کی برائی سے درگزر کرینکا اور ہر بات میں اون سے مشورہ کرینکا۔
تمہیں خدا نے فتحیاب کیا میں خوش ہوا۔ اونے تمہیں مدد اور کفار کو ہزیمت دیکے اپنا وعدہ
پورا کیا۔ پس تم اپنی سواری کے جانوروں کو یہاں تک لیجاؤ کہ انتہائے زمین کے کفار کو بلی سپر
کرو اور ملک شام کے باغون میں چلے جاؤ۔ تا انیکہ خدا تمہارے ہاتھ سے اوسکی فتح کا حکم
دے۔ پھر حص اور معرات کی طرف جاؤ اور انطاکیہ کو طلب کرو۔ سلامتی ہو تمہارے اور تمہارے ساتھی
مسلمانوں پر تحقیق میں نے روانہ کر دیا ہے تمہارے پاس دلیران یمین و شیران نخج اور سرداران
مکہ کو۔ تمہارے کام کے لئے عمر و معد یکرب اور مالک اشتر کافی ہیں جب تم بڑے پہاڑوں سے
شہر انطاکیہ میں پہنچو تو بادشاہ وہین ہے اگر وہ تم سے صلح کرنا چاہے تو کر لینا اور جو طے تو
سامنا کرنا۔ اور مجھے اطلاع دیکے پہاڑوں کے درون میں جانا۔ علامہ برین میں جانتا ہوں

کہ ہر قتل بادشاہ کی موت قریب ہے۔ ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ اور سلامتی ہو تمپر۔
یہ خط لکھکے اوسپر رسول اللہ کی مہر ثبت کی اور عبد الرحمن بن حمید الحنفی کو دیا کہ تمہیں خالد
کا خط لائے تمہیں جواب بھی لیجاؤ۔ عبد الرحمن خط یکے اپنی ساندٹی پر سوار ہوئے شارع
عام کی راہ سے منزلین طے کرتے ہوئے دمشق پہنچے اور صدیق اکبر کا خط سیف اللہ کو دیا۔
روایت ہے کہ دمشق والے ہر قتل کے لشکر اور ودان کی شکست سنکے پہلے ہی سے
گہرا گئے تھے۔ اہل دیہات اور گرد و نواح کی بستیوں کی لوگ بہاگ بہاگ کر دمشق میں پناہ گزین
ہو گئے تھے۔ پس وہاں سامان قلعہ بندی کا ہونے لگا۔ تلوار اور نیزے بلند ہوئے اور شہر پناہ
کی فیصلوں پر اسباب جنگ فراہم ہونے لگے۔ اس اثنا میں سیف اللہ القمار جناب خالد نامدار
بھی اپنے شیردن کے لشکر کو لئے ہوئے وہاں پہنچے۔ اس دفعہ جناب عمرو بن عاص۔
شرجیل بن حسنہ۔ عمرو بن ربیعہ اور معاذ بن جبل بھی معہ اپنے دو دو ہزار آدمیوں کے زیادہ
ہو گئے تھے۔ جب اہل دمشق نے جرادون کے اس مجمع کو دیکھا تو سکتہ کا عالم ہو گیا اور اپنی ہلاکت
کا یقین کر لیا۔ جناب خالد دیر خالدین آکے اترے جو دمشق سے ایک میل تھا۔ وہاں آپنے
اہرے فوج کو طلب کر کے جناب امین الامتہ سے عرض کی کہ دمشق میں نے ہمارے یہاں سے
جانے کے وقت جو فریب ہمارے ساتھ کیا تھا وہ انکو خوب معلوم ہے پس آپ اپنے لشکر کو
لیکر باب جانیہ پر تشریف لیجائیں اور اپنی جگہ پر استحکام کے ساتھ قائم رہیں مگر انکے فریب میں آگے
کیمن اون سے صلح نہ کریجیگا۔ دروازہ سے فاصلہ پر اترنا تو انکے ضرر سے محفوظ رہو گے۔
لوگوں کی نوبت اور بارہی مقرر کر کے ایک فوج کو دوسری کے بعد اون سے لڑنے سے منع کیا تاکہ
مسلمان تمکنے نہ پائیں۔ لڑائی کے طول اور وہاں کے زیادہ ٹہرنے سے مطلق نہ گہرا ناکیو تاکہ
صیر کے بعد ضرور فتح ہوتی ہے۔ یہ سنکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے فرمایا کہ میں بخوشی ایسا ہی

کروں گا جیسا تم نے کہا ہے اور چوتھی لشکر ساتھ لیکے باب جا بیس پر جا پہنچے۔

اونکے واسطے وہاں طائف کے چمڑہ کا خیمہ کھڑا کیا گیا۔ سلیمان بن عوف نے عبد اللہ سے اور انہوں نے ابی محمد عبد اللہ بن حجاز الانصاری سے روایت کی ہے کہ میرے دادا صاحب اس معرکہ میں امین الامتہ کے ساتھ تھے۔ میں نے اون سے پوچھا کہ ابو عبیدہ بن جراح کے ساتھ تو بیت سے عمدہ عمدہ روم کے خیمے تھے اور میں سے کوئی شاندار خیمہ اونکے واسطے کیوں نہ تھا؟
 کر دیا گیا چمڑہ کے خیمہ خیمہ میں ایسے جلیل القدر سردار کو کیوں ٹیم لیا۔ نیز اجنادین۔ بصری۔ شحور اور حوران کے کئی ہزار خیمے اونکے ساتھ موجود تھے۔ جدا مجد فرمانے لگے کہ بیٹا۔ جناب امین الامتہ بڑے محتاط فزوتن اور منکر مزاج تھے۔ کسی حالت میں خوف خدا اون سے نہیں چڑھتا تھا۔
 زینت دنیا کو انہوں نے ہمیشہ سیح و پلوچ بجا۔ مسلمانوں کے واسطے وہ اسے کسی طرح مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اونکا یہ قول تھا کہ انسان کو دولت دنیا پر کبھی مغرور نہ ہونا چاہئے یہ آج اسکے پاس ہے تو گل اوسکی بغل میں ہوتی ہے۔ اسنے اپنے مالکوں کے ساتھ کب وفائی جو ہمارے ساتھ کر لی گی۔ غرض کہ ان مقدس لوگوں نے ہمیشہ دنیا کی ثروت کو لات ماری اسی لئے دولت دنیا دوڑ دوڑ کے اونکے پیروں میں پڑتی تھی۔ ایک دفعہ کسی نے اونکی خدمت میں عرض بھی کی کہ اگر حکم ہو تو آپکے لئے کوئی چمکدار خیمہ نصب کر دیں ہمارے ساتھ تو بڑے بڑے شاندار خیمہ ہیں۔ جناب امین الامتہ نے فرمایا کہ نہیں۔ بہائی۔ میرا چمڑہ ہی کا خیمہ اچھا ہے تاکہ رومی دیکھ کر یہ نہ کہیں کہ مسلمان دنیوی شان و شوکت کے لئے جاہلین دیتے ہیں حالانکہ ہم محض اعلا سے کلمۃ الحق کے لئے اپنا لہو پانی ایک کرتے ہیں اور صرف اوسکا ثواب خدا سے چاہتے ہیں۔
 بیٹا۔ یہ حال تو ان بڑے بڑے لوگوں کا ہے جنکے صفات کو فرشتہ بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ہم عام مسلمان جب کفار کے شہروں میں پہنچتے تو اون سے دور اپنے خیمے کھڑے

کرتے تھے اور اونکے آگے کوٹھے اور ہتھار کھڑے کر لیتے تھے۔ اور کبھی اونکے شہرون
میں جہانکستے تک نہ تھے کہ کہیں عیش و عشرت کی لت اونکے دیکھا دیکھی ہم میں ہی نہ لگ جائے
اور عیش و نبوی کی خاطر دین کی محبت ہمارے دلوں سے نہ جاتی رہے۔ انشاء اللہ ہو اسے کہ
موسلا دہار میں ہم لوگ میدان میں پڑے بیگائے ہیں مگر کفار کے خیموں میں نہ بیٹھے کیونکہ
اونہیں کبھی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا تھا اگر لیا بھی گیا تھا تو شرک کے ساتھ۔ بہت سے ہم میں
سے خالی ہاتھ دشمنوں سے لڑنے جاتے تھے اور بہت سے ایسے تھے جو چوبارے
کی گٹلیاں ڈوروں میں باندھ باندھ کے زمرین بنالیتے تھے اور کفار کے ہتھیاروں سے
ہاتھ ہی نہیں لگاتے تھے حالانکہ بے انتہا اسلحہ ہمارے لشکر میں یوں ہی بیکار پڑے رہتے
تھے۔ غرض کہ امین الامتہ جب باب جابیہ کے سامنے جاؤ تو رے تو اپنے لوگوں کو لڑنے کا
حکم دیدیا۔

پھر جناب سیف الدین نے یزید بن ابوسفیان کو طلب فرما کے حکم دیا کہ تم باب الصغیر
پر چلے جاؤ وہاں پہونچے ہر بات کی احتیاط رکھنا اگر کسی ایسی جماعت سے تمہاری منڈ بٹیر ہو جائے
جس کا مقابلہ تم نہ کر سکو تو فوراً مجھے اطلاع کرنا میں تمہیں مدد بھیجوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر کاتب رسول اللہ حضرت شریف بن حسنہ کو بلا کے حکم دیا کہ تم اپنے لشکر کو لئے ہو
باب تو مار چلے جاؤ مگر خبردار رہنا کہ اوس دروازہ کا حاکم ہر قل کا داماد تو ماہی وہ لڑائی میں ہوشیار
اور تجربہ کار ہے۔ اسی لئے بادشاہ نے اوس کو اپنی بیٹی دی ہے اگر وہ تمہارے مقابلہ کو نکلے
تو فوراً مجھے اپنے پاس بلا لینا۔ جناب کاتب وحی نے فرمایا کہ حضرت۔ ہم میں سے بھی کوئی ایسا
نرم نوالہ نہیں ہے جسے وہ منہ میں رکھ کے غٹ سے نکل جائیگا ہمیں خدا کی مدد چاہئے انشاء اللہ
اوسے دیکھ لینے آپ خاطر جمع رکھیں۔

پھر عمر بن العاص بن وائل السہمی کو بلا کے حکم دیا گیا کہ تم اپنا لشکر لیکر باب الفراء میں پرچلے
جاؤ وہاں سے ایک دم بھی نہ ہٹنا بڑے بڑے بہادر اور دلیر رومی اور بہر ہی مجتمع ہیں۔
اونکے بعد تیس بن ہبیر قنطاری طلب کئے گئے تھوڑا سا لشکر انہیں دیکے باب کیسا
پر متحین فرمایا۔

دشمن کا باب مرقس بند تھا اور سپر لڑائی نہیں ہوئی اسی وجہ سے اہل عرب نے اس کا نام
باب السلامتہ رکھ لیا تھا۔

جناب سیف الدنود باب شرقی پر اور پڑے اور ضرار بن الازور کو بلا کے دو ہزار سوار
انہیں سپرد کئے اور حکم دیا کہ تم طلیعہ کے طور پر رہو اور تمام شہر کے گرد شب و روز گشت لگایا کرو۔ اگر کین
تمہیں مشکل پیش آئے یا دشمنوں کے جاسوس نظر پڑیں تو ہمیں مطلع کرنا جیسا مناسب ہو گا کیا جائیگا
ضرار بن الازور بولے کہ آپ لڑائی سے تو مجھے الگ کرتے ہیں اور ایک اُونگتے ہوئے کام میں
لگائے دیتے ہیں میں اسے پسند نہیں کرتا۔ جناب خالد نے جواب دیا کہ میں نے سخت ترین کام تمہارے
ذمہ کر دیا ہے میری اور تمام لشکر اسلام کی جانیں تمہاری نگرانی میں آگئیں اب تم سیاہ و سفید جو چاہو کر سکتے ہو
میں تمہیں لڑنے سے کب روکتا ہوں موقع مناسب پر جب ضرورت دیکھو بڑھ ہی جانا۔ ضراریہ سکے
خوش ہو گئے اور یہ اشعار بڑھ پڑتے ہوئے چلے۔

بسم یتیک بالویل الطویل
قطع قاتل قضب صقیل
دارم القوم باخطب الجلیل

دمشق قد اتاک ضراریو ما
سا ضررب فی علوج قضیب
سا ضررم فی الجوانب منک ناراً

اے دمشق۔ آج ضرار تیرے پاس ایسے شخص کا ماتحت ہو کر آیا ہے جو تجھ پر بڑی سنجی ڈالے گا
غصیب میں دشمنوں کو اپنی کاٹنے والی۔ ہلاک کرنی والی اور چکنے والی تلوار کے کنارہ سے

نیت و نالود کرد و لگا۔ وہ وقت اب قریب آپہونچا ہے کہ میں تیرے چاروں طرف آگ شجاعت کی روشن کروں اور کلام بزرگ سے تیرے سب حمایتوں کو راہ فرار دکھا دوں۔

چونکہ جناب خالد باب شرتی پر تھے اسلئے اوسى طرف سب دشمنى یہ سوچ کر جھک پڑے کہ ہم اپنی عورتوں اور اولاد کو مسلمانوں کے قبضہ میں نہ جانے دیں گے اور جب تک ہم میں سے ایک بھی باقی رہیگا لڑنے سے منہ نہ موڑیں گے۔ پہلے طرفین سے تیرا پرتہ چلتے لگے۔ دونوں جانب کے بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ عین ہنگامہ کار زار میں عبدالرحمن بن حمید الحنفی صدیق اکبر کا نام لے لئے ہوئے سیف الہد کے پاس پہونچے۔ اس وقت آپ اور رافع بن عمر الطائی مسلمانوں کی ایک جماعت ساتھ لئے ہوئے کفار سے لڑ رہے تھے کہ لڑائی لڑ رہے تھے۔ عبدالرحمن نے پاس جا کے نامہ مبارک آپ کے ہاتھ میں دیا۔ خالد اسے پڑھنے کے کمال محفوظ ہوئے اور باؤز بلند اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہاں تو۔ مہربان خلیفہ ہماری طرف سے ہرگز غافل نہیں ہیں۔ اپنی اولاد اور اپنی جان سے زیادہ اونکو ہمارا خیال ہے۔ ازراہ شفقت پر راتہ ہماری مدد کو ایک بڑا لشکر الی سفیان اور عمرو بن معدیکرب زبیدی کی ماتحتی میں روانہ فرمایا ہے وہ صبح شام میں یہاں وارد ہوا چاہتا ہے۔ میرے شیردہ کو شش کرو تا کہ اونکی مدد کے محتاج نہ کھلاؤ۔ یہ سنکر سب لشکر اسلام خوش ہو گیا اور جوش میں آکر ایسی شجاعت دکھائی کہ بہادران پیشین کے کارنامہ پر ہیکے پڑ گئے۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شام ہو گئی اور دونوں لشکر جدا ہوئے۔ مسلمانوں کا ہر سردار اپنے اپنے دروازوں پر چھان اوسکی تعیناتی تھی جا ٹھہرا۔

جناب خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر مقدس خلیفہ کا مکتوب گرامی ہر دروازہ پر بھیج دیا۔ وہاں کے سردار نے اپنے لوگوں کو جمع کر کے اسے دوبارہ سنا دیا۔ لوگ خوشی کے مارے رات بھر نہیں سوئے۔ مگر بہت لڑنے کو مستعد رہے۔ ضرار بن الازور انکے چاروں طرف

گوشتے تھے ایک لمحہ بھی ادنین کسی جگہ نہ قرار نہ تھا ہر دم اس بات کی احتیاط تھی کہ خدا نخواستہ دمشق شہر سے نکلے اور پھر حملہ نہ کر دین یا اچانک کسی طرف سے ہر قل کا لشکر نہ آن کرے۔ اللہ اللہ کسی کسی جانکا ہیوں سے اسلام کے باغ کو ان مقدس لوگوں نے اپنے خون سے سینچ سینچ کر سبز کیا ہے جسکے شجر خار دار ہم رو سیاہ ہیں جو اس باغ کو بھی اوجھاڑ دیتے ہیں۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رات کو مسلمانوں کی تکیہ دن اور رومیوں کے غل شور سے کان دی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ ساری شہر پناہ کی دیواروں پر شعلوں کی روشنی سی دن معلوم ہوتا تھا اور گنتے جا بجا بج رہے تھے اور وہ خوف ناک سمان تھا کہ الامان۔ ایک خالہ ہی کا نام تھا جو دونوں طرف اپنے جلوہ دکھا رہا تھا۔

دمشقیوں کا تو ما کے پاس مشورہ کے لئے آنا

اسی اہل چل میں رات ہی کو سب دمشق اپنے عقلا اور رؤسا کے پاس سمٹ کے جمع ہوئے اور مشورہ طلب کیا۔ بعضوں کی رائے یہ ہوئی کہ ہم دن بھر قلیہ اور بطارقہ اور راجیہ اور قیصرہ سے زیادہ جبری اور شجاع نہیں ہیں جو میدانِ اجتماع میں جمع ہوئے تھے اور جنگو مسلمانوں نے آٹے کی طرح پیکے رکھ دیا ہم کسی طرح ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہمارے حق میں یہی بہتر ہے کہ جو کچھ وہ مانگیں بغیر کان ہلائے ہاتھ جوڑ کے ادنین دین اور دن سے صلح کریں۔ بعضے یہ بولے کہ چلو بادشاہ کے داماد تو ما کے پاس چلیں اور جو کچھ وہ کہے کریں۔ آخری ٹھہری اور سب مجمع تو ما کے دروازہ پر آگیا وہاں مسلح سترہ پراٹک پرٹس رہے تھے۔ اونے کہا گیا کہ تو ما سے ہمارا سلام کہو۔ اونے سب کو محل میں بلا لیا۔ لوگ اس کے سامنے پہونچے زمین بوس ہوئے اور پکارے الامان۔ الامان۔ اے سردار۔ ہمیں ملک الموت کے چنگل سے بچا۔ اس بلا سے آسمانی نے چاروں طرف سے ہمارے شہر کو گھیر لیا ہے اور وہ مصیبت ہم پر ڈالی ہے جسکی برداشت کی ہم

طاقت نہیں رکھتے۔ ہمارا دم ناک میں ہے۔ اب تیرا ہی سہارا ہے یا تو اون سے صلح کرے یا بادشاہ کو لکھ کہ ہماری دستگیری کو آوے۔ تو ماونکی باتیں سنکے بہت ہی ہنس ادر کہا استغفر اللہ۔ تم ایک جنگلی اور وحشی ریلوڑ سے ڈر گئے جو تنگے اور بہو کے جو کی خشک روٹیاں کھاتے واسے ہیں۔ ہلایہ لڑنا کیا جائیں۔ ہاں اگر انہیں کچھ آتا ہوگا تو اونٹ بٹھانا اچھا جانتے ہونگے۔ ہماری تیر اندازی کے سامنے ایک دم بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ بادشاہ کے سر کی قسم جب لڑنے لکھو نگا تو انکی پٹریاں پسلیاں سر سرہ کرونگا اور ساری قوم کا بدلہ چکی بجائے میں لیلو لگا۔ افسوس۔ تم لوگوں نے ڈر ڈر کے انہیں اپنے سر پر چڑھالیا ہے یہ تمہاری شامت اعمال ہے کہ روتے ہوئے اونکے سامنے گئے اور مرے کی خبر لے۔ تم اگر چاہو تو اسی وقت اندھیری رات میں شہر کے سب دروازے چو پٹ کھولو۔ اونکی میٹا ہی مرے جو اونہیں اتنی ہی جرات ہو کہ اندر قدم رکھیں مسیح کی قسم۔ اگر تھوگ دونگا تو بہت سے عربوں کے پیٹ پٹجائینگے۔ صرف ایک ذرا سی بات کیلئے بادشاہ کو لکھنا مکمل حماقت اور اپنی ہنسی کرنا ہے تم اپنے اپنے گہروں میں جا کے اطمینان کیساتھ سو رہو میں اون سے سمجھ لوں گا۔ صبح اونکو چٹھی کا دودھ یاد آجائیگا۔

لوگ پہلے تو اسکے یہ ہڈیاں ناچ چپ چاپ سنتے رہے جب وہ خوب اپنا بخارا نکال چکا تو بولے اے سردار۔ تو نے مسلمانوں کی قوت کا اندازہ غلط کیا ہے۔ اونہیں سے اگر ایک چھوٹے سے چوٹا اور بڑے سے بڑا نکل آتا ہے تو ہم میں سے دس دس بیٹس بیٹس کو یا سانی چٹنی کر کے اپنے لشکر میں جالتا ہے اور اسکے کان پر جون بھی نہیں رہینگتی۔ اگر تجھے ہمارے شہر میں امن رکھنا اور ہمارے جان و مال کی حفاظت کرنا منظور ہے تو سید ہی طرح سے صلح کر لے ورنہ عرب تجھے نیچا دکھائینگے جو تجھے ہمارے کئے کا یقین نہیں تو کل ہمارے ساتھ چلکے اون سے لڑ دیکھ۔ حقیقت حال معلوم ہو جائیگی۔

تو اس نے کہا۔ بس۔ یہ مودہ نہ کہو۔ میرے سامنے سے دو رہو۔ یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ عرب ایک باشت بہر کا ملک اوسین باتے آدمی کہہ رہے سا گئے جو ہمارے مقابلہ کو کافی ہو گئے ہمارے جماعت اون سے بدرجہا زیادہ ہے اگر ہتیاروں سے بھی کام نہ لو اور مٹی مٹی بہر نکال کے ڈال دو تو بھی سارا عرب اوسین دیکے ایک ہی قبر ہو جائیگا پھر وہ ننگے ہو کے ہماری برابر ہتیار کسان سے لائینگے۔ جو جو سامان جنگ اور آلات حرب ہمارے پاس ہیں اونہیں میرے نہیں ہوں گے۔

دشمنوں نے جو بدیا۔ اپنی کثرت اور اونکی قلت کی نسبت تو ہم کہہ چکے کہ اونکا ایک ایک آدمی ہمارے بیٹل بیٹل پر بہاری ہے اور ہتیاروں کی جو بوجھ تو ہمارے ہی ہتیار اور ننگے پاس اتنے ہیں جنکا شمار نہیں۔ آپ نے سنا ہو گا کہ رومیس کے لشکر کا سامان فلسطین میں اونہیں کے ہاتھ آیا۔ بصری کے ہتیار اب اونہیں کے پاس ہیں۔ بیت لیسامین جو کچھ اونہوں نے کلو ص و عزرائیل کو خاک میں ملا کے یلیا وہ اب کیا ہیں پھر دیتے ہیں۔ شجور امین بولص اور اسکے بہائی بطرس کو مار کے جو سامان جنگ مسلمانوں کو ملا ہے وہ کسی طرح کم نہیں اور اجدادین کے ہتیار کاتو کچھ حساب ہی نہیں ہو سکتا۔ غرض کہ اونکے پاس ہتیار اتنے ہیں کہ جنگ کے کام میں لانے کیلئے آدمی اونہیں نہیں مل سکتے اور وہ سب ہمارے ہی ہیں اور کسی طرح ہم سے کم نہیں۔ جہاں تک ہم سوچتے ہیں ہمیں اونکی دلیوری اور جزا کا مادہ صرف ایک بات معلوم ہوتی ہے جو یہ ہے کہ اونکے نبی نے اونکے ذہن میں یہ بات نقش کا لکھ کر دی ہے کہ جو کافر تمہارے ہاتھ سے مارا جائیگا۔ دوزخ میں پڑے گا اور اگر تم نفاق کے ہاتھوں سے مرو گے تو بہشت میں چین کر دو گے اسلئے وہ موت پر ٹنگے ہیں اور جو موت یہ لیئے موت کے چمنوں بکھر بیٹھتے ہیں پھر سنہارے نہیں بن سکتے۔

تو مانے اون لوگوں کی یہ باتیں سنکے پھر ایک فراموشی قہقہہ لگایا اور کہا کہ ایسی ہی جو ٹی سچی

باتین تمہارے دلوں میں سما گئی ہیں اسی لئے تم اون سے بچک گئے ہو ورنہ وہاں ڈھاک کے تین پات ہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ہماری دولت اور شہرت دیکھ کے ان کینے غلاموں کے مونہوں میں پانی بہا گیا ہے۔ وہ مر بکے۔ ترنوالے ہمارے منہ سے چھتے کو اور وہ تنگے۔ لباس فاخرہ ہماری ٹوٹنے کو چڑھ دوڑے ہیں مگر شامت ککے نہیں آتی سب نگہ کے سے بل نکالے دیتا ہوں۔ ہاتھ لنگن کو اسی کیا ہے صبح دیکھ لینا۔ آج تک تم لوگ صدق اور راستی کے ساتھ مسلمانوں سے نہیں لڑے ورنہ ضرور غالب آتے اور یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا۔

دشقیوں نے ہاتھ جوڑ کے التماس کی کہ حضور ہیں جو کچھ خدمتیں عرض کرنا تھا کرچکے اب

سپر دم تو باریہ خویش را آلودانی حساب کم دیش را

یہ دہن دولت جو رو بچے آپ کی نگہانی میں ہیں جو چاہئے کیجئے ہماری شرم آپ کے ہاتھ ہے آپ مالک ہیں ہمارے سرون پر آئی ہوئی کو آپ ہی ٹالینگے۔ اگر آپ نے ہمارے سرون سے ہاتھ اٹھا لیا تو ہم شہر کے پٹاٹک کو لے گئے اور جن شرطوں پر وہ چاہینگے اون سے صلہ کر لینگے۔

جب تو مانے اون سے یہ سنا تو دل میں ڈرا کہ کین ایسا ہی نکر بیٹھیں دیر تک سوچا کیا پھر گیسر کے بولا کہ نہیں۔ نہیں۔ تم بدل نہو۔ میں اون کے دانت کٹے کر دو لگا اور اون کے سرون کو چن چن کے مار ڈالو لگا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے تقویت دو۔ میرے ساتھ ہو کے اون سے لڑو اور اس طرح سے لڑو کہ میں او سے پسند کروں۔

سب کے سب بالاتفاق بول اوٹے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں ایسا طریقے کہ آپ پانچون کپڑوں سے خوش ہو جائینگے بس سب سمجھ لینا کہ سر دیہینگے مگر قدم اپنی جگہ سے نہ اٹھائینگے۔ یہ سن کر تو مانے کہا۔ بس بس۔ اب اس قصہ کو طے کرو۔ صبح اہل عرب کو حقیقت معلوم پڑیگی کہ لڑنا اسے کتنے ہیں اور بہادر ایسے ہوتے ہیں۔ اونٹاب پھاڑ کے تلے آیا ہے۔

اس گفتگو کے بعد سب لوگ موثق قول و قرار کر کے اپنے اپنے گھر دن کو چلے گئے اور تو مائے بہت خوش اور اوسکے تہ دل سے شکر گزار تھے۔

ساری رات دمشق کی نگہبانی اور حفاظت ہوتی رہی سب برجون اور دروازوں پر روشنی سے دن کی کیفیت مانتی تھی۔

سلمان بھی اپنی اپنی جگہوں میں بیل مصروف تھے۔ جناب خالد رات بہر دیرین عورتوں اور بچوں اور مال و اسباب کی حفاظت کرتے رہے۔ رافع بن عقیقہ الطائی لشکر زحمت کی درستی میں سرگرم تھے۔ یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہوئی اور ہر مسلمان سردار نے اپنے اپنے لشکر کے ساتھ نماز پڑھی۔

جناب امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز کے بعد اپنے آدمیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! مستعد ہو کے لڑائی پر جاؤ اور ذرا بھی دل میں ریخیدہ نہ ہو۔ جو شخص آج کے دن تکلیف بگت لیا گا کل اوسکے لئے جین ہے۔ تم جانتے ہو۔ نہ رسم باقی ہو نہ سام۔ مردوں کا نام ہی رہ جاتا ہے۔ خبردار۔ کوئی ایسا کام نہ کرنا جو نامردی کا دہیا تمہارے واسن پر لگے۔ تیروں سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں وہ اگر کارگر ہوتے ہیں تو خطا بھی کر جاتے ہیں۔ اوسکے لئے صرف اتنی احتیاط کافی ہے کہ گھوڑے پر سوار ہی نہ ہو کیونکہ تمہارے دشمن اونچے پر ہیں۔ اگر تم سوار ہو کر میدان جنگ میں جاؤ گے تو اونہیں تیر سے نشانہ لگانے کا بجا موقع ملے گا۔ ہمایو۔ دشمن کے مقابلہ میں مضبوط رہنا اور ایک دوسرے کی ہمت بند ہاتے رہنا۔ کوئی تمہارا ساتھی بد دل نہ ہونے پائے۔ پس امین الامتہ کا سارا لشکر پیادہ یا اپنے کو ڈھانوں میں چھپاے ہوئے مستعد ہو گیا۔ میدان زرم میں ہو چکیا۔

پہر باب الصغیر سے یزید بن ابی سفیان۔ باب کیسان سے قیس بن ہیرہ باب شرقی سے

رافع بن عقیقہ الطائی۔ باب توما سے شریل بن حسنہ اور باب فرادیس سے عمرو بن العاص آبادہ ہو کے آگئے۔

رافع بن قیس نے روایت کی ہے کہ ہم مین سے کوئی اس لڑائی مین سوار نہ تھا البتہ دو ہزار سوار ضرار بن اللادور کے ساتھ تھے سواونکے ذمہ کام ہی تمام شہر کے گرد پہرنے کا تھا۔ ضرار جس دروازہ پر پہنچتے تھے وہاں کے مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بہائیو۔ صبر کرو استقلال سے کام لو۔ اگر آج دشمن خدا کے مقابلہ مین تمہیں ثابت قدمی اختیار کر لی تو کل قیامت کے دن خدا کے سایہ مین اوٹھو گے۔ امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح دیگا۔

چار دن طرف سے ایک مسلمان نے دوسرے کو لڑائی کے لئے بلایا تیر اندازوں نے تیر چلائے اور قلعہ کے اوپر سے پتھر اُڑائے گئے۔

غرض کہ جو بلا شہر مین کی طرف سے آتی تھی مسلمان اسے فرستادہ خدا سمجھ کے سر پریتے تھے اور قدم پیچھے نہ ہٹاتے تھے۔ جب توما نے دیکھا کہ یہ کسی طرح مانتے ہی نہیں تو ایک فوج کشی اور جرم غفر ساتھ لیکر اپنے دروازہ سے باہر نکل پڑا۔

اوسی وقت کیا دیکھتے ہیں کہ شہر و شفق کا ایک راہب جو بڑا عابد و زاہد اور شجاع و دانشمند تھا اور دین عیسائی مین اپنا مثل نہیں رکھتا تھا فصیل کے برج پر آن کھڑا ہوا۔ شہر مین جو سب سے بڑی صلیب تھی جسکی دور دور سے لوگ آکے پرستش کرتے تھے اسے اپنے سامنے گاڑ دیا اور بہت سے بھارتیہ داراجیہ اور بڑے بڑے نصرانی اس کے گرد جمع ہوئے۔ ایک عالم کے ہاتھ مین انجیل تھی وہ صلیب کے پاس رکھی گئی۔ یہ دیکھ کے دشمن والوں نے نعرے مارے اور باہم قول و قرار ہونے لگے سب سے پہلے توما نے انجیل کی ایک سطر پر ہاتھ رکھ کے کہا کہ اے خدا۔ ہماری مدد کر اور ہمیں دشمنوں کے ہاتھ مین نہ دے۔ ظالموں کو برباد کر۔ ہم اس صلیب کے وسیلہ سے اور اس مصلوب کے ذریعہ سے

تیری سہرا بنی چاہتے ہیں جسے تار بربوبیت اور افعال باہوتیہ ظاہر کئے وہ شخص تھیں ہمیشہ سے تیرے ساتھ ہے وہ دنیا میں یہ انجیل لیکے ہمارے پاس آیا اور پہنچا تیرے پاس لوٹ گیا۔ اسے خدا۔ تو میں ان ظالموں پر غالب کر اور مردوں فریقوں میں جرح اور راہ راست پر ہوا اسی کی حمایت کر سب عیسائیوں نے تو ما کی دعا پڑھیں گی۔

رفاعہ بن قیس فرماتے ہیں کہ روہاس حاکم بصری اور سوقت بن عبد اللہ بن حسنہ کے لشکر میں باب تو ما ہی پر تھے۔ روہاس زبان اونکی مادری زبان تھی اونہوں نے تو ما کی اس دعا کا ترجمہ عربی میں کر کے جناب کاتب وحی کو سمجھایا۔ مسلمانوں نے ان کلمات کفر سے پناہ مانگی۔ تو ما کے اقوال اونپر بہت شاق گذرے اور سخت حملہ باب تو ما پر کیا گیا۔ مفسرین سے پے در پے تیرا پتہ روہاس کی بوجہ رہا ہوتی تھی۔ جس میں بہت سے آدمی مجروح ہوئے۔

حضرت ابان بن سعید بن العاص کے ایک تیر زہر میں کچرا ہوا لگا۔ اونہوں نے اسے نکال کے زخم کو عمامہ سے باندھ لیا مگر زہر کا اثر دین میں سرایت کرنے لگا اور وہ لڑکھڑکے پیچھے گرے۔ اونکے بھائیوں نے اونہیں اٹھالیا اور چند مسلمان ملے اونکو لشکر میں لے آئے۔ اور چاہا کہ عمامہ کو لے کر زخم کی حالت دیکھیں تاکہ علاج کیا جائے۔ حضرت ابان پکارے کہ اگر تمہیں بندہ کو لے تو فوراً ہی جان نکل جائیگی۔ لوگ نہ مانے۔ بندش کے کہہ لیتے ہی خون کا پیر نالہ جاری ہو گیا اور حضرت ابان کو غش آگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اونہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ ہذا ما وعد الرحمن صدق المرسلون یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں یہی ہے وہ وعدہ جو خدا نے رحمن نے کیا تھا اور رسولوں نے صحیح کہا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابان کو جان نکلنے سے پہلے بہت یحییٰ سے نظر آئے لگی تھی اسی لئے اپنے فرمایا کہ خدا کا وعدہ اور رسولوں کا فرمانا سچ ہے۔

اتنا کہا اور حضرت ابان جنت کو سد ہارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون امام ابان بنت عقبہ بن ربیعہ سے آپ کا نکاح آپ کی موت سے دو چار دن ہی پہلے ہوا تھا۔ ام ابان کے ہاتھوں کی منہدی اور کپڑوں کی خوشبو ابھی تک نہیں گئی تھی۔ جب اونہوں نے اپنے شوہر کے شہید ہونے کی خبر سنی بدحواس ٹھوکرین کھاتی ہوئیں جنازہ پر آئیں اور لاش پر آپ کے کٹری ہوئیں۔ شوہر کا منہ دیکھتے ہی اونہیں صبر آگیا اور کہا کہ میں ثواب کی امید سے جزع فزع نہیں کرتی۔ اے میرے پیارے شوہر۔ موت تمہیں مبارک ہو۔ تم سایہ پروردگار عالمین میں جو رعین کے پاس پہنچ گئے۔ اسی رب دو جہان نے ہمیں تمہیں اکٹھا کیا تھا اسی نے جدا کر دیا۔ ہمیں اس کا رنج کیوں ہونا چاہئے۔ اور شکایت کا یہ کیا۔

جب اونہیں چاہتے ہیں تم تو شکایت کیسی

شکوہ جو عبث گلہ پیدا فضول

خدا کی قسم اب میں بھی جان کہیا کہ جہاد میں کوشش کرونگی تاکہ جلدی سے تمہاری خاتون پہنچ جاؤں۔ مجھے تو تمہارے ہی قدموں میں رہنے کی آرزو ہے۔ اب میں کسی مرد کا منہ نہ بکھونگی خدا میری مراد جلد پوری کرے۔ راوی کہتا ہے کہ ام ابان سے بڑھکے کوئی صابروں کا میری نظر سے نہیں گذرا۔ جناب سیف الدین نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھی اور مسلمانوں نے اونہیں دفن کیا۔ مزار پر انوار اور انکا مشہور و معروف ہے۔

حضرت ابان رضی اللہ عنہ جب زیر زمین پہنچا تو ام ابان ایک لمحہ کے لئے یہی تہ پر نہ ٹھہریں اپنی فرودگاہ پر پہنچنے فوراً عروسانہ لباس اتار ڈالا۔ مردانہ کپڑے پہنے۔ ڈھانپا باندھ لیا اور ہتھیارتن نازنین پر سچ کے ڈھال تلوار ہاتھ میں بے بلا اطلاع خالد بن ولید فوج میں آملیں۔ وہاں لوگوں سے پوچھا کہ بھائیو۔ بتاؤ۔ ابان کدھر مارے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ باب تو باہر کاتب وحی کے لشکر میں تھے وہیں انکا انتقال ہوا ہے۔ یہ سنکر ام ابان بھی حضرت شریف بن حسنہ کے

ساتھوں میں داخل ہوئیں۔ بڑی تیر انداز تھیں۔ سخت لڑائی لڑیں۔

جناب کاتب وحی نے فرمایا ہے کہ اوس دن کی لڑائی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بابا تو باہر صلیب ہاتھ میں لئے ہوئے تو ما کے آگے کھڑا ہے اور پکار پکار کے کہتا ہے کہ اے صلیب کی مدد کر اور اس شخص کو فتح دے جسے صلیب کے نیچے پناہ لی ہے۔ ام ابان نے یہ سنتے ہی تاک کے اوسکے ایک تیر مارا جسے ذرا ہی خطا نہ کی۔ اور ہر تودہ گرا اور ادھر صلیب اوکھڑا ہوا۔ ہاتھ سے چھوٹ کے جا رہی۔ اوسکے جواہرات کی چمک سورج کی کرنوں کو شرماتی تھی مسلمان یہ سوچتے کہ اسکا قبضہ میں کر لیتا بیڑے سے کہ کی بات ہے اوسکی طرف لپکے اور بالکل اپنے تئیں ڈھالوں میں چپا لیا۔ ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ میں ہی صلیب کو جیٹ لوں تاکہ میرا نام ہو۔ جب تو مانے یہ حال دیکھا اوسے اپنی ذلت و خواری کا یقین ہو گیا۔ سوچا کہ اگر بادشاہ کو یہ خبر ہو بچ گئی کہ میں نے صلیب اعظم چنوا دی ہے تو میں اوسکی نظروں میں حقیر ہو جاؤں گا پس اوسنے اپنی کمر مت چیت باندھ لی۔ تلوار ہاتھ میں لی اور اپنے ساتھیوں سے لٹکار کے کہا کہ جسے میرا ساتھ دینا ہو وہ صلیب کے اوپر اپنا سر دینے چلے۔ اب دروازہ کھول دیا گیا اور سب کے پہلے تو ما ہی باہر نکلا۔ جب دمشقوں نے یہ کیفیت دیکھی تو کوئی اندر باقی نہ رہا سبھی تو اوٹل پڑے۔ بعضوں کے ہاتھوں میں تیر و گمان تھے۔ بعضوں کے پاس سپر وشمیر۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک ٹیڑھی دل جھک پڑا ہے۔ یہاں مسلمان صلیب کے جھپٹے میں مشغول تھے۔ جب رومی باہر نکل آئے اور اولا کا غل شور بلند ہوا تو یہ اپنے شغل سے چوتکے۔ بعضے تو ایسے محو تھے کہ جب تک اونہیں جنگجوڑا نہ لگیا خبردار نہ ہوئے۔ آخر شرمیل بن حسنہ نے لپک کے صلیب اپنے قبضہ میں کر لی اور گمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ادھر دست بدست لوگ گتہ رہے تھے اور ہر فیصل کے اوپر سے پتھروں اور تیروں کا میٹر برساتا یہ دیکھتے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ ذرا پیچے کو ہٹو تاکہ اس اوپری

مار سے محفوظ رہا۔ چنانچہ لشکر اسلام قلعہ کی اوپر کی زد سے باہر نکل آیا۔ تو ماہی مارتا ہوا مہاپنہ
 لشکر کے اونکے پیچھے ہی لگا ہوا چلا آیا۔ جب جناب شریصل بن حسنہ نے دیکھا کہ غصبہ کفار کو حاصل
 ہے تو لکارا کہ اے مسلمانوں! تم قلعہ کی زد سے باہر ہو باہر اپنی موتوں کو بوجھاؤ اور بہشت
 کے طالب بنو۔ اپنے کام سے اپنے غائق کو راضی کر دو۔ وہ تمہارا باگنا پسند نہیں کرتا تمہیں
 پیٹھ پہیری اور دوزخ میں جہنمک دئے گئے۔ خدا تمہیں حمایت اسلام کی توفیق دے یہ سنتے
 ہی مسلمانوں کو تاب نہ رہی کفار سے دست برد ہٹ گئے۔ تنویرین اپنا کام کر رہی تھیں اور تہر اور
 حیر ریس رہے تھے۔ تو ماہی بائیں دیکھتا اور اپنے لوگوں کو لڑائی کے لئے اکساتا تھا۔ اتنے
 میں جو لوگ شہر کے اندر باقی رہے تھے انہیں خبر ہو چکی کہ تو ماہر سختی پڑی ہے اور صلیب اعظم
 مسلمانوں نے چھین لی ہے۔ وہ بھی شہر سے نکل پڑے اور کفار کی جماعت میں اور بھی زیادتی
 ہو گئی۔ دفعتاً تو مانے دیکھا کہ صلیب شریصل بن حسنہ کے پاس ہے وہ آگ بگولا ہو گیا اور
 تلوار سونٹکے انہیں کی طرف دوڑا۔ بہت سے لوگ اور بھی اوسکے ساتھ ہوئے۔ ایک مجمع
 کثیر نے آکے جناب کاتب وحی کو گھیر لیا اور سخت و سخت لکے اوس سے بولے کہ صلیب
 ہمیں دیدو۔ ورنہ موت اور سختی اور بلا تمہارے سر پہونچ چکی ہے۔

شریصل بن حسنہ نے صلیب کو پھینک دیا۔ سپر سینہ کے آگے کر لی اور تلوار کھینچ کر تو ما
 کے سامنے ہوئے۔ وہ بھی جھجھکا کے اونکی طرف لپکا اور سخت لڑائی دونوں میں ہونے لگی۔
 تو ما کو صلیب زمین پر پڑی ہوئی نظر پڑی۔ اوسنے اپنے لوگوں کو پکارا کہ کھڑے ہوئے کیا دیکھتے
 ہو اس صلیب کو کسی طرح اڑھا لو۔ زوجہ ابان بنت عتبہ سے ایک آدمی نے اوسوقت یہ کہہ دیا
 کہ تو ما قاتل ابان کاتب وحی کے پیچھے ہاتھ دہو کے پڑا ہے۔ خدا فیہ کرے۔ اونکے کان
 کھڑے ہوئے اور بولیں کہ ذرا مجھے بتانا وہ کدھر ہے۔ لوگوں نے اوسکا نشان اور

پتا بتا کے اوسکی طرف اشارہ کیا کہ دیکھو وہ ہے۔ زوجہ ابان نے چاہا کہ تیر کمان میں جوڑ کے اوسکی طرف چلا میں کہ کفار ڈانٹتے ڈپٹتے اور میں بین کرتے ہوئے اوسکے گرفتار کرنے کو دوڑے مگر وہ اسے عورت ذرا بھی تیور پر بل نہ پڑا تاک کہ وہ نشانہ لگایا کہ تو مالکی دایین آنکھ پر بیٹھا۔ وہ اوسکے صدمہ سے ڈر کر آنا ہوا پیچھے بھاگا۔ اگر ام ابان ایسی جرات نہ کرتیں تو دشمن خدا تو مالکات وحی تک پہنچ ہی چکا تھا اور یقین تھا کہ وہ اون پر غالب ہو جاتا اور صلیب اوسکے پاس پہنچ جاتی غرض کہ رسیدہ ہو بلا سے وے بچے گذشت یہ میدان زوجہ ابان کے ہاتھ رہا۔

زوجہ ابان رضی اللہ عنہا دوسرا تیر چلانا چاہتی تھیں کہ کفار اونکی طرف دوڑ پڑے اور تو مال کو سپردن اور طوارق میں چھپا کے اون سے بچالیا۔ مگر ام ابان ٹڈر ہو کے تیر چلاے جاتی تھیں اور یہ اشارہ روزناک پڑھتی تھیں۔

ام ابان فاطمہ بشارہ	صلی علیہ وسلم صوتہ المندارک
دن صبح جمع الروم بنالک	اقسمت احد شعر المعارک
و کنت ما عشت لکم تبارک	

یعنی اسے ام ابان تو اپنے عوض کی طلب میں کوشش کئے جا۔ کفار پر موثر اور سزا دہندہ حملہ کر۔ تحقیق تیرے تیروں سے رومی شور و فریاد کرتے ہیں میں نے قسم کھائی ہے کہ اب سواے لڑائی کے ذکر کے اور کوئی بات نکروں۔ اے میرے پیارے شوہر۔ اب میں تم سے چھوٹ کے ہرگز نہ جیونگی۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ کہنے کے انہوں نے ایک گبر کے تیر مارا جو اوسکے سینہ پر بیٹھا وہ تیر کہا کے زمین پر گرا۔ دوسرا تیر اور لگایا جو گردن میں لگا وہ تڑپ کے وہیں اوندا ہا ہو گیا اور مر گیا۔

تو مارے آنکھ کے زخم کی برداشت نہوسکی واویلا اور شور مچاتا ہوا شہر کی طرف چلا کاتب
وحی یہ حال دیکھنے لگا کرے کہ اے مسلمانو۔ خدا تم سے سچے یہ تم کیا کر رہے ہو۔ نہیں دیکھتے کہ
وہ سگ رومی تم سے بچکے بہاگا جاتا ہے۔ لوگو۔ ان کٹو نہر حکمہ کر دشايد کہ دشمن خدا کو گرفتار کر لو پس
مسلمان رگید تے ہوے اونکو شہر کے پہاٹک تک پہونچکے اور تین سو رومی مارے اور اونکے
کپڑے اور ہتھیار اور صلیب لیلی۔ تو مارے اندر داخل ہو تے ہی دروازہ بند ہو گیا اور فصیل کے اوپر
سے پتھروں اور تیروں کی مار بے تحاشا مسلمانوں پر پڑنے لگی اس لئے وہ اونٹے پانوں پہرے
جب تو مار شہر میں پہونچا تو ایک مجمع رومی معزین کا اوسکے گرد ہو گیا۔ تیر نکالنے کی وقت
اونے بڑی ہاسے تو یہ مچالی آنکھ پر پٹی باندھنے کے بعد درمیں کچھ تخفیف ہوئی تو لوگوں نے
اوسے گہریا ناچا ہا لیکن وہ دروازہ ہی پر بیٹھ گیا اور گہر جانے سے انکار کر کے بولا۔ آجکے دن
مجھ پر دو مصیبتیں پڑ گئیں ایک تو صلیب اعظم میری آنکھوں کے آگے سے چنگی دوسرے میں
ایک ہی آنکھ کا رہ گیا اور تھیں گہر جانکی سوچی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ ہم تے آپ سے پہلے
ہی کہا تھا کہ اس قوم کی آتش حرب کے سامنے کوئی ٹھیر نہیں سکتا ان سے صلح کر لینا بہتر ہے
آپ نہ مانے اور اوسکا نتیجہ بہگتا۔ یہ سنکر وہ اور بھی زیادہ غصہ سے لال ہو گیا کہنے لگا کہ اب تو
جب تک میں صلیب اعظم ان مردودوں سے واپس نہ لوں گا اور اپنی آنکھ کے بدلہ میں ہزار آنکھیں
نہ پہوڑوں گا گہر کی صورت نہ دیکھو لگا تاکہ بادشاہ کی نظر میں میرا عز و وقار قائم رہے۔ میں ایک کر کے
اونکے سردار کے پاس پہونچوں گا اور اوسے مار ڈالوں گا پہرے سب وحشی جنگلی بہاگ جائینگے
جتنا مال اونہوں نے ہمارا لوٹا ہے وہ سب واپس بلجائیں گا اوسے بادشاہ کے پاس بھیج کر ہی مجھے
صبر نہ آئیگا بلکہ ایک سپاہ جراتیار کر کے ملک جیڑ پہونچوں گا۔ اونکے خلیفہ ابوبکر کو مٹا دوں گا۔ سجدوں
کو خاک سیاہ کر دوں گا۔ مکہ اور مدینہ کو مسکن گوہوں اور کروٹوں اور وحشی درندوں کا مٹا دوں گا۔

یہ بڑ مار کے آنکھ سے پٹی پٹیٹے ہوئے وہ ملعون دروازہ پر چڑھ گیا اور رومیوں کو لڑنے کی ترغیب دینے لگا۔ کہتا تھا کہ اے لوگو! مسلمانوں کے رعب کو اپنے دل سے دور کرو اور یہ صبر نہ بنو۔ بیشک۔ صلیب اپنے قہر سے اونہیں بگا دیگی۔ تم خاطر جمع رکھو۔ میں اونکی گوشمالی کا ذمہ دار ہوں وہ ہرگز تمہارے سامنے ٹھہر نہیں سکتے۔

اوسکی گفتگو سے لوگ کچھ سنبھلے اور جھکے لڑائی ہونے لگی۔ مسلمانوں نے ہر چند اونکے مقابلہ میں صبر و استقلال سے کام لیا مگر رومیوں کا جوش ہرگز کم نہوتا تھا اور وہ ہر پرچہ ہے چلے آتے تھے۔ آخر شہر حضرت شہر جیل بن حسنہ کو سیف احمد کے پاس خیر بھینجی پڑی کہ جناب۔ اس تو مادامد ہر قل نے بت تنگ کیا ہے۔ قاصد نے پہ سالار جبار کے پاس پہنچکے، عرض کی کہ حضور ام ابان نے ہماری طرف غضب برپا کر دیا ہے صلیب اعظم اڑھانے والے کو اپنے تیر سے مار کے صلیب ہمارے قبضہ میں کرادی اور تو ماہر قل کے داماد کی دائیں آنکھ پھوڑ ڈالی۔ اب رومی ایسے بکھر گئے ہیں کہ آپے سے باہر ہیں اور پہلے چلے آتے ہیں۔ مسلمان لڑتے لڑتے شل ہو گئے اور قریب ہے کہ خدا انخواسہ منہزم ہو جائیں۔ جلدی خبر لیجئے۔ اب جناب کاتب وحی کے بوتے کا روگ نہیں رہا۔ تو مانے دشقیون کو بت ہی اوکسایا ہے اور وہی صلح نہیں ہونے دیتا ورنہ شہر کے لوگ ابھی تک صلح کر بھی چکے ہوتے۔

خالد بن ولید قاصد کے بیان سے خوش ہو گئے۔ سجدہ شکر ادا کیا اور فرمایا۔ شہر جیل سے جا کے کہدو کہ مجھے تمہاری طرف کا حال معلوم ہو گیا اب مجھے اپنے پاس سمجھیں اور ضرار بن الازور بھی چاروں طرف سے خبردار ہیں تمہیں ہرگز شکست نہیں ہو سکتی۔ جس طرح صبح سے لڑ رہے ہو ویسی ہی مستعدی سے لڑے جاؤ۔ کوئی فکر کا مقام نہیں اور اسوقت سب مسلمان اسی طور سے کام میں مشغول ہیں جیسے کہ تم ہو بس اس بات سے اپنا اطمینان کر لو کہ ہم تمہاری طرف سے

ایک دم غافل نہیں۔

والد اقبال اسے کہتے ہیں کہ مرد نہیں گئی ہے۔ قاصد نے صرف دو کلمہ خالد کے نام سے وہاں پکار کے کہہ لئے ہیں کہ سب مسلمانوں کے قابو میں گویا نئی روحیں پہونکدی گئیں اور شل و سبجان لوگ بشارت ہو کے لڑنے لگے اور باقی دن بیفکری کے ساتھ لڑائی میں بسر کر دیا یہاں تک کہ عشاء کی وقت دونوں لشکر جدا ہو گئے۔

واقعہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب تاریکی رات کی زیادہ ہوئی تو مادر لہران و معتران دشمنی کو طلب کر کے کئے لگا کر اسے حایمان دین مسمی۔ تمہیں ایسے لوگوں نے آگیرا ہے جو بیزین بے ایمان اور بنوہین۔ اگر تم ان سے مصالحت کر لو گے اور وہ تمہیں ایمان دے بھی دیں گے تو بھی وفا کرینگے۔ بہا یو۔ وہ عجب بد عہد اور بی وفا لوگ ہیں۔ تم نے دیکھا کہ وہ اپنے جور و بچے ساتھ لیکر یہاں آئے ہیں۔ اس سے اونکا یہ مطلب ہے کہ اپنے قحط زدہ اور مفلوک وطن کو چھوڑ دیں۔ تمہارے سبب اور شاداب ملک میں آباد ہو جائیں۔ تمہارا ہی کھائیں تمہیں پرکھ لیں اور تمہیں تنگ کر کے مار ڈالیں۔ تم چاہو یا نہ چاہو وہ خواہ مخواہ تمہارے سر پرٹنے آئے ہیں۔

پس تم نے اپنی بھرتی اور اپنے جور و بچوں کے قید ہونے پر کیسے صبر کر لیا ہے۔ تمہاری عورتوں اور لڑکوں کو وہ لونڈی غلام بنا لینگے اور جسے چاہینگے اسے اپنے گھر میں ڈال لینگے۔ اسی واسطے صلیب اعظم تم سے خفا ہو کے اونکے پاس چلی گئی ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ہم مسلمانوں سے صلح کر لیں اور دین مسیحی مٹ جائے لہذا خداوند یسوع مسیح تم سے ناخوش ہیں۔ اگر میری دایین آنکھ نہ جاتی رہتی تو میں ہرگز اونکے آگے سے نہ ہٹتا۔ اب میں ضرور اپنی شرمندگی مٹانیکو اون سے اپنا بدلہ لوں گا۔ دو ہزار عربوں کی آنکھیں نکلوا کے رحیم بادشاہ ہرقل کے تلواروں سے لٹوانیکو بھیجوں گا۔ صلیب کو واپس کر لوں گا اور اگر ایسا نہ کر لوں گا تو بادشاہ مجھے حقیقہ سمجھیں گا۔ یہ ہریان سنکے لوگوں نے جو اب دیا کہ اسے

سردار۔ مسلمان بہت مین۔ دروازہ مشرقی سے اونکا سپہ سالار اپنی فوج لیکے چڑھ دوڑیگا۔ دوسرا سردار دروازہ جابیہ سے اپنے لشکر کے ساتھ آجائیگا۔ ہر طرف سے وہ لوگ بائیں پیر کے تیرے اوپر حملہ کریں گے اور تیرا قصد ایک ہی طرف لڑنیکا ہے اس حالت میں اون سے پیچھا چوڑانا محال معلوم ہوتا ہے بدلہ لینا تو درکنار۔ ہم کھے دیتے ہیں کہ تجھ میں اون سے مقابلہ کرنیکی طاقت نہیں۔ آگے تجھے اختیار ہے جو چاہے سو کر۔ ہم سے جو تو کیسا گام ہم ہی کریں گے۔ تو ابولا۔ تم لوگ خاطر جمع رکھو۔ میں تمہیں ایک نئی تجویز لڑائی کی بتاؤں گا۔ تم سب خاص و عام ایک جگہ جمع ہو جا پس تھوڑے تھوڑے آدمی مسلمانوں کے خوف سے ہر دروازہ پر حفاظت کے لئے رہ گئے باقی سارا شہر سمٹ کے ایک جگہ آگیا۔ تو مانے اون سے کہا کہ اس وقت اندھیری رات میں سب مسلمان دن بھر کی لڑائی سے تھک کر بے خبر سوتے ہوئے تم سب اکٹھا ہو کے اونپر حملہ کر دو۔ غفلت میں اون سکو مار لو گے اور یہ جگہ آبائی چک جابیہ گا۔ تم اپنے شہر کے راستوں سے بخوبی واقف ہو اپنے اپنے دروازوں سے مسلح ہو کے نکل کھڑے ہو اور اون پر چاہہ مارو۔ میں بھی اپنے دروازہ سے نکلؤں گا۔ امید ہے کہ اسکا نتیجہ خوشی ہی ہوگا جسوقت میں اپنے سامنے کے مسلمانوں کا بہر تارکچو نکلا تو تمہاری طرف باگ موڑ دوں گا۔ اونکو بہکا تا اور مارتا ہوا اونکو سپہ سالار تک پہنچکے او سے کچا چبا جاؤں گا اور سر او سکباد شاہ کے قدموں پر ڈالتے کوئے مسجد ونگا تمہیں چاہئے کہ جدہر سے نکلو اور دہر سے اپنا قدم نہ ہٹاؤ۔ مثل میخ کے اپنی جگہ گڑ جانا۔ پانوں آگے تو بڑھے پیچھے ہرگز نہ ہٹے۔ سبہوں نے متفق اللفظ ہر کے جواب دیا کہ مین آپکا فرمانا بدل منظور ہے ہم ایسا ہی کریں گے۔ پھر تو مانے ہر گروہ کو جدا جدا کر دیا۔ ایک لشکر کو باب جابیہ پر بھیجا۔ دوسرے کو باب مشرقی پر روانہ کیا اور اون سے کہ دیا کہ تم کسی بات سے نہ ڈرنا کیونکہ اونکا بڑا سردار خالد بن ولید تمہارے شہر سے بہت دور ہے۔ اسوقت ان دروازوں پر ناکس اور غلام

لوگ براے نام پڑے ہوئے ہیں تم اونکو کچل اور پس ڈالو گے۔ ایک گروہ باب الفراء میں پڑے
حضرت عمرو بن العاص کی طرف بھی گیا اور چوتھا گروہ باب کیسان پر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل العدوی
کی مزاج پر پسی کے لئے چلا۔ سب کے پیچھے تو ماتیار ہو کے اپنے دروازہ پر کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ
بڑے بڑے شجاع اور دلیر تھے۔ کوئی نامی بہادر شہر میں ایسا نہ رہا جسے اونے اپنے ساتھ
نہ لیا ہو۔ سب سے کہہ دیا کہ ایک آدمی انھیں پر چڑھے سنگمہ باریگا جس وقت تم اس کی آواز سنو
ہر دروازہ سے ایک ساتھ حملہ کر دینا۔ تمہیں مسلمان سوتے لیٹنے اور نہیں ہتیار نہ سنبھالنے دینا
کہ سب کے سر زمین پر کٹے نظر آئیں۔ اگر تم صدق و راستی سے میرے کہنے پر عمل کرو گے تو آج
ہی کی رات تمہاری فتح ہے۔ سمجھو کہ اس شکست کے بعد وہ پھر سنبھل نہ سکیں گے۔ دشقی اس کے
اس کلام سے خوش ہو گئے اور بموجب اس کے کہنے کے روانہ ہوئے جس کے لئے جو دروازہ مقرر ہوا
تھا وہ اویکی طرف گیا۔

اس کے بعد تو مانے ایک نصرانی کو بلا کے حکم دیا کہ تو ناقوس لیکے دروازہ پر چڑھ جا جس وقت
ہم دروازہ کو ملیں اسی وقت اس زور سے سنگمہ باریگا کو کہہ دو کہ بکو خبر ہو جاے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا
تو سب کے آگے تھا اور اس کا لشکر زمین اور خود پہنے۔ ہاتھوں میں عمود لئے ہوئے تلواریں
تنگی کئے چلا۔ تو ما کے ہاتھ میں ایک چوڑی سی تلوار ہندی اور بزمقیہ سپر تھی۔ لوہے کے جوشن
پہنے اور سر پر سپر دیہ خود رکھے تھا جو اس کو خاص ہر قل نے بطور تحفہ کے دیا تھا جس پر سونے چاندی
کا کام ہو رہا تھا اور تلوار اس پر کام نہیں کر سکتی تھی۔ جس وقت وہ باب تو پار ہو چکیا تو شیرا ہرنا تک
کہ سارا لشکر اس کا وہاں آ کے جمع ہو گیا۔ اونے لوگوں کی طرف مخاطب ہو کے کہا کہ میرے شیر و
بہت جلدی اونپر چاڑو اور ایسی کوشش کرو کہ وہ سنبھلنے نہ پائیں اور تمہاری تلواریں اونکی سر و نیس
پہنچ جائیں۔ جو تم سے امان طلب کرے ہرگز اسے باقی نہ چھوڑنا شاید کہ وہی خالد بن ولید ہو

رحم کو بالکل دل سے دور کر دینا۔ اگر تم میں سے کسی کو صلیب اعظم نظر پڑے تو دیکھنے والا فوراً
 اس کے پاس پہنچ جائے۔ جو وہ اس سے فاصلہ پر ہو تو مجھے آواز دے لے میں جھٹ او سکے
 پاس نظر آؤنگا۔ اب دروازہ کھولا گیا اور کسی نے دوڑ کے ناقوس والی کو خبر دی۔ اس نے اس زور سے
 آواز دی کہ سارے دشت و جبل گونج اٹھے۔ تو ما اپنے دروازہ سے اور ہر گروہ اپنی اپنی طرف
 سے آواز کے ساتھ ہی نکل پڑا۔

جب آواز ناقوس مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ اگرچہ
 وہ تو ما کے فریب سے بے خبر تھے مگر خدا کے فضل سے کوئی سوچا نہ تھا۔ اس آواز کو سنے مسلمانوں
 نے ہتھیاروں کو سنبھال لیا۔ اکادوکا اچھا تا سوبی رہا تھا اسے ہی ہوشیار کر لیا۔ سب لوگ
 حملہ آور شیروں کی طرح اپنی اپنی جگہوں سے اٹھکے اس ناگمانی مصیبت کے لئے تیار ہو گئے۔
 دشمن ابھی ان کے سامنے پہنچنے ہی نہ پاے تھے۔ غرض کہ رومی جب مسلمانوں سے جاباٹری
 ہیں تو وہ مستعد کھڑے تھے۔ اس کالی اندھیری رات میں تلواریں چلنے لگیں۔ جناب سیف اللہ نے
 گہرا کے فرمایا واغوثا وا اسلاما وا محمد ا اکید وافوقی ورب الکعبہ اللہم انظر
 الیہم بعینک الفی لا تام واھڑھم ولا تسلیم المعدوم یعنی اے خدا اور اے محمد تم سے فریاد
 ہے۔ اسلام کے حال پر رحم فرما کے میرے لشکر کی مدد کرو۔ اے رب کعبہ۔ مسلمانوں کو مہربانی
 کی آنکھ سے دیکھو۔ انہیں ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے بچاؤ اور ان کو فتح دے۔

یہ لکے عدی بن حاتم طائی کے بہائی فتحان یا عجمان بن زید طائی کو بلا کے فرمایا کہ تم
 میری جگہ بیان عورتوں۔ بچوں اور اسباب کی حفاظت کرو میں جاتا ہوں میرے دل کو زار
 نہیں۔ نہ معلوم اس اندھیری رات میں میرے لشکر کی کیا حالت ہوگی۔ اپنے کل لشکر کو فتحان
 کے ساتھ چھوڑ صرف چار سو آدمی اپنے ہمراہ لیکر محض سادے کپڑوں سے بغیر زرہ اور

خود کے سدھارے۔ اُس کے خود بد دولت اور پیچھے چار سو سواروں نے گھوڑوں کے باگیں چھوڑ دیں اور بگڑے موقع پر چھاپوٹے۔ اس وقت آپ کے مبارک خساروں پر اُسوں کا تار بندھا تھا اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے ”یا اللہ العالمین۔ مجھے مسلمانوں کی شکست سے پہلے دنیا سے اٹھنا چاہیے۔“ جس وقت یہ لوگ تلواریں ہلاتے ہوئے باب شرتی پر وارد ہوئے ہیں اسی وقت وہ گروہ رومیوں کا آپہونچا جو ادھر کے مسلمانوں پر حملہ کرنے آیا تھا۔

دہان رافع بن عیمہ الطائی اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے پہلے ہی سے کمر بستہ کھڑے تھے فوراً اُن سے بھڑ گئے اور وہ اور اُن کا لشکر طری ثابت قدمی سے لڑا۔ تلواریں چمکتی تھیں اور کام کر رہی تھیں۔ ڈھالوں پر کٹاکٹ اوکی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ شہر کے اندر سے اور دروازوں کے اوپر سے ہنگامہ دار و گیر بلند تھا۔ مسلمانوں کی تکیہ رن سے دل دہلے جاتے تھے۔ شہر پناہ کے اوپر سے بھی رومی دھمکیاں دے رہے تھے۔

جناب سیف السد نے پہونچتے ہی آواز دی اے مسلمانوں۔ خوش ہو جاؤ میں تمہاری حمایت کے لئے آن پہونچا۔ پروردگار عالم نے مجھے کفار کا ہلاک کرنے والا بنایا ہے۔ میں خالد بن ولید تمہارا شہید اہوں اب ان مردودوں سے بخوبی سمجھ لو لگا۔ خدا میری مدد کرے۔ یہ فرما کے معہ اپنے ساتھیوں کے کفار پر حملہ کر دیا۔ دلیہ رن کو نیچے دکھا دئے اور شجاعان روم کو بے خاک میں ملایا۔ جدھر ہر بجھلائے ہوئے شیر کی طرح جاگ موڑ دیتے تھے پری کے پرے کافی کی طرح بچھا تھے۔ معتبر راولوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ اس وقت کی سی سخت لڑائی خالد کہی نہیں لڑے جس وقت اُن کے کانون میں مسلمانوں کی فریادیں پہونچتی تھیں اور رومیوں کی دھمکیاں سنتے تھے تو اگ بگولہ ہو ہو جاتے اور بگڑ بگڑ کے حملے کرتے تھے۔

سنان بن عوف نے اپنے چچا زاد بہائی قیس بن ہیرہ سے روایت کی ہے کہ

یہودی بھی ہم سے اڑتے تھے اور نصیب کے اوپر سے جتنے تیر اور پتر ہم پر آتے تھے سب انہیں کے کاٹا دیا جاتا ہوتا تھا۔

اگرچہ خالد بن ولید ہمہ تن جنگ میں مصروف تھے مگر دل اونکا انہیں مسلمانوں میں پڑا تھا جو مختلف دروازوں پر تعین تھے۔ خصوصاً امین الامتہ اور کاتب وحی اونکی آنکھوں میں پھر رہے تھے۔ شمر حیل بن حسنہ کو تو ما سے مقابلہ تھا۔ ہر وقت یہ سوچتے تھے کہ معلوم نہیں تو ما نے اون پر کیا غضب ڈلایا ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت شمر حیل بن حسنہ کو تو ما کے مقابلہ میں بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں۔ جس وقت ناقوس بجاتا تو اسب سے پہلے اور سب سے آگے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ مسلمان بڑے صبر و استقلال سے اس کے لشکر جہاد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے۔ تو ما اونکی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا دائیں بائیں نکلتا تھا اور لٹکار لٹکار کے بار بار کہتا تھا کہ ہر ہے تمہارا سر دار جسے تیرے میری دائیں آنکھ پہوڑی ہے میں ہر قل کی ناک کا بال اور صلیب کا مدگار ہوں۔ او سے لاکھ میرے سپرد کرو میں پلٹ جاؤنگا اور تمہارا بیچا چوڑا ڈنگا۔ جناب کاتب وحی نے جب اسکی یہ لات و گزات سنی اور دیکھا کہ اس نے بہت سے مسلمانوں کو زخمی کیا ہے تو فوج میں سے نکلے پکارے کہ کیوں بکتا ہے۔ لے۔ میں تیرے سامنے ہوں۔ میرے ہی پاس تیری صلیب ہے۔ اگر جو تجھ سے ہو سکے۔ تو مانے اونکی طرف گھوڑے کی باگ موڑی اور اسطرح اونپر جھپٹا جیسے شیر اپنے خکار پر جاتا ہوا اور کھنے لگا کہ مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔ پھر سب سے الگ ہو کے اون سے بڑی تیزی کے ساتھ لڑا تو گون نے بیان کیا ہے کہ ان دونوں میں جیسے جیسے دار ہوئے ویسے کین نہیں دیکھے گئے۔ غرض کہ آدھی رات تک دونوں باہم حرب و ضرب میں مشغول رہے۔ بعد آدھی رات گزرنے کے کاتب وحی کو ہراس پیدا ہوا لیکن ام ابان اونکے

پاس سے ایک دم کو بھی نہیں ٹلی تھیں۔ ہر مسلمان بھی اپنے پاس والے رومی سے لڑ رہا تھا۔ کوئی جھوٹون بھی جناب شہر حیل کی بہت بندہ مانے کو پاس نہیں آسکتا تھا صرف زوجہ ابان ہی انہیں مدد دیتیں یا نہ دیتیں۔ البتہ اونکا تیر کسی نہ کسی رومی کو ہی نہٹ لے بغیر نہ رہتا تھا۔ اس طرح انہوں نے بہت سے مشرکین کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ اونکی پاس بھی اسوقت ایک تیر رہ گیا ہے اور رومی انہیں مرد سمجھے ہوئے ہیں پس کسی مشکل کا وقت ہے کہ ہر مسلمان اپنی اپنی مصیبت میں مصروف ہے اور ام ابان جو سایہ دار اونکے ساتھ ہیں اونکے پاس صرف ایک ہی تیر ہے اور جناب کاتب وحی بے یار و مددگار ہر اسان ہیں۔ تو ماہاتہ دھوکے اونکے درپے ہے کہ ام ابان نے اوس تیر کو ہاتھ میں لیکے دائیں بائیں دیکھا اتنے میں ایک رومی اونکے پاس آگیا اونکا تیر اوسکے سینہ پر بیٹھا ادھر تو وہ مر کے ایک طرف گرا اور ادھر رومیوں نے ام ابان کو نہتیا پاکے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آخر مجبور ہو کے زوجہ ابان اونکی حراست میں آگئیں۔ حضرت کاتب وحی نے حسرت کی نگاہ سے اونکو دیکھا مگر کیا کر سکتے تھے۔ تو مابکر بکھر کے اونپر حملہ کرتا تھا جنکار و کن شہر حیل کو بہت مشکل ہو جاتا تھا۔ آخر شہنشاہ کے انہوں نے ایک بڑی سخت ضرب تلوار کی ادھر لگائی تو مانے اپنی سپر پاد سے لیا۔ افسوس ہے کہ تلوار ڈھال پر پڑتے ہی کہن سے دو ٹکڑے ہو گئی اور جناب شہر حیل اب پورے طور سے مایوس ہو کے پکارے انا للہ وانا الیہ راجعون،، تو مانے یقین کر لیا کہ اب یہ میرے بس میں ہیں اسلئے گرفتار کرنے کو حملہ کیا۔ اونکی گرفتاری میں باقی ہی کیا رہ گیا تھا مگر جسے خدا رکھے اوسے کوئی نہیں چکھ سکتا ہے تو مابکاتب وحی پر ہاتھ بڑھانا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً دو سوار اونکے پیچھے آکر طرہ ہوئے اور وہ صرف دونے تھے بلکہ لشکر کا طرہ دل تکبیر میں کہتا ہوا اونکے پیچھا پیل چلا آتا تھا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ ام ابان یا کھل ہاتھ پیرون سے جکڑی ہوئی ہیں اور شہر حیل بن حسرت کی گرفتاری

میں چشم زدن کی دیر نہ گئی ہے کہ اگلے دونوں سواروں کو تاب نہ رہی۔ ایک نے کہا شریعت میں خبردار
 میں عبدالرحمن بن صدیق اکبر ہوں تمہیں اب کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ دوسرے نے پیک کے اوس
 سوار کو مار ڈالا جسکی حراست میں ام ابان تھیں۔ پس جناب کاتب وحی اور زوجہ ابان دونوں کو
 رہائی حاصل ہو گئی۔ رسیدہ بود بلا سے ولی بخیر گذشت۔ یہ دوسرے صاحب عبدالرحمن کے ساتھ
 جناب عثمان بن عفان کے تخت جگر حضرت ابان رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے زوجہ ابان کو
 چوڑایا ہے۔ جب تو مانے مسلمانوں کو ایسا مستعد پایا اور دوڑے شکاراوسکی آنکھوں کے سامنے
 جال سے نکلے تو کف افسوس ملتا ہوا شہر واپس چلا گیا۔

تیسرے بن عدی فرماتے ہیں کہ میں جناب امین الامتہ کے لشکر میں تھا اوسدن کوئی سحرار مسلمانوں
 کا ایسا اچھا نہیں اڑا جیسے کہ ابو عبیدہ بن الجراح نے جان کپائی۔ جناب موصوت اوسوقت اپنے
 لشکر سے دور خیمہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ناقوس کا خونک شور مٹا۔ حضور نے نماز کو مختصر کر کے
 ختم کر دیا اور فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر فوراً مسلح ہو کے اوٹھ
 کھڑے ہوئے۔ اولکال لشکر بھی جلدی جلدی ساز سینکڑے سے درست ہو کے اونکے پاس آگیا
 لوگوں نے دیکھا کہ امین الامتہ لکارتے اور ڈپٹتے ہوئے مثل شیر کے سب سے آگے بڑھ گئے
 اور اعدا کی صفوں کو چیرتے پہاڑ تے اتنا آگے پہنچے کہ دمشق کا پہاٹک اون سے توڑی دور
 رہ گیا تھا۔ ناظرین غور کریں۔ یہ کیسی خطرناک جگہ تھی کہ اب امین الامتہ اور لشکر اسلام کے دیوان
 میں رومی لشکر حائل ہے مگر بیان جوش میں یہ خبر بھی نہ تھی کہ میں کمان ہوں اور کوئی وقت بھی
 میرے لیے پیدا ہو گئی ہے یا نہیں۔ اودہر فیصل شہر سے تہرون اور تہرون کی بوچھاڑ تھی۔
 اپنے فیصل کے سامنے غزوہ اکبر بلذ کیا۔ شہر والی سمجھ کر مسلمانوں کا لشکر ہمارے آدمیوں کا قلع و قمع
 کر کے یہاں تک آن پہنچا اور مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کے جان نکل گئی کہ ہمارا سردار دشمنوں کی

نرومین ہے۔

جناب واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رومیوں کا سردار جرجی بن قالا سب کے آگے
 ہوتا جب اونے دیکھا کہ مسلمانوں کا سردار اوراد کے چند ساتھی لڑتے لڑتے ہماری فوج سے بھی
 پیچھے نکل گئے ہیں تو اونے بھی لوٹنے کا قصد کیا۔ مسلمان فوج عدد کا تعاقب کرتے ہوئے چلے
 یہاں تک کہ جب تلواریں لگاتے ہوئے دروازہ کے قریب پہنچے ہیں تو امین الامتہ بھی اون پر
 حملہ کر کے اپنے لشکر میں نکلے۔ فیصل والون نے اس خیال سے کہ ہمارے لوگ بھی اب
 یہیں ہیں کہیں وہ نہ مارے جائیں پھر اور تیرہ پینکنا بند کر دئے۔ جناب ابو عبیدہ بن الجراح
 نے اسے حسن اتفاق سمجھ کر مسلمانوں کو براہِ نیکختہ کر دیا اور وہ تلوار چلی کہ شاید وہ بایہ۔ ایک رومی
 اون کے مقابلہ میں نہ بچا اور جرجی بن قالا معہ اپنے لشکر کے کام آیا۔

خالد بن ولید ہمہ تن جنگ میں مصروف تھے کہ ضرار بن الازور خاک و خون میں تیراؤنکے
 سامنے آئے۔ سیف اللہ کو چین نہ پڑا تنگئے اور پوچھا۔ ضرار خیر ہے۔ ضرار نے عرض کی۔ حضور
 آپ کے اقبال سے سب طرح خیریت ہے۔ ان مردودوں نے رات کو ہم سے فریب کیا میں
 بھی اس وقت ڈیڑھ سو کوئی النار کر کے حضور میں حاضر ہوا ہوں اور میرے ساتھیوں نے تو اتنے
 مارے ہیں جب کا حساب نہیں۔ غرض کہ اب صغیر سے جو لوگ یزید بن ابی سفیان کے لشکر کی طرف
 جکے تھے ان کی میں نے خوب ہی خبر لی تاکہ آپ کو ان میں مدد پہنچانے کی تکلیف نہ اوڑھانی پڑے
 پھر میں ہر سردار کی طرف گیا۔ اور ہر طرح سے آپ کے لشکر کی تائید کی۔ سیف اللہ یہ سُنکے تہایت
 خوش ہوئے اور فرمایا۔ ضرار۔ تمہیں لوگ میرے قوت بازو ہو میری ناموری تمہارے ہی باعث
 سے ہے۔ اس وقت اور سردار بھی اپنے اپنے مقامات سے فارغ ہوئے خدمتِ خالدی میں
 حاضر ہوئے۔ وہاں یہ تجویز ہوئی کہ اس رات کی لڑائی میں سب سے چوٹے ہیں آج جتنا زور تھا

وہ سب حضرت کاتب وحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی پر رہا اونکی زندگی دوبارہ ہوئی ہے۔ چلو۔ سب ملے اونکا شکریہ ادا کریں۔ چنانچہ اس فیصلہ متفقہ کے موافق سب صاحب مع خالد بن ولید کے شمر جلیل بن حسنہ کے پاس آئے۔ گلے ملے مبارکیا دی اور کہا کہ سچ پوچھو تو آج کا میدان آپ کے ہاتھ رہا۔

جناب واقعہ نے روایت کی ہے کہ لشکر اسلام پر جیسی یہ رات مصیبت کی تھی ایسی کبھی نہیں گذری تھی اور طایفون میں جو اس سے پہلے مکرپ چکے تھے اونکو جانے دو۔ دن بہر کے تھکے ماندے تھے کہ رات کو بھی چین نہ ملا اور ساری رات لڑائی کے کرب میں بسر ہو گئی۔ اس رات کو ہزار ہا رومی تہ تیغ ہوئے۔ جب تو ماشہر میں داخل ہو گیا اور پہلا ٹک بند کر لئے گئے تو بڑے بڑے رئیس تو ما کے

پاس آئے اور رورو کے کہا کہ اے سردار۔ اس کالی رات نے ہمارا بہت نقصان کیا۔ تاجق بیٹھے بٹھاے ہزاروں گمربے چراغ ہو گئے۔ سینکڑوں بچے بے پدر ہوئے۔ بہت سی عورتیں رانڈ ہو گئیں۔ دنکو کیا تھوڑا نقصان ہمارا ہوا تھا جو رات کی بلا ہم پر پڑی۔ ہم نے پہلے ہی تجھے نصیحت کی تھی مگر افسوس تو نے نہ مانا اور ہمارا نقصان کیا۔ اب ہم میں صدمہ سننے کی طاقت نہیں۔ ہم صلح کئے لیتے ہیں۔ اگر تجھے منظور نہیں تو اپنی ذات کا مختار ہے۔ یہ سن کر تو مابلولا۔ تم لوگ مجھے اتنی مہلت دو کہ میں یہ سب کیفیت بادشاہ کو لکھ بھیجوں اگر وہاں سے مدد آگئی تو فیماوردہ تم صلح کر لینا۔ یہ کہنے کو مانے ہر قل کو لکھا کہ اے بادشاہ۔ عربوں نے ہمیں اس طرح گمیر لیا ہے جیسے

انگٹھ کی سپیدی نے اوسکی سیاہی کو گمیر کر رکھا ہے۔ اجنادین میں اونہوں نے ہماری بہت سی قوم مار ڈالی۔ وہاں سے اولٹ کے ہمارے اوپر جبک پڑے اور یہاں بھی کثرت سے ہمارے آدمی اونہوں نے مارے۔ میں بھی اون سے مقابلہ کرنے میں زخمی ہوا ہوں اب دشت والے میری ایک نہیں مانتے اون سے صلح کر نیکو تیار ہیں۔ یا تو خود شریف لا کے

انکی گوشمالی کیجئے یا معقول لشکر ہماری مدد کو روانہ فرمائے۔ اب یہاں کی حالت نہایت رومی ہے یہ لکھ کر اوس پر اپنی مہر کی اور صبح ہونے سے پہلے قاصد کو روانہ کر دیا۔

اب صبح ہوئی۔ حکم خالدي ہر مسلمان سردار کے پاس پہونچا کہ اپنی اپنی جگہ سے روانہ ہو کے لڑائی شروع کر دو۔ چنانچہ جناب ابو عبیدہ بن الجراح نے تعمیل حکم میں فوراً سوار ہو کے بڑے زور و شور کے ساتھ معرکہ آرائی شروع کر دی کہ اہل دُشمن دہل گئے۔ انہوں نے جناب سیف اللہ کی خدمت میں ایک ایلمچی اس استدعا کے ساتھ بھیجا کہ ہمیں مہلت دی جائے۔ خالد بن ولید نے صاف انکار کر دیا کہ تمہاری اتنی بے اعتدالیوں کے بعد ہم تمہیں مہلت نہیں دے سکتے آخر ترش لڑائی جاری رہی اور دُشمنیوں کا دم ناک میں آگیا۔ ہر قتل کے جواب کا ہر وقت انتظار تھا۔ جب جواب میں دیر ہوئی تو رُوسا سے شہر نے ملکہ باہم مشورہ کیا کہ اب صبر نہیں ہو سکتا۔ کہنا تاک اپنے گلے کٹو یا کرین۔ مناسب ہے کہ یہ جھگڑا ختم کیا جائے اور جو کچھ مسلمان چاہیں انہیں دیکے صلح کر لی جائے۔ اوسی جلسہ میں ایک بڑا ہارومی بھی شامل تھا جس نے کتب سابقہ لغو مطالعہ کی تھیں وہ بول اٹھا۔ اے لوگو! خدا کی قسم۔ مجھے خوب یقین ہے کہ ہر قتل ہی آ کے مسلمانوں سے عہدہ برائت نہیں ہو سکتا کجا اوسکا بھیجا ہوا لشکر۔ یہ لوگ بیسوں بیسوں جیتینگے۔ ہماری کتابوں میں انکے نبی کے مبعوث ہونے کی خبر موجود ہے اور انکا نام محمد اور وہ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں۔ عنقریب انکا دین سب دینوں پر غالب ہو جائیگا۔ اے لوگو! تمہارے لئے بہتر ہے کہ محال کاموں میں نہ بہنسو مسلمانوں کے ساتھ حیلہ جوئی نہ کرو اور جن شرائط پر وہ چاہیں ان سے صلح کرو۔ لوگوں نے ایک تجربہ کار اور مس آدمی کا یہ کلام سن کر اوسکے مشورہ پر توجہ کی اور یہ قرار پایا کہ خالد بن ولید چونکہ بڑے سخت اور خونخوار آدمی ہیں اسلئے ان سے نہ کہا جائے البتہ ابو عبیدہ بن الجراح سید ہے اور نرم مزاج ہیں ان سے چلکے صلح کا فیصلہ کرنا چاہئے چنانچہ جناب ابن اللاتہ نے صلح کر لی۔ اسباب میں

اون سے اور حضرت سید الد سے جو رد و بدل ہوئی ہے اور سے ہم اور لکھ چکے ہیں یہاں دوبارہ بیان کرنا کی ضرورت نہیں۔

روایت ہے کہ جناب امین الامتہ نے دمشق میں سے کوئی شے بطور ضمانت یا اگر کے نہیں لی یوں ہی صلح کر لی کیونکہ جس رات کو اونہوں نے یہ مصالحہ کیا ہے اسی رات میں نماز پڑھ کے آپ سو رہے تھے کہ خواب میں جناب سرور کائنات علیہ السلام کو دیکھا حضور نے امین الامتہ کے سر ہانے کھڑے ہو کر فرمایا اللیلۃ یفتح المدينۃ انشاء اللہ تعالیٰ یعنی اگر حق سبحانہ تعالیٰ نے چاہا تو اسی رات میں شہر فتح ہو جائیگا۔ یہ ارشاد کر کے آنحضرت صلعم نے تشریف لیجائے میں عجلت کی۔ جناب ابو عبیدہ نے عرض کی کہ حضور راستے میں متعجل کیوں ہیں فرمایا کہ ابو عبیدہ۔ مجھے ابو بکر صدیق کے جنازہ کی نماز پڑھنی ہے۔ اسکے بعد امین الامتہ کی آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت خواب کا حال جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ پس جناب امین الامتہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فیض بنیاد سے یقین کھلی ہو گیا تھا کہ صبح سے پہلے ہماری عملداری و شوق میں ہو جائیگی۔ تو بڑی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ لوگ شہر سپرد کرنے و صلح کیلئے حاضر ہو گئے۔ اپنے رسول خدا کے اعتماد پر اون سے صلح کر لی اور ضمانت میں اون سے کچھ نہ طلب کیا۔ جب امین الامتہ نے دستاویز لکھ کے دمشق میں کو دیدی تو اونہوں نے عرض کی کہ اب آپ ہمارے ساتھ چلیں اور ہم سے شہر کا قبضہ لیں۔ امین الامتہ سوار ہو کے اون کے ساتھ ہوئے اور ان کے ہمراہ پینتیس صحابی اور تیس اور مسلمان کل پینتیس آدمی شہر میں داخل ہوئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی یہ تھیں۔

جناب ابو ہریرہ۔ حضرت معاذ بن جبل۔ جناب سلمہ بن ہشام المخزومی۔ حضرت نعیم بن عدی۔ جناب ہشام بن العاص السمی۔ حضرت ہیان بن سیفان۔ جناب عبد اللہ بن عمر والد سہمی

حضرت عامر بن طفیل۔ جناب سعید بن الحبیب الدوسی۔ حضرت ذوالکلاع الحمیری۔ جناب حسان
 بن نعمان الطائی۔ حضرت حریر بن نوفل الحمیری۔ جناب سالم بن زقدا الیوبعی۔ حضرت سیف بن سالم الطائی
 جناب سمع بن خویلد السکسی۔ حضرت ستان بن اوس الانصاری۔ جناب محمد بن عوف الکندی
 جناب یحییٰ بن مالک التیمی۔ جناب محکم بن عدی التیمانی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ الثقفی۔
 جناب بکر بن عبد اللہ التیمی۔ حضرت راشد بن سعد۔ جناب قیس بن سعد۔ حضرت سعید بن عمرو
 جناب رافع بن سہیل۔ حضرت زید بن عامر۔ جناب عبیدہ بن اوس۔ حضرت مالک بن الحارث
 جناب عبد اللہ بن طفیل۔ حضرت ابوالثائب بن المتدر۔ جناب عوف بن ساعدہ۔ حضرت عباس
 بن قیس۔ جناب عباد بن عقبہ النہانی۔ حضرت سیرہ بن عامر۔ جناب عبد اللہ بن قرقم الاذوری۔
 غرض کہ گیارہویں جمادی الثانی ۳۱۵ھ یوم دوشنبہ کو جناب امین الامتہ سعدان پینسٹ
 آدمیوں کے شہر میں داخل ہوئے اور انکے ہمراہ قس اور راہب سیاہ بالوں کا بتا ہوا لباس پہنے
 ہوئے تھے اور انچیلون کو عود وغیرہ اور خوشبودار چیزوں کی دھونی دیتے جاتے تھے۔

دشقیون نے برادر عمرو بن العاص یعنی خالد بن سعید کو نہر میں بجھے ہوئے تیر سے مار ڈالا
 تھا اس لئے جناب سیف اللہ نہایت برہم تھے اور ان سے بڑی سختی کے ساتھ لڑ رہے تھے
 یہاں تک کہ ابن سعید کے جنازہ کی نماز بھی خود ہی پڑھی اور اپنے ہاتھ سے انہیں دروازہ
 شرقی اور باب قوما کے درمیان دفن کر کے حکم چڑھا دیا تاکہ اب ان لوگوں کی ایک نہ سنتوہین
 صلح بھی کرنی منظور نہیں ہم ان سے بزور شمشیر شہر خالی کرانے لگے۔ چنانچہ باب شرقی پر پڑے غیظ
 و غضب سے جنگ جاری تھی اور دشقی شہر میں بند تگ آرہے تھے۔

خدا کی قدرت دیکھئے کہ یوشابن سر قش ایک قس کا مکان شہر پناہ سے ملا ہوا تھا۔
 اوسنے ملاحم وانیال علیہ السلام میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے

بہت شہر فتح کرایگا اور دین اونکا سب دینوں پر غالب آجائیگا۔ پس جب یہ رات آئی اور اس کے
 گہروائے سب سو گئے تو یوشا نقب دیکے سیف اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر
 آپ مجھے اور میرے گہروالوں کو امان دین تو میں نقب کی راہ سے آپ کے آدمیوں کو شہر میں
 داخل کر دوں۔ جناب خالد نے اس کے اطمینان کے لئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا
 اور فرمایا کہ تیرے اور تیرے متعلقین کے لئے امان ہے۔ یوشا تو مستعد اور مسلح مسلمانوں کو
 جنین بہت سے قوم حیر کے آدمی سے نقب کی راہ سے شہر میں لے گیا۔ ان مسلمانوں نے
 باب شرقی کے دربانوں کو قتل کر کے قفل توڑ ڈالے اور دروازہ کھول دیا اور بلند تکبیریں کہیں
 اس کے سنتے ہی خالد بن ولید کا لشکر اندر داخل ہو گیا اور شہر میں کیلیلی پڑ گئی۔ یہ وہ وقت ہے کہ باب
 شرقی سے سیف اللہ قتل عام کا حکم چڑھایا ہوئے چلے جا رہے ہیں اور اوپر سے جناب
 امین الامتہ صلح و ہشتی کی دستاویز لکھے ہوئے دروازہ جا بیٹھ سے چلے ہیں حتیٰ کہ دونوں صاحبوں کا
 آئنا سامنا کینہہ مریم پر ہو گیا اور جو کچھ گذری ہمارے ناظرین کو پہلے سے معلوم ہے یعنی سب نے
 سچا بوجھا کے زبردستی سیف اللہ کو ابو عبیدہ بن الجراح کے معاہدہ کا پابند کر دیا اور شہر میں امن پیدا
 جناب سینہ اللہ نے پہر ہی یہ فرمایا کہ میں نے تمام شہر کو امن دیا مگر تو ما اور ہر میں اور
 دونوں کے لشکروں کو ہرگز امن نہیں دوں گا انہیں سے ایک کو باقی نہ کر دوں گا ان لوگوں نے شہر
 والوں کو بہت بھگایا ہے اور مسلمانوں کو بھی زیادہ تکلیف انہیں دونوں کے باعث سے ہوئی ہے
 تو مانے سرداری کے عہدہ پر مقرر ہونے کے بعد نصف شہر کا حکم ہر میں کو کر دیا تھا وہ بھی صلح کا
 بہت مخالفت تھا اور لوگوں کو مسلمانوں کی دشمنی کے سبب سے ہمیشہ لڑنے ہی کے لئے اوکھا یا کرتا
 جب امین الامتہ نے یہ بات سنی تو فرمایا۔ کیا تو ما اور ہر میں اور اس کے لشکر شہر میں داخل
 نہیں ہیں۔ بیشک ہیں۔ میں تو سارے شہر کو امان دیکھا اب یہ مارے نہیں جاسکتے۔ اے امیر

خالد بن ولید۔ تم اگر ایسا کرتے تو میں ضرور تمہارے معاہدہ کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتا پس تم
 کیوں میری ذمہ داری کو ناجائز اور حقیر کئے دیتے ہو اب پہر سیف اللہ کو مجبور نہ بنا پڑا اور کما قسم خدا کی۔
 اے ابن الامتہ اگر تم ذمہ دار نہ ہوتے تو آج کے دن میں دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجادیتا اور کسی
 تنفس کو باقی نہ چھوڑتا۔ خیر اب آپ کی خوشی لیکن یہ دونوں ملعون یہاں سے نکل جائیں ہمارے شہر میں
 نہ رہیں۔ تو ماہر ہیں نے سیف اللہ و امین الامتہ کی رد و بدل دیکھی تو ڈر گئے اور خود بھی دمشق میں
 نہ رہنا چاہا لہذا اونکو تین دن کی مہلت دی گئی کہ اس مدت میں اپنا سامان کر کے چلتے پہر تے نظر آؤ۔
 چنانچہ وہ دونوں ایک جم غفیر کے ساتھ معہ بہت سے مال و متاع کے دمشق سے چلے گئے۔
 زید بن طریف نے روایت کی ہے کہ جب یہ لوگ ہرقل کی بیٹی کو لیکر چلے گئے تو یونس
 جب کالورا قصہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ہمیں لیکر روانہ ہوا۔ تو ما کا مسلمانوں کے خوف کے مارے حیل
 تھا کہ اتنا سے راہ میں جو اونٹ یا بچہ بیٹھ جاتا اس کے اوٹھانے اور سیدھا کر نیکے لئے بھی نہیں
 ٹھہرتے تھے کہ دیر لگی فوراً جانور کی کوئیچین کاٹیں اور جہاں وہ گرا تھا اسے وہیں چھوڑ دیا راستہ
 میں سینکڑوں جانور ہمیں ایسے ہی پڑے ملے۔ گویا وہ سر پر پاؤں رکھ کے بہا گئے تھے ہم بھی
 دن رات برابر چلتے تھے اور سوائے نماز کے اور کسی لئے نہیں ٹھہرتے تھے۔ یہاں تک کہ تو ما
 کے ساتھیوں کے نشان قدم بھی غائب ہو گئے۔ یہ بات دیکھ کے ہم لوگوں کو تشویش ہوئی۔
 جناب خالد نے یونس کو بلا کے دریافت فرمایا کہ اب تیری کیا راہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ
 حضور خدا سے مدد طلب کر کے چلے چلیں اور کچھ پرواہ نہ کریں چونکہ وہ خوفناک ہو کے بہا گئے ہیں
 معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے شارع عام چھوڑ کے اونہوں نے پہاڑوں کی راہ لی ہے۔ اب
 سمجھ لیجئے کہ ہم نے اونہیں پکڑ لیا۔ پس یونس نے بھی اس جگہ سے عام راستہ ترک کر دیا اور
 پوشیدہ راہیں اختیار کیں۔

ضحاک بن سیفان نے کہا ہے کہ اس مقام سے ہم لوگ تپہر ٹلی راہ پر ہوئے جس نے
تہذیب تکلیف دی۔ گوڑوں کے نعل اوکڑ گئے اور پیرون سے خون جاری ہو گیا ہم لوگوں کے
پانوں کے موزے پارہ پارہ ہو گئے اور پیدل چلنا پڑا۔ سب آدمی شکایت کرنے لگے اور اوپر
طرہ یہ تھا کہ رات کا وقت وہ بمشکل کاٹ کے سحر کی۔ مگر جب اوس تپہر ٹلی راہ سے گذر گئے تو
نشان قدم اون لوگوں کے پھر نمودار ہوئے۔ خالد بن ولید نے وہاں سے پھر جلدی کی اور ملائکہ
سے کہا کہ عجلت کرو انشاء اللہ تعالیٰ وہ ہمیں بچائینگے۔ ہم لوگوں نے عرض کی کہ اے سردار۔
تھوڑی دیر ہمیں دم لینے دیجئے۔ سختی راہ سے ہماری جان لیون پر ہے اور جانورون پر بھی
رحم فرمائے انکو بھی بدت سے دانہ چارہ نہیں ملا ہے۔ سیف الدنہ نے ہماری اس التماس کو
قبول نہیں فرمایا اور ارشاد ہوا کہ نہیں خدا کو یاد کرتے ہوئے چلے چلو وہ سب مشکین آسان کرنے
والا ہے۔ ہم خادمان اسلام کو آرام کہاں۔ حکم حاکم جب یوں ہوا تو ہم ایک دم بھی نہ ٹھیرے۔ روانہ
ہو گئے۔ یونس ہمارے آگے تھا چونکہ ہم لوگ نصرانی عربوں نحم اور جذام اور غسان کی پوشاکین
پہنے تھے اسلئے جس رومی شہر سے ہمارا گذر ہوتا تھا وہاں تکے باشندے ہمیں اونہیں عیسائی
قوموں میں سمجھتے تھے اور کچھ متعرض نہوتے تھے۔ یہاں تک کہ جیلہ اور لادقیہ سے گذرتے
ہوئے سمندر کے کنارہ تک پہونچ گئے۔ یہاں سے جبلا وطنوں نے انطاکیہ کے راستہ کو
چھوڑ دیا تھا اور ہر قل کے خون سے وہاں نہیں گئے تھے۔ یہاں پر یونس ہنگاماً ہو کے کھڑا کا
کھڑا رہ گیا اور ہر کچھ سوچ بچار کے ایک گاؤں میں چلا گیا جو سانسے نظر آتا تھا۔ وہاں کے لوگوں
نے بیان کیا کہ جب ہر قل کو معلوم ہوا کہ تو ما اور ہمیں مسلمانوں سے ہارے اور دمشق اونہیں
دیکے ایک مجمع کثیر کے ساتھ رہا گئے چلے آتے ہیں تو غصہ اور غضب سے لال پیلا ہو گیا
اور اونہیں لکھ بھیجا کہ خبردار انطاکیہ میں قدم نہ رکھنا میں یہاں یرموک پر مسلمانوں سے لڑنے کے

فوج تیار کر رہا ہوں تم اور تمہارے ساتھی ان لوگوں سے مسلمانوں کے عجیب حالات اور ان کی
 شجاعت کے کرشمے بیان کر کر کے ان کی بہتین پست کر دو گے اس لئے تم سیدھے قسطنطنیہ چلے
 جاؤ۔ اس لئے وہ قسطنطنیہ جانے کے ارادہ سے لکام کی طرف گئے ہیں۔ یونس کو اب پوری ناسمجھی
 ہو گئی۔ پس یکم حبیب ۳۳۵ھ منگل کی صبح کو جب مسلمان نماز فجر پڑھ رہے تھے یونس سٹپٹایا
 ہوا اونکے پاس آیا اور بولا لکھ اب مایوسی ہے۔ میں نے ناحق تم لوگوں کو تکلیف دی۔ جناب
 سیف الدین نے اوسکے یہ کلمات سن کر فرمایا کہ یہ تو نے کیسے سمجھ لیا۔ یونس نے جواب دیا اے
 امیر۔ اونکے قدموں کے نشان گم ہیں مجھے امید تھی کہ وہ سوریرہ میں پلجائینگے۔ اب میرا دل
 یہی گواہی دیتا ہے کہ وہ ہم سے بچکے نکل گئے۔ اس گالوبن کے لوگوں سے بھی معلوم ہوا
 کہ ہرقل نے اونکو انطاکیہ نہیں آنے دیا اس لئے وہ قسطنطنیہ روانہ ہو گئے ہیں اب نہیں مل سکیں گے
 ایک بڑا عالی شان پہاڑ تمہارے اور اونکے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ ہرقل کا لشکر بھی تم پر
 حملہ کرنے کو آئو والا ہے۔ ضرار بن الازور فرماتے ہیں کہ یونس کی یہ باتیں سنتے ہی خالد بن ولید
 کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حالانکہ کبھی میں نے اونکے چہرہ سے ایسے آثار نمایاں نہیں دیکھے تھے۔
 بڑی سے بڑی مصیبت میں اوس بندہ خدا کے منہ پر ذرا سا بھی اثر نہیں ہوا۔ میں نے متعجب
 ہو کے پوچھا کہ اے سردار۔ آپ کا غلات عادت یہ کیا حال ہے۔ فرمانے لگے۔ ضرار مجھے
 اپنا سر جانیکی مطلق پرواہ نہیں مگر اتنے مسلمانوں کے خون کا قیامت کے دن کیا جواب دوں گا
 علاوہ برین دمشق فتح ہونے سے قبل میں نے ایک خوفناک خواب بھی دیکھا ہے جو ہر وقت
 کانٹے کی طرح میرے دل میں کھٹکتا رہتا ہے۔ مسلمان مصر ہوئے کہ فرمائے وہ کیا ہے۔
 ہم بھی سین۔ جناب سیف الدین بولے۔ ”گویا میں تم لوگوں کے ساتھ ایک جنگل بے آب و دانہ
 میں ہوں جہاں گھاس کا ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔ ہم لوگ بحال پریشان اوسین چلے جا رہے ہیں“

ناگاہ ایک طرف سے وحشی گدھوں کا غول نمودار ہوا۔ اونکی صورتیں ڈراؤنی اور جسم بہت ہی بڑے
 بڑے تھے مگر جلد میں اور بال اور انکے نہایت ہی خوشنما تھے۔ انہوں نے ہم پر حملہ کیا۔ کوئی
 منہ مارتا تھا اور کوئی ٹاپین لگاتا تھا۔ ہم نے اونکو چاروں طرف سے گیر لیا اور تیر مارنے لگے
 اونہیں ہمارے تلواروں اور تیروں کا کچھہ بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ آخر ہم اور ہمارے گھوڑے اونہیں مار مار
 مارتے تھک گئے۔ مین نے مجبور ہو کے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پہلے ان سے دور
 ہو جاؤ تاکہ انہیں راستہ ملے پھر غل شورچا کے ان پر حملہ کرو۔ اس ترکیب سے وہ بہاگ
 گئے اور اون مین سے ہم بہت تھوڑوں کو مار سکے۔ ہم اونکا اچھا اچھا گوشت پکا رہے تھے کہ
 وہ پھر مجتمع ہو کے لوٹے۔ مین نے لشکار کے مسلمانوں سے کہا کہ خدا تمہیں برکت دے ان پر
 حملہ کرو۔ یہ کھلے میں سوار ہوا اور مسلمان بھی میرے ساتھ چلے۔ ایک اونٹ جو سب کے آگے
 تھا او سے مین نے شکار کیا۔ مسلمانوں نے بھی بہت سے صحرائی گدھے مار ڈالے۔ معدودے
 چند ہی اونہیں سے بچے تھے جو بہاگ گئے۔ ہمارا قصد تھا کہ اب وہاں سے اپنے گھروں کو
 روانہ ہوں کہ میرے گھوڑے نے مجھے گرا دیا اور میرے اعمامہ میرے سر سے گر کے دور جا پڑا۔
 اوسکے اوٹھانے کا مین نے ارادہ کیا تھا کہ اُنکے کھل گئی تھیں۔ مجھے اس خواب کی بھی تعبیر معلوم ہوتی
 ہے کہ جس مصیبت میں اس وقت ہم مبتلا ہیں۔ یہ سنکے حضرت عبدالرحمن بن صدیق اکبر لوبل
 اوٹھے کہ اے جلیل القدر سپہ سالار۔ یہ بہت اچھا خواب ہے خدا آپکو مبارک کرے۔ موٹے
 سارے اور خوشنما بھی لوگ ہیں جنکے تعاقب میں حضور لکھے ہیں اور انکے سبب سے ہم اس
 بلا میں پڑے ہیں۔ آپ کے گھوڑے سے گرنے کے یہ معنی ہیں کہ مرکب آپکا پہاڑ کی بلندی سے
 تشیب کو جائیگا۔ البتہ عمامے ہم عربوں کے تاج ہیں اونکا گرانہ ضرور کوئی ایسی بلا ہے جسے مین
 ابھی بیان نہیں کر سکا وہ جب میری سمجھ میں آجائیگی تو عرض کر دوں گا۔

حضرات ناظرین ”الولد سترلابیہ“ صاحبزادہ نے کیا جربتہ تعبیر سیف الدہ کو دی ہے والد ماجد رضی اللہ عنہ ہی بہت اچھی تعبیر دیتے تھے۔ اوس عمامہ گرنے کو بھی ہم بتا دین جو یہ ہے کہ ان لوگوں کو ابھی جناب صدیق اکبرؑ کی وفات کی خبر نہیں پہنچی ہے مگر انکا انتقال ہو چکا ہے اور فاروق اعظمؓ سند آراے خلافت ہیں۔ ہمارے سیف الدہ سپہ سالاری شام سے مغزول ہو چکے ہیں اونکے عمامہ کا گرنا تھا۔ عبدالرحمنؓ سے یہ تعبیر سنکر جناب سیف الدہ نے فرمایا کہ یہ مایوس۔ اگر یہ خواب میرا سچا ہے اور اوسکی کچھ تعبیر ہے تو اوسے المدجل شانہ مجھے یہیں دنیا میں دکھا دے مگر امورات آخرت کے لئے اوسے نہ رکھے۔ اب میں خدا سے مدد طلب کرتا ہوں اور میرا بہرہ و سوا اسی پر ہے۔ میں صرف اپنی جان کا مالک ہوں۔ اوسے میں نے اللہ کی راہ میں فدا کرنے کے لئے مختص کر رکھا ہے دعا کرو کہ خدا میری تمنا پوری کرے۔ اب تم اپنی کہو کہ تمہارا کیا ارادہ ہے آیا تم لوگ اون جلاوطنوں کی طلب میں چلو گے۔ اگر تم چلے تو اسمین دوہی باتیں ہیں یا تو فتح اور غلبہ ہے جس سے اسلام کا رعب اور دبدبہ کفار کے دلوں میں اور بھی زیادہ بیٹھ جائیگا اور خدا اور رسولؐ تم سے خوش ہوں گے یا ہم مارے گئے تو شہید ہوے۔ اسی لئے ہماری یہ سب کوششیں ہیں کہ راہ خدا میں سرکٹاے ہوے قیامت میں کھڑے ہوں۔ سب بالاتفاق بول اٹھے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ہیں جدہم چاہئے چلیے۔ خالد بن ولیدؓ نے یونس کا عالم نجیب رکھا تھا۔ بولے۔ نجیب۔ تجھے کچھ بھی امید اونکے ملنے کی ہے۔ اوسنے عرض کی کہ آپ چلے چلیں گے تو ضرور اونکو پکڑ لین گے میرا خوف اور مایوسی صرف اس لئے ہے کہ اگر رومیؒ نے تمہارے یہاں اپنی کئی خبر سن پائی تو دہر دوڑینگے اور خدا جانے پہر کیا ہو۔ خالد بن ولیدؓ بولے۔ ہمیں خدا سے غالب و بزرگ کا بہرہ و سوا ہے۔ تو چل اور سبکے آگے ہوئے۔ قسم ہے شرب میں آرام سے سونیا لے کی اور بیعت صدیق اکبرؑ کی کہ میں حتی المقدور خدمت اسلام میں کمی نہیں کرتا اور تم سب

سے بھی ایسی ہی امید رکھتا ہوں کہ کوئی اپنے فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ پھر قسمت یا نصیب۔ نتیجہ سے ہلکو کیا بحث۔ وہ قادر مطلق کے ہاتھ ہے۔ یہ فرمایا اور سوار ہو گئے۔ یونس اونکے آگے آگے اور سلمان پیچھے تھے۔ یہاں تک کہ وہ ایک اونچے مقام پر پہنچے اور جبل لکام کو طے کیا۔ یونس اونکے اور اونکے جانوروں کے پیروں کے نشان تلاش کرنے کو کہی دین کو چلا جاتا تھا اور کبھی بائین کو۔ اتنے میں رات ہو گئی اور ایسا دھواں دہار پانی برساکہ جبکا حسا نہ تھا اب مصیبت اور بڑھ گئی مگر خداوند کریم نے اس میں بھی فائدہ کی بات سوچی تھی کیونکہ اون لوگوں کو مینہ نے آگے بڑھنے سے روکا۔ نہیں تو وہ اتنا بڑھ جاتے کہ اونہیں پہچان نہیں سکتے تھے اپنے پیش بہا اور قیمتی مال اور کپڑے سکھانے کو وہ ٹھہرے رہ گئے اور مسلمانوں نے اونکو جالیا۔ جب صبح کی سپیدی نمودار ہوئی ابراہیم لکلیا اور سوچ نکلا۔ یونس نے جناب سیف السمر کی خدمت میں التماس کی کہ اگر حکم ہو تو میں ادھر ادھر ہر پر کے اون لوگوں کی کچھ خبر لاؤں۔ اسوقت وہ مجھے قریب معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے اونکا غل شور سنا ہے۔ خالد بولے۔ آواز۔ کیا سچ ہے کہ تو نے آواز سنی۔ یونس نے عرض کی کہ مجھے یہی لگان ہوتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید مکر و فریب الگ معلوم کر لیتے تھے اونہیں دھوکا دینا نہایت مشکل کام تھا۔ اسوقت بھی اونہیں کچھ شبہ ہوا۔ مسفرط بن جعدہ کی طرف مخاطب ہو کے فرمایا کہ مسفرط۔ ذرا تم ہی تکلیف کرو۔ نجیب (یونس) کے ساتھ چلے جاؤ۔ تم دونوں یا رہی ہو خوب ہنستے بولتے چلے جاؤ گے اور خبر لے آؤ گے چنانچہ مسفرط اور یونس دونوں روانہ ہو گئے اور بارش پہاڑ پر چڑھ گئے جسے رومی جبل باریق کہتے تھے مسفرط بن جعدہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پہاڑ کی چوٹی کے اوپر سے ایک بہت وسیع چراگاہ دیکھی جو نہایت سرسبز اور ہری بہری تھی۔ چاروں طرف پھول کھل رہے تھے۔ عجیب دل کش اور دل فریب مقام ہمیں نظر آیا جسے پہلے تو ہم دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے پھر جو ہوش آیا تو دیکھا کہ وہ سب اسی

مرغزار میں پڑے ہیں اور مینہ نے انہیں تر تیر چو کر دیا ہے تو قیمتی مال اور ریشمین و زرین کپڑے
 دھوپ میں سوکنے کو پہیلا رکھے ہیں۔ صعوبت سفر اور رات کے مینہ کی تکلیف سے گھاس پر پڑ کے
 سوے ہوئے ہیں۔ مین یہ حال دیکھ کے نہایت خوش ہوا اور بہاڑ سے جلدی اور تر کے بہاگا۔
 یونس پیچھے ہی رہ گیا۔ خالد بن ولید نے مجھے تنہا آتے دیکھ کے پوچھا کہ اسے ابن جعد۔ تمہارا
 کیا حال ہے کہین تمہارے ساتھی نے تم سے کوئی بدسلوکی تو نہیں کی۔ مین نے التماس کی کہ
 حضور چین لکھتا ہے۔ ہمارے مطلوبہ لوگ اسی بہاڑ کے پیچھے پڑے ہیں اور وہ وہ مال
 پہیلا ہوا ہے کہ آنکھیں چو نہ ہسائی جاتی ہیں۔ والدہ انہوں نے دمشق میں ہمارے لئے کیا
 چھوڑا تھا تمام شہر کو لوٹ کے لے آئے ہیں۔ خالد بن ولید خوش ہوئے اور فرمایا کہ ابن جعد۔
 خدا تمہارا بہلا کرے۔ اتنے ہی مین یونس بھی آن پہنچا اور کہہ کہ اسے ذی شان سردار بشارت
 ہوا ہو۔ وہ لوگ موجود ہیں مگر آپ مسلمانوں کی ہدایت کر دین کہ جو کوئی میری بیوی تک پہنچنے
 تو اس کی طرف نہ دیکھے نہ اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی کرے اور بحفاظت میرے پاس
 لے آئے۔ مجھے مال غنیمت مین سے سوا اسے اس کے اور کچھ نہیں چاہئے جیسا کہ سیف اللہ
 نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو۔ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا جیسا تم چاہتے ہو۔

اب حضرت خالد نے اپنے لشکر کے چار حصہ کئے۔ ایک ہزار سوار جناب ضرار
 بن الازور کے ماتحت کر دئے۔ ہزار سوار ونکا سردار رافع بن عیمہ الطائی کو مقرر کیا۔ ایک گروہ
 جناب عبد الرحمن بن ابوبکر کو دیا اور باقی چوتھائی لشکر اپنے ساتھ رکھا اور فرمایا خدا تمہارا مالک اور
 نگہبان ہے۔ اوسے اعانت اور مدد مانگتے ہوئے تم تینوں سرداریکے بعد دیگرے
 تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے روانہ ہوا اور اون پر حملہ کرو۔ سب کے پیچھے مین آن کر دونگا۔ چنانچہ
 سب سے آگے ضرار بن الازور درہ کوہ سے نکلے۔ وہ لوگ جو پہلے مطمئن اور بڑبڑیٹے ہوئے تھے

چوکتا ہو گئے۔ خسار کے بعد ہی رافع بن غیرہ کے سوار جاگرے۔ اونکے پیچھے عبدالرحمن نے حملہ کیا۔ اب خالد بن ولید کی باری تھی او سوقت تمام دشت و جبل کانپ گئے اور رومیوں کے آگے موت آکھڑی ہوئی۔

عبیدہ بن سعید التمیمی فرماتے ہیں کہ میں خالد کے ہمراہیوں میں تھا۔ جسوقت ہم اوس سبزہ زار میں پہونچے ہیں تروتازگی سے آنکھوں میں طراوت آگئی۔ پانی کے چشمے چاروں طرف جاری تھے۔ خود رول بولے گھاس کے تختوں کو پہولدار اطلس بنناے ہوئے اور انہیں زریں کپڑی پہیلے ہوئے عجیب بہار دکھاتے تھے جب رومیوں نے دیکھا کہ مسلمان ہمارے اوپر آن کرے اور جینڈا فوج کا خالد بن ولید کے ہاتھ میں ہے تو جھج اوٹے اور فریاد کی کہ خراب اور برباد اور ہلاک ہوئے ہم۔ تو مانے اپنے گردہ اور ہریس نے اپنے لطافہ کو پکارا۔ یہ سنکر رومی اپنے تیاروں کی طرف دوڑے۔ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ لوگ تھوڑے ہیں انکی کبجختی نے انہیں ہمارے پاس بھیجا ہے۔ مسیح کے فضل و کرم سے انہیں ابھی شکار کئے لیتے ہیں صلیب ہماری مدد کرے گی۔ ایسی ایسی تکی باتیں کر کے کچھ مال و اسباب کی حفاظت کرنے لگے اور کچھ مسلمانوں کی طرف جھپٹے۔ مسلمان بھی مثل شہباز تیز چنگل کے اون پر گرے۔ رومی تاب نہ لائے اور تفرق ہو گئے۔ مسلمانوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا اور انکے مال پر قبضہ کر لینا چاہا۔

روایت ہے کہ جب مسلمان پانی کے سیلاب کی طرح رومیوں پر جاگرے تو ہمیں نے اپنے لوگوں سے پکار کے کہا کہ اے لوگو۔ اپنے مال و اسباب کے لئے لڑو اور خاطر جمع رکھو کہ انکی ہم سے پیش نہ جائیگی۔ ہم انکے کروزیب پر غالب آئیگی۔ پس رومی یہ سنکر لڑائی کے ارادہ سے بٹ گئے۔ نصف تو ما اور نصف ہمیں کے ساتھ ہوئے۔ تو ما سب سے پہلے

خالد بن ولید کے اوپر لپکا۔ اس کے ساتھ پانچ ہزار مسلح سوار تھے۔ اور ایسے لوہے میں غرق ہو رہے تھے کہ سوائے انکھون کے کوئی عضو اونکاسر سے پیر تک نہیں دکھائی دیتا تھا۔
 تو ما کے سامنے ایک صلیب بھی بلند تھی جو سونکی تھی اور ایسے جواہرات اوسمیں لگے تھے کہ آفتاب کی چمک اس کے آگے ماند تھی۔ خالد بن ولید نے تو ما کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر
 اوسپر حملہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے لپکار کے کہا کہ میں اس ملعون کو ٹھکانے لگائے دیتا ہوں
 تم اس کے ہمراہیوں سے بٹ لو۔ اور تو مالکی طرف مخاطب ہو کے فرمانے لگے۔ اے کافر دشمن خدا
 کیا تو اس بات کو نہیں جانتا تھا کہ تم لوگوں کی موت ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ دیکھ کہ اللہ
 جل شانہ نے زمین کی مسافت کو لپیٹ کے ہمیں تمہارے سروں پر پونچھا دیا ہے اب تم ہمارے
 ہاتھوں سے زمین کا پیوند ہوا چاہتے ہو۔ یہ سن کر تو ما جھلکيا اور جھلکے کے خالد پر حملہ آور ہوا۔ سیف الہد
 نے اس کا وار خالی دیکھ کر اسے گھوڑے سے زمین پر گرا دیا۔ اونکے ساتھیوں نے تو ما کے
 پانچہزار مسلح سواروں کا دم ناک میں کر دیا۔ صلیب کو زمین پر اوندھا کر لیا اور جلدی جلدی اونکو گھاس
 کی طرح کاٹتے گئے۔ عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق نے جب دیکھا کہ خالد نے تو ما کو بھی منہ کے بل
 زمین پر گرا لیا ہے تو وہ بھی اوس پر آن گرے۔ جھٹ سینہ پر چڑھ کے اس کا سر اوتا لیا اور اپنے تیرہ
 کی نوک پر اسے رکھ کے مسلمانوں سے کہا کہ تو ما ملعون مارا گیا اب ہر بیس کی تلاش کرو۔ یہ سنتے ہی
 مسلمان خوش ہو گئے۔

رافع بن عیمہ الطائی نے فرمایا ہے کہ میں بھی اوس وقت اپنے آدمیوں کے ساتھ
 اوس طرف گیا جدہہ رومیوں کی عورتیں اور بال بچے اترے ہوئے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رومیوں
 کی عورتیں بھی سختی کے ساتھ لڑ رہی ہیں اور کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتیں۔ اوسی وقت
 ایک سوار رومی وردی پہنے آیا اور اپنے گھوڑے سے اتر کے ایک عورت سے لڑنے لگا۔

کہی تو وہ عورت اوس مرد پر غالب ہو جاتی تھی اور کبھی مرد عورت کو دبا لیتا تھا۔ مجھے تعجب ہوا
 کہ یہ عجیب معاملہ ہے۔ اسکو دریافت کرنا چاہئے اسلئے میں اون دونوں کے پاس چلا گیا۔
 معلوم ہوا کہ حضرت یونس ہمارے راہبر اپنی جو رو سے نظر ہے ہیں اور دونوں میں کشم کشم کی
 ٹھیسری ہوئی ہے۔ مجھے یہ حال دیکھ کر بے اختیار ہنسی آگئی مگر اپنے آدمی کی حمایت کرنے کو آگے
 بڑھا تو دش عورتیں چلاتی ہوئی میری طرف دوڑیں اور میرے گھوڑے پر تہہ مارنے لگیں۔ ایک
 حسین نازک بدن نے جو مغرق ریشمین لباس پہنے تھی ایسا تاک کے تہہ او سکی پیشانی پر مارا کہ
 گھوڑے نے گہرا کے اپنا سر اپنے زانو پر دے پٹکا اور گرتے ہی مر گیا۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔
 یہ گھوڑا وہ تھا جس پر میں جنگ یمامہ میں خالد کے ساتھ رہا تھا۔ میں گھوڑے کے رنج میں گرفتار
 ہو کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ جب کچھ ہوش آیا تو نہایت طیش سے اوس عورت پر حملہ کیا۔ وہ بہاگی۔
 باقی عورتیں بھی اوسی کے ساتھ خشم ہو گئیں۔ میں بھی دوڑ کر انہیں میں جا ملا اور انکے مار ڈالنے
 کا ارادہ کیا۔ میں نے انہیں ڈانٹا۔ دہمکایا۔ چاہتا تھا کہ خاص اوس عورت کو جس نے میرے
 گھوڑے کو مارا ہے سزا دوں اسلئے میں نے اس کے نزدیک جا کے تلوار اس کے سر پر
 چمکائی۔ اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کے مجھ سے امان طلب کی۔ میں نے اسے قتل تو
 نہیں کیا بلکہ گرفتار کر لیا۔ دیکھتا ہوں تو وہ دیباچ کے ہماری کپڑے پہنے تھی اور سر سے موتیوں
 کی لڑیاں لٹک رہی تھیں۔ میں نے اس کے ساتھ کی عورتوں کو بھی قید کر لیا اور شکیں باندھ کر
 پیچھے لوٹا لایا۔ راہ میں ایک رومی گھوڑا بغیر سار کے مجھے ملا میں اس پر سوار ہو گیا۔ چاہا کہ لڑائی
 کی طرف پہرہ مگر یونس کی یاد آگئی اور اسکی جستجو میں چلا گیا دیکھتا ہوں کہ اسکی بیوی کی لاش
 خاک و خون آلودہ اس کے سامنے پڑی ہے اور یونس رو رہا ہے میں نے اس سے
 دریافت کیا کہ یونس تیرا کیا حال ہے۔ اوس نے نگاہ یاس سے میری طرف دیکھ کر جواب دیا کہ

کیا بتاؤں میری قسمت پر وہ گئی۔ یہ دیکھو میری جان و دل کی مالک خاک و خون میں غلطان
 پڑی ہے۔ مجھے اس سے عشق تھا دنیا میں اس سے زیادہ عزیز مجھے کوئی نہ تھا اسی کی خاطر
 میں نے اتنی مصیبتیں سہیں جب یہ مجھے ملی تو میں نے اس سے کہا کہ اے ظالم میں تیری
 خاطر زمانہ کی خاک چھانتا ہوں اور تو مجھ سے بہا گئی ہے۔ اسنے کہا کہ قسم مسیح کی۔ اب
 میں تیرے پاس نہ رہوں گی تو مسلمان ہو گیا ہے۔ میں نے اپنی جان کو خداوند مسیح کی راہ میں
 ہبہ کر دیا ہے اب کسی مرد کا منہ نہ لکھو لگی اور قسطنطنیہ پہنچ کر راہ میں جاؤ لگی۔ میں نے ہر چند
 اوسکی خوشامدلی گروہ نہ مانی۔ آخر مجھ سے لڑنے کو تیار ہو گئی۔ تھوڑی دیر تک ہم دونوں میں
 ہاتھ پائی رہی یہاں تک کہ میں نے اوسے گرفتار کر لیا۔ جب اوس نے دیکھا کہ اب میرا کچھ نہیں
 نہیں چلتا تو ایک چھری اپنی نعل سے نکال کے سینہ میں بھونک لی اور طرفہ العین میں ٹھنڈی
 ہو کے رہ گئی۔ بہائی رافع۔

حسرت پہ اوس مسافر بیکس کے روئے

جو تھک گیا ہوا آن کے منزل کے سامنے
 یہ کلمے یونس اپنی چھاتی کو ٹٹنے اور دیوانوں باؤنوں کی طرح کپڑے پہاڑی لگا۔ حضرت رافع بن عقیقہ اطفا
 فرماتے ہیں کہ یونس کا یہ حال دیکھ کر میری چھاتی پٹنے لگی اور بے اختیار آنکھوں سے اشکوں کی
 لڑی بند ہو گئی وہ کچھ اس درد سے روتا تھا کہ مجھے بھی تاب نہ رہی آخر جب مجھ سے کچھ نہ بن سکا
 تو اوسے گلے لگا کے کہا کہ بہائی۔ مرد گھین اس طرح بلک بلک کے روتے ہیں اور ہر ایک جاندار
 کے لئے جب کا مارنا اور جلا نا خدا کے ہاتھ میں ہے اگر وہ تمہارے سامنے بیمار پڑ کے
 مرجاتی یا کوئی اور مسلمان اس لڑائی کے طوفان میں اوسے مار ڈالتا تو تم کیا کر لیتے۔ وہ خدا کی
 ہاں سے اپنی اتنی ہی لکھا کے لائی تھی جو کسی طرح مل نہیں سکتی تھی۔ دوسرے ہم مسلمانوں کو عین
 جہاد کے موقع پر کسی دنیوی شے سے اتنی محبت ظاہر کرنا اپنا ثواب کمونا ہے۔ ہم تو خالصتہ

خدا کی راہ میں اپنا سر بتیلیوں پر لئے پہرے میں اسے جو چاہے لیلے اور ہمیں اس دنیا و دوزخ کی قید سے چترادے۔ ہمارے بیوی بچے کہاں۔ دولت دنیا سے ہمیں کیا مطلب۔ دیکھو کوئی اور مسلمان نہ دیکھے منہل جہاد اور اس کچے غم کو اپنے پاس سے علیحدہ کرو۔ مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ۔ تیری یہ تقریر سنکے اوسکی آنکھیں سی کلک گئیں۔ مجھے سہارا ہوا کہ حضرت عشق کے سامنے میرا افسون کارگر ہو گیا فوراً ایک ترطابق سے اور جڑی کہ پیارے یونس۔ تیرے لئے ایک چودہویں رات کا چاند لایا ہوں۔ تیری یہ محبوبہ تو اوسکے تلوے کی برابری بھی نہیں کر سکتی۔ پھر ریشمین مغرق لباس میں پٹی ہوئی بال بال موتی پروے اور جواسہر ات جڑی ہوئی سونے کی مورت ہے۔ ابھی تک مجھے تحقیق ہی نہیں ہوا کہ آدمی ہے یا حور کا بچہ۔ اگر آدمی نکلے تو میں اپنے یونس ہی کی لونڈی بناؤں گا۔ بہائی۔ ذرا ایک نظر جا کے دیکھ لو کہ کوئی جہاد اتو نہیں ہے یہ دوسری ضرب یونس کی پیٹھ پر ایسی کڑی بیٹی کہ عشق کا بڑبا ہوا جن صافات اور گیا اور وہ مجھے پوچھنے لگا کہ ہر ہے۔ میں نے اوس عورت کی طرف اشارہ کیا۔ یونس نے رومی زبان میں اوس سے جا کے باتیں کیں۔ عورت نے روکے جواب دیا کہ میں ہر قتل کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ یونس مجھ سے آگے کے کہنے لگا کہ بھلا یہ میرے لائق کاہیکو ہے۔ میں ایک غریب عام آدمی وہ شہزادی میری اوسکی کب نہیگی۔ میں نے جواب دیا۔ یہ کیا کہا ہم مسلمانوں میں بادشاہ و فقیر سب یکساں ہیں۔ یونس بولا یہ بھی سہی مگر اوسکا باپ اوسکے لئے ہزار عرقن کر لگا اور جیسے بیگا ویسے اپنی بیٹی کو تم سے لیگا۔ میں نے کہا تم تو مار کے پہلے ہائے تو بہ چا رہے ہو اوسوقت کی اوقوت دیکھی جائیگی اب تو یہ تمہاری ہے۔ چلو سیف اللہ سے چلکے بیان کریں۔ بعض مسلمان اوسوقت ہمہ تن لڑائی میں مشغول تھے اور بعض جناب سیف اللہ کے حکم سے ریشمی کپڑے اور مال و اسباب جمع کر رہے تھے۔

واقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہل عرب کسی کے پاس دیباج کا کپڑا
دیکھتا تھا اور اس سے پوچھتا تھا کہ یہ کپڑا کہاں کا ہے تو یہی جواب ملتا تھا کہ مرج الدیباج کا
اس لئے اس مرغزار کا نام مرج الدیباج ہی پڑ گیا اور اسی نام سے وہ آج تک مشہور ہے۔
روایت ہے کہ اس وقت مسلمانوں نے سیف اللہ کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملے لوگ بہت
گہراے اور سخت بے چین ہوئے۔ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ تو ما کے قتل کے بعد
اونہیں ہر میں کی جستجو ہوئی تھی جب اسکو جنگ گاہ میں نہ پایا تو اونہوں نے رومی لشکر میں
ادھر ادھر گھومنا شروع کیا جو ملتا تھا اسے قتل کرتے تھے مگر تلاش ہر میں ہی کی تھی کہ دفعتاً
ایک بہاری ڈیل ڈول سرخ رنگ اور لمبی ڈاڑھی والا گہرا و نین نظر آیا۔ وہ دیباج کے پیش ہوا
کپڑے اور اونپر لوہا اپنے تھا۔ جناب خالد سمجھے کہ یہی ہر میں ہے۔ اپنے گھوڑے کو او کی
طرف دوڑا کے بڑی سختی کے ساتھ اس پر حملہ کیا۔ وہ گہرا جان کے خوف سے بھاگا اور
سیف اللہ اس کے پیچھے چلے۔ اس نے ایک کا والگایا۔ خالد نے اپنا تیرہ زور سے اسکی
پیشہ میں مارا کہ وہ گھوڑے سے۔ منہ کے بل زمین پر آں رہا۔ جناب سیف اللہ شیر غضبناک
کی طرح اس کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور لپکا رے اسے ہر میں۔ خدا تیرا برا کرے تو میرے
ہاتھ سے بچکے براگنا چاہتا تھا۔ یہ سنکر اس نے فریاد کی کہ اللہ مجھے چوڑو میں ہر میں نہیں ہوں
میں اپنے عوض میں جو تم مانگو۔ لگا۔ خالد نے جواب دیا کہ جب تک تو ہر میں کا پتا مجھے بتانہ دیگا میں
تجھ کو ہرگز نہ چوڑو لگا مجھے تجھ سے مال و متاع کی تمنا نہیں فقط اس کے پاس تک مجھے پہنچاؤ
پھر تو محفوظ ہے۔ گہرا لولا۔ اب ہا میرے سینہ سے اتر کے میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ غرض کہ وہ
کافر سیف اللہ کے نیچے سے اوٹکے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد خالد سے کہا کہ
دیکھو وہ ایک گروہ رومیوں کا ہرما پڑ پڑا چلا جاتا ہے اونہیں سب سے آگے ہر میں ہی ہے

اور اس کے سر چوہرات کی ایک صلیب چمک رہی ہے۔ خالد بن ولید نے اس گیر کو اسد بن جابر کے سپرد کیا اور کہیا کہ جب تک میں حکم ندون اسکو نہ چھوڑنا پھر اپنے نیزہ کو سیدھا کر کے گھوڑے کی باگ پہاڑ کی طرف موڑ دی۔ اس گروہ کے پاس پہونچکے لاکارے کہ اسے طعونوں کہان جاتے ہو۔ تمہاری موت آپہونچی میرے ہاتھ سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ ہر میں نے یہ بات سنکر اونکی طرف دیکھا اور سمجھا کہ یہ تن تنہا میں انکو سونت کے ہیں رکھنا ذرا سی بات ہے اس لئے ٹھہر گیا۔ اس کے ٹھہرتے ہی اس کے ساتھ کے بطریقوں نے بھی توقف کیا۔ اون سب کے پاس ہتھیار اور تلواریں اور عمود پورے پورے تھے اور سب کے سب شجاعت اور جرات اور دانشمندی میں مشہور و معروف زمانہ تھے۔ یہاں اکیلے خالد بن ولید نے ٹڈیہوں کے اونپر حملہ کیا اور کہا کہ اے مردودو۔ خدا تمہارے غضب نازل کرے۔ کیا تم یہ سمجھو کہ میدان سے بھاگے ہو کہ العید بزرگ وغالب ہیں تمہارے قاور نہ کریگا۔ میں شہسوار نامدار اور دلیر سردار ہوں لوگ مجھکو سیف السد خالد بن ولید کہا کرتے ہیں۔ خدا نے چاہا تو تم میرے ہاتھوں سے اپنی جانیں بچا کر نہیں لیجا سکتے۔ یہ کہا کر انہیں سے ایک سوار کو نیزہ مار کے زمین پر گرا دیا وہ گرتے ہی ٹنڈا ہو گیا دوسرے نے اسے مارا ہوا دیکھ کے جنہما کرتا ہر توڑ چلے گئے جناب خالد نے اسکو بھی اسی کے پیچھے پیچھے روانہ کر دیا۔

جناب واقفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ہر میں نے خالد کا یہ حال دیکھا تو گھوڑے کے زین پر سٹیکے زیادہ کرنے لگا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ سختی ہو پھر یہی شخص ہے جس نے ملک شام کو تیشی پر رکھ کے اولٹا دیا ہے اور ہمارے شجاعوں کو اولنگیوں پر بچا تا پھر تاشی یہی مالک ارکہ اور مدبر کا ہے اور یہی سردار حوران و بصری ہے اسی کے ہاتھ میں دمشق و اجنادین کی حکومت ہے اگر تم نے اسکو مار لیا تو سب گئی ہوئی عزت و آبرو تمہاری واپس آجائگی اور جو کچھ

تمہارے ہاتھ سے نکل گیا ہے پر تمہارے قبضہ میں ہو جائیگا یہ سمجھ لینا کہ اسکو مار کے اپنے سب مقتولوں کا بدلہ لے لو گے اسوقت یہ تنہا تمہارے سامنے ہے پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا ورنہ جو کچھ رہا سما ہے اسکو بھی یہ لے لیگا۔

یہ باتیں سنے کے رومیون میں کچھ جان ہی آگئی اور انکسین کہلین کہ مان ہر میں بچ کر رہا ہے۔ اتنے آدمیوں کو ایک اکیلے کا مار ڈالنا کچھ ہی نہیں پس جتنے بطریق وہاں موجود تھے سہوں نے سیف اللہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ دوسرے یہ دقت جانکاہ اور واقع ہو گئی تھی کہ اوس پہاڑ پر درخت نہایت گنے تھے جنکے باعث سے خالد کا حربہ اونپر کارگر نہ ہوتا تھا اور وہ چونکہ بہت سے ہر طرح سے انہیں نزع کر سکتے تھے۔ جب حضرت سیف اللہ نے کوئی علاج نہ دیکھا تو گھوڑے سے نیچے کود پڑے اور تیغ دسپر لیکے بڑے استقلال و صبر سے اونکا مقابلہ کیا۔ گھوڑے سے کودتے ہی اپنے خواب کا خیال آیا۔ سمجھے کہ میں نے بڑی غلطی کی مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ خیر۔ عہ خدا خود میرا سامنت ارباب توکل را۔

روایت ہے کہ جناب خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسرا اڑیاں لڑے اور سب میں خدا کی عنایت سے فتیاب ہوئے۔ جس اڑیاں میں جاتے یہ دعا مانگتے کہ اٹھی۔ شہادت کی دولت مجھے نصیب ہو لیکن کسی آپکی یہ دعا درجہ قبولیت کو نہ پہنچی اسوقت جو اپنی غلطی کا شبہ ہوا تو فرمایا الاحول ولا قوۃ یہ کیا خیال ہے۔ دعا مانگتے مانگتے دانت ہی گس گئے ہیں۔ اچھا ہے جو آج خداوند کریم میری دلی تمنا پوری کر دے۔ پس آگے بڑھ کے لڑنے لگے۔ یہ اکیلے تھے اور وہ یس قوی ہیکل اور روئین تن پہلوان تھے۔ ہر میں جہلا کے عقاب تیز چنگال کی طرح سیف اللہ کے پیچھے سے اون پر چبٹا۔ وہ تو آگے والوں سے اڑیاں میں مصروف تھے اوس طعون نے غائبانہ پیچھے سے ہاتھ تول کے ایسی ضرب تلوار کی سرپردی کہ خود کے پر پنے

اڑ گئے اور عامہ لنگر گر پڑا۔ ساتھ ہی ہر بیس کے ہاتھ سے تلوار بھی چھڑک دوڑ چلا پڑی۔ اب خالد
ڈرے کے بڑی مشکل کا مقام ہے اگر پیچھے ہٹتا ہوں تو آگے وائے مجھ پر دوڑ پڑینگے اور جو اس ملعون
ہر بیس کی مڑ کے خبر نہیں لیتا تو چونکہ تلوار اسکے ہاتھ سے گر پڑی ہے یہ صاف بگاڑ جائیگا اس لئے
چار و ناچار دائیں بائیں دیکھتے ہوئے حملہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد لغو تکبیر اس زور و شور سے
ملا جسے سن کر دشمن سمجھے کہ یہ اپنے آدمیوں کو اپنی مدد کے لئے آتا دیکھ کر خوش ہوئے ہیں بس
اس خیال کے آتے ہی ادھر گبرون کے اوسان خطا ہو گئے۔ اودھر خدا کی قدرت دیکھتے کہ
مسلمان ہی بحال مضطر جناب سیف اللہ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تکبیر کی آواز کے ساتھ ہی
کنچھے ہوئے چلے آئے۔ جب کفار نے اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں اہل عرب کا شور سنا تو
گہرا گئے اور آئے ہوئے اوسان ہاتھ سے جاتے رہے۔ عبد الرحمن بن صدیق اکبر نے سامنے
آتے ہی کہا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد عبدہ ورسولہ یا ابا سلیمان
اناک الغوث من رب العالمین یعنی سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو تمہارا اور اللہ کا ہے
اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں اسے ابا سلیمان پروردگار عالم نے
مجھے تمہارا فریاد رس بنا کے بھیجا۔ جناب خالد نے یہ آواز سنی مگر نہ تو عبد الرحمن کی طرف
مخاطب ہوئے نہ اونکے ساتھیوں کو نظر بہر کے دیکھا یہاں تک کہ پہلے بذات خود کافروں کو
دائیں بائیں منتشر کر دیا۔

ہر بیس نے جب مسلمانوں کی آواز سنی تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ نظر غور سے
جو دیکھا تو اپنے تئیں چاروں طرف سے گہرا ہوا پایا پیٹھ پر ہیر کے براگنا چاہتا تھا کہ خالد بن ولید
کی تلوار سر پر تھی اور لمحہ نہیں گذرتا کہ سر کٹ کے زمین پر آئے رہا۔ عبد الرحمن وغیرہ نے ہر بیس
کے ساتھیوں کو کاٹ چھانٹ میدان صاف کر دیا۔ سب سے زیادہ ضرار بن الازور نے

مارے۔ خالد بن ولید فزیر کی طرٹ دیکھ کے مسکراے اور فرمایا کہ اسے ابن ازور۔ تم غیر وزیر مند اور
 رستگار ہوے۔ خدا ہمیشہ تمہارے کاموں کو تمہارے لئے مبارک کرے۔ پھر عبدالرحمن اور
 اونکے ساتھیوں کو سلام کر کے پوچھا کہ تم لوگوں کو میرا یہاں ہونا کیسے معلوم ہوا۔ شاہزادہ محمد ازل
 نے جواب دیا کہ جب خدا نے ہکورو میون پر غالب کیا اور بہت سے آدمی اونکے مقتول اور گرفتار ہو چکے
 تو مسلمان مال غنیمت جمع کرنے لگے ناگاہ ایک آواز غیبی ہمارے کانوں میں آئی کہ افسوس اسے
 مسلمانو۔ تم مال کے لوٹنے میں مصروف ہو اور سیف الدہ کو دشمنوں نے گیر کر رکھا ہے۔ جب
 میں نے اس آواز کو سنا تو یحییٰ بن ہو گیا۔ یہ معلوم ہی نہ تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ ہم مضطرب و بدحواس
 دیوانوں کی طرح ادھر ادھر ہر پہر نے لگے کہ آپ کے لشکر کا ایک آدمی ہمیں ملا اس کے ساتھ ایک بہاری
 تن و تلوش والا گبر تھا جس نے ہمارے آپ کا پتا بتا دیا اور ہم جلدی سے یہاں آئے پہونچے۔ پھر خالد
 مسلمانوں کے لشکر میں آئے اور ہمیں دیکھ کے سب خوش ہو گئے اور مبارک سلامت کی دہوم
 چمکائی۔ اسد بن جابر کے پاس سے اس گبر کو طلب کر کے فرمایا کہ تو نے آج اسلام کی
 دو خدمتیں کی ہیں اول تو مجھے ہر بیس کو دکھا دیا پھر مسلمانوں کو میرا پتا بتا کے میرے پاس بھیج دیا
 اس لئے مجھے لازم آیا کہ تجھے تیری نیک خدمات کا صلہ دوں۔ اب بتا کہ تو مسلمان ہو کے بہشت
 میں جانا چاہتا ہے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے دین کو ہرگز نہ چھوڑوں گا اس لئے حضرت
 سیف الدہ نے اسے بہت ساز و مال بطور انعام دیکر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ جہاں تیرا جی چاہے
 چلا جا کوئی مسلمان تجھے نہ ستائے گا۔

نوفل بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے ایک گبر کو دیکھا۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار
 ہوا اور روم کے شہروں میں اس حادثہ کی خبر دینے تن تنہا روانہ ہو گیا۔ ہم لوگوں نے اس کی اطلاع
 جناب خالد کو دی حکم ہوا کہ جانے دو کوئی اس سے نہ بولو۔ تمہارے حق میں اسکا جانا اچھا ہے

یہ جا کے چاروں طرف والوں کے اور جو اس کہو دیگا۔ پھر حضرت سیف الدین نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مال غنیمت جمع کرو چنانچہ تمام مال اور قیدی اونکے سامنے اکٹھا کئے گئے۔ مال کی کثرت معینہ فرما کے انہوں نے خدا کا شکر یہ ادا کیا۔ پھر یونس راہبر کو بلا کر اس سے اوسکی بیوی کا حال دریافت کرنے لگے کہ رافع بن عمیرہ الطائی بول اڑے اے جلیل القدر سردار۔ وہ بڑی کٹر کافر تھی اسکے مسلمان ہونیکے باعث اس سے راضی نہ ہوئی اور خود کشی کر لی۔ میں اپنے یار یونس کے لئے ہر قل کی بیٹی کو گرفتار کر لایا ہوں۔ حکم ہوا کہ اوسے ہمارے سامنے لاؤ۔ جب اوسکے حسن و جمال پر نظر پڑی تو فوراً اوسکی جانب پیشہ کر لی اور فرمایا سبحانک اللہم بحدک تخلف ما تشاء و تختار، پھر یونس سے بولے۔ کیا تو اپنی بیوی کے عوض میں اسے منظور کرتا ہے۔ یونس نے جواب دیا۔ حضور۔ ہر قل اسکو ہرگز آپ کے قبضہ میں نہ رہنے دیگا وہ یا تو اسکے لئے لڑیگا یا اسکے عوض میں مال دیگا۔ ارشاد ہوا کہ جب کی جب دیکھی جائیگی اب تو تم اسے اپنے پاس رکھو۔ پس ہر قل کی بیٹی یونس کی حراست میں رکھی گئی۔ اسکے بعد یونس نے دست بستہ عرض کی کہ حضور۔ اس وقت ہم لوگ تنگ اور دشوار گزار مقام پر ہیں اور رومیوں کے لشکر کی آمد ہے ہے بہتر ہے کہ ایک دم ہی یہاں تو قف نہ کیا جائے جناب سیف الدین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور وہی ہمکو کافی ہے مگر تیرے کہنے کے بموجب کوشش کیجائیگی۔

روح بن عطیہ فرماتے ہیں کہ بہنے بہت سی راہ قطع کر لی اور کوئی رومی نظر نہ آیا۔ جب مرح الصفہ کے قریب ام حکیم کے پل پر پہنچے ہیں تو دفعتاً ہمارے پیچھے ایک غبار اور گرد کو متی ہوئی دکھائی دی۔ ایک آدمی نے دوڑ کے سیف الدین کو خبر کی۔ حکم ہوا کہ ایک شخص جاکے دریافت کرے۔ قوم غفار کے ایک آدمی معصہ نے گھوڑے پر سوار ہو کے اودہر کا قصد کیا اور غبار کے پاس پہنچکے حال معلوم کیا۔ اور پکارتا ہوا واپس آیا کہ اے سردار۔ ہمیں رومیوں نے آن لیا

یہ ایک بڑی فوج ہے از سر تا پا عرق آہن اور جدہہر دیکھو صلیبین ہی صلیبین نظر آتی ہیں۔ یہ سنکر جناب سیف اللہ نے یونٹس راہبر سے فرمایا کہ تم جا کے ان لوگوں سے دریافت کرو کہ کیا قصد رکھتے ہو۔ انہوں نے آکے کہا۔ حضور میں نے پہلے ہی عرض کی تھی کہ ہر قتل اپنی بیٹی کو آپ کے پاس بچوڑیگا چنانچہ یہ لوگ اوسی کی طلبگاری میں آئے ہیں۔ یہاں خالد بن ولید اور یونٹس میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اوغین سے ایک بڑا بالوں کا لباس پہنے لشکر اسلام میں آیا اور بیان کیا کہ میں لپچی ہوں تمہارے سردار سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیف اللہ نے اسے اپنے حضور میں طلب کر کے فرمایا کہ کو کیا چاہتے ہو۔ اس نے عرض کی۔ بادشاہ ہر قتل نے آپ کو یہ پیام دیا ہے کہ تم نے میرے داماد کو قتل کر کے میری جیتی بیٹی کو راٹھ کر دیا اور پراسر بھی بس نہیں کر کے شاہزادی کو قید کر لیا۔ ظلم و زیادتی ابھی باتیں نہیں ظالم ضرور نیچا دیکھتا ہے۔ چونکہ اب تم فتح نہ ہوئے ہو حد سے نہ گذرو۔ میری بیٹی کو یا تو میرے ہاتھ زرو مال لیکر بیچ ڈالو یا باہمی سلوک کے طور پر بدیتا مجھے بھیج دو اور سمجھ لو کہ جو بیٹی آدم پر رحم کرتا ہے خدا اس پر رحم کرتا ہے۔ اسکے بعد میری تمنا ہے کہ تم مجھ سے صلح کر لو۔ جناب سیف اللہ نے یہ پیام سنکے فرمایا۔ ہر قتل سے جا کر کہید تاکہ صلح تو ممکن نہیں میں جب تک تیری تخت گاہ کو نہ فتح کر لوں گا ایک قدم پیچھے نہ ہٹاؤں گا۔ یہی اس کی بیٹی وہ بدیتا واپس کی جاتی ہے بہن خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے اس کی قیمت لیکے ہم موٹے نہیں ہو جائینگے۔ ہر قتل کی بیٹی جب ہر قتل کے پاس پہنچ گئی تو اس نے اپنے اراکین سلطنت کو جمع کر کے کہا کہ دیکھو جو کچھ میں نے تم سے کہا تھا وہی ہو ہو پیش آرہا ہے۔ تم نے میری ایک نہ مانی بلکہ میرے مار ڈالنے پر آمادہ ہو گئے اب روز بروز حالت بدتر ہی ہوتی جائیگی اس میں تمہارا بھی کچھ قصور نہیں بلکہ خدا کو یوں ہی منظور ہے۔ رومی بادشاہ کا یہ کلام سنکے زار و قطار رونے لگے۔

الغرض جناب خالد وہاں سے روانہ ہو کر مع الخیر دمشق پہنچے یہاں امین الامتہ اور
اون کے ساتھ واسے ان لوگوں سے ہاتھ دہو چکے تھے۔ جناب خالد کے دیدار سے
سب کے تن بچان میں جان آگئی اور گلے مل سکے مبارک سلامت کی دہوم مچی۔ لوگوں نے
سجدہ شکر ادا کیا۔ اس وقت عمرو بن معدیکرب الزبیدی اور مالک الاشتر النخعی بھی دمشق میں
آئے ہوئے موجود تھے۔ اور ایک عظیم الشان مجمع مسلمانوں کا وہاں ہو گیا تھا۔ جب اس
مرج الدیبلج کی فتح اور وہاں کی آمد و رفت کی کیفیت بیان کی گئی تو سب لوگ خالد کی شجاعت
اور دلیری پر عرش عرش کرتے تھے اور سب کا بالاتفاق یہ بیان تھا کہ آدمی کی یہ مجال نہیں۔ یہ
خدا دادیاستے۔

جب سیف الدین نے دمشق میں آکے چند روز آرام کر لیا تو مال غنیمت میں سے خمس جدا
کر کے باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اپنا پورا حصہ یونس کو دیکر فرمایا کہ اسکو خرچ کر کے اپنے
حسب دلخواہ کسی عورت سے نکاح کر لے۔ یونس بولا۔ قسم ہے خدا کی۔ میں اب کسی سے
نکاح نہ کروں گا۔ اب میں اپنی بیوی کے عوض میں الدجل خانہ سے قیامت کے دن بہشت
میں جو رہوں گا۔ رافع بن عقیقہ الطائی فرماتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی تک یونس میرے ساتھ
رہے۔ جمادین سخی ملیج کرتے تھے۔ جنگ یرموک میں ایک تیراؤنکے سینہ میں لگا اور وہ
مردہ ہو کے گر پڑے خداون پر رحم کرے انا للہ وانا الیہ راجعون، مجھے اونکی جدائی کا بہت
ریخ ہوا۔ ایک دن خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ یونس چکدار مغربی پوشاک زیب بدن کئے میرے
ساتھ کھڑے ہیں اور پیروں میں طلامی نعلین پہنے ایک سرسبز باغ کی سیر میں مصروف ہیں
میں نے اون سے پوچھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ بولے۔ رافع۔
کچھ نہ چہو مجھے شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اوٹنے اپنے فضل سے مجھے بخشید یا اور میری بیوی

کے بدلہ ستر جو رہیں ایسی دین کہ اگر انہیں سے ایک بھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو چاند سورج کی روشنی اس کے سامنے ماند معلوم ہو۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اور میں نے یہ ماجرا خالہ بن ولید سے بیان کیا۔ بوئے۔ رافع اسلام پر جان فدا کر نیوالون کے درجے اس سے بھی زیادہ ہیں شہادت کے لئے یہ ایک ذرا سی بات ہے۔

جناب وادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیف اللہ کو اب تک جناب صدیق اکبر کے انتقال کی خبر نہ تھی نہ امین الامتہ نے اونکو اس غم جانکاہ اور حضرت فاروق اعظم کی جانشینی کی اطلاع دی تھی۔ پس جب خالد بن ولید مرج الدیبا ج سے مظفر منصور معہ مال غنیمت کے واپس آئے تو یہ بن مضمون ایک عرضی خلیفہ کی خدمت میں لگئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم عید اللہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خالد بن الولید الخزرجی عامل شام کی عرض ہے کہ تحقیق میں اوس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور درود بھیجتا ہوں اوس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اسکے بعد التماس ہے کہ دمشق کی لڑائی میں ہم لوگوں نے بڑی بڑی سختیاں سہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری مدد کی اور اپنے دشمنوں کو مقہور فرمایا یعنی دمشق کو ہمنے فتح کر لیا۔ میں قہر و غلبہ کے ساتھ تلوار کے زور سے باب شرتی کی راہ شہر میں داخل ہوا مگر امین الامتہ باب جابیہ سے رومیوں سے صلح کر کے شہر میں آئے۔ آگے آگے اونکے قس اور راہب تھے پس مجھ کو ابو عبیدہ بن الجراح نے رومیوں کے قتل اور قید سے باز رکھا۔ ہر قل کا داماد تو ماوار ایک دوسرا شخص ہر میں شہر میں سے بہت سامان اور آدمی ساتھ لیکر چلے گئے تھے ہمنے اونکا پیچھا کیا اور مال اسباب اون سے چھین کر اون دونوں ملعونوں کو مار ڈالا اور ہر قل کی بیٹی کو قید کر لیا مگر ہر قل نے اسے بطور ہدیہ کے واپس لے لیا اور میں صحیح و سلامت دمشق آگیا اب حضور کے حکم کا منتظر ہوں۔ خدا آپ کو

سیاست رکھے۔

یہ عرضی لکھکے اوسپر اپنی مہر کی اور عبداللہ بن قرق کے ہاتھ مدینہ روانہ کر دی۔ عبداللہ نے مدینہ پہونچکے عمر فاروق کو مسند خلافت پر رونق افزہ فرمایا۔ جناب فاروق اعظم نے عرضی پڑھکے فرمایا۔ کیا صدیق اکبر کی وفات کی خبر وہاں ابھی تک نہیں پہونچی۔ عبداللہ نے عرض کی کہ نہیں یا امیر المومنین۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابو عبیدہ کے نام خط روانہ کر چکا ہوں جس میں اونکو میں نے عامل شام مقرر کیا ہے اور خالد بن ولید کو معزول کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات حسرت آیات کے بعد جناب عمر بن الخطاب سربراہے خلافت ہوئے اوسوقت فاروق اعظم کا سن شریف باؤں برس کا تھا مسجد نبوی میں بالاتفاق سب چھوٹوں بڑوں نے حضور سے بیعت کی کوئی باقی نہ رہا تھا۔ الحمد للہ دالمتہ اونکے عہد خلافت میں مخالفت اور دشمنی اور نفاق بالکل اٹھ گیا تھا۔ باطل منقطع ہو گیا تھا حق قائم اور ثابت ہوا۔ چاروں طرف دین کا غلبہ نظر آتا تھا۔ مکر شیطان کو عہد فاروقی میں بار نہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ کفار جو حکم خدا اور رسول کے دشمن تھے تعجب ہے کہ قانون اسلام پر خوشی بخوشی چلتے تھے۔ غریبوں پر چاروں طرف لطف و مہربانی ہوتی تھی۔ بچوں پر رحم کیا جاتا تھا بڑوں کی بزرگداشت کی جاتی تھی۔ یتیموں کے حق میں یہ عہد اچھا خاصا ایک مائی باپ تھا۔ مظلوم کی داد ظالم سے دلائی جاتی تھی۔ دودھ کا دودھ پانی کی پانی اسی زمانہ کی عدالت میں ہوا تھا۔ کسی مفتری اور کذاب کی جہنمی نہ پائی۔ آپ مدینہ منورہ کی گلیوں اور کوچوں اور بازاروں میں فقیرانہ گڑی پہنے اور ہاتھ میں دُرہ لئے پہرہ کرتے تھے۔ خدا نے اونکے دُرہ میں ہماری تلواروں سے زیادہ خوف پیدا کیا تھا۔ ہر روز جو کی روٹی ٹمک کے ساتھ کوٹ کے اور کبھی بغیر نمک کے بھی کھا لیتے تھے۔ اداے فرض اور پیروی رسول صلعم سے اونہیں کوئی کام نہیں روک سکتا تھا۔

جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عمر فاروق اپنے ہم مدین قدم بقدم جناب رسالت
 مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چلے۔ ہر دم دین کے کاموں کے لئے
 دست بستہ مستعد و تیار رہتے تھے۔ بڑائی اور غرور نے کسی اونکو چھوا نہیں۔ جو اور نمک نے اونکو
 جلا دیا تھا اور ضعیف کر ڈالا تھا۔ زیت اور خشک چوہا ہرے کھاتے کھاتے آپکو بہت تکلیف
 پہنچتی تھی۔ کبھی کبھی قدرے قلیل گھی بھی کھاتے تھے۔ آپکا قول تھا کہ جو اور نمک کھانا
 بلکہ بھوکا رہنا بہت آسان ہے یہ نسبت اسکے کہ کل جہنم کی آگ میں جانا پڑے۔ وہ آتش
 دوزخ کا نام سنتے ہی کانپ اٹھتے تھے۔ اونکے زمانہ میں بہت سے جمادات نہایت زور شور
 کے ساتھ ہوئے۔ بہت شہر فتح ہوئے اور بہت سے نئے شہر آباد کئے گئے۔

روایت ہے کہ جس رات کو صدیق اکبر نے اس سرارے فانی سے عالم جاودانی کو سفر
 کیا حضرت عمر فاروق اور عبدالرحمن بن عوف الزہری نے ایک ہی سا خواب دیکھا۔ عبدالرحمن
 بن عوف نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دمشق کو دیکھا کہ مسلمان چاروں طرف اس کے گرد پیلے ہوئے ہیں
 مسلمانوں کی تکبیر کی آواز میرے کانوں میں آئی اس کے ساتھ ہی شہر کی تفصیل کا ایک حصہ زمین میں ایسا
 سما کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا اور خالد بن ولید تلوار کے زور سے شہر میں داخل ہوئے۔ آگے آگے
 اس کے ایک آگ تھی دیکھتا کیا ہوں کیا کیا اس آگ پر ایسا پانی پڑا کہ وہ بجھ گئی۔ جناب علی مرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ مبارک ہو تمہیں دمشق فتح ہو گیا۔

اس کے بعد عقبہ بن عامر جنی دمشق سے مدینہ فتح اور خوشخبری کا خط لیکر آئے۔ جناب
 فاروق نے اون سے دریافت فرمایا کہ اے ابن عامر تمہیں دمشق چھوڑے کتنے دن ہوئے
 اونہوں نے عرض کی کہ جمعہ کو وہاں سے چلا تھا اور آج جمعہ ہے برابر چلا ہی آتا ہوں راہ میں
 کہیں ایک دم کو نہیں ٹھہرا۔ جناب فاروق بولے۔ اچھا۔ تم نے اپنے رسول کی سنت ادا کی

خیراب وہاں کے حالات سناؤ۔ عقبہ بولے جفونو خوشخبری اور بشارت ہے مقرب او سے
 صدیق اکبرؑ کی خدمت میں عزیرؑ کو لے کر دیا گیا۔ فاروق اعظمؓ کا رنگہ ابو بکر صدیقؓ کا نام سنکر متغیر ہو گیا اور
 اکبریدہ ہو کر بولے۔ آہ۔ وہ اپنی مفارقت میں ہم لوگوں کو غریب چھوڑ گئے۔ پروردگار عالم نے
 اونکی تکالیف پر رحم فرما کے اونہیں اپنے جوار رحمت میں بلالیا۔ قسم ہے خدا کی۔ جسکے قبضہ
 میں میری جان ہے وہ بڑے ستودہ صفات تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سایہ میں بیٹھے ہیں وہ اس بہاری بوجہ اور سخت کام سے چھوٹ گئے اور افسوس مجھ
 ضعیف اور ناچیز آدمی کے ذمہ خلافت کا نہایت مشکل کام پڑا ہے۔ اے عمر۔ اگر تو اس
 کام کو عدالت سے کر لیا تو نجات پائیگا اور جو تو نے افسانہ کی چوڑیا اپنے کام میں کی اور
 قصور کیا تو ہلاک ہو گا۔ اتنا فرما کے زار زار رونے لگے۔

عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ یہ حال سنکر میرا حال ہی غیر ہو گیا اور صدیق اکبرؓ کے لئے
 میں نے دعائے رحمت کی پہ خط لکھا کہ جناب عمر بن الخطابؓ کے ہاتھ میں دیا۔ آپ نے
 او سے پڑھ کے رکھ چھوڑا۔ جب خطبہ اور نماز جمعہ سے فارغ ہو چکے تو منبر پر جا کے مسجد میں
 او سے سب مسلمانوں کو سنایا۔ مسلمان فتح و شوق کی خبر سنے نہایت خوش ہوئے اور تکبیر
 کے نعروں سے سارا مدینہ گونج اٹھا۔ پھر جناب فاروق اعظمؓ نے منبر سے اتر کے ایک خط
 امین الامتہ کے نام تحریر فرمایا کہ بنی خالد بن ولید کو معزول کیا اور اونکی جگہ تمہیں مقرر فرمایا۔ مجھے
 حکم ہوا کہ فوراً دمشق چلے جاؤ۔ جب میں واپس ہو کے وہاں پہونچا ہوں تو سیف اللہؓ تو ہا اور
 ہر مریس کے تعاقب میں گئے ہوئے تھے میں نے وہ فرمان فاروقی امین الامتہ کو دیا اور انہوں
 نے او سے پڑھ کے مضمون کو پوشیدہ رکھا اور کسی مسلمان کو صدیق اکبرؓ کی وفات کی خبر نہیں سنائی۔ یہاں تک
 کہ سیف اللہ تشریف لے آئے اور آتے ہی دمشق کی فتح اور مرج الدیباج کا حال اور ہر قل کی بیٹی کو

چھوڑ دینے کا نورا ایک خط میں تحریر کر کے عبد المدین قرط کو مدینہ بھیجا۔ عبد المدین نے جس وقت خالد کا خط
 فاروق اعظم کو دیا ہے تو اس کے چڑھتے ہی اونکا رنگ متغیر ہو گیا اور بہت ناگوار معلوم ہوا۔ فرمایا
 اے ابن قرط۔ کیا وہاں صدیق اکبر کی وفات کی خبر ابھی تک نہیں پہنچی۔ میں نے تو امین الامتہ
 کو سرداری پر تعین کیا ہے۔ عبد المدین قرط نے عرض کی کہ نہیں وہاں کسی کو یہ باتیں معلوم نہیں
 ہوئیں۔ اس سے حضرت عمر بہت خفا ہوئے اور لوگوں کو مجتمع کر کے منبر پر گئے اور فتح و شرف
 اور غنیمت مرج الی بیاج کا حال سنا کر فرمایا کہ اے لوگو۔ میں نے ابو عبیدہ بن الجراح کو
 عامل شام مقرر کیا ہے وہ اس کام کے لایق اور امین ہیں اور خالد بن ولید کو معزول کر دیا۔
 یہ سنکر بنی مخزوم میں سے ایک شخص ابولا کہ اے امیر المؤمنین۔ آپ ایسے آدمی کو معزول
 کرتے ہیں جسے خدا نے سیف ناطق مشہور کرایا ہے اور شترکون کا دور اور دفع کرنیوالا بتایا ہے
 لوگوں نے انکی معزولی کیو اسطے صدیق اکبر سے بھی درخواست کی تھی مگر ابوبکر صدیق نے انکے
 کہنے کو ہرگز نہ مانا اور یہی فرمایا کہ میں اس تلوار کو کبھی بیکار نہ کروں گا جسے خدا نے شترکون کے
 گلے کاٹنے کے لئے مینپا ہے اور اس سے اپنے دین کو مدد دی ہے۔ امیر المؤمنین
 اگر تم خدا کی تلوار کو نیام مین کر دو گے اور ایسے سردار کو معزول کرو گے جسے خدا نے سرداری ہی
 کے لئے پیدا کیا ہے تو اللہ جل شانہ اور اپنے بھائی مسلمانوں کے سامنے ہرگز معذور نہ سمجھے
 جاؤ گے۔ تحقیق تم نے قرابت کی پاسداری ذرا نہ کی اور اپنے چچا زاد بھائی کی بُرائی چاہی۔
 افسوس خلیفہ ہوتے ہی تمہارا خون سفید ہو گیا۔ وہ شخص اتنا کہکے خاموش ہو رہا۔ جناب
 عمر فاروق کے کان ایسے کلمات سخت سنکے کہ کڑے ہو گئے نظر غور سے اسکی طرف دیکھا
 کہ وہ ایک کم سن جوان ہے جو اپنے بھائی کے لئے غصہ ہوا ہے۔ پس کچھ جواب اسکی باتوں
 کا نہ دیا اور منبر سے اتر آئے رات کو لیٹنے کی وقت اپنے سرہانے اس خط کو رکھ لیا۔ رات بھر

نہ سوے اور اپنے نفس سے خال کی معزولی کی بابت مشورہ کرتے رہے۔ صبح لوگوں کے
 ساتھ نماز پڑھ کر منبر پر گئے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کا ذکر خیر کیا اور ان پر درود بھیجا۔ پھر دعائے رحمت مانگی صدیق اکبر کے لئے۔ اور فرمایا اے
 لوگو۔ میں نے بڑا بوجھ امانت کا اپنے سر پر لیا ہے میں مثل چرواہے کے ہوں قیامت کے دن
 مجھ سے رعیت کی بابت سوال کیا جائیگا اور میں جواب دہی کے لئے میدانِ حشر میں کھڑا ہوں گا۔
 تحقیق جب کو تمہاری خیر خواہی اور نگرانی اور حفاظت ہر وقت مد نظر رکھتی چاہئے۔ میرا کام ہے
 کہ تمہارے امور معیشت میں جہاں تک ہو سکے آسانی پیدا کروں۔ مجھے تمہارے چال چلن
 ایسے بنانا چاہئیں جن سے تم کو خدا کی نزدیکی حاصل ہو۔ یہ معاملہ ہمارے تمہارے اور اس
 شہر کے باشندوں کے درمیان ہے۔ میں نے رسول مقبول کو یہ کہتے سنا ہے۔
 جو شخص مدینہ طیبہ کی تکلیف اور سختی اور آزمائش پر صبر کرے قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور
 خیر خواہ ہوں گا پس یہ شہر تمہارا ایسا ہے جیسے جہنم نہ کہیتی ہوتی ہے نہ دودھ تمہیں دے سکتا ہے
 یہاں تو ضروریات کی ہر ایک شے ایک مہینہ کی راہ سے اونٹ پر لائی جاتی ہے اب یہاں
 گزر رہو تو کیسے اور یہاں کی تکلیفوں پر صبر ہو سکے تو کیونکر۔ اسکے لئے خداوند کریم نے ہر کو بہت
 سامان غنیمت دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور میں خاص و عام کی خیر خواہی کی واسطے اوس مال کا
 امین ہوں پس میں اوس امانت کو ایسے شخص کی سپردگی میں نہیں رکھتا چاہتا جو اس کے لائق
 نہیں بلکہ میرا فرض منصبی یہ ہے کہ مسلمانوں کی امانت اوس شخص کے پاس رکھوں جو اداے
 امانت اور حقوق مسلمانان کے پورا کر نیکی خواہش رکھتا ہو۔ اسی واسطے میں خالد بن ولید کی
 سرداری کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ وہ مال کو بیجا صرف کر دیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں اگر کوئی
 شاعر و نکی تہریف کر دیتا ہے تو اسے بہت سامان بکڑا دیتے ہیں۔ جو سواروں کے ساتھ

جہاد کرتا ہے اور اس کے استحقاق سے زائد دیتے ہیں اور ضعیف و غریب مسلمانوں کے واسطے کچھ بھی باقی نہیں رکھتے لہذا میں نے خالد کو معزول کر دیا اور انکی جگہ ابو عبیدہ بن الجراح کو مقرر کیا۔ اب مجھے تم سے امید ہے کہ تم میں سے کوئی یہ بات منہ سے نہ نکالے کہ عمر بن الخطاب نے ایک شدید اور سخت سردار کو موقوف کر دیا اور اسکی جگہ ایک امین اور نرم طبیعت اور آسان طلب کو جو مطیع ہو مقرر کیا اسکی مضبوطی اور اعانت بھی اگر خدا چاہے تو کر سکتا ہے۔ یہ فرما کے منبر سے اتر آیا اور ایک صاف چہرہ لیکے اوپر ابو عبیدہ بن الجراح کے نام خط بدین مضمون لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے عبداللہ مسلمانوں کے سردار اور مومنین کے مزدور کا ابو عبیدہ عامر بن الجراح کے نام۔ سلامتی ہو تم پر۔ تحقیق میں تعریف اور حمد کرتا ہوں اللہ کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں اور درود بھیجتا ہوں اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ تحقیق میں مسلمانوں کا کام تمہیں سپرد کرتا ہوں پس تم اس کام کے تعلق سے نہ شرمناؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور حق سے نہیں شرماتا۔ میں تمکو یہ چند نصیحتیں کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرو۔ خدا سے ہر وقت ڈرتے رہو جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس کے سوا سب نیست ہونیوالے ہیں۔ اسی خدا نے تمہیں کفر سے نکال کے ایمان میں داخل کیا اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لایا۔ میں نے خالد بن ولید کے لشکر پر تمہیں سردار کیا تم فوراً ان سے لشکر لیلو اور انہیں حکومت الگ کر دو۔ مال غنیمت کے الیچ سے مسلمانوں کی جانوں کو کبھی ہلاکی میں نہ ڈالو تا جماعت کثیر کے مقابلہ میں چوٹا سا لشکر گز نہ بھیجا۔ مسلمانوں کو یہ کہہ کے دلیر نہ بنانا کہ مجھے تمہارے واسطے مدد اور غلبہ کی امید ہے۔ اگرچہ ہر کام میں اور ہر وقت اللہ کا بہرہ دہا کرنا چاہئے مگر پرہیز نہی مدد اور غلبہ تدبیر پر منحصر ہے۔ مسلمانوں کی تعزیر اور انکو ہلاکت میں ڈالنے سے پرہیز کرنا۔ دنیا کی طرف سے اپنی دونوں آنکھیں بند کر لینا اور اپنے دل کو بھی اسکی طرف سے باز کرنا

معرض ہلاکت میں پڑنے سے ڈرتے رہنا جیسے کہ تم سے پہلے معرض ہلاکت میں پڑے
 تم اونکے پوشیدہ حالات اور اونکے گرنے کے اسباب جانتے ہو۔ سمجھ لو کہ تمہارے
 اور عالم آخرت کے درمیان صرف ایسا ہی پردہ حائل ہے جیسے کہ عورتوں کی اوڑھنی ہوتی ہے
 تم سے پہلے تمہارے آبا و اجداد اس عالم کی طرف جا چکے ہیں اور تمہیں بھی کوچ کرنا ہے
 یہ کہ جہنم میں تم اب ہوا میں نام کو بھی خوبی اور تازگی نہیں پس تمکو چاہئے کہ لوگوں کو اس طرح
 چلاؤ جیسے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف کوچ کرنا چاہتے ہیں۔ اوس کوچ کا زوارہ
 پرہیزگاری اور خدا سے ڈرنا ہے۔ جہاں تک تم سے ہو سکے مسلمانوں کی نگرانی ہر امر میں
 کرنا۔ دمشق میں جو ادگیہوں جو تم سے پائے اور اونکی بابت تم میں باہم جھگڑا ہوا وہ مسلمانوں کا
 حق ہیں۔ سونے اور چاندی میں سختی نکالنے کی باقی تقسیم کر دو۔ فتح و فتح کی بابت تم میں اور
 خالد بن ولید جو تنازعہ ہوا اوسکا ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ دمشق صلح سے فتح سمجھا جائے گا نہ کہ لڑائی سے
 کیونکہ تم زبان کے حاکم ہو جو تم نے کیا اوس کا اعتبار کیا جائیگا۔ اگر تم نے اپنے معاہدہ میں رومیوں
 کو گیموں دینے کا وعدہ کر لیا ہے تو اونکو دیدینا اور اپنے قول کا خلاف نہ کرنا۔ سلامتی ہو تم پر
 اور سب مسلمانوں پر۔ خالد بن ولید نے مرج الدیبا ج تک جو دشمنوں کا آقا قب کیا وہ اونکے
 نفس کا قریب تھا جسے مسلمانوں کے خون کی اونہیں جرات دلائی۔ خالد اس امر میں پڑے
 بیباک اور جوان مرد ہیں۔ ہر قتل کی بیٹی کو قید کر لینے کے بعد بطور ہدیہ کے واپس کر دینا حد سے
 گذر جاتا ہے اوسکے عوض میں بہت سامان لینا چاہئے تھا جو غریب اور ضعیف مسلمانوں کا کام آتا
 یہ مضمون ہدایت شہون لکھ کر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اوسپر مہر کی اور
 سعد بن وقاص کے بھائی عامر بن ابی وقاص کو بلا کے خط دیا اور فرمایا تم دمشق چلے جاؤ اور
 خالد بن ولید کو خط دیکر کہنا کہ آپ کے نام خلیفہ کا یہ حکم ہے کہ سب مسلمانوں کو جمع کر کے تمہارے

منہ سے یہ خط اونہیں سنوا دین اور صدیق اکبر کی وفات سے سب کو مطلع کریں۔ پھر شہادین اوس کو بلا کے اون سے مصافحہ کیا اور فرمایا تم بھی عام کے ساتھ چلے جاؤ جب یہ خط میرا وہاں پڑھا جا چکے تو سب لوگوں سے بیعت لینا جو تم سے بیعت کر لیا گیا ہو اور ان سے مجھ سے بیعت کر لی۔ پس عام اور شہادہ دونوں فاروق اعظم کے حکم سے روانہ ہو کر دمشق پہنچے وہاں لوگ صدیق اکبر کی خیر و عافیت اور ان کے حکم کے منتظر تھے۔ ان دونوں صاحبوں کی طرف دوڑے۔ یہ دونوں جناب سیف الدن کے خیمہ کے دروازہ پر گھوڑوں سے اتر پڑے اور اونہیں سلام کیا۔ سیف الدن نے دریافت فرمایا۔ صدیق اکبر اچھی طرح ہیں۔ اونہوں نے کہا کہ اب اونکی جگہ عمر فاروق خلیفہ ہیں اور بخیر ہیں آپ سب مسلمانوں کو جمع ہونے کا حکم دین ہم عمر فاروق کا خط اونکو سنائینگے۔ خالد کو فوراً شک پیدا ہوا۔ اتنے میں مسلمان بھی اکٹھا ہو گئے عام بن وقاص نے کھڑے ہو کے فاروق اعظم کا خط پڑھا جب اوس قعرہ پر پہنچے خیمین صدیق اکبر کی وفات کی خبر تھی تو چاروں طرف سے گریہ و زاری کا شور بلند ہوا خصوصاً سیف الدن اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو فرمایا کہ اب جو فاروق اعظم خلیفہ ہوئے ہیں مجھے ہر طرح اونکی اطاعت بدل منظور ہے۔ قسم ہے خدا کی۔ مجھے صدیق اکبر کی خلافت اور حکومت سے زیادہ دوست اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت و حکومت سے زیادہ دشمن کوئی چیز نہ تھی۔ لیکن اب بخوشی خاطر خدا و عمر کے حکم کی تابعداری کرونگا۔ جب سارا خط پڑھا جا چکا تو سب نے بالاتفاق امیر المؤمنین عمر کی بیعت کی جگہ شہادین اوس سے بیعت کی اس دن تیسری شعبان ۳۱ھ تھی۔

واحدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب فاروق اعظم کے حکم کے بموجب امین الامۃ ابو عبیدہ بن الجراح نے مال اور لشکر اپنے اختیار میں لے لیا تو فرمایا کہ یہ امر ضرور خالد بن الولید کو

ناگوار گذریگا اور وہ دشمن کے مقابلہ اور تلاش میں مستی اور کمی کرینگے۔

قضیہ فذک

فذک یہودیوں کا ایک گائون خیبر کے علاقہ میں تھا مسلمانوں نے سترہ مہینہ فذک کے باشندوں کو دعوت اسلام کی اور انہوں نے مسلمان ہونا نہ چاہا نہ اپنے میں مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت دیکھی اسلئے فذک کی نصف زمین آنحضرت صلعم کو دیکے صلح کر لی۔ حضور نبوی اوسکی آمدنی میں سے اپنی بیویوں کا سال بہر کا خرچ نکال لیتے تھے جو کچھ باقی رہتا تھا اسے محتاج مسلمانوں کو دیدیا کرتے تھے۔ امام نووی نے قاضی عیاض سے صحیح مسلم کی شرح کے باب الجہاد میں روایت کی ہے کہ ایسا فذک ہی نہیں بلکہ سات جائدادیں خاص رسول اللہ صلعم کے تحت و تصرف میں تھیں جنہیں اور کسی کا ذرا بھی دخل و حق نہ تھا۔ اونکی تفصیل یہ ہے

- ۱۔ ایک یہودی جنگ اُحد کے دن مسلمان ہوا۔ اوسکی وصیت کے بموجب سات باغ بنی نضیر کے حضور کے قبضہ میں آئے۔

- ۲۔ کچھ زمین انصار نے حضور کو دے رکھی تھی۔

- ۳۔ جب بنی نضیر مدینہ سے نکالے گئے تو اذکامال و جائداد بغیر لڑے بڑے آنحضرت کے قبضہ میں آ گئے۔

- ۴۔ وادی القرئی کی تھائی۔

- ۵۔ و طنج اور سلم خیبر کے دو قلعہ جو صلح سے ہاتھ آئے۔

- ۶۔ خیبر کا پانچواں حصہ۔

- ۷۔ خیبر کی فتح کے بعد صلح سے نصف فذک مل گیا۔

فذک کی بسم اللہ شروع کرتے ہی ہمیں شبہ پیدا ہوا کہ فذک کا تو وہ غل و شور ہے جس میں

کان دی آواز نہیں سنائی دیتی ہے مگر یہ چہرہ جانہ ادین اور کہہ رہی ہیں جبکہ دعویٰ نہ جتنا ب-
خاتون قیامت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کیا نہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے
اونہیں یاد دلایا۔ اصل یہ ہے کہ مطلب پرستی کے لئے بات کے بتکرار بتائے گئے ہیں۔
جسکے واسطے کاغذ کے ٹوٹے ہوئے ہیں اور باہمی اتفاق روکن میں بڑھتا ہے۔ خدا اسلام
کے ایسے حال زار پر رحم کرے۔ آمین بحق طہ و طہین۔

کہتے ہیں کہ جب آفتاب رسالت غروب ہو گیا تو ابتداء سے خلافت ابو بکر صدیق میں
جناب فاطمہ صدیق اکبر کے پاس تشریف لائیں اور والد بزرگوار کے وارث کی حیثیت سے
خدا کا دعویٰ فرقان حمید کی آیت یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکو مثل حظ الانثیین،
کے بموجب آپ نے اونکی عدالت میں دائر کیا۔ اس آیت شریف کا منشا یہ ہے۔ ”تمہاری
اولاد کے حصوں کے باب میں اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے
برابر حصہ دیا کرو“ ابو بکر صدیق نے جناب فاطمہ کو یہ جواب دیا کہ پیغمبروں کے مال میں وراثت کا
مسئلہ جاری نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر حضرت زہرا ابو بکر سے ناراض ہو کر چلی گئیں اور مرتے
دم تک اون سے نبولیں۔

محققین کی رائے اور ہماری دانست میں بھی حدیث لاوارث مآثر کناہ صدقہ
یعنی ہم پیغمبروں کے مال میں وراثت نہیں ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے
بہت صحیح اور سرور انگیزوں پر رکھنے کے قابل ہے۔ چاہے اسکی خبر جناب فاطمہ تک نہ پہنچی
ہو اور وہ بمقتضا صحیح شریعت ابو بکر سے ناراض ہو گئی ہوں مگر صدیق اکبر رسول اللہ کو قول کے خلاف نہیں
کر سکتے تھے۔ آپ دیکھیں کہ شروع سے کفار کو یہ گمان باطل تھا کہ آنحضرت صلعم حکومت و ثروت
کی خاطر یہ ڈھب پر اپنے دماغ سے تصنیف کر رہے ہیں۔ آپ نے اتنی تاریخ پڑھی جہاں دیکھو

وہاں کے لوگوں نے یہی اعتراض کئے ہیں کہ عرب اپنے ملک کی قحط زدگی کے باعث
 ہمارا ملک چھیننا چاہتے ہیں دو کیوں جاؤ اب اسلام کے مخالف جیہ اعتراض کرتے ہیں تو یہی
 کہ لغو ذبا لدنہا بالنی اسلام دنیا کے حریف تھے۔ اس حالت میں اگر ترکہ اور وراثت ہی اوس کے
 مال میں جاری ہو جائے تو خاصی بہت سی ہو گئی تھی کہ اور کیا چاہئے۔ اتنا جمع جتہا تو اولاد کو مل گیا
 اور نہ معلوم ڈھکا چھپا اور کتنا ہو گا۔ پس اوس ہادی برحق نے جو صحیح صحیح مایطق عن الھوخی انھو
 الاوجی کا مصداق تھا ضروریہ فرمایا لا نورث ما ترکنا صدقہ اس میں کچھ شک نہیں اور امور
 مملکت کا خیال یہی چاہتا ہے کہ ایسا ہی کیا جائے۔ ہمارے اوس پدر شفیق کو ہماری گلو
 خلاصی دنیا اور دین دونوں میں ملحوظ خاطر تھی نہ کہ خود کمانا اور انا اور سیدہ رضی اللہ عنہما کے لئے
 ترکہ چھوڑ جانا۔

اتنی بک بک ہم ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ کتب حدیث و تاریخ بھی ہماری مودیرین
 چنانچہ غزوہ خیبر کے بیان میں بخاری نے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔
 ان فاطمة بنت النبی ارسلت الی ابی بکر تسئلہ میراثھا من رسول اللہ مما افاء اللہ
 علیہ بالمدينة وفدک وما بقی من خمس خیبر فقال ابو بکر ان رسول اللہ
 قال لا نورث ما ترکنا صدقہ انما یا کل آل محمد فی هذا المال۔ وانی واللہ
 لا اخیر شیئاً من صدقہ رسول اللہ عن حالھا فی عہد رسول اللہ ولا عملن
 فیھا بما عمل بہ رسول اللہ۔ فابی ابو بکر ان یدفع الی فاطمة منها شیئاً فوجدت فاطمة علی
 ابو بکر فذلک فجھرت فلم تکلمہ حتی تفتق یعنی فاطمہ بنت رسول اللہ نے کسی آدمی کو ابو بکر کے پاس
 پہنچا اور دینہ فدک اور باقی خمس خیبر میں سے جو رسول اللہ کے بعد رہ گیا تھا اپنا حصہ مانگا۔
 ابو بکر نے جواب دیا کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ہم پیروں کے مال میں وراثت نہیں ہم جو کچھ

چوڑین وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے البتہ آل محمد اس مال میں سے اپنے ضروری خرچ کے موافق لے سکتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ میں اس میں ذرا سا بھی تغیر نہ کروں گا اور جو طرح کا تصرف رسول اللہ اس میں کرتے تھے ویسا ہی میں بھی کروں گا۔ جب ابو بکر نے حصہ دینے سے انکار کر دیا تو فاطمہ خاتون ہو گئیں اور ان سے بولنا چوڑیا یہاں تک کہ وفات پائی۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر نے جیسا حکم رسول کریم سے پایا تھا اور اس کی تعمیل کر دی اور جیسا انہیں کرتے دیکھا تھا ویسا کیا حضرت فاطمہ سے انہیں کوئی بغض اور کسی طرح کی عداوت نہ تھی۔ بہت صاف دلیل یہ بھی ہے کہ اگر رسول اللہ کا ترکہ تقسیم ہوتا تو ازواج مطہرات کو بھی حصہ ملتا جنہیں ان کی بیٹی عائشہ بھی شامل تھیں اگر جناب فاطمہ سے دشمنی تھی تو ازواج مطہرات۔ ان کے باپ بہائون اور حضرت عباس اور عائشہ کو بھی ترکہ سے محروم کر دیا۔ بخاری و مسلم و مؤطا نے یہ حدیث بھی لکھی ہے۔

ارسل ازواج النبی عثمان الی ابی بکر یسئلہ فثمنہن مما افاء اللہ علی رسول فکنت ارھمن فقلت لھن الاتقین اللہ الم تعلم ان النبی کان یقول لا نورث ما ترکناہ صدقہ لنفسنا یا کل ال محمد فی ہذا المال فانھ فی ازواج النبی الی ما یخون یعنی ازواج نبی نے عثمان کو ابو بکر صدیق کے پاس بھیجا تاکہ اوس میں سے اپنا کٹھوان حصہ طلب کریں جو اللہ نے اپنے رسول کو غنیمت میں دیا تھا۔ عائشہ صدیقہ نے عثمان کو یہ لکھے واپس کر دیا۔ ان سے جا کے کہہ دو کہ تم خدا سے نہیں ڈرتیں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ ہم چوڑین وہ صدقہ ہے صرف آل محمد اپنی حاجت کے موافق اوس میں سے لے سکتی ہے پس ازواج نبی کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو خاموش ہو رہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے ابو بکر صدیق اور عائشہ صدیقہ کے اس حدیث کی خبر نہ تو بیٹی کو تھی نہ ازواج کو چو تکہ صدیق اکبر اوس کو بذات خود آنحضرت کی زبانی

سُن چکے تھے اونکے لئے او سپر عمل کرنا فرض تھا۔

اب رہی یہ بات کہ حدیث مذکورہ بالا قرآن کی آیت یوحیکم اللہ فی اولادکم الذکرہ مثل حظ الانثیین کے مخالف ہے سو یہ بڑی غلطی کی بات ہے وہ مخالفت نہیں بلکہ او سکی مخصوص ہے کیونکہ دیکھو۔ ہم مسلمان لوگ کافر کی اولاد کو ترکہ نہیں دیتے قاتل کو محروم کر دیتے ہیں غلام وارث نہیں ہوتا اور یہ سب حکم ہمارے ہاں کے سرسری نظر میں اس آیت کے مخالف نہیں مگر اسلام کی خیر خواہی انہیں پر منحصر ہے۔

یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلعم نے فدک جناب فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا اور جناب علی مرتضیٰ اور ام امین یا حسنین نے ہبہ کی گواہی ہی دی تھی ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ او کے خلاف مشکوٰۃ میں البوداد نے معزہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بنی مروان کو جمع کر کے یہ گفتگو کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ میں فدک کی آمدنی کو صغیران بنی ہاشم کی پرورش میں صرف کرتے تھے اور اوں میں جو زنان بے شوہر ہوتی تھیں اوں کا نکاح اوسی آمدنی کے خرچ سے ہوتا تھا۔ جناب فاطمہ نے فدک آنحضرت صلعم سے مانگا مگر حضور نے اونکی درخواست قبول نہ فرمائی۔ لہٰذا بنی حیات میں ویسا ہی کرتے رہے جیسا ہمیشہ کرتے تھے۔ آنحضرت کے بعد صدیق اکبر بھی حضور ہی کے قدم بقدم چلے اور فاروق اعظم نے بھی بالکل وہی کیا جو اوں سے پہلے دوزمانوں میں ہوا کرتا تھا۔ پس ہوتے ہوتے میری نوبت پہونچی میں ہی ویسا ہی کروں گا جیسا کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر نے کیا ہے جو چیز آنحضرت صلعم نے فاطمہ کو نہیں دی وہ میں کیسے دے سکتا ہوں تم سب میرے فعل کے گواہ رہنا۔

فرض کر لو کہ ہبہ ہوا مگر اسکا جواب کیا ہے کہ جب تک موہوب موہوب لہ کے قبضہ اور تصرف میں نہ او سکی ملک نہیں ہو سکتی ہبہ کے ساتھ ہی قبضہ موہوب لہ کا ضروری ہے جب

ہرے ثابت ہوگا۔ اور اسپر شیعہ اور سنی دونوں کا اتفاق ہے۔ اسے بھی دونوں فرقے مانتے ہیں کہ جناب نبوی کی حیات میں نام کو بھی دخل حضرت فاطمہ کافک پر نہیں ہوا رسول اللہ صلعم خود تصرف مالکانہ ہمیشہ اوپر کرتے رہے پس ایسا ہرے قابل عمل کا سیکو ہے۔

جب ایسے خواب پریشان دیکھے گئے تو اکثر یہ بھی کہہ رہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جناب فاطمہ کو وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد فک تم لے لینا اور ابو بکر صدیق نے حضور صلعم کی وصیت پر فاطمہ کے بغض کے باعث عمل نہیں کیا۔ اول تو وصیت شیعہ و سنی کی کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں پھر دونوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ وصیت اخت میراث ہے یعنی جس مال میں میراث نہیں جاری ہو سکتی او س میں وصیت پر عمل کیسے ہو سیکے گا کیونکہ وصیت و میراث دونوں انتقال ملک بعد از موت ہیں اور جب انبیا اپنی موت کے بعد کسی چیز کے مالک نہیں رہتے اور انکا مال خدا کا مال ہو جاتا ہے تو اب بتائے کہ وصیت کس میں سے ادا کی جائے۔ اسی طرح اس باب میں خواہ مخواہ سر یکاے گئے ہیں اور ناحق ایک خاتمہ بھی جاری ہے۔ جس سے ہم اپنے ناظرین کو دق نہیں کیا چاہتے جتنا لکھا گیا ہے وہ عقلمند کی تسکین کے لئے کافی ہے۔

ہم کو کمال تعجب اس بات پر ہے کہ جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں آنحضرت صلعم کی میراث یا ہرے یا وصیت پر عمل کیوں نہیں کیا اور فک حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کو کیوں نہیں دیدیا اور نہ پر لازم تھا کہ کہہ دیتے۔ لویٹا۔ ابو بکر نے تمہاری والدہ ماجدہ پر ظلم کیا تھا میں اسکی داد تمہیں دیتا ہوں۔ ابو بکر صدیق کے سامنے تو گواہی دینے گئے اور خود اپنی شہادت پر عمل نہیں کیا۔

پھر شیعوں کی معتبر کتاب منہاجنصر الفقہ کے باب نوادر الوصایا میں مندرج ہے

فالارض والعقار فلاميراث لهن۔ یعنی عورتوں کا زمین اور ملک مزرعہ میں کچھ حصہ نہیں۔ پس جناب فاطمہ نے اپنا حصہ فدک میں سے کیسے مانگا ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جناب صدیق اکبر نے خلی فضاہت میں حضرت حسن عسکری رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے شب ہجرت کو انہیں فرمایا جلاک اللہ عنی بمنزلۃ السمع و البصر والراس من الجسد و بمنزلۃ الروح من البدن۔ یعنی خدا نے تمکو بمنزلہ میری سمع اور بصر کے کیا ہے تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے۔ ہرگز غصب نہیں کیا بلکہ عذر شرعی مانع ہوا اور وہ جناب فاطمہ کی درخواست کو منظور نہ کر سکے۔

قرآن مجید کا جمع کیا جانا

وحی کی کیفیت و حقیقت تو واقع میں نازل کرنیوالا جان سکتا ہے یا وہ جانے چسپ نازل ہو البتہ دیکھنے والوں نے جہاں تک اسکا حال بیان کیا ہو وہ اس طرح پر ہے کہ نزول وحی کی حالت آنحضرت صلعم پر بہت سخت گذرتی تھی۔ رنگ آپکا بالکل متغیر ہو جاتا تھا۔ جسم اطہر میں گرانی معلوم ہوتی تھی۔ اگر آپ اونٹنی پر سوار ہوتے اور وحی نازل ہونے لگتی تو اونٹنی سے حضور کے بوجہ کی برداشت نہیں ہو سکتی تھی اور وہ ثقل کے باعث بیتاب ہو کے بیٹھ جاتی تھی اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ کسی صحابی کے زانو پر سر مبارک رکھ کے لیٹ رہے ہوں تو اس صحابی کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری ٹانگ اب ٹوٹی اور اب ٹوٹی۔ علاوہ برین کسی سخت سے سخت سردی میں بھی تمام جسم حضور کا پسینہ پسینہ ہو جاتا تھا۔ ابتدائے بعثت کے زمانہ میں تو آپ کو ڈوبھی معلوم ہوتا تھا۔ ان حالتوں کو جو ہم نے اوپر بیان کیا سینکڑوں کیا بلکہ ہزاروں صحابیوں نے دیکھا تھا اور اسی باعث وہ نزول وحی میں بالکل شک و شبہ نہیں کر سکتے تھے نہ کرتے تھے نہ وحی نازل ہونے کے لئے کوئی خاص حالت یا وقت یا مقام مقرر تھا۔ مکر میں۔ مدینہ میں۔

سفر میں۔ حضور میں۔ رات میں۔ دن میں۔ سب طرح اور سب اوقات میں نازل ہو جاتی تھی نہ اسکا نازل ہونا حضور کی اختیاری بات تھی۔ کبھی سلسلہ وار پے در پے آتی رہتی اور کبھی مدت و لازت تک بند ہو جاتی تھی۔ انقطاع وحی کے زمانہ میں حضور کے دل میں رکاوٹ اور الجھن پیدا ہو کے ایک بڑی بے چینی معلوم ہوتی تھی جسے اہل دل قبض کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ نزول وحی کے وقت آنحضرت صلعم الفاظ وحی کے بار بار فرمانے میں بڑی عجلت فرماتے تھے۔ نزول وحی کی حالت رفع ہو جانے کے بعد آپ فوراً کسی پڑھے لکھے صحابی کو بلا کے اسے لکھوا دیتے تھے اور وہ الفاظ فوراً زبان زد صحابہ ہو جاتے تھے وہ نیک و پاک اور مقدس لوگ ہماری طرح قرآن کی طرف سے بے پرواہ نہ تھے اور چونکہ اہل زبان تھے اور فصاحت بھی قرآن کی اعلیٰ درجہ کی ہر اسلئے ایک ایک جملہ اور کاسیہوں کی زبانوں پر نسل کی طرح چڑھ جاتا تھا۔ سورتوں کے نام اور آیات کی اندرونی ترتیب سب کچھ آنحضرت صلعم اپنی حیات میں ہی کر گئے تھے جب وحی نازل ہوتی تو فرما دیا کرتے تھے کہ اس آیت کو فلان سورۃ میں فلان جگہ لکھ لو۔ یہ جو مشہور ہے کہ ترتیب موجودہ عثمانی ترتیب ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسری ترتیب سے قرآن جمع کیا تھا غلط ہے اور اسکی کچھ اصل نہیں۔ آنحضرت صلعم کے عہد میں فن تحریر اپنی ابتدائی حالت میں تھا خصوصاً عرب میں تو یوں ہی لکھنے پڑھنے کا دستور نہایت ہی کم تھا اسلئے آیات قرآنی ہرن کی جلیوں۔ اونٹ کی ہڈیوں۔ کجور کے پتوں۔ پتھر کی کتلوں۔ مٹی کے برتنوں۔ لکڑیوں۔ چمڑے وغیرہ پر لکھ لی جاتی تھیں۔ زیادہ شوقین اصحاب قرآن کو بطور خود ہی جمع کرتے جاتے تھے۔ غرض کہ جتنا جسے ہم پہنچ گیا تھا اس نے جمع کر لیا تھا گویا استیعاب نہو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قرآن کا کسی ایک شخص کے پاس از اول تا آخر جمع ہونا ثابت نہیں البتہ اس میں شک نہیں کہ جماعت صحابہ میں پورا پورا قرآن موجود تھا کچھ تو لوگوں کے سینوں میں تھا

اور کچھ تپوں اور جلیوں اور ہڈیوں اور کٹکون وغیرہ میں۔ یہ بات بھی مسلم الثبوت ہے کہ آدمی کے حواس ظاہری و باطنی جتنے زیادہ کام میں لائے جائیں اتنے ہی قوی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ کے لوگ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے اسلئے قوت حافظہ کو زیادہ کام میں لاتے تھے پھر جتنا تحریر کا رواج ہوتا گیا اور حافظہ کو زیادہ سہارا ملا اتنا ہی حافظہ کم زور ہونے لگا یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے لوگوں کا حافظہ اتنا زبردست نہیں ہوتا جیسا پہلے لوگوں کا ہوتا تھا۔

سب سے پہلی وحی افرأ باسم ربك الذی خلق الانسان من علقۃ اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم ہے یعنی اے محمد تم قرآن کو وقتاً فوقتاً تم پر نازل کریں گے یہ اوسمین سے پہلی وحی ہے اوسے اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھنا شروع کرو جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور آدمی کو گوشت کے لو تھڑے سے بنایا قرآن کو بڑھ چلا اور خدا پر بہر و سار کو کہ تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے آدمی کو قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور وحی کے ذریعہ سے بھی انسان کو وہ باتیں بتائیں جو اسے معلوم نہ تھیں۔

اور سب سے پہلی وحی واقفویہ ما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وهم لا یظلمون سورہ بقرہ کے ۸۳ رکوع کی اخیر آیت پارہ تلک الرسل میں ہے یعنی اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے پاس لوٹ کے جاؤ گے پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا اور لوگوں پر ذرا بھی ظلم ہوگا۔ اس آیت کے نزول سے گیارہ یا سترہ روز بعد اور ابن عباس کی روایت سے اکیس دن بعد آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا۔ ملاحظہ ہو کہ صرف انہیں دونوں اول اور آخر آیتوں میں سبھی کچھ بہر دیا ہے۔ دیکھئے کوا نکمین و کارہین۔

پھر خدا نے اپنے کلام کی حفاظت کا ایسا مضبوط انتظام فرمایا ہے کہ جسکو قرآن کا معجزہ کہنا پڑتا ہے یعنی ہر زمانہ میں ہر ارون لاکھوں مسلمانوں کو قرآن حفظ کرنیکا شوق رہا۔ چنانچہ اب

بلا سبب الغم یہ حال ہے کہ اگر خدا نخواستہ تمام روے زمین سے مطبوعہ اور قلمی قرآن جنگ کا سد
وحساب نہیں معدوم ہو جائیں تو کوئی قطعہ زمین ایسا نہ نکلیگا جہاں ایک کثیر تعداد حاقظون کی نہو
اور انکی یادداشت سے قرآن بلا کم و کاست پھر نہ لکھ لیا جائے یعنی جتنے قرآن مختلف ملکوں
میں اس طور سے لکے جائینگے ان میں الفاظ تو درکنار زیر زبر اور نقطہ کا بھی فرق نہ ہوگا۔ یہ ایسی
خوبی ہماری کتاب میں ہے جو کسی قوم کی کسی کتاب کو دنیا میں حاصل نہیں۔

یہ احسان ہم پر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کا ہے۔ ان صاحبوں نے بڑے اہتمام
اور کوشش سے قرآن کو ایک جگہ جمع کرایا اور اس جمع کرینکے یہ معنی ہیں کہ جو لوگوں کے
سینوں اور جلیوں اور پڑیوں اور کتکوں اور پتوں پر تھا اسے ایک جگہ جمع کر کے ام المؤمنین
حضرت حفصہ کے پاس رکھوا دیا۔ پھر اس کے بعد جناب عثمان بن عفان نے اسکی نقلیں
کرا کے جاییہ مسجدین اور تفرق اور منتشر طور پر جو جگہ کے پاس تھا اسے اختلاف دور کرینکے لئے
تلف کر دیا۔ یہ اہم کام صدیق اکبر کی خلافت کے پہلے ہی سال میں سرانجام پلگیا تھا۔

جنگ یمامہ میں جب ساتگ سو حافظ قرآن ایک ساتھ شہید ہو گئے تو فاروق اعظم کو
تشویش ہوئی اور صدیق اکبر سے آگے کہا کہ حضرت۔ اس امت کی خبر لیجئے کہیں ایسا نہو کہ یہود
ونصاری کی طرح یہ بھی اپنی کتاب میں دخل پیدا دینے لگیں۔ چنانچہ زید بن ثابت جو مدتوں کتاب
وحی رہے تھے بلائے گئے اور اس عظیم الشان کام پر متعین ہوئے۔ انہوں نے کلام مجید کا
ایک نسخہ ترتیب کیا چنانچہ بخاری نے کتاب فضائل القرآن میں لکھا ہے۔

قال ابو بکر انک رجل شاب عاقل ولا نهنمک وقد کنت تکتب الوحی لرسول الله فتتبع
القرآن واجمعه فوالله لو کلفق نقل جبل من الجبال لکان انقل علی مما امرنی به من جمع القرآن
فتتبع القرآن اجمعه من الرقاع والاکتاف وصدور الرجال حتی وجدت

من سؤۃ التوبۃ آیتین مع خزیمۃ بن ثابت لہما جلاہما مع غیر لہما کما رسول من انفسکم،
تا آخر یعنی صدیق اکبر نے زید سے کہا۔ تم جو ان عاقل ہو تمہارا حافظ یا صداقت مستم نہیں اور
رسول خدا صلعم کے زمانہ میں تم کا تب وحی بھی تھے تم اپنے اہتمام سے کلام الہی کو جمع کرو۔
زید بن ثابت نے کہا کہ پہاڑ کا ایک جگہ سے اوٹھا کے دوسری جگہ رکھ دینا جمع قرآن سے
میرے واسطے آسان تھا مگر میں نے اپنے اصرار سے یہ کام شروع کر دیا۔ پرچون۔ شانہ کی
ہڈیوں اور حافظوں کے سینوں سے میں نے قرآن کو جمع کیا یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں
لقد جاءکم رسول من انفسکم انکم، خزیمۃ بن ثابت کے سوا اور کسی کے پاس نہ تھیں۔
غرض کہ جامع القرآن ابو بکر صدیق میں نہ کہ عثمان ذی النورین خلیفہ ثالث جیسا کہ بخاری کی
روایت سے ثابت ہے کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چند نقلیں
قرآن کی لکھوا کر اپنے حکم سے دیا را سلام۔ فوج کی چاؤنیوں اور مختلف اطراف و مقامات کو بھیجا اور
لہذا وہ جامع القرآن نہیں کہے جاسکتے بلکہ قرآن کے لئے جامع الناس البیت ہیں۔

واضح ہو کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں قرآن کی کتابت اور حفاظت اس طرح ہوتی تھی
کہ صحابہ کی ایک جماعت اسے لکھتی جاتی تھی اور دوسری جماعت کو حکم تھا کہ تم اسے اچھی طرح
حفظ کر لو یوں بہت سے صحابہ اس کے جامع اور حافظ بن گئے۔ جتنا زیادہ کسی شخص کو قرآن کا علم
ہوتا تھا اتنی ہی قدر و منزلت اس کی زیادہ سمجھی جاتی تھی اس لحاظ سے ہی ہر شخص قرآن سیکھنے کی
طرت بدل و جان مائل تھا یہ بات ہماری تاریخ سے بھی ناظرین کو معلوم ہوئی ہوگی۔ اس لئے جتنا
قرآن اب موجود ہے بجنہ آنحضرت صلعم کے سامنے لوگوں کو زبانی یاد دہی ہو چکا تھا اور تمام
وکمال لکھا بھی جا چکا تھا۔ خود قرآن شریف میں اس کے لکھے جانے اور اس کے کاتبوں کی تعریف
موجود ہے تیسویں پارہ میں سورہ عبس نہایت ہی پورانی سورہ ہے اغلباً ہجرت حبشہ سے

قبل نازل ہوئی جو اسلام کا بہت ہی ابتدائی زمانہ تھا سورہ مذکور میں خود السید جل شانہ کا تبان قرآن کی توثیق اور تعریف فرماتا ہے جس سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ محض ابتداء سے اس کتاب کی حفاظت بدرجہ اتم ہوئی ہے کلا انھا تذکروہ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة بایدی سفرۃ کرام بر سرۃ، یعنی قرآن ایک نصیحت ہے جو چاہے اوسے پڑھے۔ وہ قابل ادب۔ عالی اور پاک اوراق میں معزز اور نیک لوگوں کے ہاتھوں سے لکھا گیا ہے۔

سورہ طور بھی مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی اوس سے قرآن کا چمڑہ کے ورقوں پر لکھا جانا ثابت ہے و کتاب مسطور فی رق منشور،، یعنی قسم ہے چمڑہ کے کشادہ ورق میں لکھی ہوئی کتاب کی ”کیونکہ صراح میں رق بالفتح کے معنی لکھے ہوئے پوست آہو کے بتائے گئے ہیں“

ابن حجر کے قول سے بھی قطعات ادیم پر قرآن کا لکھا جانا ثابت ہے اور اوپر کی آیت کی تائید ہوتی ہے چنانچہ تفسیر اتقان میں ہے انما کان فی الادیم اولاً قبل ان یجمع فی صحیف ابی بکر یعنی صدیق اکبر کے زمانہ میں جمع ہونے سے پہلے تمام وکال قرآن چمڑہ وغیرہ پر لکھا ہوا موجود تھا۔

یہاں تک تو پہنچے ہجرت سے قبل یعنی مکہ کی حالت بیان کی۔ اب مدنی آیتوں میں اس سے بھی زیادہ قرآن کے مکتوب ہونے کی خبریں موجود ہیں چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے۔ ذلک الکتاب لا ریب فیہ، یعنی یہ وہ کتاب ہے جسکے کلام الہی ہونے میں ذرا بھی شک نہیں سورہ ہود میں ہے کتاب احکمت آیاتہ، یہ ایسی کتاب ہے جسکے مضامین مستحکم کر دئے گئے ہیں۔ سورہ آل عمران میں ہے انزل علیک الکتاب، یعنی اے محمد صلعم ہمنے تمہارے اوپر یہ کتاب اوتاری۔

ان سب آیتوں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں قرآن کے نسخوں کی اشاعت کثرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ہو چکی تھی کیونکہ مدنی آیتوں میں خدا نے قرآن کو کتاب ہی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور ضرور بالفرض و رالیسا ہی ہوا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مکہ میں اسلام نے جو مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ خدا کسی کو نہ کماے۔ وہاں مسلمان تھے بھی بہت کم۔ جب ایسی جگہ قرآن کی یہ حالت تھی کہ ہر مسلمان اس سے گلے سے لگاے پہرتا تھا۔ اس کے متعدد نسخے جا بجا لوگوں کے پاس موجود تھے اور ایک جماعت کا تبون کی اس کے لکھنے کی واسطے منہ پہاڑے بیٹھی رہتی تھی تو جب مدینہ میں آ کے مسلمانوں کو امن ملا اور تعداد بڑھی وہاں کیا کچھ آؤ بہکت اس بیماری کتاب کی نہوئی ہوگی بیشک ضرور ہوئی اور کتابت کی کثرت ہو گئی اور نقلین اس کی دور دور مشہور ہو گئیں پس اس میں کسی عادل اور غیر متعصب اور ایماندار کو ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے وہ بعینہ اور بحسنہ وہی ہے جیسا کہ صاحب کتاب کے منہ سے نکلا نہ اس میں کوئی آیت کم ہے نہ زیادہ۔ بلکہ ایک حرف ایک شوشہ ایک نقطہ کا بھی فرق نہیں اور تیرہ سو برس کی کوئی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ جو لوگ اس کے خلاف میں بہت سارے ہیں انہوں نے چاند پر خاک ڈالی ہے۔

بلکہ بڑے بڑے محققین کی رائے ہے کہ خلیفہ اول کے زمانہ میں قرآن کا جمع ہونا اور اس سے پہلے اس کا جمع نہ کیا جانا جس خبر سے معلوم ہوتا ہے وہ منجملہ اخبار احاد ہے جو قطعی اور یقینی اور معقول بات کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ وہ روایت واقعات قطعی کے سامنے رکھنے سے خلاف معلوم ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قرآن موجودہ زید بن ثابت کا جمع کیا ہوا ہوتا تو اس کی روایتیں کثرت کے ساتھ جا بجا یا بائی جاتیں مگر صحاح ستہ میں اس کا پتا بہت کم چلتا ہے۔ جنگ یمامہ و اقدی اور ابو مشر کے حساب سے ربیع الاول ۳۱ھ

مین ہوئی۔ طبری کے قول کے بموجب سلمہ مین اور ایک قول کے موافق سلمہ م کے
 آخر میں واقع ہوئی اور خلافت ابو بکر صدیق کی مدت سوادو برس سے زیادہ نہیں لیکن حضرت زید بن
 ثابت کی تلاش میں بڑا زمانہ صرف ہوا ہوگا۔ کجور کی شاخیں پتھر کے ٹکڑے چمڑے کے ورق مٹی
 کے برتن۔ ہڈیاں۔ تختیاں۔ کمان کمان سے ڈھونڈ ہی اور ننگوالی گئی ہوگی اور چاروں طرف سے
 حافظ بلوائے گئے ہونگے اسمین عرصہ بھی بہت لگا ہوگا اور شہرت بھی اسکی چاروں طرف حد سے
 زیادہ ہو گئی ہوگی اس سے یہ معاملہ اُحد اور احزاب کی لڑائیوں سے کم مشہور نہیں ہونا چاہئے
 لیکن آپ تمام صحاح ستہ اولٹ جائے مگر سوائے زید بن ثابت۔ یحییٰ بن عبد الرحمن۔ لیث
 بن سعد۔ اور ابن شہاب کے اور کوئی اس کا راوی نہ ملے گا۔

اصل میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ابو بکر صدیق نے بحیثیت خلیفہ سرکاری طور پر حکماً
 ایک نسخہ تمام وکمال قرآن کا ایک جلد میں زید بن ثابت سے لکھوا کے دستور العمل اور ہدایت نامہ
 سلطنت کے طور پر رکھ چھوڑا گو وہ پہلے سے بہت لوگوں کے پاس موجود تھا اور دور دور کے
 پرگنوں میں مشہور و معروف تھا۔ چنانچہ تفسیر التقان میں حارث محاسبی کی یہ رائے مندرج ہے۔
 کتابۃ القرآن لیست بمحدثۃ فان رسول صلعم کان یا من بکتابۃ وکنہ کان مفترقا
 فی الرقام والکاف والعسب فانما المصلد بق بنسخها من مکان الی مکان صحتمعا و
 کان ذلک بمنزلۃ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ صلعم فیما القرآن منتشر
 فجمعها جامع وربطها بنحیط حتی لا یضیع منها شیء۔

یعنی قرآن کا لکھا جانا کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ رسول خدا صلعم اسے خود لکھواتے جاتے تھے
 مگر وہ پرچوں۔ شانہ کی ہڈیوں۔ کجور کی شاخوں پر تفرق تھا۔ ابو بکر صدیق نے ان سے ایک
 جگہ نقل کر لیا حکم دیا اور یہ چیزیں بطور اوراق منتشر کے رسول اللہ کے گھر سے ملین جن میں

پورا قرآن موجود تھا اونکو جمع کر کے تاکے سے باندھ دیا تاکہ اوسمین سے کچھ ضائع نہوئے پائی۔
 امام مالک کا قول موطائین ہے کہ یہ نسخہ صدیق اکبرؓ نے کاغذ پر لکھوایا تھا عن سالم بن عبد اللہ
 قال جمع ابو بکر القرظان فی قباطیس، یعنی سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابو بکر
 صدیقؓ نے قرآن کو کاغذ پر جمع کرایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے
 کاغذ کا رواج ملک عرب میں شروع ہو گیا تھا۔

جناب صدیق اکبرؓ کا انتظام سلطنت

آپؓ کی خلافت کا زمانہ بالکل سید ہاساد اور بادشاہی تکلفات سے معرا تھا۔ کوئی وزیر
 اپنا آپؓ سے ہرگز نہیں بنایا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں معاہدون اور فرمانوں
 کے لکھنے کی واسطے کاتب مقرر تھے وہی ڈھنگ بعینہ ابو بکر صدیقؓ نے اختیار کیا۔ آپؓ کے
 کاتب حضرت عثمان بن عفان، زید بن ثابت، عبد اللہ بن ارقم تھے۔

آپؓ کا زمانہ خلافت بہت مختصر تھا اور باوجود اس اختصار کے اوسمین مشاغل سر سے اڑے
 رہے۔ عراق عرب اور شام میں متواتر لڑائیاں ہوا کین۔ اونکے باعث غیر ملکوں میں اسلام
 کی اشاعت بھی کم ہوئی نہ ملکی آمدنی میں کوئی خاص ترقی ہونے پائی اس واسطے اونکی خلافت
 کے زمانہ میں قانون بنانے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔

اسوقت تک اسلام کے سب سے بڑے اور اہم کام یہ تھے۔

۱۔ نماز جماعت کی امامت۔

۲۔ صدقات وصول کرنا۔

۳۔ امور تنازعہ کا فیصلہ کرنا۔

۴۔ اشاعت اسلام کے لئے فوجیں روانہ کرنا۔

امورات مذکورہ بالا کے لئے جو انتظامات ابو بکر صدیق نے اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور سلیقہ اور خوش اسلوبی سے کئے اور انکی کیفیت یہ ہے۔

اول کام نماز

اسلام میں سب سے اہم اور مقدم ہے۔ جناب صدیق اکبر پانچون وقت کی نماز مسجد نبوی میں آکے پڑھاتے تھے اور انکی غیر موجودگی میں حضرت فاروق اعظم انکی قائم مقامی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنی حین حیات ابو بکر صدیق کو اپنی جگہ نماز کی امامت کے لئے مقرر فرما دیا تھا اور خود صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھتی ہی ایک دفعہ جناب فاروق اعظم نے امامت شروع ہی کر دی تھی تو بیماری کی حالت میں گھر سے نکل کے حضور نے نماز پڑھتے ہیں حضرت عمر کو امامت سے الگ کر دیا اور حضرت ابو بکر کو امام بنایا۔

دوسرا کام وصول صدقات

صدقات کی مدین زکوٰۃ - خراج - جزیرہ شمال میں - قتال مرتدین سے اظہر من الشمس ہے کہ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو ان چیزوں کے وصول اور اہتمام کی طرف نہایت ہی توجہ تھی۔ عمر فاروق نے ان میں نرمی کر نکا مشورہ بھی دیا مگر آپ نے انکی نہ مانی۔ آپ نے انکے وصول کے لئے اطراف و اکناف میں عامل مقرر کروئے تھے جو مثل منتظم ہوتے تھے۔ عاملوں کی تقرری میں آپ کو اس بات کا زیادہ خیال رہتا تھا کہ وہی لوگ مقرر کئے جائیں جن کو آنحضرت صلعم نے اس عہدہ پر متعین کیا ہو اس سے کمال درجہ کی دیانت ابو بکر صدیق میں پائی جاتی ہے۔ جب عاملان عہد نبوی میں سے کوئی انکار کر دیتا تھا یا اپنی خوشی سے مستغنی ہو جاتا تھا تو بدرجہ مجبوری کسی کو اپنی رائے سے اس دیانتداری کے منصب پر مقرر کر لے تھے۔ چنانچہ استیعاب میں ابن عبد البر اندلسی نے لکھا ہے۔

کان خالد بن سعید واخوته عمال الرسول الله فرجوا عن عاتقهم حین مات
 رسول الله فقال ابو بکر ما لکم مرجعتم عن عمالتکم ما احدا حق بالعمل من عمال
 رسول الله ارجعوا الی اعمالکم فقالون نحن نبوالی اجنته لانعل لاحد بعد رسول الله،،،
 یعنی خالد بن سعید اور انکے بھائی رسول خدا کی طرف سے عامل تھے حضور کی وفات کے بعد
 وہ اپنے علاقوں سے چلے آئے۔ ابو بکر صدیق نے ان سے دریافت کیا کہ تمہارے چلے
 آئیے کا کیا باعث ہے بہتر ہے کہ تم اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ کہ واسطے کہ میں اس عہدہ کے لئے
 رسول اللہ کے عاملوں سے زیادہ دوسروں کو لائق نہیں سمجھتا۔ انہوں نے جواب دیا ہم ابو بکر
 کی اولاد میں رسول خدا کے بعد کسی کی خدمت نہیں کریں گے۔

آپ کے دوران خلافت میں دو لاکھ درہم کے قریب بیت المال میں آیا اور سب کا سب خرچ
 ہو گیا۔ بعد وفات بیت المال کی پرتال کی گئی تو صرف ایک درہم نکلا سوا وہ بھی کسی چیز میں لپٹا
 لپٹا یا رہ گیا تھا آپ کے عمال یہ تھے۔

بحرین میں علاء بن حضرمی۔

حضر موت میں زیاد بن ابید۔

صنعاء میں مہاجر بن امیہ۔

جند میں معاذ بن جبل۔

طائف میں عثمان بن ابی العاص۔

خولان میں لعلی بن امیہ۔

مکہ میں اثاث بن اسید۔

عمالان مذکورہ بالا بڑے متدین اور مقبر لوگ تھے جنکی شہرت اور نیک نامی میں ذرا بھی

دہیا نہیں لگاتما نہ اون سے اپنے عمدہ کے کاموں میں کہی کوئی بے اعتدالی ظہور میں آئی۔

تیسرا کام فیصلہ مقدمات

ازالۃ التفتاین محدث داری سے روایت ہے کان ابو بکر اذا ورد علیہ الخضر
نظر فی کتاب اللہ - فاذا وجد فیہ ما یقضی بنہم قضی بہ - وان لم یکن فی الکتاب
وعلم من رسول اللہ ذلک الامر سنة قضی بہ - فان اعیاء خرج فسال المسئین
وقال اتانی کذا او کذا فهل علمتم ان رسول اللہ قضی فی ذلک بقضاء فرما اجتمع
الیہ النظر کلہم یدکر من رسول اللہ فیہ قضاء فیقول ابو بکر
الحمد للہ الذی جعل فینا من یحفظ علیہ بنینا - فان اعیاء ان یجد فیہ
سنة من رسول اللہ جمع رؤس الناس واجبا رھم فاستشارھم فاذا اجتمع الیہم علی امر قضی بہ،
یعنی جب کوئی اہل مقدمہ ابو بکر صدیق کے پاس آتا تو آپ قرآن شریف کو دیکھتے اگر اوس میں کوئی
حکم ملتا تو اس کے بموجب فیصلہ کر دیتے۔ اگر قرآن میں کوئی حکم اس کے لئے نہ ہوتا تو رسول خدا سے
جو کچھ اس کی نسبت سنا ہوتا اس کے موافق تجویز کرتے۔ اگر انہیں حضرت کا حکم ہی نہ پاتے تو صحابہ
سے پوچھتے کہ میرے سامنے فلاں مقدمہ آیا ہے اگر تم کو اس کی نسبت رسول اللہ کا کوئی حکم
معلوم ہو تو مجھے بتا دو اگر وہ بتا دیتے تو آپ کہتے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم میں ایسے لوگ موجود ہیں
جنہیں رسول خدا کی باتیں یاد ہیں اگر صحابہ سے بھی کوئی حدیث نہ ملتی تو شرقا اور اہل علم کو اکٹھا
کر کے اور جس بات پر وہ متفق الراے ہوتے اس کے بموجب فیصلہ کیا جاتا۔

یہاں سے صاف ثابت ہے کہ صدیق اکبر کو رعایا کے کام میں ہرگز آزادی اور خود مختاری
حاصل نہ تھی وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد شرقا اور اہل علم کے مشورے اور رائے
کے تابع تھے یعنی ابو بکر کی خلافت قانونی اور جمہوری سلطنت تھی نہ کہ شخصی۔

جناب صدیق اکبر کی بیعت عام کے بعد یہ گفتگو تھی مسلمانوں کی جماعت میں جیسا میں ہوں ویسے ہی تم ہو۔ اسے بہائی مسلمانو۔ مجھ میں اور تم میں کچھ فرق نہیں۔ میں نہ خطاؤں سے میرا ہوں نہ غلطیوں سے محفوظ نہ تم سے بہتر اور اچھا ہوں اس لئے تم مجھ سے خیر وار رہنا۔ میں جو حکم تمہیں خدا اور رسول خدا کے حکم کے موافق دوں او سے ماننا اور جہاں مجھے ڈر لگے دیکھنا میری درستی کروینا اس قول کو اپنے دوران خلافت میں انہوں نے پورا کر دکھایا۔

تاریخ ابن اثیر کہتی ہے کہ البکر صدیق نے مقدمات مدینہ کے فیصلہ کے واسطے عمر فاروق کو مدینہ میں قاضی مقرر کرویا تھا وہ دو سال برابر قاضی مدینہ رہے مگر فصل قضایا میں لوگوں نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی دو برس میں صرف دو آدمی ان کے پاس گئے۔

چوتھا کام اشاعت اسلام کے لئے فوج روانہ کرنا

اس کام کے لئے جو فوجیں ہم پہنچائی جاتی تھیں او کے سپاہی تنخواہ دار نہیں ہوتے تھے کیونکہ اول تو اشاعت اسلام ہر مسلمان کا کام تھا اور میں کون تنخواہ دے کر کس سے مانگی جاے۔ اپنا کام چاہے آپ کرو یا نہ کرو اور ابتدائی حالت میں تنخواہ آوے یہی کرمان سے۔ دوسرے اوس زمانہ کے قومی دستور کے موافق مجاہدین جمع بھی ہو جاتے تھے۔ جنگ و فوری سامان جنگ ویدیا جاتا تھا اور اقوام دشمن کا مال و اسباب دنیا میں اور آخرت میں خوشنودی خدا و ان کی سخت کوششوں اور اعلیٰ درجہ کی عزیزیوں کا معاوضہ ہوتی تھی پس البکر صدیق بھی عرب کے اسی قدیمی دستور کے موافق جب ضرورت ہوتی مجاہدین جمع کر لیتے اور کسی تجربہ کار جلیل القدر صحابی کو ان کا امیر کر کے تمام سامان جنگ کی درستی کے بعد روانہ کر دیتے تھے۔ روانگی کے وقت جو ہرائین کی جاتی تھیں انہیں ہم جایا کلمہ چکے ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں اپنے دیکھا ہو گا کہ انہیں نرمی اور نیکی کی سخت تاکید ہوتی تھی اور بد عہدی کی بالکل ممانعت کر دی جاتی تھی۔

ازالۃ الخفایین امام احمدؒ سے روایت ہے کہ جب یزید بن ابی سفیان شام کی طرف
 بھیجے جانے لگے تو جناب صدیق اکبرؓ نے بڑے شدید سے اونہیں یہ ہدایت کی ”یا یزید
 ان لك قرابة خشيت ان توترهم بالامارة وذلك اكبر ما اخاف
 عليك فان رسول الله قال من ولي من امر المسلمين شيئا فامر عليه ما احدا
 محاباة فعليه لعنة الله لا يقبل منه صرفا ولا عدلا حتى يدخله جهنم ومن
 اعطى احد حى الله فقد انتهك فى حى الله شيئا بغير حق فعليه لعنة الله وقال تبرأ منه ذمہ عز وجل
 یعنی اسے یزید تمہارے بہائی بند بہت ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم اونکو حاکم نہ بنا دینا کیونکہ
 رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی مسلمانوں کا حاکم ہو کر کسی کو رعایتا ائیر مقرر کر دے اوپر خدا
 لعنت کرتا ہے حق تعالیٰ اس کے فرض نفل کچھ نہیں قبول کرتا بلکہ اسے جہنم میں بھیجا اور جو
 شخص خدا کے مال میں سے کسی کو بغیر حق کے کچھ دیدیگا اسے خدا کے حدود کو توڑ دیا اوپر
 خدا کی لعنت ہے اور خدا اس سے بری الذمہ ہے۔ اس ہدایت سے ابو بکر صدیقؓ کا
 بالکل کلمے کی تول عادل اور ٹپک ہونا پایا جاتا ہے۔ اس سے زیادہ انصاف دنیا میں نہیں
 فتح کے بعد میدان جنگ سے جو مال افواج اسلام کے ہاتھ آتا تھا اسکی تقسیم بالکل
 وہی جاری رہی جو حضور صلعم کے عہد عدالت میں ہوتی تھی اس سے سرمو تجا وز نہوٹے دیا
 اور کسی کو کم ٹپک کی شکایت کہی نہوئی یعنی مقتول کا گھوڑا و ہتیار اور کپڑے حسب دستور سابق
 قاتل کو دیدئے جاتے تھے۔ باقی مال اکٹھا کر کے اسکا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کرا دیا
 جاتا تھا۔ چار خمس بھصہ مساوی فوج میں تقسیم ہو جاتا تھا اور ایسی مساوات برتی جاتی تھی جسکی نظیر
 نہیں۔ ہر شخص سمجھتا تھا کہ خلیفہ اور بادشاہ میں ہوں اور باقی جتنے لوگ ہیں سب میرے فائدہ
 کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ رشک و حسد اور کم بڑہ کا کام ہی نہ تھا۔ البتہ سوار کو دو حصہ اور

پیادہ کو ایک حصہ ملتا تھا۔

جناب عمر فاروق ایسی تقسیم کے مخالف تھے اونکی رائے یہ تھی کہ سبقت فی الاسلام اور شرافت نسب کی رعایت سے مال غنیمت تقسیم کیا جائے مگر ابو بکر صدیق نے اونکی رائے متصور نہ فرمائی اور کہا ان باتوں کا خیال نہ کرو مسلمان سب برابر ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الخفا میں محدث ابن ابی شیبہ سے روایت ہے قال عمر تجعل الذین جاهدوا فی اللہ باموالہم وانفسہم دھاجا وادیارہم کن دخل فی الاسلام۔ فقال ابو بکر انما عملوا للہ وانما اوجوہہم علی اللہ واما الدنیا بلایع۔ یعنی عمر فاروق نے کہا جن لوگوں نے خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور اپنے گھروں سے ہجرت کی آپ ان کو اون لوگوں کے برابر کئے دیتے ہیں جو مجبوراً مسلمان ہوئے۔ صدیق اکبر نے جواب دیا کہ اونکے عمل خوشنودی خدا کی واسطے تھے جنکا بدلہ خدا دیگا۔ اونکے لئے دنیا کے مال کی کثرت مناسب ہی نہیں۔

نگرانی اور حفاظت اور تجربہ کاری آپ میں اس درجہ کی تھی کہ مدینہ میں ہی بیٹھے بیٹھے قتال مرتدین اور عراق و شام کی سرحدوں پر جو فوجیں گئی تھیں اونکو نشیب و فراز اور اڑائی کی گمانیں سمجھایا کرتے تھے میدان جنگ کی خبر گیری اور اونکے حالات سے واقفیت ایسی رکھتے تھے جسکی وجہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہت بڑے آزمودہ کار سپہ سالار تھے۔ حالات جنگ کے موافق سپہ سالاران لشکر کی تبدیلیاں ہی کر دی جاتی تھیں اور اونکی مدد کیواسطے وقتاً فوقتاً فوجیں پہنچتی رہتی تھیں۔ چنانچہ مسیلہ کی گوشمالی کے لئے پہلے عکرمہ بن ابی جہل کو بھیجا جب اون سے کام نہ چلا تو خالد بن ولید روانہ کئے گئے۔ ادھر سے جب ایک گونہ اطمینان حاصل ہو گیا تو سنا گیا کہ عراق میں شعی بن حارث کو ایران کے لشکر نے تنگ کر رکھا ہے تو خالد بن ولید کو غنی کا ہاتھ بٹانے کے لئے بھیجا۔ سپہ سالار افواج شام یعنی ابو عبیدہ بن الجراح سے

جب وہاں کا کام سہ ہوتا نظر نہ آیا تو خالد بن ولید کو بدل کے شام کا امیر الامرا مقرر کر دیا۔ ان تمام دو بدل میں اونکی اسے بہت صائب رہی اور کبھی خطا نہ ہوئی۔

حضرت ابو بکر کار گزاروں کے قدر شناس تھے۔ اونکی معقول باتیں اور عذر سنکے اونکی خطاؤں سے چشم پوشی بھی کر جاتے تھے۔ مالک بن نویرہ کے باب میں جب لوگ اونکے شکلی ہوئے یہاں تک کہ فاروق اعظم نے بھی اون سے اپنی ناراضی ظاہر کی تو خالد کو جواب دہی کے لئے مدینہ بلایا اور اونکے معقول عذرات سماعت فرما کے اونہیں پہراونکی جگہ واپس کر دیا۔

اشعث بن قیس حالانکہ مرتد ہو گیا تھا مگر جب اس کے صدق دل سے مسلمان ہونے اور اسکی بہادری و جرات کا حال سنا تو اس سے بہت ہی خوش ہوئے اور اسکی خطاؤں سے درگزر کر کے یہاں تک اس پر عنایت کی کہ اپنی بہن ام فردہ کا نکاح اس سے کر دیا غرض کہ ہمیشہ رسول کریم کے قدم بقدم چلتے رہے۔

حالات وفات

جس مرض سے جناب صدیق اکبر کا انتقال ہوا اسکی نسبت مؤرخین کو اختلاف ہے۔ اکثر روایات میں یہ لکھا ہے کہ انتقال سے ایک برس قبل کسی نے کہا میں نے ہر ملاکے آپکے پاس بیٹھا اس کو کمانے کو اپنے اور حارث بن کلہہ نے ملکے کما یا۔ حارث طیب بھی تھے اونہوں نے بیان کیا کہ یا حضرت میں اور آپ دونوں اس وقت زہر کو دیکھنا لگے جبکہ اثر ہم دونوں پر ایک سال کے بعد ظاہر ہو گا اور ہم تم دونوں ایک ہی دن دنیا سے گزر جائیں گے۔ چنانچہ آپ اسی دن سے بیمار ہوئے پورے ایک سال کے بعد انتقال فرمایا۔ چند مؤرخوں نے یہ بیان کیا کہ

کہ اپنے ایک دن نہایت سرد ہوا میں غسل فرمایا اور اس سے بخار آنے لگا اور پندرہ دن کے بعد عالم جاودانی کو سد ہارے۔ ایام مرض میں لوگوں نے پوچھا کہ اگر حکم ہو تو طبیب کو بلا کے آپکا علاج کرایا جائے۔ آپنے فرمایا طبیب آیا تھا وہ مجھ سے یہ کہہ گیا ہے فعال مٹا یرید۔ یعنی خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ اس جواب سے لوگ آپ کا مطلب سمجھ گئے اور چپ ہو رہے جناب عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے کہ انتقال کے دن آپ بیہوش ہو گئے۔ میں رو رہی تھی کہ آپکو کچھ افاقہ ہوا۔ فرمایا جاءت سکرات الموت بالحق ذلک ما کنتم منہ تمجد یعنی موت کی بیہوشی ضرور آئیگی۔ اے بندہ یہی وہ حالت ہے جس سے تو ہاگتا تھا۔ پھر مجھ سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلعم کے کفن میں کیا کیا تھا۔ میں نے عرض کی کہ سواے قمیص اور عمامہ کے تین کپڑے تھے اور وہ میں کی بستی سحر کے بنے ہوئے کپڑے کے تھے۔ اسکے بعد پوچھا کہ آنحضرت نے کس دن انتقال فرمایا تھا میں نے جواب دیا دو شنبہ کو اور آج دو شنبہ ہی ہے۔ فرمایا کہ اے اللہ العالمین مجھے بھی آج ہی کے دن موت دے۔ پھر میری اطراف مخاطب ہو کے ارشاد ہوا کہ بیٹھا عائشہ۔ یہ کپڑا جو اس وقت میرے جسم پر ہے اس میں تجھے ایک دہباز عرفان کا نظر آتا ہے اس داغ کو دھو ڈالنا اور اس میں دو کپڑے اور ملا کے مجھے کفن دینا۔ یہ سنکر مجھے رونا لگیا اور عرض کی کہ اباجان یہ کپڑا نہایت پرانا ہے۔ ارشاد ہوا انھی احوال الی المجدید من المیت انما هو للہ منہ والصدید بہ نسبت مردہ کے زندہ کو نئے کپڑے کی زیادہ احتیاج ہے اور کفن خون و یم کے لئے ہے۔

جناب صدیق اکبر کا انتقال شب سہ شنبہ کو ہوا ہے۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ مطابق ۴۳ھ دن دو شنبہ یا جمعہ تھا۔ اصحابہ وائے نے عمر آپکی ۶۳ برس کی بتائی ہے اور امام ابن قتیبہ اس سے زیادہ کے قائل ہیں۔ مدت خلافت دو برس تین مہینے۔ یا ۲۶ دن ہے۔ آپنے

وصیت کی تھی کہ میری بیوی اسمائت عیس مجھے غسل دین اور میرے بیٹے عبد الرحمن اونکی مدد کریں
ان دو شخصوں کے سوا اور کوئی میرے بدن کو برہنہ نہ دیکھے۔ دم واپسین میں یہ الفاظ آپ کے منہ سے
نکلے ”اللہم تو فنی مسلماً والحقی بالصالحین“ یعنی اے اللہ اپنی فرمانبرداری کی حالت میں
مجھے ماریو اور مرنے کے بعد اپنے نیک بندوں میں مجھے شامل کیجو۔ تجریر و تکفین آپ ہی کے
فرمانے کے موافق ہوئی اور آنحضرت صلم جس تخت پر استراحت فرمایا کرتے تھے اوسپر آپ کا جنازہ
اوٹھایا گیا۔ فاروق اعظم نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آنحضرت صلم کی قبر شریف کے پاس عایشہ
صلی اللہ علیہا وسلم کے حجرہ میں دفن ہوئے۔ عبد الرحمن بن عمر عثمان۔ طلحہ قبر میں داخل ہوئے اور انتقال ہی
کی شب میں آپ کو دفن کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، آپ کے والد ماجد ابو القحافہ رضی اللہ عنہ کے میں
اوس وقت زندہ تھے۔ عقد القرین میں امام ابن عبد ربہ نے لکھا ہے کہ ہارون الرشید نے رسول اللہ
صلعم کے مزار پر انوار پر حاضر ہو کے امام مالک سے پوچھا کہ یا حضرت۔ فرمائے کہ صدیق اکبر کا مرتبہ
رسول خدا کے نزدیک کیسا تھا۔ امام مالک نے فرمایا کہ اونکے رتبہ کا قرب ویسا ہی تھا جیسا کہ
اونکی قبروں میں قرب ہے۔ ہارون رشید پر ٹک گیا اور بولا آپ سچ فرماتے ہیں۔

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ جب صدیق اکبر کی عدالت اتنی بڑھی کہ زیست نامحکم معلوم ہونے لگی
تو آپ نے عبد الرحمن بن عوف کو بلا کے کہا کہ میں اپنے بعد عمر فاروق کو خلیفہ کیا چاہتا ہوں تمہاری
کیا رائے ہے۔ ابن عوف نے جواب دیا کہ آپ جیسا اونکو سمجھتے ہیں وہ اوس سے بدرجہا بڑھے
ہوئے ہیں مگر ایک نقص اونہیں بڑا سخت واقع ہوا ہے یعنی مزاج میں گرمی اور تشدد زیادہ ہے
صدیق اکبر بولے۔ تم دونیں ہرگز نہیں سمجھے۔ اس نقص کا باعث میں ہوں جب میں نہ ہوں گا تو
یہ بات تم اونکی طبیعت میں نہ پاؤ گے یعنی میری مزاج میں گرمی زیادہ ہے اسکے مقابلہ کیلئے وہ سختی
برتتے تھے جب خلافت کا بوجہ خود اونکے سر پر لگایا تو آپ سے آپ نرمی اختیار کر لینے میں نے

بارہ بالغور دیکھا ہے کہ جب مین کسی پر سختی کرتا تھا اور اس سے خفا ہو جاتا تھا تو عمر فاروق مجھ سے
 اوسکی سفارش کیا کرتے تھے اور جب مین کسی سے بزمی پیش آتا تو یہ سختی پر آمادہ ہو جاتے تھے
 پھر حضرت عثمان بن عفان کو بلا کے اون سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت عثمان نے فرمایا۔ آپ کے
 انتحاب پر میرا صا د ہے۔ ہم مین کوئی بھی اونکی ہمسری نہیں کر سکتا عمر فاروق کا باطن اونکے ظاہر سے
 کہین بڑ بڑکھ رہے خلافت کے لئے اون سے اچھا آدمی اگر شغل لیکر بھی آپ ڈھونڈ سینگے تو یہی
 نہ ملے گا۔ دربار خلافت مین جانشینی کا مسئلہ چڑا ہوا سنکر جناب طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی
 تشریف لائے اور داویلا مچانی شروع کی کہ اے خلیفہ رسول اللہ۔ آپ عمر کے غصہ کو جان
 بوجہ کے بھی اون مین ہم پر خلیفہ کئے دیتے ہیں جب لوگ اونکے غصہ سے تکلیف اڑھائینگے
 تو اوسکی جوابدہی قیامت کے دن آپکے سر ہوگی۔ سوچ سمجھ کے کام کیجئے اور ایسا غصب ڈھاکے
 دنیا سے تشریف نہ لیجائے۔ ابوبکر صدیق پہلے تو ابن عبد اللہ کا پر جوش کلام خاموش سنتے
 رہے جب وہ کہہ چکے تو فرمایا کہ تم نے مجھے خدا سے ایسا ڈرایا کہ میرے رد ہونے کا طے ہو گئے
 اب سن لیجئے کہ اگر خدا قیامت کے دن اس باب مین مجھ سے کچھ پوچھے گا تو مین بھی جوابدہ لگا کہ
 یا اللہ العالمین مین نے نیک نیتی کے ساتھ تیرے بندوں پر ایسا خلیفہ کیا تھا جو دنیا مین سب
 سے بہتر تھا۔

روایت ہے کہ جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی خلافت عمر کی بابت تہ دل
 سے اپنی خوشنودی ظاہر کی تھی۔ مقام انصاف ہے کہ ابوبکر نے اپنے کسی عزیز کو خلافت کے لئے
 نامزد نہیں کیا جس سے اونکی نیک نیتی مین ذرا بھی کلام نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت اونکی
 خاص دو بیٹے عبد الرحمن اور محمد موجود ہیں۔ اون مین عبد الرحمن بڑے جری اور شجاع ہیں سیف اللہ
 خالد بن ولید کے ساتھ جیسا جیسا انچلا ہیں اونہوں نے کیا ہے سب جانتے ہیں۔ جنگ یمامہ

بڑے بڑے کار نمایان اونمون نے کئے مگر صدیق اکبر نے اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی طرف سے بالکل آنکھوں پر ٹھیکری رکھے فاروق اعظم ہی کی خلافت کو مسلمانوں کے حق میں از بس مفید سمجھا۔ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ پر نظر ڈالتے سے خواہ مخواہ بھی مانتا پڑتا ہے کہ عمر فاروق کا انتخاب ابو بکر کے بڑے بڑے اعمال میں گئے جانے کے لائق ہے کیونکہ عمر فاروق نے امور سلطنت کو ایسی لیاقت اور دیانت سے انجام دیا کہ آج تک تاریخ کے صفحوں میں کوئی بادشاہ ان کے مقابل کا نظر نہیں آتا۔ اس عنایت خاص کے لئے ہم مسلمان ابو بکر صدیق کے زیر بار احسان ہیں۔

ابن خلدون نے بیان کیا ہے کہ طلحہ بن عبد اللہ سے گفتگو کر کے آپ نے جناب عثمان بن عفان سے وصیت نامہ لکھوایا جس کا مضمون ہم صفحہ ۲۳۹ و ۲۴۰ میں لکھ آچے ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان نے ابو بکر کے حکم سے اسکو لکھ کے انہیں کے کئے سے اس پر مہر کی اور نقلیں اسکی چاروں طرف کے امرا کو روانہ کر دی گئیں۔ اسکے بعد حضرت عمر فاروق بلو اے گئے۔ صدیق اکبر نے اون سے کہا کہ میں نے تمہیں رسول کریم کے اصحاب پر خلیفہ کیا ہے۔ جناب فاروق اعظم پوچھے کہ حضور مجھے معاف رکھیں میں اس بڑے جوابدہی کے کام کے لائق نہیں نہ مجھے خلافت کی خواہش ہے۔ ابو بکر صدیق نے کہا کہ یہ تو ہم لوگوں نے تجویز کر لیا کہ تم خلافت کے قابل ہو یا نہیں اس باب میں تم سے اسے طلب نہیں کی جاتی۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ تمہیں خلافت کی پروا نہ میں مگر اس میں کیا کیا جائے کہ خلافت کو تمہاری ہی ضرورت ہے اسلئے تمہیں کرنی پڑیگی۔ اے عمر۔ اگر تم میری صلاح پر عمل کرو گے تو کوئی پوشیدہ چیز موت سے زیادہ تمہیں عزیز نہ ہوگی اور اگر نہ مانو گے تو کوئی پوشیدہ چیز موت سے زیادہ تمکو بری نہ معلوم ہوگی۔

جب وصیت نامہ مذکورہ بالا بہ طور مکمل ہو چکا تو صدیق اکبر نے اسے مجمع عام میں پڑھ جانے کا حکم دیا اور اس وقت بذات خود گھر سے باہر آ کے سب لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی۔ کیا تم لوگ راضی ہو اور اس شخص کی خلافت سے جسے میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے بیشک میں نے اپنے کسی عزیز و قریب کو تمہارا خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ میں عمر فاروق کو خلیفہ کرتا ہوں۔ اونکی اطاعت کرنا اور اذکارنا مانتا۔ یہ تقریر سننے صرف اپنی رائے سے نہیں کیا ہے بلکہ بہت سے اہل الرائے سے اس میں مشورہ لے لیا ہے۔ لوگوں نے ابو بکر صدیق کی یہ باتیں شکر یا اتفاق کہا سمعنا و اطعنا جب دیکھا کہ سب خلافت فاروقی سے راضی ہیں تو عمر فاروق سے مخاطب ہو کے فرمانے لگے۔ اے عمر اب تم رسول اللہ کے اصحاب پر خلیفہ ہو گئے۔ خبردار ظاہر و باطن دونوں میں خدا سے ڈرتے رہنا۔ اے عمر بیشک اللہ کا ایک حق تمہارا ہے جسکو وہ دن میں قبول نہیں کرے گا اور ایک حق دن میں ہے جسکو وہ رات میں قبول نہیں کرے گا۔ اے عمر جب تک فرائض ادا نہ کر لو گے خدا تمہارے نوافل کو ہرگز منظور نہ کرے گا۔ تمکو معلوم ہے کہ قیامت کے دن جسکے اعمال نیک کا پلہ بیماری ہو گا وہی ناجی ہے اور جسکے برے اعمال بیماری ہوں گے وہی سبک اور خرابی میں رہے گا۔ یہ باتیں حق و باطل کے سمجھنے سے تمہیں حاصل ہونگی۔ اے عمر۔ تم نے دیکھا ہو گا کہ نرم آیات کے ساتھ تشدد آمیز آیتیں اور سخت آیتوں کے ساتھ نرم آیتیں کلام مجید میں نازل ہوئی ہیں۔ تاکہ مومن خدا سے ڈرتا اور اس سے اپنے لئے مغفرت طلب کرتا رہے۔ اے عمر۔ قرآن میں جب اہل دوزخ کا ذکر پڑھنا تو دعا مانگنا کہ یا اللہ العالمین مجھے تیرے فضل و کرم سے امید ہے کہ تو مجھے ان لوگوں میں شامل نہ کرے گا۔ جب اہل بہشت کا ذکر آئے تو یہ کہہ کر تاکہ اے اللہ۔ تو انکو سے اعمال صالحہ مجہد میں بھی پیدا کر دے اور قیامت کے دن مجھے اونہیں شامل کر دے۔ اگر تم میری ان نصیحتوں پر عمل کرتے رہو گے تو ہر وقت مجھے اپنے پاس بیٹھا پاؤ گے۔ جب یہ سب

کہہ چکے تو دعا کیلئے ہاتھ اوٹھاے اور درگاہ الہی میں یوں مناجات کی ”بار خدا یا۔ میں تیرے بندے مسلمانوں پر عمر کو خلیفہ بنایا ہے تو داناے راز ہے کہ میں نے یہ کام مسلمانوں کی بہتری کیو واسطے کیا ہے۔ اپنی ذرا سی عقل کے موافق جسکو مسلمانوں میں سب سے بہتر سمجھا اور اس منصب جلیلہ کے لایق پایا اوسے مقرر کر دیا۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں نے اپنی کسی غرض یا کسی خاص و عام مصلحت کے باعث ایسا نہیں کیا۔ اے میرے عظیم الشان اور بلند مرتبہ مالک میں دنیاے فانی سے سفر آخرت کرنے کو تیار رہوں اسلئے کمال لجاجت اور عاجزی کے ساتھ میری یہ امید ہے کہ ہر حال میں عمر کی نگہبانی کرتا رہوں اور انہیں جادۂ راستی سے ڈگنے نہ بخو۔ ہر کام میں اوسے نیک راہ پر چلائوں کیونکہ یہ سب مسلمان تیرے ہی فرمانبردار بندہ ہیں عمر کی راے کی درستی اونکی اصلاح کا سبب ہوگی یا اللہ۔ عمر کی راے کو تو اپنی مرضی کا تابع رکھو۔ اونکا نام اپنے پیغمبر کے خلفائے راشدین میں درج فرما۔ اونکو اتباع سنت کی توفیق عطا کر۔ اونکی رعیت کے باغ کامرانی کو اونکی عدل و انصاف کی آبپاشی سے پھولا پسلا رکھ، ابو بکر صدیق یہ دعا کر رہے تھے اور سب حاضرین کی زبانوں پر آمین تھی۔ اسوقت حضرت عمر فاروق جوش گریہ سو بیتاب ڈاڑھیں مار مار کے رو رہے تھے۔

سعید بن قاطمہ کہتے ہیں کہ میں صدیق اکبر کے اخراجات کا وکیل تھا جب اوتپر مرض غالب ہوا اور زندگی کی امید نہ رہی تو میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آداب بجالا کے الگ گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضور اوسوقت تقویض خلافت میں مشغول تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے جناب عثمان بن عفان سے فرمایا لکھو هذا عهد ابو بکر بن تحافہ الی المسلمین اما بعد فانما استخلفت علیکم یعنی یہ ایک عہد نامہ ہے ابو بکر بن تحافہ کا تمام مسلمانوں کے نام کہ بیشک میں تم پر خلیفہ کیا اتنا فرما کے آپ پر غشی طاری ہو گئی اور آپ بیہوش ہو گئے۔

حضرت عثمان نے علیکم کے بعد عمر بن الخطاب اپنی قیاس سے لکھ دیا۔ جب تھوڑی دیر میں آپ کو اتفاقاً
ہوا تو آنکھیں کھول کر جب عثمان سے پوچھا کہ ہاں تھنے کیا لکھا۔ حضرت عثمان بولے کہ جو کچھ
آپ نے لکھوایا تھا اس پر میں نے عمر بن الخطاب اور بڑا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے عثمان بن عفان
خدا تمہارا بھلا کرے تم نے میرے دل کی بات لکھ کے اس وقت میری روح کو تازہ کر دیا ہے
غرض کہ مرض اور ضعف کی زیادتی سے بڑی دیر میں رگ رگ کے وصیت نامہ آپ نے لکھوایا گیا
جب اس کی تکمیل ہو چکی تو میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ معقب۔ بتاؤ ہمارا تمہارا حساب کیسے ہے
میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین۔ آپ میرے بچیس درہم کے قرض دار ہیں مگر میں نے بھل کئے۔ یہ نہنتے
ہی آپ نے یہم ہو کر فرمایا کہ معقب۔ اب ایسی بات منہ سے ہرگز نہ نکالنا۔ میں ہرگز نہیں چاہتا
کہ کسی کا قرض لیکر دنیا سے جاؤں۔ میں رونے لگا اور عرض کی حضور۔ میں اس زیارت کو آخری
دیدار سمجھتا ہوں اور آپ ۲۵ درہم کے لئے مجھے معتب کرتے ہیں افسوس۔ کیا میرا اتنا
بھی اعتبار نہیں کہ میں نے دل سے ایک خفیف رقم حضور کو بھل کر دی یا نہیں۔ یہ کہہ کر میری
ہچکی بند ہو گئی۔ آپ نے میرے آنسو پونچھے اور گلے سے لگا کر فرمایا کہ بہائی۔ رورو کے اپنی
جان کیون ہلکان کرتے ہو میں اس دارالرحمن کی تکلیفوں سے چھوٹ کے آرام کی جگہ جاتا
ہوں پہرا سمین رونے کی کیا بات ہے۔ مگر وہاں کا توشہ اور زادراہ اسی طرح تیار کیا جاتا ہے
کسی کا حق لیکر وہاں نہ جانا چاہئے۔ پس تم میرے اوپر مہربانی کر کے اپنے درہم لیلو میں بھی
سمجھو لگا کہ تم نے معاف کئے۔ یہ کہہ کر عائشہ صدیقہ کے پاس سے بچیس درہم منگائے
اور سب کے سامنے مجھے گرن کے دیدئے۔ معقب بن فاطمہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق عجیب
محتاج تھے۔ مال غنائم اور بجزیرہ اور زکوٰۃ وغیرہ بے حساب اور بے تعدا چاروں طرف
سے ڈھلا ہوا بیت المال میں آتا مگر جو کچھ مسلمانوں نے اپنی تجویز سے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا

اوس سے زیادہ ایک جہہ آپ نے کبھی نہ لیا۔ جو کچھ وظیفہ لیا تھا اوسے ہی اپنی مملوکہ زمین بیچ کر بیت المال میں جمع کرادیا۔ بیت المال کی ایک کوڑی بجا صرت نہیں ہونے دی۔

روایت ہے کہ انتقال صدیق اکبر ایسا حادثہ جانکاہ تھا کہ مدینہ کا کوئی گھر رونے سے خالی نہ رہا اوس دن بالکل آنحضرت صلعم کی وفات کا سماں لوگوں کی آنکھوں کے سامنے پہر گیا۔ عاشق صدیقہ چوٹی سی عمر میں راٹھ ہو کے اوسکے دو برس کے بعد ہی بے پدر ہو گئیں اور اسلام کا ایک اور درد خواہ دنیا سے چل بسا۔ افسوس ہاے افسوس۔

حضرت خواجہ محمد یار سائے اپنی کتاب فہرست الخطاب میں بہت سی روایتیں لکھی ہیں جن سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ جناب صدیق اکبر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ارتباط و اتحاد کا حال معلوم ہوتا ہے اسلئے جو نوحہ جناب علی مرتضیٰ نے ابو بکر صدیق کے جنازہ پر کیا ہے اوسے ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ جب صدیق اکبر کے انتقال کی خبر حضرت علیؑ پہنچی تو آپ روتے ہوئے گھر سے نکلے اور اضطراب کی حالت میں یہ حسرت بہرے کلمے زبان مبارک سے فرماتے ہوئے جنازہ صدیق اکبر پر آئے و اسے ابو بکر افسوس۔ آج تمہارے ساتھ ہی رسول خدا صلعم کی جانشینی کا خاتمہ ہو گیا۔ اے ابو بکر۔ خداوند عالم تم پر رحم کرے میں امید کرتا ہوں کہ کریگا اور ضرور کریگا کیونکہ آنحضرت صلعم تم سے قلبی محبت رکھتے تھے تمہاری صورت دیکھ کے اونکا غم غلط ہو جاتا تھا تم سب چوٹے بڑے کاموں میں اونکے معتقد اور مشیر رہتے تھے۔ اے ابو بکر۔ رسول اللہ کوئی کام بغیر تمہاری صلاح اور خلاف تمہاری مرضی کے نہیں کرتے تھے۔ واویلا۔ تم سے اور ہمسے آج مفارقت ہو گئی۔ تم جسطرح قبول اسلام میں ساری قوم سے اول تھے اوسی طرح سلطنت اسلامی کے پہلے رکن بھی ہو۔ تمہارا ایمان درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا تمہاری صاف باطنی اور خدا ترسی تمام قوم سے بڑھی ہوئی تھی۔ تم بالکل رسول

مقبول کے قدم بقدم چلے تمہاری رفتار کے برابر کسی کی روش نہیں دیکھی گئی۔ اے مجمع صفات و حسنات۔ حیف ہے کہ آج تمہارا سایہ مسلمانوں کے سر وں پر سے اٹھ گیا۔ تم اپنے مناقب جمیلہ اور اوصاف پسندیدہ میں ارفع و اعلیٰ تھے۔ اخلاق کریمہ اور اوصاف عظیمہ میں ہم تمہیں رسول کریم سے تشبیہ دیا کرتے تھے سو آج ایسی تطیر تمہارے ساتھ دنیا سے اٹھ گئی ہے۔ یمین کا مہربان باپ۔ مسکینوں کا پالنے والا۔ آج دنیا سے چل بسا۔ اے ابو بکر۔ تم نے ہمارے پیغمبر کی تصدیق ایسے نازک زمانہ میں کی کہ سب اپنے پرے کھلے کھلاؤں کی تکذیب کرتے تھے اسلئے تم ان کے چشم و گوش۔ ان کی تنہائی کے مونس۔ ان کے یار غار۔ مہبط سکینہ۔ کردگار اور شریک ہجرت احمد مختار۔ ناصر دین متین۔ مددگار امت سید المرسلین ہو۔ تمہاری مفاقت ہمیں حد سے زیادہ ناگوار ہے۔ اے ابو بکر۔ تم سامیر۔ رحم دل۔ رعیت نواز۔ غریبوں کا چارہ ساز خلیفہ کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوا۔ امت محمدی کی پشت ضعیف تم سے قوی تھی اب اسے تم توڑ چلے۔ تمہاری دلکش باتیں نہایت میٹھی ہوتی تھیں اور نین حکمت اور بلاغت کی چاشنی تھی اب تمہارے بعد کان ایسی باتوں کے لئے بٹکینگے۔ اے ابو بکر۔ ج طرح تمہاری رائے عقدہ کشا سب سے بڑھ چڑھ کر تھی اسی طرح تم سب سے زیادہ کریم النفس نیک محضر اور شجاع تھے۔ تمہاری خلافت میں کوئی اپنی داد اور حق رسی سے محروم نہیں رہا۔ تمہارے سایہ میں خلق اللہ نے اپنی زندگی عیش و آرام سے بسر کی۔ اے ابو بکر۔ تم ثبات و استقلال میں مثل کوہ تھے۔ تمہارا تہ موزوں اگرچہ نحیف و نرا تھا لیکن واقع میں اسے بناے دین کا ایسا مستحکم ستون سمجھنا چاہئے جسے حوادث روزگار اپنی جگہ سے ہرگز ڈگانہ سکے۔ ہاں کتنا کہ ہم تمہاری خوبیوں کو یاد کر کر کے کف افسوس ملیں۔ تم ضعیفوں اور ذلیلوں کو انعام و اکرام دیکے قوی اور معزز بنالیا کرتے تھے۔ یہ غلات اس کے بڑے بڑے قوی اور عزیز تمہارے

در بار میں پست و ذلیل نظر آتے تھے۔ تنہا احکام خدا اور رسول کی تعمیل میں کبھی قریب و بعید اور اپنے پرارے کا لحاظ نہیں کیا۔ کسریاں فارس اور قیصران روم ہمارے مطیع و خراج گذار بنے۔ اسلام کے دشمنوں کو ہمیشہ تم سے ہراس رہا۔ اے ہمارے مونس و غمخوار اولی العزم خلیفہ۔ تنہا بہت بڑا دور دراز سفر اختیار کر کے ہمیں اپنی مہجوری سے بحر رنج و غم میں ڈبو دیا ہے تمہاری دائمی جدائی سے ہم نہایت ہی درد مند ہیں۔ اے پیارے ابو بکر۔ تم اپنی مراد کو پہونچے مگر ہماری مصیبت بڑھ گئی آہ۔ آج تمہاری مفارقت کے زخم سے مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہیں۔ خدا کی قسم۔ بعد وفات رسول خدا کے ایسی مصیبت ہم لوگوں پر کبھی نہیں پڑی تھی۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ کے اس پراثر بیان نے حاضرین کے دلوں کو کچھ ایسا دردناک کر دیا کہ سب ڈاڑھیں مار کے رونے لگے اور سب نے بالاتفاق فرمایا کہ اے داماد رسول و اے زوج بتول۔ اب اپنے بیان سے ہمارے جگر کو پاش پاش نہ کیجئے۔ فضل الخطاب میں لکھا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ صدیق اکبر کے جنازہ ہی پر نہیں بلکہ ہر روز مرض الموت میں بھی مزاج پرسی کے لئے تشریف لاتے تھے اور اشتداد مرض سے پریشان اور مضطرب الحال ہو کے جاتے تھے یہاں تک کہ جناب شیر خدا نے خود فرمایا ہے کہ میں موت سے ایک دن پہلے جو صدیق اکبر کی عیادت کو گیا تو انہوں نے مجھے اپنے سر ہانے نیکہ کے پاس بٹھالیا اور فرمایا کہ اے علی۔ تم مجھے غسل دینا اور تھیں کفن پہنانا۔ میں چاہتا ہوں کہ جن ہاتھوں نے رسول کریم کو غسل اور کفن دیا ہے وہی مجھے بھی دین۔ اے علی۔ اس سے فارغ ہو کے میرا جنازہ اوس حجرہ کے دروازہ پر لیجنا۔ جہاں ہمارے حضور صلح رونق افروز ہیں اور جنازہ کو درجہ پر رکھ دینا اگر دروازہ بغیر کنجی

کے خود بخود کھلبلاے تو مجھے اندر لیجا کے دفن کر دینا اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا
 جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ہدایت کے بموجب ہم لوگوں نے جنازہ
 حضرت صدیق کار و ضہ اقدس کے دروازہ پر جا کے رکھ دیا اور زنجیر کٹکھٹا کے گذارش کی
 کہ ابو بکر حضور کے جوار رحمت میں دفن ہونیکا امیدوار ہے۔ تو طوی دیر نہ گزرنے پائی تھی کہ
 دروازہ آپ ہی آپ کھلیگا اور آواز آئی اداخلوہ وادفنوہ کرامۃ نہ دروازہ کھولنے والا نظر آیا
 نہ آواز دینے والا دکھائی دیا۔ ہم لوگوں نے روضہ پاک میں صدیق اکبر کے جنازہ کو لیجا کے
 قبر رسول اللہ کے پاس اس طور سے دفن کیا کہ ابو بکر صدیق کا سر حضور اقدس کے سینہ
 فیض گنجینہ کے سامنے تھا۔ یوں طالب کو مطلوب سے اور جان کو قالب سے ملا دیا حضرت
 صدیق اکبر کے فراق کا صدمہ ایسا نہ تھا جسکا اثر کسی دل پر نہوا ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو
 رنج و الم تھا اسکا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے دفن کی وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیرنگی
 فلک نے ایک حادثہ عظیم اور مصیبت جانکذا برپا کر دی ہے۔

سید بن مسیب سے روایت ہے کہ جب مرض حضرت صدیق کا خوفناک ہو گیا تو چند
 اصحاب خدمت مبارک میں آئے اور وصیت طلب کی۔ ارشاد ہوا مٹی صاحبو شب دروز
 خدا سے یہ دعا مانگتے رہنا کہ اے خداوند جہان باوجود اپنی بے نیازی کے تو نے دنیا کو
 پیدا کر کے اوسمیں دو گروہ کر دئے ہیں ایک کو بہشت میں آسائش کرنیکے واسطے خلق کیا ہے
 دوسرے کو دوزخ کی رحمت بھگتنے کے لئے۔ یا الہی ہم تیرے فضل و کرم سے امیدوار ہیں
 کہ ہمیں اہل بہشت میں شامل کیجئے نہ دوزخ کی تکلیف بھگتنے والوں میں۔ ایچھا تو نے خلق کو پیدا
 کر کے اونکے دو گروہ بنا سے ہیں ایک نیکی بخت اور دوسرا بد بخت۔ مجھے میرے گناہوں کی یاد
 میں بد بخت نیکی بخت اپنی طاعت کی توفیق عطا فرما کے نیکی بخت رکھو۔

ان لوگوں کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آئے اور کہا یا امیر المومنین - مجھے بھی کچھ وصیت ہو جائے۔ ارشاد ہوا اے سلمان خداوند عالم مال دنیا میں سے بہت کچھ تمہارے آگے پیش کر لگا مگر تم حاجت سے زیادہ اوس میں سے نہ لیتا باقی مسکینوں محتاجوں کو عطا کرنا جو اس کے مستحق ہیں۔ دوسری وصیت میری یہ ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں داخل ہو جاتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ عہد عبودیت کی نگاہداشت کرتا ہے پس اے سلمان - تم عہد عبودیت کو ہرگز نہ توڑنا ورنہ مورد عتاب الہی ہو کر دوزخ میں جاؤ گے

حلیہ مبارک

حضرت صدیق اکبر کا بدن چہرہ را اور آپ کشیدہ قامت تھے۔ رنگ سفید زردی مائل۔ پیشانی ابھری ہوئی۔ آنکھیں اندر گسی ہوئیں۔ رخساروں پر گوشت کم ہونے سے رنگین چہرہ پر نمایان تھیں اور ہاتھوں کی اولنگیوں پر بال بالکل نہ تھے۔ دائرہ بینی اور بالوں میں منہ دی اور کسم کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ کمال مجاہدہ اور حد سے زیادہ ریاضت نے آپ کو خفیت البدن بنا دیا تھا۔ تلاوت قرآن کی وقت پانی کی دو نہریں آنکھوں سے جاری ہوتے ہوئے آنکھیں ترار اور بے نور ہو گئی تھیں ورنہ جوانی میں آپ تناسب الاعضا اور خوبصورت تھے

ازواج و اولاد

ابو بکر صدیق نے اپنے دو نکاح زمانہ جاہلیت میں کئے تھے۔

۱۔ قتیلہ بنت عبد العزی بن عامر بن لوی جو آپ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئیں۔ قتیلہ

سے ایک صاحبزادہ عید اللہ پیدا ہوئے اور ایک صاحبزادی اسماء تھیں۔

۲۔ ام رومان وعدیت عامر بن عمیر کثانی۔ (ان سے عبد الرحمن اور عائشہ صدیقہ پیدا ہوئیں مسلمان ہوئے بعد مدینہ منورہ دو نکاح اور کئے۔

۳۳۔ اسماء بنت عیسٰی جن سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ ان کا پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اونسکے شہید ہونے کے بعد یہ صدیق اکبر کے نکاح میں آئیں۔
۳۴۔ حمید بنت خارجہ بن زید انصاری جو صدیق اکبر کی وفات کے وقت حاملہ تھیں آپ کی وفات کے بعد اون سے ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

یہ تین بیویاں آپ کے بعد زندہ رہیں۔ ایک صاحبزادہ عبداللہ آپ کی حیات ہی میں وفات فرما گئے تھے اور باقی دو بیٹے اور تین بیٹیاں حضور کے بعد تک زندہ رہیں۔

نسب

آپ کا نام عبداللہ کنیت ابو بکر اور لقب صدیق تھا۔ ساتویں پشت یعنی مرہ بن کعب تک پہنچے آپ کا نسب آنحضرت صلعم سے ملتا ہے پس صدیق اکبر اور آنحضرت یکجہی ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گزن عثمان بن ابوقحافہ ہے وہ بیٹے تھے عامر قرشی کے۔ حضرت ابوقحافہ آپ کی وفات کے بعد کچھ دن اور پرچہ برس زندہ رہے پھر ستائیس برس کی عمر میں فوت ہوئے جب مکہ میں صدیق اکبر کے انتقال کی خبر جناب ابوقحافہ نے سنی تو فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ۔ اللہ جل شانہ نے دیا تھا اوسی نے لیلیا، ہاے افسوس۔ کیا جگر خراش کھے ہیں جو ایسے آفتاب عالم تاب کے زیر زمین نہماں ہونے کی خبر سنکے ایک بڑے باپ کے بغیر جزع و فزع کے منہ نہ نکالیں ابوبکر صدیق کی والدہ ماجدہ کی کنیت ام النجیر اور نام سلمیٰ بنت محرز بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم ہے۔ آپ کے مان باپ دو تون آپ کے اسلام لانے کے بعد سلمان ہوئے تھے اور آپ کے بعد تک زندہ رہے۔

جناب صدیق اکبر فرمایا کرتے تھے کہ عورتیں بُرائی کی جڑ ہیں اگر سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ عورتوں کی ضرورت ہے۔

اکثر مومنین کی رائے ہے کہ صدیق اکبر اصحاب الفیل کے قصہ کے وقوع سے تین سال بعد پیدا ہوئے تھے مگر جو لوگ آپ کا انتقال ۳۲ برس کی عمر میں بتاتے ہیں ان کے ہاں آپ کی ولادت عام الفیل سے بہت پہلے ہوگی۔ بعضوں نے آپ کی عمر ۶۵ برس کی ہی بتائی ہے۔
خصوصیات ابو بکر صدیقؓ

دس باتیں آپ میں ایسی تھیں کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اون باتوں میں آپ کا شریک نہیں ہوا۔

۱۔ آپ کی چار پشتوں نے مسلمان ہونے کی حالت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اول ابو قحافہ۔ دوم ابو بکر صدیقؓ پہر آپ کے صاحبزادہ عبدالرحمن نے۔ پہر ان کے بیٹے ابو عتیق نے (۲) رفاقت غار ثور شب ہجرت میں (۳) رفاقت عرش جنگ بدر میں۔ (۴) مردوں میں سب سے پہلے آپ ہی ایمان لائے۔ (۵) سب سے پہلے قرآن آپ ہی نے جمع کیا۔ (۶) قرآن کا نام صحف رکھا۔ (۷) سب سے پہلے رسول اللہ کے خلیفہ کھلا (۸) اپنے باپ کی زندگی میں خلیفہ ہوئے۔ (۹) بیت المال سے ان کے لئے وظیفہ مقرر ہوا (۱۰) رسول اللہ کے پہلے مین دفن ہوئے۔

ابو بکر صدیقؓ کی مہر پر نعمہ القادس اللہ، اکندہ تھا۔ وہ سابقین اولین میں سے تھے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں نے جسے دعوت اسلام کی اوسنے پہلے بہت پس و پیش کیا مگر ایک ابو بکرؓ ہی ایسے ہیں جنہوں نے میرے کتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بہت سچ ہے ”بوسے جنسیت کن جذب صفات“۔ آنحضرتؐ نے ہدم و ہنفس سمجھ کے رفیق ہجرت اونہیں کو بنایا۔ بڑے بڑے نازک مواقع میں مثل جنگهای بدر احد۔ احزاب وغیرہ کے اونہیں سایہ کی طرح اپنے ساتھ رکھا ہمیشہ اور ہر وقت صحبت رسولؐ کا

شہرت اور فخر جتنا ابوبکر کو حاصل رہا صحابہ کرام میں سے کوئی اوسکا دعویٰ نہیں کر سکتا پہر ہم پر کیا غصہ بڑا گیا۔ یہ کہ عیاش اور بدکاروں کی صحبت میں اثر مان کے وہاں صحبت تاثر مانا کو ضرب آتش

بنا کے اپنی زبانوں پر جاری کر لیں اور نعوذ باللہ منہ رسول اللہ کی صحبت میں بد معاشوں اور یہ کاروں کی صحبت کے برابر بھی اثر نہ سمجھیں۔ تو یہ تو یہ۔ افسوس صد افسوس۔ مخالفین اسلام کیا سمجھینگے جبکہ وہ یہ سنیں گے کہ پاس والوں کو وہ اپنے رنگ میں نہ رنگ سکے۔ سات آدمیوں کو جنہیں کفار مسلمان ہو جانے کے باعث انواع و اقسام کی تکالیف دیتے تھے خرید کر کے ابوبکر ہی۔ نے آزاد کر دیا تھا کوئی بد باطن ایسے کام میں اپنا روپیہ نہیں لگائیگا۔ غرض کہ صدیق اکبر اپنے چالیس ہزار درہم اور اونکا منافع اسلام کے نیک لگا کے خود تہیدت ہو گئے یہ سمجھنا کہ انکا خلافت میں اونکے لئے ضرور لڑو دہرے ہو گئے مگر سر منڈا تھے ہی یوں اولے پڑ گئے کہ ادھر وہ خلیفہ ہوئے اور ہر تمام عرب متحد ہو گیا سارے ملک میں صرف دو یا تین بستی والے مسلمان رہ گئے تھے جنہیں رسول خدا کے وقت کا اثاثہ کہو۔ مال کہو۔ سلطنت کہو یا رعیت کہلو تمہیں اختیار ہے اوسوقت ابوبکر تنہا تلوارنگی کر کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ذی القصرہ کی طرف چلے اوسوقت جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا اے خلیفہ رسول کریم۔ یہ کیا کرتے ہو کج میں تم سے بھی وہی کہتا ہوں جو جنگ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقدس میں عرض کی تھی۔ اللہ۔ اپنی تلوار کو نیام میں کیجئے اور بذات خود لڑنے تشریف نہ لیجا اگر خدا نخواستہ دشمنوں کی جان پر آن بنی تو پہر اسلام کا سنبھالنے والا کوئی نہ رہیگا جناب صدیق اکبر مال غنیمت کی تقسیم کانٹے کی تول کیا کرتے تھے۔ سابقین اولین اور متاخرین اسلام اور حرم عبد اور مرد و عورت کو برابر دیتے تھے۔ ایک بار جناب فاروق اعظم نے اعتراض کیا تو فرمایا کہ سابقین اولین اگر سب سے پہلے ایمان لائے ہیں تو اونکا اجر خدا کے ذمہ ہے یہ تو

دنیا ہے یہاں مسلمان بہائی سب برابر ہیں۔ موسم سرما میں مکمل اور گرم کپڑے خرید کے رائیڈ عورتوں اور یتیم بچوں کو دیا کرتے تھے۔ خلافت کے پہلے نسخ میں رہا کرتے تھے۔ نماز عشا مسجد نبوی میں پڑھنے کے وہاں چلے جاتے تھے۔ اور صبح کو کبھی پایادہ اور کبھی سواری پر پھر مسجد نبوی میں چلے آتے تھے مگر خلیفہ ہونے سے چہ مہینے بعد مدینہ میں اونٹن آئے۔

ہر روز بازار جا کے محبوب عورتوں اور مردوں کا سودا سلفت خرید لاتے تھے۔ اکثر اپنی بکریوں کو آپ جنگل سے چرا لاتے اور اونکا دودھ آپ دو بکے غریبا کو پلایا کرتے تھے۔ خلیفہ ہونیکے بعد ایک بیوہ نے سرداہ بہر کے عرض کی اے ابوبکر۔ اب تم خلیفہ ہو گئے ہو ہمارے لئے دودھ کیون لایا کرو گے؟ آپ انکھوں میں آنسو بہا لے اور فرمایا اے نیکبخت۔ خلیفہ ہو کے تمہاری خدمتگذاری میرا فرض ہو گیا۔ بخدا میں تم لوگوں کے لئے خود دودھ دو ہر تمہیں دے جایا کرونگا اور خلافت کے باعث اپنی عادت ہرگز نہ بدلوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب تک زندہ رہے اپنے ہاتھ سے دو بکر غریبا اور سائین کو دے آتے تھے۔ خلافت کے بعد لوگوں نے چونکہ تجارت ترک کرادی تھی اس لئے اوسکی جگہ مسلمانوں کی اصلاح میں شب و روز مصروف رہتے تھے۔

روایت ہے کہ ابوبکر صدیق پندرہ دن بخار میں مبتلا رہے اور گھر سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ ان پندرہ دن میں آپکی اجازت سے جناب عمر فاروق نے نماز کی امامت کی۔

مؤرخوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت ہی عمدہ حاکم منصف مزاج۔ متحمل۔ سادہ دل اور اپنے ذاتی نفع سے بالکل بے تعلق تھے۔ آپکی موت نے فرصت ہندی اور زمانہ خلافت تھوڑے ہی عرصہ تک رہا اس لئے سلطنت اسلام کو زیادہ وسعت نہ حاصل ہو سکی اگر دو چار برس کی یہی مہلت اور بجاتی تو جو دور دورہ اسلام کا خلافت فاروقی

میں ہو گیا تھا اوس سے زیادہ اس خلافت میں نظر آتا مگر اس نہایت قلیل زمانہ میں ہی آپ کی
 لیاقت اور سرگرمی مرتدین کے غدر میں بخوبی ظاہر ہو گئی۔ خلافت کا جملہ ارجحی آج تک اسلام
 کی ضعیفی اور بربادی میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ہے آپ ہی کے رعب و اب سے بڑے
 باغیوں اور مرتدون کی سرکوبی ایسے نازک زمانہ میں آپ ہی کا حصہ تھی۔ غرض کہ آپ کا نام آپ کے
 بعد ضرب النثل ہو گیا تھا۔ آپ کے جانشین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ
 ابوبکر صدیق نے ایسی خلافت کی ہے کہ اونکے جانشین کو اونکے قدم بقدم چلتا دشوار ہے
 عرب کے بارہ قبیلوں نے مال کی محبت کے باعث اداسے زکوٰۃ سے انکار کیا
 اونہیں سے دس قبیلوں کا تدارک اور انفصال جناب صدیق اکبر نے اپنے عہد خلافت میں
 قرار واقعی کر دیا تھا صرف دو قبیلے باقی رہ گئے تھے اونکا علاج عمر فاروق نے اپنے زمانہ میں
 کر لیا۔ اسلئے فاروق اعظم نے کہا ہے اے کاش میری تمام عمر کے اعمال صدیق اکبر کے
 ایک ہی روز کے برابر ہوتے۔“

حاصل کلام یہ ہے کہ ابوبکر صدیق اپنے عہد خلافت میں بالکل رسول اللہ کے قدم
 بقدم چلے۔ دین اسلام اور مسلمانوں کو بڑے پیارا اور محبت سے پدھر مہربان اور مادر شفیعہ کی طرح
 اپنی گود میں پالا۔ اسلام جیسا کہ چاہے اوس سے بدرجہا زیادہ اونکے زمانہ میں سرسبز و شاداب
 ہوا اور مسلمان کوئی جائز شکایت اونکی اپنی زبان سے نہیں نکال سکتے۔ یہ ایسی باتیں ہیں
 جنہیں کسی منصف غیر متعصب اور عقلمند کو بال برابر شک نہیں ہو سکتا۔ جو اسکے خلاف کہے وہ
 محض جھوٹا ہے اوسکا دعویٰ ہرگز ثابت نہوگا اس لئے ہم صدیق اکبر کو قابل التعظیم اور لایق
 قدر خلیفہ ماننے میں ذرا بھی شبہ نہیں کرتے۔ وہ تو درکنار اگر کوئی عیسائی۔ یہودی۔ آتش پرست
 ہندو۔ بودہ وغیرہ وغیرہ ابوبکر و عمر کی طرح اسلام اور مسلمانوں کی پرورش کرے اور اسلام اوسکے

سایہ میں ایسا ہی زور پکڑ جائے جیسا کہ ان دونوں بزرگواروں کے زمانہ میں پکڑ گیا تھا تو ہم اوسکی
 اتنی ہی عزت و عظمت کرینگے جتنی کہ ابو بکر و عمر کی کرتے ہیں بلکہ اوسکی خاک پاگو سرسہ چشم بنائینگے۔
 ہمیں اسکی کچھ پرواہ نہوگی کہ وہ شخص ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کے دونوں جڑوں
 کا قائل ہے یا نہیں۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ پہلے زید خلیفہ کیون ہو گیا ولید کیون نہوا۔ اسکی نسبت
 ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اوس زمانہ میں ہوتے تو ابو بکر و عمر اور عثمان و علی کے ہوتے ہوئے
 سر ہوڑ کے اپنی خلافت کے لئے کوشش کرتے اور ضرور خلیفہ ہو جاتے اور جب ہو جاتے
 تو اپنے کو نہ غاصب سمجھتے نہ ظالم۔ پھر ہم ابو بکر کو کس منہ سے ایسا کہیں۔ ہر چیز خود نہ پسندی
 بد گریہ پسند۔ ایک عقلمند نہ مقولہ ہے۔

اگر اتنی صاف باتیں ہی فہم مبارک میں نہ سمائیں جنکے لئے نہ شرح بلاغت کے
 خالی ورق اولٹا ہین نہ حاشیہ فصاحت کا مطالعہ کرتا ہے تو ابو بکر و عمر اور عثمان و علی کو زندہ کر لاؤ ہم
 انہیں بسہولت سمجھا کے پہلے جناب علی مرتضیٰ کو خلیفہ کر دینگے اور سب کے پیچھے ابو بکر کو خلافت
 ہونے دینگے بلکہ آپکی خاطر سے حسنین کو بھی اون سے پہلے نبٹا دینگے۔

گر بر سر چشم من نشینی نازت بکشم کہ تازننی

جو آپ سے یہ ذرا سی بات بھی نہ ہو سکے تو خالی تہہ رون سے سر نہ پہوڑئے خاموش ہو گئے
 غرض کہ ہماری اپنے پیارے ناظرین کو بھی نصیحت اور یہی وصیت ہے کہ اس لغو اور بیہودہ
 بلکہ گمراہ کرنے والی بحث میں ہرگز اوقات ضائع نہ کریں کسی نے کیا کیا اور کوئی کیا لکھا۔ ان اللہ
 علی کل شیء قدیر۔

چند ضروری تاریخیں یاد رکھنے کے قابل

حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے اور جناب اسامہ بن زید نے فلسطین پر چڑھائی کی اور مظفر

و منصور واپس آئے۔ وفات حضرت فاطمہ زہرا ؑ سال ۶۳۲ مطابق ۶-
 میلہ کذاب قتل ہوا۔ جناب خالد بن ولید عراق بھیجے گئے۔ جنگ نہر الدم ۶۳۳ سال
 مطابق ۶-

جنگ واقصہ میدان یرموک میں ۶۳۴ سال ۶- مطابق ۶-
 ابو بکر صدیق کا انتقال اور عمر فاروق کا خلیفہ ہونا۔ ۶۳۴ سال ۶- مطابق ۶-
 تاریخ وفات حضرت صدیق اکبر

آنکہ اوصاف الوری بودہ	یار پیمبر خدا بودہ
عمر آن شاہ صادق الاقوال	یہ دے اشتباہ شصت و سہ سال
بر سر خلافت از تقدیر	پنج ماہ و دو سال ماند امیر
بست و دوم جمادی آخری بود	کہ بدار البقاش نقل نمود
عقل سال وصال او فرمود	در سن جو درفت صاحب جود

تاریخ رحلت حضرت فاطمہ زہرا ؑ

فاطمہ آنکہ سید مدنی	برگزیدش بہ بختہ منی
سال فوتش بہ تعمیرہ برخوان	ماند دنیا یہ ماتمش بیجان

اے ایک لفظ کن سے دو جہان کے موجود کر دینے والے۔ اور اے ہمارے
 بے نیاز مالک۔ تو جو چاہے کر سکتا ہے۔ تو ہی معبود مطلق۔ تو ہی واحد و لا شریک برحق ہے
 اپنی سیدہ کاری اور زاید از حساب گنہ کاری سے منہ نہیں ڈرتا کہ تجھ سے اپنی بخشش طلب
 کریں۔ اگر فروغ ملیگی تو اپنے نالایق اعمال کے سامنے اسے بھی دلوچ بھیجے۔ مگر ہاں
 دل دگرتا ہے تو اسلام کی روی حالت پر۔ صدقہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تقدس

اور نصفت و عدالت کا۔ طفیل سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کوششوں اور شجاعت کا واسطہ اور سب نیک و پاک حضرات کا جن کا ذکر اس کتاب میں ہے مسلمانوں کی بگڑی بناؤ۔
 انہیں ثمین بقصد قی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶ ربیع الاول ۳۱۹ھ محمدؐ وارضی۔
 تاریخ طبع عطیہ جناب حاجی سید شاہ محمد اکبر صاحب البوالعلمانی

شناور ان معانی کا ہے یہ بحر عمیق *
 ملی ہے دونوں کو حق کی طرف سے یہ توفیق
 انہیں بھی ہاتھ لگا یہ خزانہ تحقیق *
 انہیں کی فکر نے کوئے یہ عقدہ ہاوی دقیق
 یہ وہ رسالہ ہے جو اہل علم کا ہے رفیق
 ہمارے قلب نے بھی اسکی پوری کی تصدیق
 سنہ اسکے ختم کا لکھ دے خلافت صدیق
 ۱۳۶۹

جناب حضرت صدیق کا چہرہ ہے حال
 نصیر دین و سعادت نشان امیر الدین
 کہ اپنا مال کیا راہ میں خدا کی صرف
 وہ مولوی کہ جو وارث علی کے علم کے ہیں
 ہدایتوں سے ہے مملو ورق و ورق اسکا
 جس اہل علم نے دیکھا وہ خوش ہوا اس سے
 خلیفہ چارہین اکبر بڑھا کے چار عدد

قطعہ تاریخ حافظ علامہ جیلانی صاحب طالعہ علم مدرسہ اسلامیہ حنفیہ پشاور

فخر علمائے دین ہیں بالتحقیق
 حق نے دی ہے انہیں بڑی توفیق
 تھا۔ مگر تھانہ بڑھ کے ان سے لائق
 اس سے بڑھ کر ہیں قوم کے یہ رفیق
 ہو رہی ہر زبان سے ہے تصدیق
 چھپ چکا ہے بخط تعلیق
 اور ہوا حق سے طالب توفیق

آج وارث علی زمانے میں *
 ابن غلدون کو ان سے کیا نسبت
 اور تھما وہ جو اک اشیر الدین
 جتنا بخشا ہے حق نے انکو علم
 ان کی تالیف اور شفقت کی
 دو سرا حصہ فضل باری سے
 سال تاریخ کی ہوئی جب فکر

غیب سے کان میں صدا آئی	حافظا ہے۔ خلافت صدیق
گشت مطبوعہ این کتاب لاجواب	کائناتیں سرگزندیہ کس بخواب
ظلمت جہل از فروغش دور شد	ہست بے شک این تواریخ آفتاب
سال طبعش با سر تہجیت بگفت	دوش حافظ تلك آیات الکتاب

ریو یو اخبار وطن لاہور

ریو یو کرنا خاص کر بہتہ دوستان میں جیسا شکل کام ہے۔ صاف ظاہر ہے۔ ریو یو کنندہ مبصرانہ نظر سے کسی کتاب کو دیکھ کر اس کے حسن و قبح پر چائی کے ساتھ رائے ظاہر کر نیکی راستہ میں کئی مشکلات حاصل دیکھتا ہے۔ ایک طرف اس سے مصنف کی دشمنی کا خیال ہوتا ہے اور دوسری طرف بیجا خوشامدیانا واجب تعریف و ستائش کر نیکی الزام عاید ہونی کا خوف۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے عموماً اپنے فرض کو نہایت سحری طور پر سر سے ٹال دینے کے سوا اسے کوئی چارہ دکھائی نہیں دیتا اور یہی وجہ ہے کہ بہت کم ایسے ریو یو کنندہ ہونگے جنکی طبیعت ریو یو کی فرمائش ہونے پر بالعموم ایک طرح سے منقبض نہ ہو جاتی ہو۔ مگر ہر امر کے لئے مستثنیات موجود ہیں۔ ریو یو کا کام بھی ان مستثنیات سے خالی نہیں بعض اوقات ریو یو کر نیوالوں کو ایسی تصنیف و تالیف سے سابقہ پڑتا ہے جو متذکرہ صدر شکایتوں کی تلافی ہی نہیں کر دیتیں۔ بلکہ اوکو دیکھتے ہی ایک خاص فرحت و لبلاشت طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے۔ اسی آخری شق میں داخل ہے۔ اسکی ظاہری شکل و صورت ہی دیکھ کر دل بیساختہ یہ گواہی دینے لگ جاتا ہے۔ کہ یہ زور ایک نہایت قابل قدر شے ہوگی۔ اور ایک دو ورق اُلٹتے ہی اسکی تصدیق کامل طور پر لچائیگی۔ یہ ۱۲ صفحوں کی ایک جامع و بسیطا و ضخیم کتاب ہے جس میں عرب کا موجودہ جغرافیہ۔ سفر حج۔ اور حرمین شریفین کی تمام نماز اور زیارت گاہوں کے مفصل حالات اور حضرت سرور کائنات کی ولادت تک عرب کی مختصر تاریخ اور

۱۵ مصنف
صدیق کے
دو ماہی پر
۱۲ یہاں
۱۴ الف حمد
دو (۱) سہ
۱۵ سہ
۱۶ بیون

نبوی کے حالات بیان کر نیچے بعد رحمتہ للعالمین کی سوانح عمری شروع ہو گئی ہے۔ جسکے متعلق کوئی تقابلی
 ذکر واقعہ فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔ تمام جزئی و کلی حالات و متعلقات کو ایسے سلیقہ و لیاقت سے مرتب کیا
 گیا ہے۔ کہ اردو و نور کفار فارسی یا عربی زبانوں میں ہی اس پایہ کی کوئی تاریخی کتاب بمثل ملے گی۔ اور اس میں مطلقاً
 بمبالغہ نہیں۔ کہ اس بیحد دل کتاب کی تالیف و اشاعت سے اس کے مولف سید وارث علی صاحب اور اس کے
 پیشتر منشی محمد امیر الدین و محمد اسحاق علی صاحبان مالکان مطبع لامع النور اگر نہ نہ صرف مسلمانوں
 بلکہ ملک کے لٹریچر پر احسان عظیم کیا ہے۔ سلاست و پاکیزگی اور تسلسل بیان میں شاید ہی کسی تاریخ کی
 کتاب اس شمس التواریخ کا مقابلہ کر سکیگی۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ اول سے آخر تک انداز
 بیان ایسا رکھا گیا ہے۔ کہ ۱۲ سو صفحوں میں ایک فقرہ ایسا نہیں جس سے کسی غیر مسلم یا مسلمانوں کے
 کسی فرقہ کے پیر و کوادنی اصد مدیا رنج پہنچ سکے۔ الغرض جس طرح وہ رحمتہ للعالمین جسکے حالات
 اس کتاب میں لکھے گئے ہیں بنی نوع انسان کے لئے موجب عزت و مباهات ہے۔ ویسے ہی یہ کتاب
 ہر پہلو و لحاظ سے کتب سیر کے لئے ہے۔ عرب کے رنگین نقشہ کے علاوہ زیارت گاہوں کے بھی کئی نہایت
 پاکیزہ و روحانی نقشے دئے گئے ہیں۔ لکھائی چھپائی۔ اور کاغذ وغیرہ کی عمدگی و نفاست بلکہ بنظیری کا ادب
 اشارہ ہوا ہے۔ ان تمام خوبیوں کے مقابلہ میں ساڑھے آٹھ روپیہ قیمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔
 منشی صاحبان نے اسلامی تاریخ کے سلسلہ کو اسی کتاب پر ختم نہیں کیا۔ اب وہ اس کا دوسرا حصہ شائع
 کر رہے ہیں۔ جو پانچ سو صفحہ کا ہو گا۔ اور اوس میں حضرت ابابکر صدیقؓ کے حالات قبل از زمانہ خلافت
 اور زمانہ خلافت کے اسی شرح و بسط سے درج ہونگے۔ سلسلہ کا پہلا حصہ دوسرے حصہ کی عمدگی کا بین
 ثبوت ہے۔

